سیرت

صحابہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

حافظ مظفر احمد

شان صحابہ رسول ﷺ

از حضرت امام الزماں مسیح ومہدی دوراں علیہ السلام

اِنَّ الصَّحَابَةَ کُلُّهُمْ کَذُکَاءِ قَدْ نَوَّرُوْا وَجْهَ الْوَرٰی بِضِیَاءِ

قَوْمٌ کِرَامٌ لَانُفَرِّقُ بَیْنَهُمْ کَانُوْا لِخَیْرِ الرُّسُلِ کَالْاَعْضَاءِ

اِنِّیْ اَرٰی صَحْبَ الرَّسُوْلِ جَمِیْعَهُمْ عِنْدَ الْمَلِیْکِ بِعِزَّةٍ قَعْسَاءِ

وَاللّٰهُ یَعْلَمُ لَوْ قَدَرْتُ وَلَمْ اَمُتْ لَا شَعْتُ مَدْحَ الصَّحْبِ فِیْ الْاَعْدَاءِ

یَارَبِّ فَارْحَمْنَا بِصَحْبِ نَبِیِّنَا وَاغْفِرْ وَاَنْتَ اللّٰهُ ذُوْاٰلَاءِ

ترجمہ۔ بلاشبہ تمام صحابہ سورج کی مانند ہیں انہوں نے اپنی روشنی سے مخلوق کا چہرہ منور کیا۔

وہ سب معزز اور بزرگ لوگ ہیں ہم ان کے درمیان تفریق نہیں کرتے۔ وہ خیر الرسل ﷺ کے لئے بمنزلہ اعضاء کے تھے۔

میں رسول کے تمام صحابہؓ کو خدا کے حضور میں دائمی عزت کے مقام پر پاتا ہوں۔

اللہ جانتا ہے اگر مجھے قدرت ہوتی اور موت کا سامنا نہ ہوتا تو میں صحابہ کی تعریف ان کے تمام دشمنوں میں خوب پھیلا کر چھوڑتا۔

اے میرے رب! ہم پر بھی نبی کے صحابہ کے طفیل رحم کر اور ہماری مغفرت فرما اور تو ہی نعمتوں والا ہے۔

(سر الخلافہ۔ روحانی خزائن جلد 8 ص 341)

انتساب

ایک غلام کا ہدیہ عقیدت وتبریک!

اس رسولِ رحمتؐ کے نام! جنہیں اپنے صحابہؓ سے بہت پیار تھا۔
ان وفاشعار صحابہ کے نام! جو نعمتِ خلافت کے امین ،رب کائنات کی خوشنودی کے وارث اور آسمانِ ہدایت کے ستارے قرار پائے۔
اس مسیح ومہدی زماںؑ کے نام! جس نے دور اولین کو دور آخریں سے ملا کر 'خلافت علیٰ منہاج النبوت' کی نعمت تازہ کردی۔
خلافت احمدیہ کی پہلی صدی کو دوسری سے ملانیوالے خلیفہء مہدی حضرت مرزا مسرور احمد ایدہ اللہ کے نام! جو صد سالہ خلافت احمدیہ جوبلی کے تاریخ ساز عہد میں مسند خلافت پر جلوہ افروز اور الٰہی معیّت ونصرت سے تائید یافتہ ہیں۔اور جنہوں نے صحابہ کی شان میں فرمایا کہ 'ہمارے لئے تو آنحضرتﷺ کے سب پیارے ہی بہت پیارے ہیں'۔(خطبہ جمعہ 2/جنوری 2009)

احقر الغلمان
حافظ مظفر احمد
۴/محرم الحرام جمعۃ المبارک ۱۴۳۰ھ

تعارف

سیرت وسوانح کا مضمون ہمیشہ ہی اپنی ذات میں اہل ذوق کے لئے باعث دلچسپی رہا ہے اور جب تذکرہ خاتم الانبیاء حضرت محمد ﷺ کے تربیت یافتہ اور وفا شعار صحابہ کا ہو جو اپنا تن من دھن راہ مولیٰ میں قربان کرنے کے لئے تیار ہو گئے اور اس عظیم الشان نبی کے فیض اور کامل اطاعت کی برکت سے دنیا میں ایک حیرت انگیز اور بے نظیر انقلاب برپا کیا تو اس کا مطالعہ کہیں زیادہ پرکشش اور ایمان افروز ہو جاتا ہے۔

مکرم حافظ مظفر احمد صاحب ناظر اصلاح وارشاد مقامی کو اللہ تعالیٰ جزادے جنہوں نے ایم ٹی اے پر سیرت صحابہ رسولؐ کے حوالہ سے ہونے والے اپنے لیکچرز کا ایک حصہ جمع کر کے افادۂ احباب کے لئے مستند حوالہ جات کے ساتھ اسے کتابی شکل دی اور حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خدمت میں پیش کیا۔ بعد ملاحظہ حضور انور نے اس مساعی کو سراہتے ہوئے نظارت کو اس کی اشاعت کے لئے ہدایت فرمائی ہے۔ اللہ تعالیٰ مکرم حافظ صاحب کی یہ کوشش مقبول اور بار آور فرمائے اور یہ احباب جماعت وقارئین کے علم وعمل میں اضافہ کا موجب ہو۔ آمین

والسلام

خاکسار

سید عبدالحی

ناظر اشاعت

بسم اللہ الرحمن الرحیم　　　　نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

سیرتِ صحابہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ایمان افروز تذکرہ

فہرست عناوین

انصار صحابہ رضی اللہ عنہم

فہرست مضامین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیش لفظ (طبع اوّل)

ہزاروں ہزاروں درود اور سلام ہوں اس محسنِ انسانیت پر جس نے اپنی تعلیم و تربیت فیض صحبت اور دعاؤں سے عرب کی بادیہ نشین وحشی قوم میں ایسا انقلاب برپا کیا کہ وہ نہ صرف انسان بلکہ با اخلاق اور با خدا انسان بن گئے۔ آپؐ نے انہیں گوبر کی طرح ذلیل قوم پایا مگر خالص سونے کی ڈلی کی طرح روشن اور چمکدار بنا دیا، بھیڑ بکریوں اور اونٹوں کے چرواہوں کو تخت شاہی پہ بٹھایا تو غلاموں کو بادشاہ بنا دیا، ایک ان پڑھ اور امّی قوم کو دنیا کا استاد، معلم اور خدا نما وجود بنا دیا۔ الغرض انہیں فرش سے اٹھایا اور عرش کے تارے بنا دیا۔

کہتے ہیں یورپ کے ناداں یہ نبی کامل نہیں
وحشیوں میں دیں کا پھیلانا یہ کیا مشکل تھا کام

پر بنانا آدمی وحشی کو ہے اک معجزہ
معنی رازِ نبوت ہے اسی سے آشکار

عرب کے وہ بادیہ نشین صحبتِ رسول میں ایسے باکمال انسان بن گئے کہ اپنے مال جان عزتیں اور وطن سب کچھ خدا اور اسکے رسولؐ کے لئے قربان کر دیئے۔ تبھی تو ہمارے آقا و مولا حضرت محمد ﷺ نے اپنے تربیت یافتہ غلاموں کو یہ سند عطا فرمائی کہ **اصحابی کالنجوم** میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں۔ ان میں سے جس کی پیروی کرو گے ہدایت پاؤ گے اور بلاشبہ اپنے علم و عمل، صحبت صالحہ اور پاک نمونہ سے اصحابِ رسولؐ بہتوں کی ہدایت کا موجب بنے اور آج بھی ان کے پاکیزہ نمونے ہمارے لئے مشعل راہ ہیں۔

اسی نقطہ نظر سے راقم الحروف نے مختلف اوقات میں صحابہ رسولؐ کی سیرت و سوانح پر جو تقاریر یا مضامین لکھے اور ان میں سے بعض اخبارات و رسائل میں بھی شائع ہوئے، افادہ عام

کے لئے یکجا کر کے ایک رسالہ کی صورت میں طبع کئے جا رہے ہیں۔ جس میں فی الوقت سات صحابہ کے حالات کا تذکرہ ہے۔ یہ تجربہ شدہ بات ہے کہ تعلیم و تربیت کے لئے عظیم لوگوں کے سوانح و واقعات اور ان کی سیرت کا مطالعہ بے حد مفید اور گہرے اثرات رکھتا ہے۔ خدا کرے اس لحاظ سے یہ رسالہ بابرکت ثابت ہو اور صحابہ کے پاکیزہ نمونے ہم اپنی عملی زندگی میں جاری کرنے والے ہوں اور یہ علمی کاوش خدا کے حضور بھی مقبول ٹھہرے اور موجب ہدایت ہو۔ آمین

والسلام

خاکسار

حافظ مظفر احمد

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دیباچہ (طبع دوم)

ہمارے سید و مولا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے پیدا کردہ عظیم الشان انقلاب کا اعتراف دنیا آج تک کرتی چلی آئی ہے۔ دور حاضر کے ایک مصنف مسٹر مائیکل ہارٹ نے اپنی کتاب The Hundred یعنی ''ایک سو اثر انگیز عظیم شخصیات'' میں سرفہرست حضرت محمد ﷺ کا نام نامی لا کر آپؐ کے بارہ میں کیا خوب لکھا ہے کہ ''دراصل آپؐ ہی تاریخ کی وہ منفرد شخصیت ہیں جو دینی و دنیوی ہر دو لحاظ سے بے حد کامیابیاں حاصل کرتے ہوئے انتہائی مؤثر سیاسی (ملکی) رہنما بن کر ابھرے۔ یہاں تک کہ آج ان کی وفات سے تیرہ سو سال بعد بھی ان کا طاقتور اثر وسعت پذیر ہے۔''

حضرت بانی سلسلہ احمدیہ نے اس شاندار تبدیلی کو وہ حیرت انگیز انقلاب قرار دیا ہے ''جو پہلے اس سے کسی آنکھ نے دیکھا تھا نہ کسی کان نے سنا۔'' آپؑ کیا خوب فرماتے ہیں:۔

''سارا قرآن اوّل سے آخر تک یہ شہادت دے رہا ہے کہ یہ رسولؐ اس وقت بھیجا گیا کہ جب تمام قومیں دنیا کی روح میں مر چکی تھیں اور فساد روحانی نے برّ و بحر کو ہلاک کر دیا تھا تب اس رسولؐ نے نئے سرے سے آکر دنیا کو زندہ کیا اور زمین پر توحید کا دریا جاری کر دیا۔ اگر کوئی منصف فکر کرے کہ جزیرہ عرب کے لوگ اوّل کیا تھے؟ اور پھر اس رسول کی پیروی کے بعد کیا ہو گئے اور کیسی ان کی وحشیانہ حالت اعلیٰ درجہ کی انسانیت تک پہنچ گئی اور کس صدق و صفا سے انہوں نے اپنے ایمان کو خونوں کے بہانوں سے پھر اور اپنی جانوں کے فدا کرنے اور اپنے عزیزوں کے چھوڑنے اور اپنے مالوں اور عزتوں اور آراموں کو خدا تعالیٰ کی راہ میں لگانے سے ثابت کر دکھلایا'' (آئینہ کمالات اسلام ص ۲۰۵)

''حضور ﷺ کے فیض صحبت اور تربیت سے ...وہ صحابہ گویا بشریت کا چولہ اتار کر مظہر اللہ ہو گئے تھے اور ان کی حالت فرشتوں کی سی ہو گئی تھی''۔ (ملفوظات جلد۴ ص ۵۹۵)

''صحابہ کرام رضی اللہ عنھم کامیابی کے ساتھ تخت خلافت کو مقررہ وقت تک زیب دے

کر اپنی اپنی خدمات بجالا کر بڑی کامیابی اور اللہ تعالیٰ کی رضوان لے کر چل بسے''۔

(ملفوظات جلد 4 ص 494)

''صحابہ کرام کی حالت کو دیکھو کہ انہوں نے رسولؐ اللہ کی صحبت میں رہنے کیلئے کیا کچھ نہ کیا۔۔۔ ہماری جماعت کو لازم ہے کہ وہی رنگ اپنے اندر پیدا کریں۔ بدوں اس کے وہ اصلی مطلب کو جس کیلئے میں بھیجا گیا ہوں پا نہیں سکتے۔ اللہ تعالیٰ نے اس جماعت کو جو مسیح موعودؑ کے ساتھ ہے یہ درجہ عطا فرمایا ہے کہ وہ صحابہ کی جماعت سے ملنے والی ہے **وَآخَرِينَ مِنْهُم لَمَّا يَلْحَقُوا بِهِم** (الجمعہ:4)۔ اس لئے ہمیشہ دل غم میں ڈوبتا رہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہماری جماعت کو بھی صحابہ کے انعامات سے بہرہ ور کرے۔ ان میں وہ صدق و وفا وہ اخلاص اور اطاعت پیدا ہو جو صحابہ میں تھی۔'' (ملفوظات جلد 1 ص 405)

حضرت مسیح موعودؑ نے اس خواہش کا بھی اظہار فرمایا کہ اس ''انقلابِ عظیم'' کو پوری شان اور تفصیل سے بیان کرنے کی ضرورت ہے۔ ''سیرت صحابہ رسولؐ '' کی زیر نظر کتاب میں اس ارشاد کی تعمیل بھی پیش نظر ہے۔ پچاس صحابہ رسولؐ کے سوانح اور واقعات سیرت کا یہ مرقّع اس عظیم انقلاب کی فرداً فرداً تفصیل ہے۔ قبل ازیں 1997 میں خاکسار کی طرف سے سات اصحاب رسولؐ کی سیرت پر مشتمل مختصر رسالہ شائع ہوا تھا۔ اس کے بعد سے اب تک ایم ٹی اے پر سیرت صحابہ کے موضوع پر ہونے والی خاکسار کی بعض تقاریر اور جماعتی جرائد میں شائع ہونے والے مضامین کے اضافہ کے ساتھ دلچسپ و مفید اور مستند حوالہ جات سے مزین یہ کتاب پیش خدمت ہے، جس کا تقاضا احباب کی طرف سے کیا جا رہا تھا۔ الحمدللہ کہ صد سالہ خلافت جوبلی کے بابرکت سال میں عالمگیر جماعت احمدیہ کے قافلہ سالار حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز اور احباب جماعت کی خدمت میں خلفائے راشدین، عشرہ مبشرہ اور منتخب مہاجرین و انصار صحابہ کے تذکرہ پر مشتمل یہ ہدیہ تبریک پیش کرنے کی سعادت مل رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے توفیق دی تو ازواج مطہرات کے علاوہ دیگر اصحابِ رسول پر مشتمل تقاریر ایم ٹی اے دوسری قسط میں کم از کم مزید پچاس کی تعداد میں مدوّن کر کے یکصد 100 کا عدد مکمل کرنے کا ارادہ ہے۔

انشاء اللہ العزیزو باللہ التوفیق

عاجز نے صد سالہ خلافت جوبلی جلسہ سالانہ برطانیہ (2008) کے موقع پر اپنے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ سے ملاقات کے دوران اس کتاب کی تیاری کا ذکر کیا تو حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ نظارت اشاعت کو دکھا کر شائع ہو جائے۔ بعد میں خاکسار کی خواہش اور درخواست پر حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ازراہ شفقت نظارت اشاعت کے زیر اہتمام یہ کتاب شائع کرنے کی منظوری عطا فرمائی۔ راقم مکرم سید عبدالحی صاحب ناظر اشاعت کا بھی ممنون ہے جنہوں نے اس کتاب کا مسودہ ملاحظہ فرمایا اور اس کی اشاعت کا اہتمام کیا۔ فجزاھم اللہ احسن الجزاء

خلافت احمدیہ کی دوسری صدی کے اس تاریخ ساز موڑ پر صحابہ رسولؐ کی سیرت کے یہ ایمان افروز واقعات جہاں ہمیں حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی کے عملی نمونے مہیا کریں گے، وہاں ان روشن ستاروں کے نورانی اخلاق صداقت و دیانت، ایثار و وفا، انکسار و اطاعت عدل وانصاف، شجاعت و بسالت، سادگی، قناعت، محبتِ رسولؐ، صبر و رضا توکل علی اللہ اور مہمان نوازی کی قابلِ تقلید زریں مثالیں ہماری نسلوں کی تعمیر کردار کے لئے مشعل راہ ہوں گی۔ وہ نسلیں جنہوں نے تاریخ وسیرت کے سبق آموز واقعات سے نصیحت حاصل کرتے ہوئے ایمان اور عمل صالح کے ساتھ قربانیاں کرتے ہوئے قیامت تک نظام خلافت کی حفاظت کرتے چلے جانا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کی توفیق عطاء فرمائے آمین۔

اس کتاب کی تیاری کے مختلف مراحل میں جن احباب کا تعاون شامل رہا ان سب کے لئے دعا کی درخواست ہے۔ خصوصاً لیکچرز کو کیسٹ سے صفحہ قرطاس پر لانے کا کام ہمارے مربیان مکرم محمد احمد نعیم صدیقی صاحب نے خود اور جاوید ناصر ساقی صاحب وغیرہ کے جز وقتی تعاون سے مکمل کیا۔ کمپوزنگ کے لئے عزیزم ندیم احمد صاحب کارکن دعوت الی اللہ نے دفتری اوقات کے علاوہ وقت نکال کر یہ خدمت انجام دی۔ پروف ریڈنگ کے لئے خاکسار مکرم خواجہ مظفر احمد صاحب معاون ناظر دعوت الی اللہ کا ممنون ہے۔ حضور انور کے ایک اصولی ارشاد کی تعمیل میں کتاب کا مکمل

انڈیکس (باعتبار حروف تہجی) بھی شامل کیا جارہا ہے تاکہ ریسرچ سکالرز اور حوالہ تلاش کرنے والوں کو سہولت ہو۔اس سلسلے میں مجھے اپنے بیٹے عزیزم مکرم حافظ مظہر احمد طیب صاحب مربی سلسلہ، بہو عنبر سبوحی اور مکرم عبدالقدیر قمر صاحب مربی سلسلہ کا بھی شکریہ ادا کرنا ہے جنہوں نے پروف ریڈنگ کے علاوہ انڈیکس کی تیاری میں مکرم عباس احمد صاحب مربی سلسلہ کی رہنمائی کے مطابق کام کیا۔اللہ تعالیٰ ان سب کو جزائے خیر عطاء فرمائے۔اور اس کتاب کو نافع الناس بنائے آمین۔

والسلام

حافظ مظفر احمد

26/دسمبر جمعۃ المبارک 2008

حضرت ابوبکر صدیقؓ

حلیہ و نام ونسب

قد لمبا، رنگ گورا، چہرہ دبلا، خفیف جسم، آنکھیں دھنسی ہوئی اور پیشانی ابھری ہوئی۔ آپ کا نام عبداللہ تھا۔ بعض روایات میں زمانہ جاہلیت میں نام عبدالکعبہ بھی آیا ہے۔ والد کا نام عثمان بن عامر اور کنیت ابوقحافہ تھی۔ شجرہ نسب آٹھویں پشت میں آنحضرتؐ سے جاملتا ہے۔ والدہ کا نام سلمیٰ بنت صخر بن عامر تھا۔ کنیت ام الخیر مشہور تھی۔ حضرت ابوبکرؓ نبی کریمؐ کے دو سال بعد پیدا ہوئے۔ لقب عتیق تھا جس کے معنی آزاد کے ہیں۔ اس کی وجہ تسمیہ آگ سے آزاد ہونا بیان کی جاتی ہے۔ (1) اسی طرح صدیق بھی آپ کا لقب ہے جو آنحضرتؐ کی بلا تردّد تصدیق کرنے پر عطا ہوا۔

ابتدائی حالات

حضرت ابوبکرؓ قبیلہ تیم بن مرہ بن کعب سے تعلق رکھتے تھے۔ عرب کے مختلف قبائل میں مختلف کام تقسیم تھے۔ اس قبیلہ کا کام خون بہا اور دیتیں جمع کرنا تھا۔ حضرت ابوبکرؓ اپنے قبیلہ میں یہ اہم کام سرانجام دیتے۔ خون بہا کی رقوم جمع کرنے کے علاوہ فیصلے وغیرہ کرنے کی ذمہ داری بھی ان کی تھی۔

عرب کے رواج کے مطابق آپ نے بھی تجارت کا پیشہ اختیار کیا۔ کپڑے کی تجارت کرتے تھے۔ اعلیٰ اخلاق کے مالک اور ایماندار تاجر تھے۔ جاہلیت کے زمانہ میں بھی جبکہ شراب عربوں میں پانی کی طرح استعمال ہوتی تھی، کبھی شراب نہ پی۔ علم انساب کے بڑے ماہر تھے۔ (2)

رسولؐ اللہ سے تعلق اور قبول اسلام

آنحضرتؐ حضرت خدیجہؓ سے شادی کے بعد حضرت ابوبکرؓ کے محلّہ میں سکونت پذیر ہوئے۔ اس دوران ان سے دوستانہ ہوا۔ تقریباً ایک ہی قسم کی پاکیزہ عادات نیک خیالات اور پاک وصاف دل رکھنے کے باعث یہ دوستی گہری ہوتی گئی اس زمانہ میں حضرت ابوبکرؓ نے رؤیا میں دیکھا کہ مکہ میں چاند اترا ہے اور اس کی سب گھروں میں روشنی پھیل گئی ہے۔ پھر وہ حضرت ابوبکرؓ کی آغوش میں اکٹھا ہوگیا۔ انہوں نے یہ خواب بعض اہل کتاب کو سنائی تو تعبیر یہ بتائی گئی کہ نبی موعود کو ماننے کی سعادت

نصیب ہوگی ۔(3) جب آنحضرتؐ نے دعویٰ نبوت فرمایا۔حضرت ابوبکر صدیقؓ ان دنوں باہر سفر پر تھے۔واپس مکہ پہنچے تو آنحضرتؐ کے دعوی نبوت کی خبر ہوئی۔فوراً حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور دعویٰ کے بارے میں استفسار کیا۔آپؐ نے فرمایا میں اللہ کا رسول ہوں ۔تم مجھ پر ایمان لاؤ۔ حضرت ابوبکرؓ نے فوراً بیعت کر لی اور یوں رسولؐ اللہ کو ان کے اسلام پر بے حد خوشی ہوئی۔(4) مولانا رومؒ کیا خوب فرماتے ہیں:۔

لیک آں صدیق حق معجز نخواست

گفت ایں روخود نہ گوید غیر راست

یعنی حضرت ابوبکرؓ نے کوئی معجزہ آپ کی صداقت پر طلب نہ کیا اور چہرہ دیکھ کر ہی بیعت کر لی کہ یہ جھوٹے کا چہرہ نہیں ہوسکتا۔رسول کریمؐ نے فرمایا کہ ”میں نے جسے بھی اسلام کی طرف بلایا اسے کچھ نہ کچھ تردّد ضرور ہوا۔سوائے ابوبکرؓ کے کہ جب میں نے ان کے سامنے اسلام پیش کیا تو انہوں نے ذرہ برابر بھی تردّد نہیں کیا۔“(5)

علامہ ابن عبدالبرّ لکھتے ہیں کہ حضرت ابوبکرؓ مردوں میں سے سب سے پہلے اسلام لانے والے ہیں اور ان کی چار پشتوں کو صحابی رسولؐ ہونے کا شرف حاصل ہے۔(6)

حضرت ابن عباسؓ سے شعبی نے پوچھا کہ سب سے پہلے کس نے اسلام قبول کیا؟ انہوں نے کہا آپ نے حسانؓ بن ثابت کے یہ شعر نہیں سنے۔

اِذَا تَذَکَّرتَ شَجوًا مِن اَخِی ثِقَةٍ فَاذکُر اَخَاکَ اَبَا بَکرٍ بِمَا فَعَلَ

خَیرَ الَبرِیَّةِ اَتقَاھَا وَاَعدَلَھَا بَعدَ النَّبِیّ وَاَوفَاھَا بِمَا حَمَلَ

اَلثَّانِیُ التَّالِیُ المَحمُودُ مَشھَدُہٗ وَاَوَّلُ النَّاسِ مِنھُم صَدَّقَ الُرسَلَ

وَثَانِیَ اثنَینِ فِی غَارِ الُمنِیفِ وَقَد طَافَ العَدُوُّ بِہٖ اِذ صَعِدَا الجَبَلَ

یعنی ”جب تمہارے دل میں کوئی درد آمیز یاد تمہارے کسی بھائی کے متعلق پیدا ہو تو اپنے بھائی ابوبکرؓ کو بھی یاد کر لیا کرو اس کی ان خوبیوں کی وجہ سے جو یاد رکھنے کے قابل ہیں۔وہ آنحضرتؐ کے بعد سب لوگوں سے زیادہ متقی اور منصف مزاج تھا اور سب سے زیادہ اپنی ان ذمہ داریوں کو پورا کرنے

والا تھا جو اس نے اٹھائی تھیں ۔ وہی ابو بکرؓ جو غار ثور میں آنحضورؐ کے ساتھ دوسرا شخص تھا جس نے اپنے وجود کو آپ کی اتباع میں بالکل محو کر رکھا تھا اور جس کام میں بھی ہاتھ ڈالتا تھا اسے خوبصورت بنا دیتا تھا۔اور وہ ان لوگوں میں سے پہلا تھا جو رسولؐ اللہ پر ایمان لائے تھے۔ ہاں وہ ابو بکرؓ جسے قرآن میں دو میں سے دوسرا کہہ کر یاد کیا گیا ہے۔اس وقت جب وہ پہاڑی پر چڑھے تھے اور دشمن نے اس غار کا گھیراؤ کر لیا تھا۔''(7)

تبلیغ اسلام

اسلام لانے کے بعد حضرت ابوبکرؓ ہمہ تن اسلام کی تبلیغ اور دوسرے دینی کاموں میں مصروف ہو گئے ۔ان کی تبلیغی کاوشوں اور دعاؤں کے نتیجہ میں قریش مکہ کے مایہ ناز فرزند اسلام کی آغوش میں آ گئے ۔جن میں حضرت عثمانؓ ،حضرت طلحہؓ ،حضرت زبیر بن العوامؓ ،حضرت سعد بن ابی وقاصؓ اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ خاص طور پر قابل ذکر ہیں ۔ یہ سب اصحاب عشرہ مبشرہ میں شمار ہوئے ۔ رسول کریمؐ نے ان کی زندگی میں ہی انہیں جنت کی بشارت دی ۔

مسلمان ہونے کے بعد حضرت ابوبکرؓ نے جب مسلمان غلاموں کو ظلم وستم کا نشانہ بنتے ہوئے دیکھا تو انہیں خرید کر آزاد کرا دیا۔ان آزاد ہونے والے غلاموں میں حضرت بلالؓ ، عامر بن فہیرہ ، نذیریہ ،نہدیہ اور جاریہ بن نوفل معروف ہیں ۔ان کے علاوہ بھی حضرت ابوبکرؓ نے بیسیوں غلاموں کو خرید کر آزاد کروایا اور اپنا مال بے دریغ خدا کی راہ میں خرچ کیا ۔(8)

راہ خدا میں تکالیف

رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ '' جب لوگوں نے انکار کیا ابوبکرؓ نے میری تصدیق کی اور اپنے مال اور جان سے میری مدد کی ۔'' حضرت ابو بکرؓ نے اسلام قبول کرنے کے بعد بہت تکالیف اٹھائیں ۔بعض دفعہ قریش مکہ نے اتنا مارا کہ سر کے بال گر گئے کیونکہ وہ آپ کے سر اور داڑھی کے بالوں کو پکڑ کر کھینچتے تھے ۔حضرت ابوبکرؓ کے ابتدائے اسلام کا واقعہ ہے ۔ابھی مسلمان چالیس افراد سے بھی کم تھے کہ انہوں نے آنحضرتؐ سے بڑے اصرار کے ساتھ خانہ کعبہ میں اعلانیہ عبادت کرنے

کی درخواست کی اور آپؐ کو خانہ کعبہ لے گئے اور عبادت کے بعد خطبہ دیا۔ کفار نے انہیں پاؤں اور جوتوں سے اتنا مارا کہ چہرہ کا حلیہ بگڑ گیا۔ پہچانے نہیں جاتے تھے۔ یہاں تک کہ آپ کو کپڑے میں اٹھا کر گھر پہنچایا گیا۔ اندیشہ تھا کہ جانبر نہ ہوسکیں گے۔ بے ہوشی میں کسی بات کا کوئی جواب نہ دیتے تھے۔ شام کو جب ہوش آئی تو پہلا سوال یہ تھا ''میرے آقاؐ کا کیا حال ہے؟ رسول اللہ ﷺ کو تو کوئی تکلیف نہیں پہنچی؟'' (9)

بیعت کے بعد حضرت ابوبکرؓ کے پائے ثبات میں ذرہ بھر بھی لغزش نہ آئی وہ ہمیشہ دین کی اشاعت اور آنحضرت ﷺ کی حفاظت کے لئے آپؐ کے آگے پیچھے اور دائیں بائیں کمر بستہ رہے اور آنحضور ﷺ کی خاطر کبھی اپنی جان کی بھی پرواہ نہیں کی۔

ایک دفعہ ایک کافر نے ایک کپڑا آنحضرت ﷺ کے گلے میں ڈال کر بل دینے شروع کئے یہاں تک کہ آپ کا دم گھٹنے لگا۔ حضرت ابوبکرؓ تشریف لائے۔ آنحضورؐ کو ان ظالموں سے چھڑایا اور کہا ''کیا تم ایک شخص کو اس لئے قتل کرتے ہو کہ وہ کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے؟'' ان ظالموں نے حضرت ابوبکرؓ کو پکڑ لیا اور مار مار کر بے حال کر دیا۔ حضرت ابوبکرؓ کی زبان پر یہ الفاظ تھے۔ پاک ہے اللہ جو جلال اور عزت والا ہے۔ (10)

نوفل بن خویلد حضرت ابوبکرؓ اور حضرت طلحہؓ کو ایک رسی سے باندھ دیا کرتا تھا تا کہ وہ نماز وغیرہ دینی کاموں سے رک جائیں۔ مگر یہ مصائب ان کے پائے ثبات میں کوئی لغزش پیدا نہ کر سکے۔ (11)
جب مکہ میں تکالیف انتہا تک پہنچ گئیں تو حضرت ابوبکرؓ کو دربارِ نبوی ﷺ سے ہجرت حبشہ کی اجازت مرحمت فرمائی گئی۔ ابھی مکہ سے باہر نکلے ہی تھے کہ ایک کافر سردار ابن الدغنہ سے ملاقات ہوئی۔ اس کے پوچھنے پر سارا قصہ سنایا۔ اس نے کہا کہ آپ تو دوسروں کا بوجھ اٹھاتے ہیں۔ غریبوں کی مدد کرتے ہیں۔ ایسا مرنجاں مرنج انسان ہم مکہ سے نہیں جانے دیں گے۔ پھر وہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کو امان دے کر واپس لایا۔ حضرت ابوبکرؓ صبح کے وقت قرآن شریف کی تلاوت بڑے درد و سوز اور خوش الحانی سے کرتے تو بچے بوڑھے سب جمع ہو جاتے۔ اہل مکہ نے اس پُر تاثیر کلام کا اثر دیکھا تو ابن الدغنہ کے ذریعہ آپ کو بلند آواز میں قرآن پڑھنے سے روکنا چاہا۔ انہوں نے صاف

انکار کر دیا اور کہا کہ ''ابن الدغنہ تم اپنی امان واپس لے لو۔ میرے لئے خدا کی پناہ اور حفاظت کافی ہے۔(12)

ہجرت مدینہ اور مدینہ کے حالات:

حضرت ابوبکرؓ ہجرت حبشہ نہ کر سکے تو کچھ عرصہ بعد آنحضرت ﷺ سے مدینہ ہجرت کی اجازت طلب کی۔ حضورؐ نے فرمایا: ''ابوبکر! انتظار کرو، شاید اللہ تمہارا کوئی اور ساتھی پیدا کر دے۔''

چند دنوں کے بعد کفار مکہ نے دارالندوہ میں آنحضرت ﷺ کے قتل کا منصوبہ بنایا۔ ادھر آنحضور ﷺ کو بذریعہ وحی الٰہی ہجرت کی اجازت مل گئی۔ آپؐ فوراً حضرت ابوبکرؓ کے گھر تشریف لے گئے اور فرمایا کہ ہجرت کی اجازت مل گئی ہے۔ حضرت ابوبکرؓ پہلے ہی تیار تھے۔ فوراً عرض کیا ''الصحبۃ یا رسولؐ اللہ'' کہ اے اللہ کے رسول ﷺ! اپنے اس غلام کو ہمراہی کا شرف بخشیں۔ حضرت اسماءؓ کہتی ہیں کہ ہمارے ابا حضرت ابوبکرؓ نے راہ خدا میں خرچ کرنے کے بعد ہجرت کے لئے جو کچھ بچا کر رکھا ہوا تھا وہ بطور زادراہ ساتھ لے گئے۔ یہ رقم پانچ ہزار درہم کے قریب تھی۔ ہجرت مدینہ کے مبارک سفر میں حضرت ابوبکر صدیقؓ نے جس وفاداری اور جانثاری کا نمونہ دکھایا وہ عشق و وفا کی الگ داستان ہے۔ انہوں نے اپنی دو اونٹنیوں میں سے ایک اونٹنی آنحضرتؐ کی خدمت میں بلا معاوضہ پیش کر دی۔ رسولؐ اللہ نے قیمت ادا کرنے کی شرط پر قبول فرمائی۔ پھر غار ثور میں جان خطرہ میں ڈال کر رسولؐ خدا کی معیت کی توفیق پائی جس کا ذکر خود اللہ تعالیٰ نے ان الفاظ میں فرمایا: **ثَانِیَ اثْنَیْنِ اِذْھُمَا فِی الْغَارِ... الخ** (سورۃ التوبہ:40) ''یعنی وہ دو میں سے دوسرا جب کہ وہ غار میں تھے۔ جب وہ اپنے ساتھی سے فرما رہے تھے غم نہ کرو۔ اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ تب اللہ تعالیٰ نے اس پر اپنی سکینت نازل فرمائی اور اس کی مدد سے ایسے لشکروں سے کی جو تم نہیں دیکھتے تھے۔'' حضرت ابوبکرؓ خود بیان کرتے تھے کہ جب تعاقب کرنے والے قریش کے سردار غار کے منہ پر پہنچ گئے تو میں نے عرض کیا کہ اگر ان میں سے کوئی اپنے قدموں کے نیچے ہو کر نظر ڈالے تو ہمیں دیکھ سکتا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ''اے ابوبکرؓ تمہارا ان دو کے بارے میں کیا خیال ہے جس کے ساتھ تیسرا خدا ہے۔''(13)

سفر ہجرت میں جب قریش مکہ رسول اللہ ﷺ کے قتل کے درپے اور تعاقب میں تھے۔ حضرت

ابوبکرؓ آپؐ کی حفاظت کی خاطر سراقہ کے تعاقب سے پریشان ہو کر رونے لگے فرمایا ''کیوں روتے ہو؟'' عرض کیا ''خدا کی قسم اپنی جان کے خوف سے نہیں روتا آپؐ کی خاطر روتا ہوں کہ تعاقب والے پہنچ گئے ہیں۔'' تب رسول کریم ﷺ نے دعا کی اور سراقہ کے گھوڑے کے پاؤں زمین میں دھنس گئے۔ جب کئی بار ایسا ہوا تو خود سراقہ نے اپنے لئے دعا کی درخواست کی اور حضورؐ کی دعا سے نجات پا کر اور انعام واکرام کے عہد و پیمان لے کر واپس لوٹا۔ اس طور پر آپؐ یثرب پہنچے۔(14)

ہجرت مدینہ کے تھوڑے ہی عرصہ بعد جب رسولؐ نے انصار و مہاجرین میں مؤاخات قائم فرمائی۔ صدیق اکبرؓ کے بھائی حضرت خارجہؓ بن زید انصاری ٹھہرے اور حضرت ابوبکرؓ نے مدینہ کے مضافات میں سخ مقام پر ان کے ساتھ قیام فرمایا۔ خاندانی مراسم بڑھے تو حضرت خارجہؓ کی لڑکی حبیبہ سے حضرت ابوبکرؓ نے شادی کی جن کے بطن سے اُمّ کلثوم ہوئیں۔ آپ کا دوسرا کنبہ جس میں حضرت عائشہؓ اور حضرت ام رومانؓ شامل تھیں، حضرت ابوایوبؓ انصاری کے گھر ٹھہرا ہوا تھا۔ حضرت ابوبکرؓ باقاعدہ مدینہ ان کی خبر گیری کو جایا کرتے۔ مدینہ میں حضرت ابوبکرؓ آنحضرت ﷺ کے دست راست اور مشیر خاص بن کر تمام مہمات دینیہ اور دینی خدمات میں ہمیشہ پیش پیش رہے۔

غزوات میں شرکت

حضرت ابوبکرؓ نے تمام غزوات میں بدر سے فتح مکہ تک رسول اللہ ﷺ کے ہمرکاب رہ کر عظیم الشان خدمات انجام دینے کی توفیق پائی۔

ہجرت مدینہ کے بعد سفر و حضر اور امن و جنگ کی ہر حالت میں حضرت ابوبکرؓ رسول اللہ ﷺ کے معاون و مددگار اور ''سلطان نصیر'' رہے۔ رسول اللہ ﷺ کو حضرت خدیجہؓ کی وفات کے بعد نکاح کی ضرورت پیش آئی۔ حضرت ابوبکرؓ نے عمروں میں تفاوت کے باوجود نہ صرف اپنی لخت جگر حضرت عائشہؓ کا رشتہ بخوشی پیش کر دیا تھا بلکہ حضورؐ کی ضرورت کے پیش نظر جلد رخصتی کی خاطر آپؐ کیلئے حق مہر کا انتظام بھی خود کیا۔(15)

غزوہ بدر میں رسول کریم ﷺ کیلئے بغرض حفاظت ایک جھونپڑی تیار کی گئی۔ حضرت علیؓ بیان کرتے ہیں ''ہم سوچ ہی رہے تھے کہ اس نازک جگہ پر مشرکین کے حملہ سے حفاظت کیلئے کون ڈیوٹی

دے کہ معاً حضرت ابوبکرؓ تلوار سونتے وہاں کھڑے ہوگئے کہ جو حملہ آور اس طرف بڑھے گا وہ اس کا کام تمام کردیں گے۔ بلاشبہ ابوبکرؓ سب سے زیادہ بہادر انسان تھے۔'' (16)

جنگ سے پہلے رسول کریم ﷺ بے چین ہوکر دعائیں کررہے تھے۔ اس وقت حضرت ابوبکرؓ ہی آپؐ کو تسلی دے رہے تھے کہ ''یارسول اللہ ﷺ! بس کریں آپؐ نے تو اپنے رب سے دعا کرنے میں حد کردی۔'' (17)

غزوہ احد میں رسول کریم ﷺ حضرت ابوبکرؓ کی شجاعت اور بہادری دیکھ کر فرماتے تھے ''آپ اپنی تلوار روک رکھیں ہمیں آپ کی ذات کا نقصان قبول نہیں۔'' (18)

احد کے بعد رسول کریم ﷺ نے دشمن کے تعاقب کا فیصلہ فرمایا تو حضرت ابوبکرؓ ان جانثاروں میں تھے جنہوں نے آپؐ کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے غزوہ حمراء الاسد میں شرکت کی۔ (19)

غزوہ بنو مصطلق میں مہاجرین کا جھنڈا حضرت ابوبکرؓ کے ہاتھ میں تھا۔ (20)

اسی غزوہ سے واپسی پر حضرت عائشہؓ کے ہار کی گمشدگی اور قافلہ سے پیچھے رہ جانے کے باعث ''افک'' کا افسوسناک واقعہ پیش آیا۔ جس میں آپ کی صاحبزادی ام المومنین حضرت عائشہؓ پر منافقوں نے بہتان طرازی کی۔ اس ابتلاء میں حضرت ابوبکرؓ کی عجیب مومنانہ شان ظاہر ہوئی۔ جب حضرت عائشہؓ رسولؐ اللہ کے گھر سے اپنے والدین کے گھر آئیں تو حضرت ابوبکرؓ نے کہا کہ رسولؐ اللہ کی اجازت کے بغیر میں بیٹی کو بھی اپنے گھر میں نہیں رکھوں گا۔ پھر حضورؐ کی ہدایت پر انہیں گھر میں ٹھہرایا۔ (21)

حضرت عائشہؓ کی براءت نازل ہونے سے پہلے رسول کریم ﷺ ان کے گھر آئے اور حضرت عائشہؓ سے فرمایا ''اگر تم سے کوئی غلطی ہوئی ہے تو توبہ کرو۔ اللہ اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا ہے۔'' حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ میں نے انتظار کیا کہ میرے والدین میری طرف سے کوئی جواب دیں۔ جب وہ خاموش رہے تو میں نے کہا کہ آپ لوگ جواب کیوں نہیں دیتے؟ انہوں نے کہا ''ہم خدا کے رسول ﷺ کو کیا جواب دیں۔'' تب حضرت عائشہؓ نے خود اپنا موقف خوب کھول کر بیان کیا اسی موقع پر حضورؐ پر وحی کی کیفیت طاری ہوئی اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے سورۃ نور کی وہ آیات اتریں

جن میں حضرت عائشہؓ کی براءت کا ذکر تھا۔اس سارے عرصہ ابتلاء میں حضرت ابوبکرؓ کی طرف سے کمال صبر واستقامت اور رسول اللہ ﷺ کے لئے ایثار وفدائیت کا نمونہ ظاہر ہوا۔(22)

صلح حدیبیہ کے موقع پر بھی حضرت ابوبکرؓ رسول اللہ ﷺ کے ہمرکاب تھے۔کفار کا نمائندہ عروہ بن مسعود مصالحت کیلئے آیا تو آپؐ سے کہنے لگا''میں دیکھ رہا ہوں کہ آپ کے گرد متفرق لوگ جمع ہیں جو مقابلہ کے وقت بھاگ جائیں گے۔''حضرت ابوبکرؓ یہ سن کر جوش وغیرت رسولؐ کے باعث خاموش نہ رہ سکے اوراسے سخت برا بھلا کہتے ہوئے جواب دیا کہ''ہمارے بارے میں یہ کہتے ہو کہ ہم بھاگ جائیں گے یا آپؐ کو چھوڑ دیں گے؟''اس نے پوچھا یہ کون ہے؟ پتہ چلا ابوبکرؓ ہیں تو کہنے لگا''اگران کا مجھ پر احسان نہ ہوتا جس کا بدلہ ابھی میں نے نہیں چکایا تو ضرور اس کا جواب دیتا۔''بہرحال حضرت ابوبکرؓ کی دینی غیرت اس موقع پر بھی خوب ظاہر ہوئی۔(23)

رسول اللہ ﷺ کی ہجرت کے وفادار ساتھی حضرت ابوبکرؓ فتح مکہ کے موقع پر بھی آپؐ کے دائیں جانب ہوتے ہوئے فاتحانہ شان کے ساتھ مکہ میں داخل ہو رہے تھے۔(24)

امارت وامامت ابوبکرؓ

9ہجری میں فتح مکہ کے اگلے سال وفود عرب کی مدینہ میں آمد اور دیگر اہم امور کے پیش نظر رسول خدا ﷺ حج بیت اللہ کے لئے مکہ نہ جاسکے اور حضرت ابوبکرؓ کو امیر الحج مقرر فرما کر مسلمانوں کے کثیر التعداد گروہ کے ساتھ روانہ فرمایا۔مسلمانان عالم کا یہ پہلا آزادانہ حج تھا جس کی قیادت حضرت ابوبکر صدیقؓ رسول اللہ ﷺ کی نیابت میں فرما رہے تھے۔(25)

حجۃ الوداع کے اگلے سال دس ہجری میں رسول اللہ ﷺ بیمار ہوئے اور مسجد میں نماز پڑھانے تشریف نہ لا سکے تو امامت نماز کی سعادت حضرت صدیق اکبرؓ کے حصہ میں آئی۔

حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ حضورؐ نے جب حضرت ابوبکرؓ کو امامت کا ارشاد فرمایا تو میں نے عرض کیا کہ''یارسول اللہ ﷺ وہ رقیق القلب ہیں۔حضرت عمرؓ کو ارشاد فرما دیجئے''آپؐ نے فرمایا''ابوبکرؓ کو کہو کہ نماز پڑھائیں''پھر میں نے حضرت حفصہؓ کی وساطت سے یہی بات رسول اللہؐ کو کہلوائی۔آپؐ نے پھر وہی جواب دیا۔حضرت حفصہؓ نے دوبارہ عرض کیا تو فرمایا''تم وہ عورتیں ہو

جنہوں نے یوسفؑ کو پھسلانے کی کوشش کی تھی۔ابوبکرؓ کو کہو کہ نماز پڑھائیں۔‘‘(26)

ایک دفعہ حضرت ابوبکرؓ کی غیر موجودگی میں حضرت بلالؓ نے حضرت عمرؓ کو نماز پڑھانے کے لئے کہہ دیا۔جب حجرہ میں رسول اللہ ﷺ کو حضرت عمرؓ کی آواز پہنچی تو فرمایا ’’ابوبکرؓ کہاں ہیں۔اللہ اور مسلمان یہ بات پسند کرتے ہیں کہ ابوبکرؓ نماز پڑھائیں۔‘‘(27)

دراصل ان ارشادات میں حضرت ابوبکرؓ کی امامت اور خلافت کی طرف اشارہ تھا جو آئندہ آپؓ کو عطاء ہونے والی تھی۔

وفات رسولؐ اور قیام خلافت راشدہ

آنحضرت ﷺ کی وفات پر جب صحابہ مارے غم کے دیوانے ہو گئے اور ہزاروں بادیہ نشین مرتد ہو گئے اور ایک عجیب خوف و ہراس کی کیفیت پیدا ہو گئی۔حضرت عمرؓ جیسے جلیل القدر صحابی بھی رسولؐ اللہ کی محبت میں از خود رفتہ ہو کر یہ ماننے کو تیار نہ تھے کہ رسولؐ اللہ فوت ہو گئے ہیں۔وہ تلوار کھینچ کر یہ اعلان کرنے لگے کہ جو کہے گا کہ رسول اللہ ﷺ فوت ہو گئے ہیں، میں اس کا سر تن سے جدا کر دوں گا۔معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ اس اچانک صدمہ کے لئے تیار نہیں تھے۔اس موقعہ پر حضرت ابوبکرؓ کو خدا تعالیٰ نے کھڑا کیا اور آپ استحکام خلافت کا باعث بنے۔وہ روحانی قیادت جس کی صلاحیت آپ کے وجود میں مخفی تھی حالات کے تقاضا پر باذن الٰہی سامنے آئی اور آپ آنحضرت ﷺ اور اسلام کی حمایت میں آگے بڑھے۔حضرت ابوبکرؓ مدینے کے مضافات سخ نامی بستی میں رہائش پذیر تھے آپ مدینے تشریف لائے آنحضرتؐ کی پیشانی پر بوسہ دیا اور فرمایا اللہ تعالیٰ آپ پر دو موتیں اکٹھی نہیں کرے گا۔پھر مسجد تشریف لے گئے وہاں حضرت عمرؓ اس وقت تلوار لے کر کھڑے ہوئے تھے۔ان سے آپؓ نے فرمایا ’’اے قسمیں اٹھا کر تقریر کرنے والے ٹھہرو اور بیٹھ جاؤ۔‘‘ پھر صحابہ سے یوں مخاطب ہوئے۔**مَن كَانَ مِنكُم يَعبُدُ مُحَمَّدًا فَاِنَّ مُحَمَّدًا قَد مَاتَ وَمَن كَانَ مِنكُم يَعبُدُ اللّٰهَ فَاِنّہٗ حَیّ لَا يَمُوتُ** کہ جو تم میں سے محمد ﷺ کی عبادت کرتا تھا وہ یاد رکھے کہ محمد ﷺ فوت ہو چکے ہیں۔اور تم میں سے جو اللہ کی عبادت کرتا ہے وہ یاد رکھے کہ خدا زندہ ہے اس پر کبھی موت نہ آئے گی پھر آپ نے یہ آیت پڑھی۔**وَمَامُحَمَّد اِلَّا رَسُول قَد خَلَت مِن قَبلِهِ الرُّسُلُ** (آل عمران:145)

کہ محمدؐ اللہ کے رسول ہیں اور آپؐ سے پہلے سب رسول فوت ہو چکے ہیں۔

حضرت عمرؓ کا بیان ہے کہ جب انہیں اس حقیقت کا ادراک ہوا۔ وہ کھڑے نہ رہ سکے اور غم کے مارے نڈھال ہو کر بیٹھ رہے۔ پھر تو مدینہ کے ہر شخص کی زبان پر یہ آیت تھی اور وہ رسول اللہؐ سے پہلے تمام انبیاء کی وفات کی دلیل سے رسول اللہ ﷺ کی وفات کا اعلان کرنے کا حوصلہ پا رہا تھا۔ (28)

الغرض وہ وقت بہت ہی نازک اور مشکل تھا۔ حضرت عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ ''ہماری زندگیوں میں جتنے مواقع آئے، ان میں اس سے زیادہ خطرناک موقع میں نے نہیں دیکھا۔'' پہلی دفعہ اللہ تعالیٰ کا وہ وعدہ خلافت پورا ہونے والا تھا اور پہلے ایسا تجربہ موجود نہیں تھا کہ انتخاب کیسے ہو؟ اور کون خلیفہ مقرر ہو؟ حضرت ابوبکرؓ نے وفات رسول ﷺ کا اعلان کیا ہے۔ صحابہ صدمہ سے ایسے چور ہوئے کہ مسجد نبوی میں ایک آہ و بکا اور گریہ تھی بس! لوگوں کو کچھ سمجھ نہ آتی تھی کہ کیا کریں اس دوران انصار مدینہ اپنے سردار سعد بن عبادۃ کے پاس ان کے ڈیرہ سقیفہ بنو ساعدہ میں اکٹھے ہوئے۔ ادھر مہاجرین میں سے بزرگ صحابہ حضرت ابوبکرؓ کے پاس حضرت عمرؓ اور حضرت ابو عبیدہؓ بن الجراح اور مہاجرین اکٹھے ہوئے اور سوچنے لگے کہ اسلام کے اوپر بڑا خطرناک وقت ہے کیا کیا جائے۔ حضرت علیؓ، حضرت زبیرؓ اور اہل بیت کے افراد آنحضور ﷺ کے گھر میں تجہیز و تکفین کے کاموں میں مصروف تھے۔ حضرت عمرؓ کہتے ہیں کہ میں نے کہا ''اے ابوبکرؓ آیئے ہم انصار کے پاس چلیں۔ راستے میں ہمیں دو انصار بزرگ ملے انہوں نے یہ معلوم کر کے کہ ہم اپنے انصار بھائیوں کے پاس جا رہے ہیں۔ ہمیں فتنہ کے ڈر سے وہاں جانے سے منع کیا اور بتایا کہ وہ لوگ کسی اور طرف مائل ہو چکے ہیں تم اپنا کوئی الگ فیصلہ کر لو۔ وہاں جانا خطرناک ہے۔ میں نے کہا خدا کی قسم! ہم تو ضرور وہاں جائیں گے۔'' پھر جب سقیفہ بنو ساعدہ پہنچے تو دیکھا کہ ایک شخص کمبل اوڑھ کر بیٹھا ہے۔ پتہ چلا کہ سردار خزرج سعد بن عبادہ کو بخار ہے۔ گویا اس بخار کی کیفیت میں امیر بنانے کے لئے اسے وہاں لایا گیا تھا۔ اس موقع پر انصار کا خطیب کھڑا ہوا اس نے اپنی تقریر شروع کرتے ہوئے کہا

''ہم اللہ کے انصار اور اس کا لشکر ہیں'' پھر انصار کے مناقب بیان کر کے مہاجرین کو مخاطب کیا کہ ''آپ مہاجرین کی جماعت ہو۔ تمہاری قوم کے چند بدو چاہتے ہیں کہ ہمارا استیصال کریں اور

امارت وحکومت سے ہمیں محروم کردیں۔'' حضرت عمرؓ کہتے ہیں جب وہ خاموش ہوا تو میں نے اس کا جواب دینا چاہا اور میں نے اس موقع کیلئے ایک بہت خوبصورت نقشہ ذہن میں اپنی تقریر کا سجایا ہوا تھا لیکن حضرت ابوبکرؓ نے مجھے بات کرنے سے روک دیا۔ میں نے پسند نہ کیا کہ انہیں ناراض کروں کیونکہ مجھے حضرت ابوبکرؓ کا بہت لحاظ تھا۔ اور وہ مجھ سے کہیں زیادہ بردبار اور زیادہ باوقار تھے۔

پھر انصار کا ایک اور خطیب کھڑا ہوا اور اس نے کہا کہ ''اے مہاجرین کی جماعت! رسول کریمؐ کسی بھی مہم کیلئے تمہارے ایک آدمی کے ساتھ ہمارا بھی ایک آدمی چنتے تھے جس سے صاف ظاہر ہے کہ امارت وحکومت ہم دونوں کا حق ہے۔ ایک امیر ہم میں سے اور ایک تم میں سے ہونا چاہیے۔'' اس پر حضرت زیدؓ بن ثابت انصاری نے تقریر کرتے ہوئے کہا کہ ''رسول اللہؐ مہاجرین میں سے تھے اور ہمارا امام بھی مہاجرین میں سے ہوگا اور ہم اس کے انصار و مددگار ہونگے۔'' حضرت عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ اس کے بعد حضرت ابوبکرؓ نے میری سوچوں سے کہیں بڑھ کر ایسی شاندار فی البدیہہ تقریر کی کہ مجمع پر ایک سکوت طاری ہوگیا۔ انہوں نے اپنی تقریر کا آغاز انصار کے فضائل ومناقب سے کرتے ہوئے فرمایا کہ ''یہ سب ہمیں تسلیم! مگر امر واقعہ یہ ہے کہ آنحضرتؐ کے ساتھ تعلق اور دینی و دنیوی وجاہت کے باعث قریش کا عرب میں ایک مقام ہے۔ اے انصار! اللہ تعالیٰ تمہیں اپنی خدمات کی بہترین جزا دے اور تمہارے اس خطیب زیدؓ بن ثابت کی رائے کو قائم فرماوے۔ اس کے علاوہ کسی رائے پر اکٹھے ہونا ممکن نہیں۔'' اس وقت حضرت ابوبکرؓ کے دائیں حضرت عمرؓ اور بائیں حضرت ابوعبیدہ بن الجراحؓ تھے۔ جن کے ہاتھ پکڑ کر انہوں نے کہا کہ ان دونوں میں سے جس کی چاہو بیعت کرلو میں اس کے لئے تیار ہوں۔ حضرت عمرؓ کہتے ہیں کہ ''اس آخری فقرہ کے علاوہ جو مجھے ناگوار ہوا حضرت ابوبکرؓ کی باقی تقریر انتہائی اعلیٰ درجہ کی تھی۔ خدا کی قسم! اگر مجھے اختیار ہو کہ میری گردن کاٹ دی جائے گی یا مجھے ایسے لوگوں کا امیر بنایا جائے گا جس میں حضرت ابوبکرؓ موجود ہیں تو میں اپنی گردن کٹوا دوں لیکن ایسے لوگوں کا امیر بننا گوارا نہ کروں جن میں حضرت ابوبکرؓ جیسا عظیم الشان انسان موجود ہو۔'' (29)

اس موقع پر حضرت عمرؓ نے انصار کے نیک جذبات کو بہت خوبصورت انداز میں ابھارا کہ تمہیں

معلوم ہے کہ آنحضرتؐ نے آخری بیماری میں امام کسے مقرر کیا؟ تم میں سے کون گوارا کرے گا کہ انہیں اس مقام سے ہٹائے جس پر خدا کے رسول نے انہیں کھڑا کیا اور وہ حضرت ابو بکرؓ سے آگے بڑھ کر امامت کرائے۔ انصار میں خدا ترسی تھی انہوں نے کہا ہم میں سے کوئی بھی ایسا پسند نہیں کرے گا۔ ہم استغفار کرتے اور اس بات سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتے ہیں کہ ابو بکرؓ سے آگے بڑھیں۔ (30)

اس پر انصار میں سے حضرت زیدؓ بن ثابت نے حضرت ابو بکرؓ کا ہاتھ پکڑ کر کہا لوگو! یہی تمہارے امام ہیں ان کی بیعت کرو۔'' حضرت عمرؓ نے بھی حضرت ابو بکرؓ سے عرض کیا آپ ہاتھ بڑھائیں اور ہماری بیعت لیں۔'' چنانچہ سب مہاجرین وانصار نے بیعت کی۔ انصار میں حضرت زیدؓ کے علاوہ حضرت بشیرؓ بن سعد اولین بیعت کرنے والوں میں سے تھے۔ (31)

کارنامے اور فتوحات

رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد مسلمانوں پر خوف اور خطرات کے مہیب بادل منڈلانے لگے تھے۔ کئی عرب قبائل نے (مرتد ہوکر) بغاوت کردی اور زکوۃ دینے سے انکار کر دیا۔ حضرت ابو بکرؓ نے مسند خلافت پر بیٹھتے ہی پہلا کام یہ کیا کہ مسلمانوں میں وحدت قائم ہو جائے۔ دوسرا کام باغیوں اور منکرین زکوٰۃ کا قلع قمع کیا۔ فرمایا کہ آنحضرتؐ کے زمانہ میں جو اونٹ کی نکیل بھی زکوٰۃ دیتا تھا وہ جب تک میں وصول نہ کرلوں اس سے جنگ کروں گا۔'' (32) چنانچہ سارا عرب ایک بار پھر زکوٰۃ ادا کرنے لگا۔ مرتدین کے زبردست فتنہ کا انسداد حضرت ابو بکرؓ کا بڑا کارنامہ ہے۔ متعدد نو مسلم قبائل نے آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد بغاوت وارتداد کا اعلان کر دیا۔ حضرت ابو بکرؓ نے جنگ کر کے ان کا بھی قلع قمع کیا۔ ان خطرناک حالات میں رسول اللہؐ کے ارشاد کے مطابق اسامہؓ کی سرکردگی میں لشکر بھی روانہ فرمایا اس کے علاوہ جمع قرآن کے عظیم الشان کام کا سہرا بھی آپ کے سر ہے۔ (33) ان کارناموں کی تفصیل آگے آرہی ہے

جب خلافت راشدہ کا خدائی وعدہ پورا ہوا تو قیام خلافت کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ نے تمام خوف دور کردئے۔ خلافت کو بتدریج استحکام نصیب ہوا۔ حضرت ابو بکرؓ نے پہلا نہایت پر حکمت قدم یہ اٹھایا کہ قوم کی شیرازہ بندی کی۔ اہل بیت جو مشورہ خلافت کے وقت شامل نہ ہو سکے تھے۔ ان کے بارہ

میں یہ حقیقت واضح ہونی چاہیئے تھی کہ وہ دل سے خلافت کے وفادار اور مطیع ہیں۔ان میں حضرت علیؓ، حضرت فاطمہؓ، اور حضرت زبیرؓ قابل ذکر تھے۔

پہلا خطاب

حضرت ابوبکرؓ نے مسجد نبوی میں لوگوں کو اکٹھا کیا۔حضرت علیؓ اور حضرت زبیرؓ کے بارے میں پوچھا کہ وہ بھی موجود ہیں۔ پھر بطور خاص انہیں بلوایا گیا۔حضرت ابوبکرؓ نے نہایت اثر انگیز خطاب کیا۔آپؐ نے فرمایا:۔

وَاللّٰہِ مَا کُنتُ حَرِیصًا عَلَی الِامَارَۃِ یومًا وَلَا لیلَۃً قَطُّ ۔۔۔الخ کہ ''خدا کی قسم! مجھے کبھی بھی خلافت کے لئے خواہش یا رغبت پیدا نہیں ہوئی۔ نہ ہی کبھی میں نے پوشیدہ یا اعلانیہ اس کا مطالبہ کیا۔ہاں فتنہ سے ڈرتے ہوئے میں نے اسے قبول کرلیا ہے مگر یہ ایک بہت بڑا بوجھ ہے جس کی مجھے طاقت نہیں پھر بھی میں نے اٹھالیا ہے۔اب سوائے اس کے کہ اللہ مجھے طاقت دے مجھ میں تو اس کی ہمت نہیں اور میں تو اب بھی چاہتا ہوں کہ تم میں سے اگر کوئی اور طاقتور اور ہمت والا ہے جو اس بوجھ کو اٹھا سکتا ہے تو اٹھالے۔''

یہ بہت ہی اثر انگیز خطاب تھا جس کے آخر میں آپؓ نے حضرت علیؓ کو مخاطب کر کے فرمایا ''اے علی! داماد رسول! کیا آپ پسند کرو گے کہ مسلمانوں کی قوت پراگندہ ہو۔ پھر حضرت زبیرؓ سے بھی یہی سوال کیا۔ان دونوں نے کہا'' ہمارے دل میں صرف اتنی بات تھی کہ جب یہ مشورہ (خلافت) ہوا تو ہمیں اس میں شریک نہیں کیا گیا ورنہ ہماری بھی یہی رائے تھی اور ہے کہ حضرت ابوبکرؓ ہی اس خلافت کے زیادہ اہل اور مستحق ہیں کہ آنحضرتؐ نے انہیں اپنی زندگی میں امام بنایا اور وہ غار حرا میں رسولؐ اللہ کے ساتھی تھے اور قرآن میں انہیں ''دو میں سے دوسرے'' کہہ کر یاد کیا گیا ہے۔ پھر ان دونوں بزرگان اہل بیت نے اعلانیہ بیعت کی۔(34) یوں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو وحدت کی لڑی میں پرودیا۔

حضرت علیؓ کے اس موقع پر موجود نہ ہونے کی ایک وجہ رسول اللہ ﷺ کی صاحبزادی حضرت فاطمہؓ کی علالت میں ان کی تیمارداری بھی تھی۔ نیز اس عرصہ میں انہوں نے گھر میں رہتے ہوئے جمع

قرآن کا اہم کام بھی شروع کر رکھا تھا جس کے باعث سوائے نمازوں کے گھر سے کم نکلتے تھے۔(35)

فتنہ ارتداد و بغاوت و مدعیان نبوت

دیگر خطرات میں سے ایک بڑا خطرہ جو خلافت اولیٰ کے فوراً بعد پیدا ہوا وہ ارتداد و بغاوت کا فتنہ تھا۔عرب کے مختلف علاقوں میں کئی بادیہ نشین مرتد ہوکر زکوٰۃ سے منکر ہوگئے ۔ پھر بعض لوگوں نے نبوت کے دعوے کر کے بغاوت کردی۔ یمامہ کے مسیلمہ کذاب نے تو حضورؐ کی زندگی ہی میں نبوت کا دعویٰ کر دیا تھا،اس کے بعد ایک عورت ''سجاح'' نے بھی یہ دعویٰ کر کے علم بغاوت بلند کیا اور مسیلمہ سے شادی رچا کر اتحاد کرلیا۔کئی اور مدعیان نبوت بھی پیدا ہوگئے ۔انہوں نے بھی مرتدین وغیرہ کو اپنے ساتھ ملا کر بغاوت کردی۔ یہ تھا اس وقت کے عرب کا نقشہ کہ ایک طرف مرتدین ہیں،دوسری طرف مدعیان نبوت،تیسری طرف منکرین زکوٰۃ۔اور مدینہ محض اسلام کا ایک جزیرہ بن کر رہ گیا۔ان حالات میں اسلام کو بچانا،مسلمانوں کی حفاظت کرنا اور خلافت کو استحکام عطا کرنا یہ حضرت ابوبکرؓ کا ایک عظیم الشان کارنامہ ہے۔ چنانچہ علامہ ابن خلدون نے اس دور کی طوائف الملوکی کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ''رسول اللہؐ کی وفات کے بعد تمام عرب مرتد ہوگیا۔بعض قبیلے سارے کے سارے اور بعض جزوی حالت میں۔ نبی کریمؐ کی وفات کے بعد مسلمانوں کی حالت تعداد کی کمی اور دشمن کی کثرت کے باعث بکریوں کے اس ریوڑ جیسی ہوگئی جو برسات کی اندھیری رات میں بغیر چرواہے کے رہ جائے۔عرب کے خاص و عام مرتد ہوکر طُلیحہ اسدی مدعی نبوت کے ساتھ مل گئے قبیلہ طے اور اسد اور غطفان بھی مرتد ہوگئے۔''

پھر لکھا ہے:۔''قبیلہ ہوازن نے زکوٰۃ روک لی۔قبیلہ بنوسلیم کے خواص نے ارتداد کا اعلان کر دیا اور قریباً ہر جگہ سب لوگوں نے یہی کیا۔ ہذیل،بنوتغلب اور دیگر کئی قبائل نے سجاح کی پیروی کی اور ان تمام گروہوں نے مل کر مدینہ پر حملہ کا ارادہ کیا۔'' (36)

ابن اثیر نے لکھا ہے''رسول اللہ ﷺ کی وفات کی خبر جب مکہ پہنچی تو وہاں کا حاکم عتّاب کے مارے چھپ گیا اور مکہ لرز اٹھا۔قریب تھا کہ سارے کا سارا شہر مرتد ہوجاتا''(37) باقی علاقے جہاں یہودی اور نصرانی تھے۔ان کو الگ کُھل کھیلنے کا ایک موقع مل گیا۔

حضرت عبداللہؓ بن مسعود اس صورتحال کا نقشہ یوں بیان کرتے تھے کہ ''رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد ہماری حالت ایسی ہوگئی ''کِدنَا اَن نَّھلِکَ لَو لَااَن مَنَّ اللّٰہُ عَلَینا بِاَبِی بکرٍ کہ قریب تھا ہم تباہ و برباد ہو جاتے اگر اللہ تعالیٰ حضرت ابوبکرؓ کے ذریعہ ہم پر احسان نہ فرماتا''

عین اس وقت جبکہ مرکز اسلام معاندین اور دشمنوں کے اندر گھرا ہوا تھا لشکر اسامہؓ کی روانگی کا ایک اور بہت بڑا امتحان درپیش آیا۔ آنحضور ﷺ نے اپنی زندگی میں شامی سرحد سے فوج کشی کے خطرہ سے بچنے کیلئے ایک لشکر حضرت اسامہؓ کی سرکردگی میں تیار کیا تھا۔ جس میں حضرت عمرؓ اور دیگر بزرگ صحابہ بھی شامل تھے۔ صحابہ نے عرض کیا ''اے امیر المومنین! اس وقت تمام عرب پراگندہ ہے، کئی قبائل مرتد ہو گئے، نبوت کے دعویداروں کے ساتھ مل کر مدینہ پر حملہ کی تیاریاں ہو رہی ہیں۔ خدارا! کچھ عرصہ کے لئے آپ اسامہؓ کے لشکر کو روک لیں۔ پہلے ان قریبی دشمنوں کا مقابلہ کریں۔ شامی سرحد تو دور ہے وہاں بعد میں لشکر بھجوایا جا سکتا ہے'' خدا تعالیٰ اپنے خلفاء کو کیا عجیب عظمتِ شان اورعزم و استقامت عطا کرتا ہے۔ وہی ابوبکرؓ جن کے بارہ میں کل تک کہا جا رہا تھا کہ ان کو نماز پڑھانے کیلئے نہ کہا جائے کہیں رقّت سے رو نہ پڑیں۔ آج حضرت عمرؓ جیسا دل گردے والا انسان بھی ان سے آ کر عرض کرتا ہے: ''یا حضرت! اسامہ کے لشکر کو روک لیں۔'' مگر خدا کا وہ کوہ وقار خلیفہ شیر کی طرح گرجتے ہوئے فرماتا ہے۔ وَالَّذِی نَفسِی بِیَدِہٖ لَو ظَنَنتُ اَنَّ السِّبَاعَ تَخطُفُنِی لَاُنفِّرَ جَیشَ اُسَامَۃَ کَمَا اَمَرَ رَسُولُ اللّٰہِ۔ (38)

''خدا کی قسم! اگر مجھے یقین ہو کہ درندے مدینہ میں آ کر میرا جسم نوچ لیں گے۔ تب بھی میں اسامہؓ کے اس لشکر کو ضرور روانہ کروں گا، جسے بھجوانے کیلئے خدا کے رسول محمد مصطفیٰ ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا۔ حضرت ابوبکرؓ نے اس لشکر کو خود شہر کے باہر جا کر روانہ فرمایا۔

پھر حضرت ابوبکرؓ مرتدین کی شورش کی طرف متوجہ ہوئے۔ پہلے تمام عرب کے مرتدین کے نام آپ نے خطوط لکھے۔ جن میں اطاعت قبول کرنے والوں سے صلح اور باغیوں سے جنگ کا اعلان تھا۔ آپؓ نے ہدایت فرمائی کہ ''ہر مجمع میں میرا یہ خط پڑھ کر سنایا جائے۔''

مدینہ کی حفاظت

11ھ میں یہ حالات پیدا ہو گئے کہ مدینہ کو گردونواح کے قبائل سے سخت حملہ کا خطرہ ہوا۔ لشکر اسامہؓ کی روانگی کے بعد مدینہ میں لڑنے والوں کی تعداد بہت کم رہ گئی تھی اور مرکز اسلام کی حفاظت کا اہم مسئلہ درپیش تھا۔ حضرت ابوبکرؓ نے مدینہ کے ناکوں پر حضرت علیؓ، زبیرؓ طلحہؓ، عبداللہ بن مسعودؓ کو مقرر کیا اور اہل مدینہ کو مسجد نبوی میں اکٹھا کر کے تقریر کی اور مدینہ پر حملہ کی صورت میں ہنگامی تیاری کا حکم دیتے ہوئے فرمایا ''یوں سمجھو دشمن صرف ایک دن کے فاصلے پر ہے۔''

اس خطاب کے تیسرے ہی دن مرتدین نے مدینہ پر حملہ کر دیا۔ حضرت ابوبکرؓ کو اطلاع ہوئی تو خود مدینہ میں موجود نفری کو لے کر اونٹوں پر سوار ہو کر نکلے۔ وقتی طور پر یہ جوابی کاروائی دیکھ کر دشمن منتشر ہو گئے۔ پھر واپس جا کر ذوالقصہ مقام پر یہ لوگ اکٹھے ہوئے۔ حضرت ابوبکرؓ مٹھی بھر لوگوں کے ساتھ خود ان کے تعاقب میں نکلے۔ صحابہ نے عرض کیا ''امیر المومنین! آپ مدینہ میں ٹھہریں آپ کو کوئی گزند پہنچی تو سارا نظام درہم برہم ہوگا ہم حاضر ہیں۔'' حضرت ابوبکرؓ نے کمال جرأت اور حوصلہ سے فرمایا ''میں خود اس فتنہ کو ختم کرنے میں تمہارے ساتھ شریک ہونگا۔'' اس طرح مدینہ کے گردونواح میں جس قدر فتنے تھے آپ نے خود ان کو فرو کیا۔

عرب کے دور دراز کے علاقوں میں الگ بغاوت ہو چکی تھی۔ اہل یمن نے مسلمان عاملوں کو واضح خط لکھے کہ تم ہمارے ملک میں گھس آئے ہو۔ اسے خالی کر دو اور جس قدر اموال وغیرہ لئے ہیں وہ ہمارے حوالے کرو۔ یمامہ میں مسیلمہ کذاب مدعی نبوت کا راج تھا۔ جو دوسری دعویدار نبوت سجاح سے شادی کے بعد حق مہر میں کئی نمازیں معاف کر کے شراب اور زنا کو حلال قرار دیتا اور زکوٰۃ سے روکتا تھا۔ وہ سجاح کے لشکر کے ساتھ مل کر مقابلہ کیلئے تیار تھا۔ ایک اور مدعی نبوت طلیحہ بن خویلد بنی اسد میں تھا۔ یہ تمام دعویدار اپنے اپنے لشکروں کے ساتھ مدینہ پر حملہ کرنے کیلئے تیار تھے۔ دیگر مرتدین ان کے علاوہ تھے۔ اس موقع پر صحابہ کے مابین بعض مرتدین کے ساتھ جہاد میں اختلاف رائے پیدا ہوا کیونکہ ان میں ایک طبقہ صرف زکوٰۃ سے انکار کر رہا تھا۔ حضرت عمرؓ کی رائے تھی کہ آنحضور ﷺ نے فرمایا ہے ''جو لا الہ الا اللہ کہتا ہے اس سے جنگ نہیں کرنی'' اور یہ لوگ صرف زکوٰۃ کے انکاری ہیں۔ ان سے ہم کیوں جنگ کریں۔ اس پر حضرت ابوبکرؓ نے کمال عزم سے فرمایا۔

وَاللّٰہِ لَو مَنَعُونِی عِقَالًا کَانُوا یُؤَدُّوْنَہٗ اِلٰی رَسُولِ اللّٰہ لَقَاتَلتُھُم عَلَیہِ

اگر رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں یہ لوگ ایک اونٹنی کا بچہ یا ایک نکیل بھی زکوٰۃ دیتے تھے تو میں ان سے اس کے لئے لڑوں گا اور رسول اللہ ﷺ کی جانشینی میں وہی کروں گا جو وہ کرتے تھے۔ حضرت عمرؓ کہتے ہیں کہ بعد میں مجھے بھی شرح صدر ہوگئی کہ حضرت ابوبکرؓ کا یہ فیصلہ بہت ہی درست تھا اور قرآن کریم میں بھی ان برحق خلفاء کی یہی تعریف ہے۔

اَلَّذِینَ اِن مَّکَّنّٰھُم فِی الاَرضِ اَقَامُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتَوُا الزَّکٰوۃَ (الحج 42)

کہ ''اگر ہم ان کو زمین میں طاقت دیں تو یہ نماز قائم کریں گے اور زکوٰۃ کا اہتمام کریں گے۔''

حضرت ابوبکرؓ نے ان باغیوں کے مقابلہ کے لئے گیارہ مہمّاتی دستے تیار کئے اور اطراف مدینہ میں ان کو روانہ کیا۔(39)

یمامہ کی طرف آپ نے حضرت خالدؓ بن ولید کے ساتھ اور حضرت ثابتؓ بن قیس کی معاونت میں لشکر بھجوایا۔ جہاں بڑی شدید جنگ ہوئی اور پانچ صد صحابہ شہید ہو گئے جو قرآن شریف کے حفاظ تھے۔ تاہم اللہ تعالیٰ نے فضل فرمایا کہ مسیلمہ کذاب کے فتنہ سے مسلمانوں کو نجات ملی اور وہ ہلاک ہوا۔

جمع قرآن

حضرت ابوبکرؓ کے دور کا ایک اور کارنامہ حفاظت قرآن ہے۔ جب جنگ یمامہ میں پانچ صد حفاظ شہید ہو گئے اور یہ خطرہ پیدا ہوا کہ قرآن شریف کی حفاظت کا کیا بنے گا۔ یہ ایک بہت اہم اور نازک امر تھا جس پر دین کی بنیاد تھی۔ چنانچہ خلیفہ وقت حضرت ابوبکرؓ نے اس کام کیلئے کاتب وحی حضرت زیدؓ بن ثابت کو مقرر کیا۔ جنہوں نے قرآن شریف کو جو متفرق اجزاء کی شکل میں تھا، مختلف صحابہ سے اس کی تحریری شہادتیں اکٹھی کر کے اسے ایک نسخہ میں جمع کروانے کا اہتمام کیا۔ پس حضرت ابوبکرؓ کے دور میں محض خطرناک فتنے ہی فرو نہیں ہوئے۔ بلکہ جمع قرآن جیسے عظیم الشان کام بھی ہوئے۔(40)

وراثت رسولؐ کا فیصلہ

حضرت ابوبکرؓ کا ایک زبردست کارنامہ وراثت رسول کا فیصلہ تھا۔ یہ ایک بہت نازک مرحلہ تھا جب اہل بیت کی طرف سے رسول اللہ ﷺ کے ورثہ کا سوال اٹھایا گیا۔ ایک طرف اہل بیت رسولؐ سے محبت اور جذباتی تعلق دوسری طرف منصب خلافت کی ذمہ داری سے قومی اموال کی تقسیم میں عدل کا تقاضا۔ حضرت ابوبکرؓ نے رسول اللہؐ کے اس ارشاد کی روشنی میں کہ ''ہمارا ورثہ نہیں چلے گا اور ہمارا ترکہ صدقہ ہے۔'' نہایت درجہ انصاف کے ساتھ یہ تاریخی فیصلہ کیا کہ ''ان اموال میں سے اہل بیت فائدہ اٹھائیں گے۔ جس طرح نبی کریم ﷺ کی زندگی میں استفادہ کرتے تھے مگر یہ جائیداد بطور ورثہ تقسیم نہ ہوگی۔'' حضرت ابوبکرؓ نے حضرت فاطمہؓ سے تسلی دلاتے ہوئے فرمایا: ''رسول اللہ ﷺ کی قرابت مجھے اپنی قرابتوں اور رشتہ داریوں سے بھی کہیں زیادہ عزیز ہے۔ لیکن میں ان اموال میں کوئی کوتاہی نہ کروں گا نہ کسی خلاف عدل فیصلہ کا مرتکب ہوں گا۔ بلکہ جیسے رسول اللہ ﷺ ان اموال میں تصرف فرماتے تھے وہی کروں گا۔'' چنانچہ حضرت فاطمہؓ اس پر راضی ہوگئیں۔(41) الغرض نبی کریمؐ کی وراثت کا مسئلہ بھی حضرت ابوبکرؓ نے ہمیشہ کیلئے حل کردیا۔ جسے بعد حضرت علیؓ نے بھی قائم رکھا۔ اس کے ساتھ ہی حضرت ابوبکرؓ کے مختصر سے دور میں فتوحات کا ایک عظیم سلسلہ شروع ہوگیا۔

فتوحات کے اعتبار سے آپ کا زمانہ خلافت وہ مقدس دور ہے جس میں بعد میں بننے والی مستقل اسلامی حکومت کی داغ بیل پڑی۔ چنانچہ آپ کے مبارک دور میں ہی حضرت خالدؓ بن ولید (سیف اللہ) اور ان کے ساتھیوں کے ہاتھوں عراق ایران اور شام فتح ہوئے۔

فتوحات ایران

آنحضور ﷺ کے زمانہ سے ہی ایران سے کشمکش شروع ہوگئی تھی۔ جب کسریٰ شاہ ایران نے رسول اللہ ﷺ کا تبلیغی مراسلہ پھاڑ دیا اور کہا میرا غلام ہوکر مجھے ایسے خط لکھتا ہے۔ رسول اللہؐ نے فرمایا ''خدا اس کی سلطنت کو ٹکڑے ٹکڑے کردے۔'' پھر کسریٰ نے یہودیوں کی سازش سے نبی کریمؐ کی گرفتاری کے احکام بھی جاری کئے تھے۔ اب خود اس کی حکومت کے ٹکڑے ہونے کا عمل شروع ہو چکا تھا، کسریٰ کو اس کے بیٹے نے قتل کردیا، وہ چھ ماہ حاکم رہا پھر اس کی بیٹی پوران دخت حاکم بنی۔

رسول اللہؐ نے فرمایا تھا کہ ’’یہ قوم کیسے کامیاب ہوگی جس نے ایک عورت کو حاکم بنالیا ہے۔‘‘(42)

عراق کا علاقہ ایرانیوں کا باجگذار تھا اور ایرانی ان عرب قبائل پر حکومت کرتے تھے۔ ایرانیوں کی کمزوری کے بعد ان علاقوں میں طوائف الملوکی کا سلسلہ شروع ہوگیا جس پر وہ قابو پانے کی کوشش میں تھے۔ عراق کے ایک سردار مثنٰی بن حارثہ جو مسلمان ہو چکے تھے اور ایرانیوں کا تختہ مشق رہ چکے تھے۔ انہوں نے حضرت ابوبکرؓ سے مدد مانگی تا ایرانیوں کے حملے سے بچا جاسکے۔ چنانچہ خالدؓ بن ولید کو ان کی مدد کیلئے بھیجا گیا اور یوں فتوحات ایران کا سلسلہ شروع ہوا۔ کہاں رسولؐ اللہ کی وفات پر مسلمانوں کی جان پر بن آئی تھی کہ اسلام اور مدینہ کا کیا بنے گا؟ اور کہاں خلافت کی برکت سے دنیا کی دو بڑی حکومتوں کے ساتھ ٹکر کے بعد اسلام کی فتح کے سامان ہونے لگے۔ حضرت ابوبکرؓ کے دور خلافت میں ان دونوں بڑے محاذوں پر کام شروع ہوگیا۔ ایران میں حضرت خالدؓ نے پہلے حیرہ فتح کیا۔ پھر جنگ ذات السلاسل ہوئی جس میں ایرانی جرنیل ہرمز کو شکست فاش ہوئی اور اس کی وہ قیمتی ٹوپی مال غنیمت میں آئی جس کی مالیت ایک لاکھ درہم تھی۔ حضرت ابوبکرؓ نے اعزاز کے طور پر وہ ٹوپی حضرت خالدؓ کو دے دی۔ اس کے علاوہ بہت زیادہ مال غنیمت ہاتھ آیا۔ پھر جنگ مزار ہوئی۔ یہاں جو مال غنیمت ہاتھ آیا اس میں ہاتھی بھی شامل تھا جسے مدینہ بھجوایا گیا۔ مدینے کے لوگ بڑے تعجب سے اسے دیکھتے تھے کیونکہ انہوں نے پہلی دفعہ ہاتھی دیکھا تھا۔ پھر جنگ ولجہ ہوئی جس میں تیس ہزار ایرانی قتل یا غرق دریا ہوئے۔

پھر جنگ اُلیس ہوئی۔ جس میں نصرانیوں کا ایرانیوں کے ساتھ اتحاد تھا اور سب مل کر اسلام کے مٹانے کے لئے مسلمانوں پر حملہ آور تھے۔ اس میں ستر ہزار ایرانی اور نصرانی کام آئے۔ مسلمانوں نے پہلی دفعہ وہاں سفید آٹے کی روٹیاں حیرانی سے دیکھیں کہ یہ ’’سفید کپڑوں کے ٹکڑے ہیں۔‘‘ پھر امغیشیا کی فتح ہوئی جہاں سے اتنا مال غنیمت ملا کہ اس سے پہلے کبھی نہیں ملا تھا۔ حضرت ابوبکرؓ نے اس وقت فرمایا کہ ’’اے قریش! تمہارے شیر نے ایک شیر پر حملہ کر کے اسے مغلوب کر دیا اور عورتیں خالدؓ جیسا بہادر پیدا نہیں کرسکتیں۔‘‘ اس کے بعد عین التمر فتح ہوا، جنگ دومۃ الجندل ہوئی۔ جنگ فراض ہوئی۔ جہاں رومیوں اور ایرانیوں کی متحدہ فوج تھی۔ ایک لاکھ آدمی اس میں مارے گئے تھے۔ الغرض

ایران اور عراق کے محاذ پر یہ کامیابیاں ہوئیں۔(43)

فتوحات شام

دوسری طرف حضورﷺ کے آخری ایام میں رومیوں سے کشمکش کا سلسلہ بھی شروع ہو چکا تھا۔ آنحضورﷺ خود اپنی زندگی میں رومی سرحد پر غزوہ تبوک کیلئے گئے تھے۔پھر اسامہؓ کا لشکر رومی سرحدوں پر بھیجا گیا تھا جہاں آپؐ کے قاصد حارث بن عمیر کو بُصریٰ کے حاکم نے قتل کروا دیا تھا اور جنگ مُوتہ ہوئی تھی۔شامی سرحد پر خطرے سے نمٹنے کیلئے حضرت ابوبکرؓ نے بعض اسلامی جرنیلوں کو مقرر کیا۔ایک طرف دنیا کی بہت بڑی طاقت ایران سے جنگ جاری ہے تو ادھر دوسری بڑی طاقت شام سے جنگ چھڑ رہی ہے۔حضرت ابوبکرؓ کے ارشاد پر حضرت خالدؓ نے مختلف محاذوں کے امراء کی افواج اکٹھی کر کے جنگ یرموک میں دشمن کا مقابلہ کیا۔جہاں دو لاکھ سے زیادہ ایرانی فوج جمع تھی اور مسلمان کل ملا کر بھی پینتالیس ہزار تھے۔ بڑے کانٹے دار مقابلہ کے بعد مسلمانوں کو فتح ہوئی۔ اس دوران ہی حضرت ابوبکرؓ کی وفات ہوگئی ۔(44)

الغرض حضرت ابوبکرؓ کی خلافت کو اللہ تعالیٰ نے ایک عظیم الشان استحکام عطاء کیا۔جس کا آغاز حالت خوف سے ہوا تھا۔اللہ تعالیٰ نے قیام امن اور تمکنت دین کے وعدے پورے کر کے اڑھائی سالہ مختصر دور میں کتنی عظیم الشان فتوحات انہیں عطا کیں۔

حضرت علیؓ نے ایک دفعہ حضرت عمرؓ کے سامنے اس حقیقت کا اظہار کرتے ہوئے کہا تھا کہ ”اس دین کو فتح کبھی کثرت لشکر سے نہیں ہوئی اور نہ قلت لشکر سے شکست ہوئی بلکہ یہ اللہ کا دین ہے جسے اس نے خود غالب کیا اور یہ اسی کا لشکر ہے جسے اس نے عزت وقوت دی اور یہ دین وہاں پہنچا جہاں پہنچنا تھا۔خدا کا یہ وعدہ تھا پھر انہوں نے سورۂ نور کی آیت استخلاف (نمبر 56) پڑھی کہ ”اللہ نے مومنوں اور عمل صالح کرنے والوں سے وعدہ کیا تھا کہ ان کو خلیفہ بنائے گا اور ان کو تمکنت عطا کرے گا اور اللہ تعالیٰ خوفوں کو امن میں بدل دے گا۔“(45) حضورﷺ کے مسلمانوں سے فتوحات کے جو وعدے تھے ان کا حضرت ابوبکرؓ کے دور میں پورا ہونا بھی آپ کے استحکام خلافت کی ایک عظیم الشان دلیل ہے۔

وفات

آنحضرت ﷺ نے خواب میں دیکھا تھا کہ حضرت ابوبکرؓ آپ سے اڑھائی قدم آگے بڑھ گئے ہیں۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے ٹھیک اڑھائی سال بعد وہ اپنے آقا سے جا ملے۔ روایت ہے کہ کھانے میں زہر کے نتیجہ میں ایک سال بیمار رہ کر آپ کی وفات ہوئی۔

دوسری روایت میں آخری بیماری کا ایک فوری سبب یہ بھی درج ہے کہ سردی میں ٹھنڈے پانی کے غسل سے بخار ہوا جس کے دو ہفتے بعد آپ کی وفات ہوئی۔ وفات کے دن پوچھا آج کونسا دن ہے؟ پیر کا دن تھا۔ فرمایا رسول کریم ﷺ نے کب وفات پائی تھی۔ بتایا گیا ''پیر'' کو چنانچہ آپ بھی پیر کے روز ہی فوت ہوئے۔(46) آپ کی عمر رسول کریم ﷺ کی عمر کے مطابق 63 برس ہوئی۔

فضائل و خصائل

نبی کریم ﷺ نے حضرت ابوبکرؓ کو جنت کے سرداروں میں سے قرار دیا۔ جیسا کہ ایمان لانے والوں میں آپ سب سے اوّل ٹھہرے۔ نبی کریم ﷺ نے انہیں یہ مژدہ بھی سنایا کہ وہ آپ کی امت میں سے سب سے پہلے جنت میں داخل ہوں گے۔(47)

حضرت ابوبکرؓ نے سفر ہجرت میں جان کو خطرے میں ڈال کر آنحضورؐ کا ساتھ دیا۔ قرآن شریف میں انہیں ''ثانی اثنین'' کا خطاب دیکر اللہ تعالیٰ کی طرف سے معّیت کی نوید سنائی گئی ہے۔ یہ تاریخی معیت خدا کے حضور ایسی مقبول ٹھہری کہ آپ سعادت دارین اور نبی کریمؐ کی دائمی معیت کے وارث بن گئے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ ''روز قیامت ابوبکرؓ کا حشر بھی میرے پہلو سے ہوگا۔''(48)

نبی کریم ﷺ نے حضرت ابوبکرؓ کے بلند روحانی مقام کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ ''ابوبکرؓ اس امت کے بہترین اور افضل فرد ہیں سوائے اس کے کہ کوئی نبی پیدا ہو۔''(49)

حضرت بانی جماعت احمدیہ نے حضرت ابوبکرؓ کا مقام بیان کرتے ہوئے فرمایا:۔

''حضرت ابوبکر صدیقؓ کامل عارف، اخلاق کے حلیم اور فطرت کے رحیم تھے۔ آپ نے انکساری اور تنہائی کا چولہ زیب تن کیا اور زندگی بسر کی۔ آپ بہت عفو، شفقت اور رحمت کرنے والے

تھے اور اپنی پیشانی کے نور سے پہچانے جاتے تھے۔ محمد مصطفیٰ ﷺ سے تعلق بہت مضبوط تھا۔ آپ کی روح خیر الوریٰ کی روح سے ملی ہوئی تھی اور اس نور سے ڈھکی ہوئی تھی جس نور نے آپ کے پیشوا اور خدا تعالیٰ کے محبوب کو ڈھانپ رکھا تھا۔ آپ آنحضور ﷺ کے نور اور آپ کے عظیم فیوض میں نہاں تھے اور آپ فہم قرآن اور سید الرسل ؐ وفخر بنی نوع انسان کی محبت میں سب لوگوں پر فوقیت لے گئے تھے۔ جب آپ پر اخروی زندگی کا مضمون اور دیگر سربستہ راز کھلے تو آپ نے تمام دنیوی تعلقات کو خیر باد کہہ دیا۔ جسمانی رشتوں سے الگ ہو گئے اور محبوب کے رنگ میں رنگین ہو گئے۔ آپ نے خدائے یگانہ کی خاطر جو زندگی کا مقصد حقیقی ہے اپنی ہر چاہت کو چھوڑ دیا۔ آپ کی روح نفسانی آلائشوں سے ہر طرح مبرّا، ذاتِ حق کے رنگ میں رنگین اور رضائے رب العالمین میں محو ہو گئی۔ جب سچی محبت الٰہی آپ کے نس نس میں، آپ کے دل کی گہرائی اور روح کے ذرے ذرے میں گھر کر گئی اور اس محبت کے انوار اور آپ کے اقوال وافعال اور نشست وبرخاست میں ظاہر ہوئے تو آپ کو صدیق کا خطاب ملا اور جناب خیر الواھبین کے دربار سے گہرا اور تازہ بتازہ علم عطا ہوا۔ چنانچہ سچ آپ کی ذات میں راسخ ملکہ اور فطرت اور عادت ہو گیا جس کے انوار آپ کی شخصیت کے ہر قول وفعل، ہر حرکت وسکون اور حواس وانفاس سے ظاہر ہوئے اور آپ کو آسمانوں اور زمین کے رب کی طرف سے **منعم علیھم** لوگوں میں شامل کیا گیا۔ آپ کتاب نبوت کے کامل پرتو تھے اور اہل جود وسخا کے امام تھے اور آپ کا خمیر انبیاء کی بقیہ مٹی سے اٹھایا گیا تھا۔'' (50)

اخلاق وسیرت

حضرت ابوبکرؓ نہایت متواضع، منکسر المزاج اور کم گو انسان تھے۔ آپ کی بہت کم روایات احادیث کی کتب میں آئی ہیں، تاہم جتنی روایات ہیں ان سے آپ کے اعلیٰ کردار اور پاکیزہ سیرت پر خوب روشنی پڑتی ہے۔ طبعاً کم گو ہونے اور ادب رسولؐ کے تقاضہ کے پیش نظر آپ شاذ ہی نبی کریمؐ سے کوئی سوال کرتے تھے۔ مگر جو سوال آپ نے کئے وہ بھی آپ کے بلند علمی مقام اور اعلیٰ سیرت وکردار کو ظاہر کرتے ہیں۔

توحید کا عرفان

حضرت ابوبکرؓ توحید کامل پر بڑی شان سے قائم تھے۔ایک دفعہ حضرت عثمانؓ نے کہا ''کاش! میں نے نبی کریم ﷺ سے یہ مشکل سوال دریافت کرلیا ہوتا کہ شیطانی وساوس کا کیا علاج ہے۔'' حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا ''میں نے نبی کریمؐ سے یہ سوال پوچھا تھا اور آپؐ نے فرمایا تھا کہ کلمہ توحید پڑھ کر اس پر قائم ہوجانا ہی ایسے وساوس کا علاج ہے۔'' (51)

ایک اور موقع پر فرمایا کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے سنا ہے ''تمہیں کلمہ اخلاص (یعنی شہادت توحید) اور ایمان باللہ سے بڑھ کر کوئی چیز عطا نہیں کی گئی۔'' (52)

چنانچہ توحید کی عظیم الشان صداقت پر کامل یقین و ایمان کے باعث ہی آپؓ صدیق کہلائے۔ اور اس وصف کو نبیوں کے دل کی طرح پاک وصاف کردیا تھا اور دراصل یہی چیز منبع اور سرچشمہ ہے آپ کے تمام اخلاق عالیہ کا جن میں تعلق باللہ، خشیتؔ، تواضع، صدق، شجاعت انفاق فی سبیل اللہ اور خدمت خلق وغیرہ شامل ہیں۔

عبادت اور اخلاق فاضلہ کا حسین امتزاج

انسان کے تعلق باللہ کا سب سے بڑا معیار اس کی عبادات اور دعائیں ہیں۔اپنے گھر میں چھوٹی سی مسجد بنا کر حضرت ابوبکرؓ کے قرآن پڑھنے اور عبادت کرنے کا ذکر گزر چکا ہے۔ بآواز بلند تلاوت کلام پاک کے جرم میں ہی آپ کو ہجرت پر مجبور کیا گیا۔قارہ قبیلہ کے رئیس ابن الدغنہ آپ کو یہ کہہ کر واپس لائے کہ'' آپ جیسے بااخلاق آدمی کو ہمارے شہر سے کیسے نکالا جاسکتا ہے جو صلہ رحمی کرنے والے دوسروں کے بوجھ اٹھانے والے، مہمان نواز اور مصائب میں مدد کرنے والے ہیں۔'' سیرت صدیقی پر یہ شاندار گواہی دے کر ابن الدغنہ آپ کو اپنی امان میں مکہ میں دوبارہ واپس لایا تھا۔عجیب توارد ہے کہ ابن الدغنہ کے بیان کردہ اوصاف ابوبکرؓ وہی ہیں جو حضرت خدیجہؓ نے رسول کریم ﷺ کے لئے پہلی وحی کے موقع پر بیان فرمائے تھے۔(53)

حضرت ابوبکرؓ کو دعاؤں سے بھی خاص رغبت اور شغف تھا اور اپنے اعلیٰ ذوق کے مطابق اس تلاش میں رہتے تھے کہ اپنے مولیٰ سے کیا مانگیں اور کیسے مانگیں اور بارہا نبی کریم ﷺ سے اپنے اس ذوق کی تسکین کے لئے پوچھا۔ایک دفعہ عرض کیا کہ مجھے اپنی نماز میں پڑھنے کے لئے کوئی عمدہ سی دعا

بتادیں۔آنحضورﷺ نے یہ دعا سکھائی:

اَللّٰھُمَّ اِنِّی ظَلَمتُ نَفسِی ظُلماً کَثِیراً فَاغفِرلِی مَغفِرَۃً مِن عِندِکَ وَارحَمنِی اِنَّکَ اَنتَ الغَفُورُ الرَّحِیمُ(54)

کہ اے اللہ میں نے اپنی جان پر بہت زیادہ ظلم کیا پس مجھے بخش دے۔خاص اپنے پاس سے مغفرت عطاء کراور مجھ پر رحم کر یقیناً تو بہت بخشنے والا اور مہربان ہے۔

ایک اور موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو یہ دعا سکھائی:

اَللّٰھُمَّ اِنِّی اَسئَلُکَ العَفوَوَالعَافِیَۃَ فِی الدُّنیَا وَ الآخِرَۃِ(55)

کہ اے اللہ میں تجھ سے دنیاوآخرت میں معافی اور حفاظت کا طلب گار ہوں۔

یہی وجہ تھی کہ حضرت ابوبکرؓ اس دعا کی طرف خاص توجہ دلاتے اور فرماتے کہ ایمان کے بعد عافیت کی دعا سے بڑھ کر کوئی چیز نہیں یعنی ایمان کی سلامتی مانگنی چاہیے۔(56)

خشیّت

حضرت ابوبکرؓ کی خشیّت کا یہ عالم تھا کہ جب 9 ہجری میں رسول اللہﷺ نے آپ کو مسلمانوں کا امیر الحج مقرر کر کے روانہ فرمایا اس کے بعد سورۃ توبہ نازل ہوئی تو نبی کریمؐ نے حضرت علیؓ کو اس کی متعلقہ آیات کا اعلان حج کے موقع پر کرنے کی ہدایت فرمائی۔حضرت ابوبکرؓ کو عجیب دھڑکا سا لگا کہ نامعلوم مجھ سے کیا کوتاہی ہوئی جو اس خدمت کے لائق نہیں سمجھا گیا۔چنانچہ جب آپ نبی کریمؐ کی خدمت حاضر ہوئے تو بے اختیار ہو کر رو پڑے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہﷺ! کیا مجھ سے کوئی نا روا بات سرزد ہوئی ہے؟ آنحضرتﷺ نے فرمایا ''اے ابوبکرؓ! تجھ سے تو خیر و بھلائی کے سوا کچھ ظاہر نہیں ہوا مگر سورۃ توبہ کی ان آیات کے لئے مجھے یہی حکم الٰہی تھا کہ میں خود یا مجھ سے خونی رشتہ رکھنے والا قریب ترین عزیز اس کا اعلان کرے۔'' تب حضرت ابوبکرؓ کی تسلی ہوئی۔(57)

آپ کی خشیّت الٰہی اور انکسار کی شان کا اندازہ اس واقعہ سے بھی خوب ہوتا ہے جب ایک دفعہ آپ کی حضرت عمرؓ کے ساتھ تکرار ہوگئی۔حضرت ابوبکرؓ نبی کریمﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور پورا واقعہ عرض کر کے بتایا کہ اس کے بعد مجھے ندامت ہوئی اور میں عمرؓ کے پاس حاضر ہو گیا تو

انھوں نے معاف کرنے سے انکار کر دیا۔ میں حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو گیا آپؐ نے فرمایا اللہ آپ کو معاف کرے۔ ادھر حضرت عمرؓ کو بھی بعد میں احساس ندامت ہوا اور حضرت ابوبکرؓ کے گھر آئے اور انہیں موجود نہ پا کر آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضورؐ کا چہرہ ناراضگی سے سرخ ہو گیا۔ یہ دیکھ کر حضرت ابوبکرؓ گھٹنوں کے بل بیٹھ کر بار بار عرض کرنے لگے یا رسول اللہ ﷺ! غلطی میری تھی (آپؐ عمرؓ کو معاف کر دیں)۔ نبی کریم ﷺ نے حضرت عمرؓ سے فرمایا "دیکھو جب تم لوگوں نے میرا انکار کیا تھا اس وقت ابوبکرؓ نے میری تصدیق کی اور جان و مال نچھاور کر دیئے۔ کیا تم میرے ساتھی کو میرے لئے چھوڑ و گے کہ نہیں؟" (58)

فہم اور علمی بصیرت

حضرت ابوبکرؓ کو قرآن شریف کا خاص فہم عطا ہوا تھا۔ بعض لوگوں نے سورۃ مائدہ کی آیت 6 سے (جس میں ذکر ہے کہ اے لوگو! تم اپنے ذمہ دار ہو کسی کی گمراہی تمہیں نقصان نہیں دے گی) یہ استدلال کیا کہ برائیوں کا قلع قمع ہماری ذمہ داری نہیں کیونکہ ہر فرد کو اپنی ذاتی اصلاح کا حکم ہے۔ حضرت ابوبکرؓ نے اس خیال کی سختی سے تردید کی اور فرمایا کہ یہ اس آیت کا درست مطلب نہیں۔ (کیونکہ آیت میں واحد کے بجائے جمع کے صیغے میں اصلاح معاشرہ کی قومی ذمہ داری کی طرف توجہ دلائی گئی ہے) اور نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ "جو لوگ برائی کو دیکھ کر اس کا ازالہ نہیں کرتے تو اس کی سزا سارے معاشرہ کو دی جاتی ہے۔" (59) اس لئے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے فریضہ پر کما حقہ توجہ دینی چاہیئے۔

حضرت ابوبکرؓ نبی کریم ﷺ کے ارشادات کی بنیاد قرآنی آیات میں تلاش کرتے اور انکو افادہ عام کیلئے بیان فرماتے۔ حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی ہر بات سن کر ہمیشہ میں نے بہت ہی فائدہ اٹھایا ہے۔ حضرت ابوبکرؓ نے مجھے ایک حدیث سنائی اور آپؐ نے سچ فرمایا کہ "کوئی مسلمان جب کوئی گناہ کر بیٹھے پھر وضو کر کے دو رکعت نماز پڑھے اور اللہ سے اس گناہ کی معافی مانگے تو اسے بخش دیا جاتا ہے۔" یہ حدیث سنا کر بطور دلیل وہ دو آیات پیش کرتے تھے۔ ایک آل عمران کی آیت 136 جس میں ذکر ہے کہ مومنوں سے جب کوئی برائی سرزد ہوتی ہے تو وہ اللہ کو یاد کرتے اور

اپنے گناہوں کی بخشش طلب کرتے ہیں ان کی جزا مغفرت ہے۔اور دوسری سورۃ نساء کی آیت 111 جس میں بیان ہے کہ جو شخص بدی اور ظلم کر کے اللہ سے بخشش کا طلب گار ہو وہ اللہ تعالیٰ کو بہت بخشنے والا اور مہربان پائیگا۔(60)

حضرت ابوبکرؓ قرآن کریم پر غور وتدبر اور نبی کریم ﷺ کی پاک صحبت کی برکت سے علمی عقدے حل کرتے رہتے تھے۔ایک دفعہ سورۃ نساء کی آیت 124 کے بارہ میں دل میں سوال پیدا ہوا کہ اگر ہر شخص کو اس کی ہر بدی پر سزا ملے گی تو نجات کیسے ہوگی؟ سخت فکرمندی سے نبی کریم ﷺ سے یہ سوال پوچھا تو آپؐ نے تسلی دلاتے ہوئے فرمایا ''اللہ تجھ پر رحم کرے اے ابوبکرؓ! تجھے اللہ تعالیٰ نے بخش دیا ہے۔'' دوسرے پوری امت کے لئے تسلی کا یہ جواب بھی سنایا کہ ''یہ جو آپ لوگ بیمار ہوتے یا تکلیف اٹھاتے یا غمگین ہوتے ہیں۔یہ بھی بدی کی جزا ہے جو اللہ تعالیٰ اس دنیا میں دیکر مومنوں کی کفایت فرمالیتا ہے۔''(61)

سورہ نصر نازل ہوئی تو رسول کریمؐ نے صحابہ کی مجلس میں یہ آیات سنائیں جن میں اللہ تعالیٰ کی نصرت اور فتح کے آنے اور فوج درفوج لوگوں کے دین اسلام میں داخل ہونے کا ذکر ہے حضرت ابوبکرؓ رو پڑے۔صحابہ حیران تھے کہ فتح کی خوشخبری پر رونا کیسا؟ مگر حضرت ابوبکرؓ کی بصیرت اور فراست بھانپ گئی تھی کہ یہ آیت جس میں رسول اللہ ﷺ کے مشن کی تکمیل کا ذکر ہے، آپؐ کی وفات کی خبر دے رہی ہے۔اور اپنے محبوب کی جدائی کے غم سے بے اختیار ہو کر رو پڑے۔اور پھر اس کے صرف دو سال بعد نبی کریم ﷺ کی وفات ہوگئی۔

حضرت ابوبکرؓ کی اس خداداد بصیرت کا تذکرہ صحابہ میں عام تھا۔ایک اور موقع پر جب نبی کریم ﷺ نے مجلس میں ذکر فرمایا کہ ''اللہ تعالیٰ نے اپنے ایک بندہ کو اختیار دیا کہ دنیا میں رہنا ہے یا خدا کے پاس حاضر ہونا ہے تو اس نے خدا کو اختیار کیا۔'' حضرت ابوبکرؓ اس پر بھی رو پڑے۔صحابہؓ نے پہلے تعجب کیا مگر بعد میں انہیں پتہ چلا کہ اس ''بندۂ خدا'' سے مراد ہمارے آقا و مولا حضرت محمدؐ تھے۔ جنہوں نے دنیا پر خدا کے پاس جانے کو ترجیح دی۔(62)

حضرت ابوبکرؓ کے علمی شغف کا اندازہ اس سوال سے بھی ہوتا ہے جو انہوں نے مسئلہ تقدیر کے

بارہ میں نبی کریم ﷺ سے پوچھا کہ انسان کی تقدیر خیر و شر کا اصولی فیصلہ ہو چکا ہے۔تو پھر اعمال کی کیا ضرورت ہے؟ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اعمال میں اللہ تعالیٰ نے انسان کو پابند نہیں رکھا۔ اختیار دیا ہے کہ جو عمل نیک یا بد چاہے کرے پھر وہ تقدیر کے مطابق انجام کو پہنچتا ہے۔(63)

استحکام خلافت

حضرت ابوبکرؓ کے ذریعہ تقرر خلافت کے دونوں طریق یعنی انتخاب اور نامزدگی کھل کر واضح ہو گئے اور اس سے بھی آئندہ نظام خلافت کو ایک استحکام نصیب ہوا۔حضرت ابوبکرؓ کثرت رائے اور انتخاب کے ذریعہ خلیفہ مقرر ہوئے تھے جب انصار اور مہاجرین کے گروہ نے آپ کی بیعت کر کے خلیفہ تسلیم کر لیا۔پھر خود حضرت ابوبکرؓ نے حضرت عمرؓ کو اپنے بعد اہل رائے اصحاب کے مشورہ سے جانشین مقرر کر کے بتا دیا کہ تقرر خلافت کا دوسرا طریق نامزدگی ہے۔(64)

اطاعت رسول ﷺ

حضرت ابوبکرؓ میں استغناء اور اطاعت رسولؐ کا نہایت اعلیٰ جذبہ تھا۔ایک دفعہ نبی کریم ﷺ نے سوال کرنے سے منع فرمایا۔اس ارشاد کی کامل اطاعت کر کے دکھائی صحابہؓ بیان کرتے ہیں کہ بسا اوقات حضرت ابوبکرؓ اونٹنی پر سوار ہوتے۔اونٹ کی رسی ہاتھ سے چھوٹ جاتی اونٹ کو بٹھا کر خود نیچے اتر کر اپنے ہاتھ سے رسی اٹھاتے۔صحابہؓ عرض کرتے کہ آپ ہمیں حکم فرماتے وہ جواب دیتے میرے حبیب رسول اللہؐ نے مجھے حکم دیا تھا کہ لوگوں سے سوال نہیں کرنا(65)سبحان اللہ! کیسا عجیب استغناء ہے اور کیسی شاندار انکساری۔

تواضع وانکساراور پہلی تقریر

حضرت ابوبکرؓ میں تواضع اور انکسار تو جیسے کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔انہوں نے غربت اور انکساری کا لباس اختیار کر لیا تھا۔ان کی تواضع گفتگو سے صاف جھلکتی نظر آتی ہے۔خلافت کے پہلے انتخاب کے موقع پر آپ نے حضرت عمرؓ اور حضرت ابوعبیدہؓ کے نام لئے اور جب خلیفہ ہوئے تو اپنی پہلی تقریر میں اپنے انکسار کا یوں اظہار کیا کہ ’’میں تو چاہتا تھا کہ یہ ذمہ داری میرے علاوہ کوئی اور

اٹھاتا۔اب جبکہ میں نے یہ منصب قبول کرلیا ہے تو جتنی میری طاقت ہے میں اس کا حق ادا کرنے کی کوشش کرونگا۔ مجھے نبی کریم ﷺ کے معیار پر رکھ کر گرفت نہ کرنا کہ آپؐ کو خدا تعالیٰ نے ایک خاص عصمت عطا فرمائی تھی اور آپؐ معصوم تھے۔'' (66)

حضرت ابوبکرؓ کی خشیّت اور مقام عجز کا اندازہ اس واقعہ سے بھی خوب ہوتا ہے ایک دفعہ نبی کریمؐ نے فرمایا'' جو شخص تکبر سے اپنا تہبند ٹخنوں سے نیچے لٹکا کر چلتا ہے اس کو آگ کا عذاب ہوگا۔'' حضرت ابوبکرؓ نے جو ڈھیلا تہبند باندھنے کے عادی تھے کمال انکسار سے عرض کیا کہ یا رسولؐ اللہ! تہبند تو میرا بھی لٹک جاتا ہے۔ نبی کریمؐ نے انہیں یہ نوید سنائی کہ ''اے ابوبکر''! تو ان لوگوں میں سے نہیں۔(67)

کیونکہ آپ تہبند تکبر سے نہیں لٹکاتے تھے اسطرح نبی کریم ﷺ نے ہر ایسے شخص کے لئے جو طبعاً فروتنی اور عاجزی رکھتا ہے یہ فرما کر دین میں تشدد کرنے والوں کے خیال کی اصلاح فرمادی۔

ایک دفعہ کسی نے آپ کو خلیفۃ اللہ کہہ دیا یعنی خدا کے خلیفہ تو نہایت انکساری سے فرمایا دیکھو میں محمدؐ کا خلیفہ ہوں۔ مجھے خلیفۂ رسول کہو میں اسی پر راضی ہوں۔'' (68)

حضرت ابوبکرؓ کے آخری سانس تھے آپ کی صاحبزادی حضرت عائشہؓ نے جذباتی کیفیت میں یہ شعر پڑھا

وَاَبیَضُ یُستَسقَی الغَمَامُ بِوَجھِہٖ
ثِمَالُ الیَتَامٰی عِصمَۃٌ الِلّارَامِلٖ

کہ آپ وہ ہیں جن کے منہ کے صدقے بارش کی دعا کی جاتی ہے۔آپ یتیموں کے والی اور بیواؤں کے سہارا ہیں۔حضرت ابوبکرؓ نے جان کنی کے عالم میں بھی اپنی یہ تعریف گوارا نہ کی اور نہایت انکسار سے فرمایا'' اے عائشہ! یہ مقام تو آنحضرتؐ کا تھا۔'' (69) آپؓ کی انگوٹھی پر یہ الفاظ کندہ تھے ''عَبدٌ ذَلِیلٌ لِرَبٍّ جَلِیلٍ ۔خدائے بزرگ و برتر کا ایک ادنیٰ بندہ''(70)

حضرت ابوبکرؓ مقام صدیقیت پر قائم تھے اور صدق و راستی سے اپنی طبعی مناسبت کے باعث اس کی پرزور تلقین فرماتے۔ایک دفعہ خطبہ دیتے ہوئے گلوگیر ہو گئے۔روتے ہوئے فرمایا'' سچائی

اختیار کرو اس کے نتیجہ میں نیکی حاصل ہوتی ہے اور یہ جنت میں لیجانے کا ذریعہ ہے۔" (71)

یزید بن ابوسفیان کو شام کا امیر مقرر کر کے روانہ کیا تو از راہ نصیحت واشگاف الفاظ میں فرمایا کہ "مجھے بڑا اندیشہ یہ ہے کہ تم کہیں اپنے عزیز و اقارب سے اپنی امارت کے نتیجہ میں ترجیحی سلوک نہ کرو۔ یاد رکھو میں نے نبی کریمؐ سے سنا ہے کہ جس شخص کو مسلمانوں کا امیر بنایا جائے اور وہ کسی کو ڈر کر کچھ دیدے تو اس پر اللہ کی لعنت ہے۔" (72)

عشق رسول ﷺ

حضرت ابوبکرؓ رسول اللہ ﷺ کے عاشق صادق تھے۔ ابتداء میں رسولِؐ خدا کیلئے جانثاری کے زیرِ عنوان اور سفر ہجرت میں بھی اس کا ذکر ہو چکا ہے۔ اسی سفر کے متعلق بیان فرماتے تھے کہ راستے میں ایک چرواہے سے دودھ لے کر حضور ﷺ کو پلایا جب حضور ﷺ نے دودھ پی لیا تو میرا دل راضی ہو گیا۔ (73)

یہ فقرہ آپؓ کی کمال محبت کو خوب ظاہر کرتا ہے۔ ایسے لگتا ہے جیسے خود آپ نے وہ دودھ پیا اور دل خوش ہو گیا۔ مرتے دم تک آقاؐ سے اپنے عشق کا اظہار کرتے رہے۔ بار بار پوچھتے آج کیا دن ہے؟ حضرت عائشہؓ نے عرض کیا سوموار کا دن۔ فرمایا دیکھو اگر میں مر جاؤں تو کل کا انتظار نہ کرنا۔ مجھے وہ دن اور راتیں بھی محبوب ہیں، جو رسول اللہؐ سے کسی لحاظ سے مناسبت یا قربت رکھتی ہیں۔ (74)

حضرت ابوبکرؓ کو اہل بیت رسولؐ سے بھی بڑی محبت تھی۔ آنحضور ﷺ کی وفات سے چند روز بعد کا واقعہ ہے۔ حضرت علیؓ آپ کے ساتھ کہیں جا رہے تھے۔ راستہ میں حضرت حسنؓ کو بچوں کے ساتھ کھیلتے دیکھا۔ حضرت ابوبکرؓ نے حضرت حسنؓ کو کندھوں پر اٹھا لیا۔ فرمانے لگے "خدا کی قسم نبی کریم ﷺ پر اس کی شکل گئی ہے۔ علیؓ پر ہرگز ان کی شباہت نہیں"۔ حضرت علیؓ اس لطیف مزاح اور اظہار محبت سے لطف اندوز ہو کر مسکرانے لگے۔ (75)

شجاعت

رسول اللہ ﷺ کی وفات کے عظیم سانحہ پر جب بڑے بڑے بہادروں کے پتّے پانی ہو رہے تھے، آپ نے کیسی استقامت دکھائی اور کس طرح صحابہ رسولؐ کی ڈھارس بندھائی۔ اس کا ذکر بھی ہو چکا ہے۔

صحابہؓ بیان کرتے ہیں کہ ہم میں سب سے بہادر وہ سمجھا جاتا تھا جو میدان جنگ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ہوا کرتا تھا کیونکہ سب سے زیادہ شدت سے حملہ وہیں ہوتا تھا۔ یہ مقام شجاعت حضرت ابوبکرؓ اور حضرت علیؓ جیسے اصحاب کو حاصل تھا۔ حضرت علیؓ نے ایک دفعہ صحابہ سے پوچھا کہ سب سے زیادہ بہادر کون ہے؟ انہوں نے کہا ہمیں نہیں معلوم تو کہنے لگے "حضرت ابوبکرؓ سب سے زیادہ بہادر تھے۔ جنگ بدر میں ہم نے رسولؐ اللہ کیلئے ایک جھونپڑی یا خیمہ تیار کیا تو سوال پیدا ہوا کہ اب رسول اللہ ﷺ کا پہرہ کون دے گا تا کہ مشرک آپؐ پر حملہ نہ کرسکیں؟ خدا کی قسم! کسی شخص نے ادھر کا رخ نہیں کیا مگر ابوبکرؓ تلوار لیکر اس پر حملہ آور ہوئے۔ یہ تھے تمام لوگوں سے بڑھ کر بہادر۔ میں نے انہیں مکہ میں اس حال میں بھی دیکھا کہ رسولؐ اللہ کو کفار قریش نے گھیر رکھا ہے اور کوئی استہزاء و تمسخر کرتا تھا تو کوئی آواز کستا۔ ہم میں سے کوئی آگے نہ بڑھا سوائے ابوبکرؓ کے۔ انہوں نے کسی کو ادھر دھکیلا تو کسی کو ادھر پرے ہٹایا۔" (76)

حضرت ابوبکرؓ نبی کریم ﷺ کے وزیر اور مشیر تھے۔ نازک لمحات میں آنحضور ﷺ کے لئے تسلی کا موجب ہوتے تھے۔ بدر کے موقع پر جب نبی کریم ﷺ جھونپڑی میں نہایت درد اور الحاح کے ساتھ دعا کر رہے تھے۔ حضرت ابوبکرؓ سے اپنے آقا کی یہ حالت دیکھی نہ جاتی تھی حضور ﷺ کی خدمت میں کمال ادب سے عرض کیا "یا رسول اللہ! اب بس کیجئے۔ اللہ تعالیٰ کی فتح کے وعدے ضرور پورے ہو کر رہیں گے۔" (77)

انفاق فی سبیل اللہ

حضرت ابوبکرؓ کے ایک ایک وصف اور فضیلت کو بیان کیا جائے تو کئی کتابیں لکھی جاسکتی ہیں۔ اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کا یہ حال تھا کہ قبول اسلام کے بعد چالیس ہزار درہم کے مالک تھے جو سب خدا کی راہ میں خرچ کر دئے۔ غزوہ تبوک کے موقع پر تحریک کی گئی تو گھر کا سارا مال لا کر پیش کر دیا۔

آنحضورؐ نے فرمایا ''جتنا فائدہ مجھے ابوبکرؓ کے مال نے دیا اتنا کسی کے مال نے نہیں دیا۔'' (78)

محنت کی کمائی اور رزق حلال کا اتنا خیال تھا کہ خلافت کے دوسرے ہی روز کپڑوں کی گٹھڑی اٹھا کر روزی کمانے چلے تو راستہ میں بعض جلیل القدر صحابہ ملے۔ انہوں نے کہا اب آپ کا خرچ بیت المال ادا کرے گا۔ آپ قومی ذمہ داریوں کو سنبھالیں۔ (79)

خدمت خلق

حضرت ابوبکرؓ میں خدمت خلق کا جذبہ بھی کمال کا تھا۔ خلافت سے قبل آپ مدینہ میں اپنے محلّہ کے گھروں کی بکریوں کا دودھ دوہ کر دیا کرتے تھے۔ جب خلیفہ ہوئے تو قبیلہ کی ایک کم سن لڑکی کہنے لگی اب ہماری بکریاں کون دوہا کرے گا؟ حضرت ابوبکرؓ کو پتہ چلا تو فرمایا ''میں ہی تمہاری بکریاں دوہوں گا۔ اللہ تعالیٰ نے جو منصب مجھے عطا فرمایا ہے اس سے میرے اخلاق تبدیل نہیں ہوں گے۔ بلکہ مزید خدمتوں کی توفیق پاؤں گا۔'' چنانچہ خلیفہ بننے کے بعد بھی آپ قبیلہ کی بکریاں دوہ دیا کرتے تھے اور وہ لونڈی جس طرح کہتی اس کے مطابق یہ خدمت بخوشی انجام دیتے۔ (80)

حضرت عمرؓ مدینہ کی ایک نابینا عورت کی خبر گیری فرمانے گئے وہاں آکر دیکھا کہ کوئی دوسرا آدمی پہلے آکر اس کے کام کر جاتا تھا۔ ایک دفعہ پہلے آکر چھپ کر بیٹھ گئے تو دیکھا کہ حضرت ابوبکرؓ خلیفۃ الرسول ﷺ پوشیدہ طور پر اس بڑھیا کی خدمت کرتے اور اس کے کام سرانجام دیا کرتے تھے۔ حضرت عمرؓ نے انہیں دیکھ کر کہا ''آپ ہی ایسے آدمی ہو سکتے تھے'' (81)

حضرت ابوبکرؓ حقوق اللہ اور حقوق العباد ہر پہلو سے تمام نیکیوں کے جامع وجود تھے۔ ایک دن نبی کریمؐ نے صحابہؓ کی تربیت کی خاطر ان کا محاسبہ کرتے ہوئے پوچھا کہ آج اپنے کسی بیمار بھائی کی عیادت کس نے کی؟ حضرت ابوبکرؓ نے عرض کیا انہیں اس کی توفیق ملی ہے۔ پھر فرمایا آج نفلی روزہ کس نے رکھا ہے؟ پتہ چلا کہ حضرت ابوبکرؓ روزہ سے ہیں۔ پھر آپ نے صدقہ دینے اور مسکین کو کھانا کھلانے کے بارہ میں سوال کیا۔ حضرت ابوبکرؓ نے عرض کیا کہ انہوں نے اس کی بھی توفیق پائی ہے۔ پھر حضورؐ نے کسی مسلمان بھائی کی نماز جنازہ پڑھنے کے بارے میں پوچھا تو حضرت ابوبکرؓ نے بتایا کہ میں نے نماز جنازہ میں بھی شرکت کی ہے۔ اس پر نبی کریمؐ نے فرمایا کہ جس شخص نے ایک دن میں یہ

سب نیکیاں جمع کرنے کی توفیق پائی اس پر جنت واجب ہوگئی۔(82)

یہی مضمون آنحضرت ﷺ کی ایک اور مجلس میں اس طرح بھی ظاہر ہوا۔آپ ﷺ نے فرمایا ''قیامت کے دن جنت کے مختلف دروازے ہوں گے۔کوئی نماز کا دروازہ ہوگا تو کوئی صدقہ کا اور کوئی روزے کا یہ نیکیاں بجالانے والے مومن ان دروازوں سے جنت میں داخل ہوں گے اور جنت کے دربان فرشتے ان کو آواز دے کر بلائیں گے کہ اے نمازیو! آؤ اور نماز کے دروازے سے جنت میں داخل ہوجاؤ۔اور اے صدقہ اور روزہ والو! تم اس دروازے سے جنت میں داخل ہوجاؤ''۔ حضرت ابوبکرؓ نے بھی کیا لطیف سوال کیا کہ یارسول اللہ جس شخص کو ایک دروازے سے بھی جنت میں داخلہ کی ندا آئے اسے حاجت تو نہیں کہ دوسرے دروازوں سے بھی بلایا جائے۔مگر کیا کوئی ایسا خوش نصیب بھی ہوگا جسے جنت کے تمام دروازوں سے دربان فرشتے پکاریں گے۔حضور ﷺ نے فرمایا کہ ہاں! اے ابوبکرؓ میں اُمید کرتا ہوں کہ تو ان خوش نصیب لوگوں میں سے ہوگا جسے تمام دروازوں سے جنت کے دربان فرشتے جنت میں آنے کی دعوت دیں گے۔(83)

اس طرح آنحضرتؐ نے جہاں آپ کو تمام نیکیوں میں اعلیٰ ذوق اور کامل مقام کے حامل ہونے کی خوشخبری سنائی وہاں تمام مسلمانوں کو یہ پیغام بھی دیا کہ اگر تم بھی چاہتے ہو کہ سب دروازوں سے جنت میں بلائے جانے کا اعزاز پاؤ تو سیرت صدیقی اختیار کرو۔جو نام ہے کامل اطاعت اور سپرداری کا اور خدا کی رضا پر راضی ہوجانے کا۔

مقام ابوبکرؓ

حضرت ابوبکرؓ کے اس مقام بلند کی خبر حضرت جبرائیلؑ نے ایک دفعہ آنحضرت ﷺ کو ان الفاظ میں دی کہ ''عتیق''یعنی آگ سے آزاد ابوبکرؓ کو کہہ دیں کہ اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہے۔(84)

حضرت ابوبکرؓ طبعاً انکساری کے باعث اپنے الہامات وکشوف کا ذکر نہ کرتے تھے۔بعض دفعہ کسی سوال کے جواب میں مجبوری سے ذکر کرنا پڑا تو پتہ چلا آخری بیماری میں صحابہؓ حضرت ابوبکرؓ کی عیادت کو آئے تو عرض کیا کہ ہم آپ کے لئے کوئی طبیب نہ بلائیں؟ فرمایا میں نے ایک فرشتہ دیکھا ہے۔انہوں نے کہا اس نے آپ کو کیا بتایا؟ آپؓ نے فرمایا اس نے کہا ''ہم (یعنی اللہ) جس بات کا

ارادہ کریں وہ ضرور کردیتے ہیں۔''(85) ظاہر ہے کہ اس میں آپ کی وفات کی طرف اشارہ تھا۔

رسول کریمؐ نے فرمایا''مجھ پر سب سے زیادہ احسان اپنی دوستی اور مال سے ابوبکرؓ کا ہے۔''اور ''اگر میں اپنے رب کے علاوہ کسی اور کو گہرا دوست بناتا تو ابوبکرؓ کو اختیار کرتا۔''(86) حضرت حسانؓ نے کیا خوب کہا

وَ کَانَ حِبَّ رَسُولِ اللّٰہ قَد عَلِمُوا خَیرَ البَرِیَّۃِ لَم یَعدِلُ بِہٖ رَجُلاً

کہ دنیا جانتی ہے کہ حضرت ابوبکرؓ رسولؐ اللہ کے محبوب ترین فرد تھے۔ سب مخلوق سے بہتر وہ انسان جس کے مقابلہ کا کوئی شخص نہیں ہے۔(87)

اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے فرمایا''کسی قوم کے لئے جن میں ابوبکرؓ موجود ہو مناسب نہیں کہ ان کو کوئی اور (نماز کی) امامت کرائے۔(88)

ایک دفعہ ایک عورت رسول کریمؐ کے پاس آئی۔ ملاقات کے بعد جاتے وقت کہنے لگی اگر میں آئندہ آؤں اور آپ کو نہ پاؤں تو کیا کروں۔ آپ نے فرمایا:''اگر مجھے نہ پاؤ، تو ابوبکرؓ کے پاس آنا۔''(89)

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسولؐ اللہ نے اپنی بیماری میں فرمایا:

''میں نے ارادہ کیا کہ ابوبکرؓ اور اس کے بیٹے کو بلوا بھیجوں اور وصیت کردوں۔ مبادا کوئی اعتراض کرنے والا اعتراض کرے یا خواہش کرنے والا خواہش کرے۔ پھر میں نے کہا کہ ابوبکرؓ کے سوا اللہ بھی انکار کردے گا اور مومن بھی ردّ کردیں گے۔''(90)

وفات ابوبکرؓ پر حضرت علیؓ کی تقریر

حضرت ابوبکرؓ کی وفات کے موقع پر ان کے کامران و کامیاب عہد خلافت کے بارے میں حضرت علیؓ کی ایک جامع تقریر کا ذکر کرنا نہایت مناسب ہوگا۔''جب حضرت ابوبکر صدیقؓ نے انتقال فرمایا تو مدینہ (رونے والوں کی) آواز سے گونج اٹھا جیسا کہ رسولؐ اللہ کی وفات کے دن (رونے والوں کی آواز سے) گونج اٹھا تھا۔ پھر حضرت علیؓ تشریف لائے اس حال میں کہ آپ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیہِ رَاجِعُونَ پڑھتے جاتے تھے اور یہ کہتے جاتے تھے کہ آج خلافت نبوت کا خاتمہ

ہو گیا۔ حضرت ابوبکرؓ کے مکان پر پہنچ کر انہیں چادر اوڑھا کر پھر حضرت علیؓ نے یہ تاریخی خطبہ دیا۔

''اے ابوبکرؓ! آپ رسول اللہؐ کے دوست تھے، ان کے مونس تھے، ان کے مرجع ومعتمد تھے، ان کے راز دار اور مشورہ دینے والے تھے، آپ سب سے پہلے اسلام لائے اور سب سے زیادہ فائق الایمان تھے اور سب سے زیادہ مضبوط یقین کے تھے اور سب سے زیادہ خدا کا خوف رکھتے تھے۔ آپ اللہ کے دین کے نافع تھے اور رسولؐ اللہ کی نگہداشت میں سب سے زیادہ فائق تھے، سب سے زیادہ اسلام پر شفقت کرنے والے تھے اور اصحاب رسول کے حق میں بہت بابرکت تھے اور سب سے زیادہ رسول اللہ ﷺ کا حق رفاقت ادا کرنے والے تھے اور سب سے زیادہ مناقب میں اور سب سے افضل اسلامی امتیازات میں۔ اور سب سے بلند مرتبہ میں۔ اور سب سے زیادہ مقرب بارگاہ رسالت میں۔ اور سب سے زیادہ روش اور عادت اور مہربانی اور بزرگی میں رسول اللہ ﷺ کے مشابہ اور سب سے زیادہ مرتبہ کے لحاظ سے اشرف اور سب سے زیادہ رسول اللہ ﷺ کے نزدیک باعزت اور سب سے زیادہ آپؐ کے نزدیک قابل وثوق تھے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اسلام کی طرف سے اور اپنے رسول کی طرف سے جزائے خیر عطا کرے۔

اے ابوبکرؓ! آپ رسول اللہ ﷺ کے نزدیک بمنزلہ کان اور آنکھ کے تھے۔ آپؓ نے رسول اللہ ﷺ کی تصدیق اس وقت کی جب تمام لوگ آپ کی تکذیب کرتے تھے اس لئے اللہ تعالیٰ نے آپ کا نام اپنی کتاب میں صدیق رکھا۔ چنانچہ فرمایا وَالَّذِی جَآءَ بِالصِّدقِ وَصَدَّقَ بِہٖ۔ اور وہ شخص جو سچ لایا اور وہ شخص جس نے اس کی تصدیق کی سچ کو لانے والے محمدؐ ہیں اور اس کی تصدیق کرنے والے ابوبکرؓ ہیں۔ اے ابوبکرؓ! آپ نے رسول اللہؐ کی غمخواری اپنے جان ومال سے اس وقت کی جب اور لوگ مال سے بخل کرتے تھے۔ آپ نے ان کی رفاقت مصائب کے ایسے وقت میں کی جبکہ اور لوگ آپ کی اعانت سے بیٹھ رہے تھے۔ آپ نے سختی کے زمانے میں ان کی صحبت اختیار کی۔ آپؓ صحابہؓ میں سب سے مکرم ثانی اثنین، غار میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھی تھے۔ جس وقت خدا کی طرف سے سکینت اور وقار اتارا گیا۔ آپ ہجرت میں رسول اللہ ﷺ کے رفیق اور دین میں اور امت میں ان کے خلیفہ تھے۔ آپ نے فرائض خلافت کو خوب ادا کیا اور اس وقت آپ نے وہ کام کیا

جو کسی نبی کے خلیفہ نے نہ کیا تھا۔ آپ مستعد رہے جبکہ آپ کے ساتھی سستی ظاہر کرتے تھے۔ آپ میدان میں آ گئے جبکہ وہ چھپ رہنا چاہتے تھے اور آپ قوی رہے جبکہ وہ ضعف ظاہر کرنے لگے۔ اور آپ نے طریقۂ رسول ﷺ کو مضبوط پکڑا جبکہ وہ لوگ ادھر ادھر بھٹکنے لگے۔ آپ کی خلافت منافقوں کی ذلت، کافروں کی ہلاکت، حاسدوں کی ناگواری اور باغیوں کی ناخوشی کا سبب تھی اور آپ اس وقت امر حق کے اجراء میں قائم ہوئے جبکہ اور لوگوں نے ہمتیں پست کر دی تھیں اور آپ ثابت قدم رہے جبکہ اور لوگوں میں تردد پیدا ہو گیا اور آپ نور الٰہی کے ساتھ خطرناک راستوں سے گذر گئے جبکہ اور لوگ توقف پذیر ہو گئے۔ پھر آپ کو راہ پر دیکھ کر سب نے آپ کی پیروی کی اور سب نے راہ پائی اور آپ آواز میں سب سے پست تھے اور فوقیت میں سب سے برتر۔ آپ کلام میں سب سے بہتر تھے۔ آپ کی گفتگو سب سے ٹھیک اور آپ کی خاموشی سب سے بڑھی ہوئی ہوتی تھی۔ آپ کا قول سب سے بلیغ ہوتا تھا اور آپ کا دل سب سے زیادہ شجاع تھا اور سب سے زیادہ امور (دینی و دنیوی) کے پہچاننے والے تھے اور عمل کے لحاظ سے سب میں اشرف تھے (اے صدیقؓ) قسم خدا کی آپ دین کے سردار تھے، ابتدا میں بھی جب لوگ دین سے بھاگے تھے اور آخر میں بھی جبکہ لوگ (دین کی جانب) متوجہ ہوئے آپ مسلمانوں کے مہربان باپ تھے۔ یہاں تک کہ سب مسلمان آپ کے بال بچے تھے اور جس بار کے اٹھانے سے وہ ضعیف تھے وہ بار آپؓ نے (اپنے سر پر) اٹھا لیا اور جو امور ان سے فروگزاشت ہوئے تھے آپ نے ان کی نگہداشت کی اور جس کو انہوں نے ضائع کیا آپ نے اس کی حفاظت کی اور جس بات سے وہ جاہل رہے آپ نے اسے جان لیا اور جس وقت وہ (اجراء امور دین میں) سست ہوئے تو آپ (ان کاموں میں کمر باندھ کر) مستعد ہو گئے اور جب وہ لوگ گھبرائے تو آپ نے صبر (واستقلال) سے کام لیا۔ پس ان کے مطالب کے قصور کو معلوم کر لیا اور آپ کی رائے سے اپنے مقاصد کی طرف راہ یاب ہوئے تو انہوں نے اپنی مراد کو پایا اور آپ کے سبب سے (ان مدارج علیا کو) پہنچے کہ جس کا انہیں گمان ہی نہ تھا (اے ابوبکرؓ) آپ کافروں پر (تو) عذاب آسمانی اور (غضب الٰہی کی) آگ تھے اور ایمانداروں کیلئے (خدا کی) رحمت اور انس اور (ایک مضبوط) قلعہ تھے پس (ان محامد و کمالات کے سبب) آپ اس خلافت (کے دریا) میں داخل ہوئے اور انتہا تک

پہنچ گئے اور اس کے فضائل حاصل کر لئے اور اس کے سوابق پائے اور (باوجودیکہ یہ کام مشکل تھا مگر) آپ کی حجت نے کمی نہ کی اور آپ کی بصیرت ضعیف نہ ہوئی اور آپ کے دل نے بزدلی نہ کی اور آپ کا قلب نہ گھبرایا اور آپ (خلافت میں آکر) حیران نہیں ہوئے۔ آپ مثل پہاڑ کے تھے جسے بادل کا گرجنا اور تیز آندھیاں اپنی جگہ سے نہ ہٹا سکیں اور (اے ابوبکرؓ در حقیقت) آپ موافق ارشاد رسولؐ اللہ کے اپنی رفاقت اور مال سے سب سے زیادہ رسول ﷺ اللہ پر احسان کرنے والے تھے اور نیز حسب ارشاد نبویؐ آپ اپنے بدن میں ضعیف تھے مگر خدا کے کام میں قوی تھے۔ منکسر النفس تھے مگر خدا کے نزدیک باعظمت تھے۔ لوگوں کی نظروں میں جلیل (القدر) تھے ان کے دلوں میں بزرگ تھے۔ کسی شخص کو آپ پر موقع نہ ملتا تھا اور نہ کوئی گرفت کرنے والا آپ میں عیب نکال سکتا تھا اور نہ کوئی آپ سے (خلاف حق) کی طمع کر سکتا تھا اور نہ کسی کی آپ کے یہاں (ناجائز) رعایت تھی (جو) ضعیف و ذلیل تھا وہ آپ کے نزدیک قوی غالب تھا۔ یہاں تک کہ آپ اس سے حق دار کا حق لے لیتے تھے۔ اس بارہ میں قریب و بعید آپ کے نزدیک یکساں تھے۔ سب سے زیادہ مقرب آپ کے یہاں وہ تھا جو اللہ کا بڑا مطیع اور اس سے بڑا ڈرنے والا تھا۔ آپ کی شان حق (کام کرنا) اور سچ بولنا اور نرمی کرنا تھی۔ آپ کی بات (لوگوں کیلئے) حکم اور قطعی (حکم) تھی اور آپ کا کام سراسر حلم و ہوشیاری تھا۔ آپ کی رائے علم اور عزم تھی آپ نے جب مفارقت کی تو (ہم کو اس حال میں چھوڑا) کہ راہ صاف تھی اور دشواریاں آسان ہوگئی تھیں۔ اور (ظلم و تعدی کی) آگ بجھ گئی تھی اور آپ (کی ذات) سے ایمان قوی ہوگیا تھا اور اسلام مستحکم اور مسلمان ثابت قدم ہوگئے تھے اور خدا کا حکم ظاہر ہوگیا تھا اگرچہ کافروں کو ناگوار گزرا۔

پس خدا کی قسم (اے ابوبکرؓ) آپ (اوصاف حسنہ میں سب سے) بڑھ گئے اور بہت دور پہنچے اور آپ نے اپنے بعد کے لوگوں کو سخت تعب (و تکلیف) میں ڈالا (کیونکہ امور خلافت میں آپ کی جیسی کوئی شخص کوشش نہیں کر سکتا) اور واضح طور پر خیر تک پہنچے اب آپ نے (اپنی وفات کے صدمہ سے سب کو) رونے (اور غم کرنے) میں مبتلا کیا۔ آپ کی مصیبت (وفات) آسمان میں بڑی باعظمت ہے اور آپ کے (فراق) کی مصیبت نے لوگوں کو شکستہ (دل اور ویران خاطر) کر دیا۔

اِنَّـا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْن ہم اللہ سے اس کے حکم پر راضی ہوئے اور اس کا کام اسی کے سپرد کیا۔ قسم خدا کی رسول اللہؐ کے بعد کبھی مسلمان آپ کے جیسے شخص (کی وفات) کی مصیبت نہ اٹھائیں گے۔ آپ دین کی عزت اور دین کی حفاظت اور دین کی پناہ میں تھے اور مسلمانوں کے مرجع و ماوٰی اور ان کے فریادرس تھے اور منافقوں پر سخت اور (ان کے) غصہ (کا سبب) تھے۔ اللہ آپ کو آپ کے نبیؐ سے ملا دے اور ہمیں آپ کے (غم میں صبر کرنے کے) اجر سے محروم نہ رکھے اور آپ کے بعد ہمیں گمراہ نہ کرے اِنَّـا لِـلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْن۔ راوی کا بیان ہے کہ سب لوگ (اس تقریر کے وقت) خاموش رہے یہاں تک کہ حضرت علیؓ نے اپنی تقریر ختم کی (اور جب آپ نے یہ تقریر ختم کی تو) پھر سب روئے یہاں تک کہ ان کے رونے کی آواز بلند ہوئی۔ پھر سب نے کہا اے رسولؐ اللہ کے داماد! آپ نے سچ فرمایا۔(91)

شادی اور اولاد

حضرت ابوبکرؓ کی چار شادیاں تھیں۔ زمانہ جاہلیت میں قتیلہ بنت عبدالعزی سے نکاح کیا جس سے عبداللہ اور اسماء پیدا ہوئے۔ دوسرا نکاح ام رومان کنانیہ سے کیا جن سے عبدالرحمٰن اور عائشہؓ (ام المومنین) ہوئے۔

زمانہ اسلام میں پہلے حضرت جعفرؓ کی بیوہ حضرت اسماءؓ بنت عمیس سے شادی کی۔ جن سے محمد بن ابی بکر ہوئے۔ اسی طرح حبیبہ بنت خارجہ بن زید انصاریہ سے نکاح کیا جن سے آپ کی وفات کے بعد ام کلثوم پیدا ہوئیں۔(92)

امام الزمان حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں۔

''ابوبکرؓ ایک عظیم بہادر، جری، عبقری اور مرد خدا تھا۔ اس نے ہر اس شخص سے مقابلہ کیا جس نے اسلام کو چھوڑا۔ اس نے اسلام کی اشاعت کیلئے شدائد برداشت کیں۔ اور ان لوگوں کو ہلاک کیا جنہوں نے جھوٹے نبوت کے دعوے کئے تھے۔۔۔ آغاز سے ہی، جب سے میں نے ہوش سنبھالا ہے، ابوبکرؓ کے لئے میرے دل میں ایک محبت ڈالی گئی ہے اور میں نے اس کی رکاب کو پکڑ لیا اور اس کی پناہ میں آ گیا اور تب اللہ نے مجھ پر اپنی رحمت نازل کی اور میری تائید فرمائی اور مجھے ان معزز

لوگوں میں سے بنا دیا جو اس صدی کا مجدد ہے۔ یہ سب کچھ جو اللہ تعالیٰ نے مجھے عطا کیا۔ آنحضورؐ کی برکت اور ان مقرب لوگوں کی محبت کی وجہ سے ہے۔ خدا کی قسم! ابوبکرؓ آنحضرت ﷺ کا صاحب حرمین بھی تھا مکہ اور مدینہ میں اور دونوں قبروں قبرِ غار اور قبرِ مدینہ میں بھی وہ حضرت محمد مصطفیٰؐ کا ساتھی ہے۔ جس کی ذات اور خلافت کی قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ نے تعریف فرمائی ہے۔

اگر صدیقؓ اکبر نہ ہوتا تو اسلام کے اندر ضعف داخل ہو جاتا اسلام کو جو اللہ تعالیٰ نے حسن و جمال اور سرسبزی و شادابی بخشی وہ ابوبکرؓ کی وجہ سے ہی عطا فرمائی۔ اس نے کوئی اجر نہیں مانگا اور رضائے باری کے لئے یہ سب کام کیا۔ اللہ تعالیٰ ہم پر بھی رحم کر۔ پس اے نعمتوں والے تو سب رحم کرنے والوں سے بڑھ کر رحم کرنیوالا اور بہتر رحم کرنے والا ہے۔ اے اللہ! تو ہم پر رحم فرما۔ آمین'' (93)

حوالہ جات

1- اصابہ جز 4 صفحہ 102

2- ابن ہشام جلد 1 صفحہ 288

3- روض الانف جلد 1 ص 288

4- سیرت الحلبیہ جلد 1 ص 275، البدایہ جلد 3 ص 29

5- ابن ہشام جلد 1 ص 267

6- استیعاب جلد 1 صفحہ 341

7- طبری جلد 2 ص 314

8- اصابہ جز 4 صفحہ 102 و بخاری کتاب المناقب باب مناقب ابی بکرؓ

9- سیرت الحلبیہ جلد 1 ص 295

10- بخاری کتاب التفسیر (40) سورۃ المومن و سیرت الحلبیہ جلد 1 ص 294

11- بیہقی جلد 2 ص 167

12- بخاری کتاب مناقب الانصار باب ھجرۃ النبیؐ

13- بخاری کتاب مناقب الانصار باب ھجرۃ النبیؐ وسیرت الحلبیہ جلد2 ص44، استیعاب جلد3 ص 95
14- سیرت الحلبیہ جلد2 ص45 ومسند احمد جلد1 ص5
15- ابن سعد جلد8 ص62
16- مجمع الزوائد جلد9 ص46
17- بخاری کتاب التفسیر
18- کنز العمال جلد5 ص658
19- بخاری کتاب المغازی
20- بیھقی جلد4 ص48
21- مجمع الزوائد جلد9 ص237
22- ابن ہشام جلد3 ص346
23- بخاری کتاب الشروط باب الشروط والمصالحہ
24- بخاری کتاب المغازی باب دخول النبیؐ من اعلیٰ مکہ
25- ابن سعد جلد3 صفحہ 174
26- بخاری کتاب المغازی
27- مستدرک حاکم جلد3 ص477، استیعاب جلد3 ص96
28- بخاری کتاب المغازی
29- بخاری کتاب الحدود، ابن سعد جلد3 ص151، بیھقی جلد8 ص143
30- اازالۃ الخفاء مترجم ص240، استیعاب جلد3 ص97
31- مجمع الزوائد جلد5 ص183 وکنز العمال جلد3 ص130، 140
32- بخاری کتاب الزکوٰۃ
33- بخاری کتاب فضائل القرآن
34- ازالۃ الخفاء ص276

35- استیعاب جلد 3 ص 99
36- تاریخ ابن خلدون جز 2 ص 60 تا 65
37- تاریخ ابن اثیر جلد 1 ص 134
38- تاریخ ابن اثیر جز 1 ص 142
39- بخاری کتاب الزکوۃ، طبری مترجم اردو جلد 2 ص 63
40- بخاری فضائل القرآن
41- مسند احمد جلد 1 ص 9
42- بخاری کتاب المغازی
43- ابن اثیر مترجم اردو جلد 3 ص 87 تا 108
44- ابن اثیر مترجم جلد 3 ص 115 تا 141
45- نہج البلاغہ قسم سوم ص 383 مطبوعہ مصر
46- مسند احمد جلد 1 صفحہ 8، استیعاب جلد 3 ص 101
47- مستدرک حاکم جلد 3 صفحہ 73 مطبوعہ مصر
48- مستدرک حاکم جلد 3 صفحہ 68
49- جامع الصغیر صفحہ 5
50- سر الخلافہ روحانی خزائن جلد 8 ص 355 ترجمہ از عربی
51- مسند احمد جلد 1 صفحہ 8
52- مسند احمد جلد 1 صفحہ 8
53- اصابہ جلد 4 صفحہ 164
54- مسند احمد بن حنبل جلد 1 صفحہ 4
55- ترمذی ابواب الدعوات
56- مسند احمد جلد 1 صفحہ 5

57- مسند احمد جلد 1 صفحہ 3
58- بخاری کتاب المناقب
59- مسند احمد جلد 1 صفحہ 5
60- مسند احمد جلد 1 صفحہ 9
61- مسند احمد جلد 1 صفحہ 11
62- بخاری کتاب المناقب
63- مسند احمد جلد 1 صفحہ 6
64- بخاری کتاب الاحکام باب الاستخلاف
65- مسند احمد جلد 1 صفحہ 5
66- مسند احمد جلد 1 صفحہ 5
67- بخاری کتاب اللباس
68- استیعاب جلد 3 ص 98
69- بخاری کتاب المغازی
70- استیعاب جلد 3 ص 101
71- مسند احمد جلد 1 صفحہ 10
72- مسند احمد جلد 1 صفحہ 7
73- مسند احمد جلد 1 صفحہ 6
74- مسند احمد جلد 1 صفحہ 3
75- مسند احمد جلد 1 صفحہ 8
76- مجمع الزوائد جلد 9 ص 46
77- بخاری کتاب المغازی
78- استیعاب جلد 3 ص 94، اسد الغابہ جلد 3 صفحہ 218

79- ابن سعد جلد 3 صفحہ 184
80- مسند احمد جلد 1 صفحہ 8، اسد الغابہ جلد 3 ص 219
81- ابن اثیر مترجم جلد سوم ص 134
82- مجمع الزوائد جلد 3 ص 164 واسد الغابہ جلد 3 ص 217
83- بخاری کتاب الصوم
84- اسد الغابہ فی جلد 3 صفحہ 209
85- حلیۃ الاولیاء جلد 1 صفحہ 34
86- مسند احمد جلد 4 صفحہ 4
87- استیعاب جلد 3 ص 93
88- ترمذی کتاب المناقب باب قولہ لَا یَنبَغِی لقوم فیھم ابوبکرؓ
89- ترمذی کتاب المناقب باب قولہ لامرأۃِ
90- بخاری کتاب الاحکام باب الاستخلاف ومسلم کتاب المناقب، باب مناقب ابی بکرؓ
91- مجمع الزوائد جلد 9 ص 46، ازالہ الخفاء مترجم ص 265 تا 268
92- ابن اثیر جلد سوم ص 131
93- سرالخلافہ روحانی خزائن جلد 8 ص 393

حضرت عمر فاروقؓ

نام ونسب

آپ کا نام عمر تھا۔قد لمبا، رنگ گندمی، داڑھی گھنی، جسم مضبوط، آنکھیں سرخی مائل تھیں ۔ والد خطاب بن نفیل بن عبدالعزیٰ والدہ حنتمہ بنت ہاشم مخزومیہ ابوجہل کی عم زاد تھیں۔بعض روایات میں حنتمہ بنت ہشام آیا ہے جو ابوجہل کی بہن تھیں۔قد لمبا تھا، رنگ سرخی مائل سفید اور جسم بھاری مضبوط تھا۔نسب آٹھویں پشت میں نبی کریم ﷺ سے مل جاتا ہے آپ کے خاندان بنوعدی کے سپرد جھگڑوں کے فیصلے اور سفارت کا منصب تھا۔(1)

حضرت عمرؓ بن الخطاب 13 عام الفیل میں پیدا ہوئے۔رسول اللہ ﷺ سے عمر میں تیرہ سال چھوٹے تھے قریش کے معزز خاندان سے تعلق تھا۔حضرت عمرؓ شرفائے عرب میں رائج الوقت فنون تیر اندازی، شہسواری سے خوب واقف تھے۔مکہ کے قریب عکاظ کے میلے میں کشتی جیتا کرتے تھے۔(2)

وہ اُس زمانے کے چند گنتی کے لوگوں میں سے تھے جو لکھنا پڑھنا جانتے تھے۔عرب کے دستور کے مطابق آپ نے بھی اپنے لئے تجارت کا ذریعہ معاش اپنایا۔اس سلسلے میں کئی ممالک کے سفر کیے اور ان سے بہت کچھ سیکھا۔آپ کی عمر ۲۷ برس ہوگی کہ رسول اللہ ﷺ نے اعلانِ رسالت فرمایا۔ بادیٔ النظر میں عمر جیسے آزاد منش نوجوان کو یہ اجنبی پیغام اپنے اور اہل وطن کے مزاج کے خلاف نظر آیا اور وہ اس کی مخالفت پر کمربستہ ہوگئے۔

قبول اسلام

حضرت عمرؓ کے قبولِ اسلام کا واقعہ بہت معروف ہے۔ پہلے پہل وہ سخت نفرت اور تعصب کا اظہار کرتے رہے۔ جو لوگ مسلمان ہورہے تھے ان پر سخت مظالم توڑے۔ جب دیکھا کہ ان کا جبر اور سختی لوگوں کو اسلام سے پیچھے نہیں ہٹا سکی تو ایک روز آنحضرت ﷺ کے قتل کے ارادہ سے گھر سے نکلے۔اُدھر رحمۃ اللعالمین ؐ کا یہ حال تھا کہ عمر کے لئے خدا تعالیٰ کے حضور یہ دعائیں کررہے تھے کہ اے

اللہ! ابوجہل بن ہشام اور عمر بن الخطاب میں سے جو تجھے زیادہ پسند ہے اسے اسلام کی آغوش میں لے آ۔(3)

دراصل یہی دونوں سردار مکہ کی اسلام مخالف قیادت کے بڑے لیڈر تھے۔آنحضورﷺ کی دعائیں رنگ لائیں اور عمرؓ میں رفتہ رفتہ تبدیلی آنے لگی۔

حضرت عمرؓ کا اپنا بیان ہے کہ ''قبول اسلام سے پہلے ایک دفعہ میں رسول اللہﷺ کی تلاش میں نکلا تو آپؐ بیت اللہ میں سورۃ الحاقہ کی تلاوت کر رہے تھے میں اس کلام کی حسن وخوبی پر متعجب ہوا اور دل میں کہا کہ ''یہ شخص شاعر نہیں ہوسکتا اسی وقت سے اسلام میرے دل میں گھر کر گیا۔''(4)

دراصل رسول اللہﷺ کی دعا سے تقدیر الٰہی حرکت میں آچکی تھی۔حضرت عمرؓ کے قبول اسلام کا فوری سبب وہ واقعہ ہوا جب وہ تلوار سونتے ہوئے آنحضورﷺ کے قتل کے ارادے سے گھر سے نکلے۔راستے میں نعیم بن عبداللہ سے ملاقات ہوئی۔انہوں نے حضرت عمرؓ سے پوچھا کہ کہاں کا قصد ہے؟ حضرت عمرؓ نے کہا میں اس فتنہ کا سدّ باب کرنے اور بانی اسلام کے قتل کے ارادے سے نکلا ہوں۔اس نے کہا پہلے اپنے بہن اور بہنوئی کی تو خبر لو، جو مسلمان ہو چکے ہیں۔وہ اسی حالت میں سیدھا اپنی بہن فاطمہؓ کے گھر چلے گئے۔قریب پہنچے تو قرآن شریف کی آواز سنائی دی۔گھر میں داخل ہو کر کہنے لگے ''جو کلام تم پڑھ رہے تھے پہلے وہ سناؤ'' جب انہوں نے کچھ پس وپیش کی تو وہ حالت جوش میں بہنوئی سے دست وگریبان ہوگئے۔بہن چھڑانے کے لئے بیچ میں آئیں تو ان کا بھی لحاظ نہ رہا اور اس طرح اپنی بہن اور بہنوئی کو لہولہان کر بیٹھے۔اور انہیں کہا ''اس دین سے واپس لوٹ آؤ۔'' حضرت فاطمہؓ بھی آخر حضرت عمرؓ کی بہن تھیں۔نہایت استقامت سے بولیں ''یہ نہیں ہوسکتا۔اے عمر! تم جو چاہو کر گزرو جتنا مرضی ظلم ڈھالو اب تو اسلام میرے دل میں گھر کر چکا ہے۔'' حضرت عمرؓ ایک طرف اپنی بہن کی حالت زار دیکھ کر پشیمان تھے تو دوسری طرف انکا آہنی عزم اور استقلال دیکھ کر حیران! آخر عمرؓ کا دل پسیج گیا۔کہنے لگے ''اچھا مجھے کچھ قرآن تو سناؤ۔'' اس پر سورۃ طٰہٰ یا سورۃ حدید کی کچھ آیات آپ کو سنائی گئیں جو اللہ تعالیٰ کی توحید، عظمت و جبروت اور تسبیح وتحمید پر مشتمل تھیں۔ان آیات نے حضرت عمرؓ کے دل پر بجلی کا سا اثر کیا۔

دوسری روایت میں ہے کہ حضرت عمرؓ نے اپنی بہن کو جسے زدوکوب کر کے خون آلود کر چکے تھے، رات کے پہلے حصّہ میں بھی یہ پڑھتے سنا اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِیْ خَلَقَ (العلق:2) اور رات کے آخری حصّہ میں بھی۔ علی الصبح آپ تلوار ہاتھ میں لیے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں دارارقم میں حاضر ہو گئے۔ جب دروازہ پر دستک ہوئی تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ عمرؓ کو آنے دو۔ حضرت حمزہؓ کہنے لگے ''اگر وہ غلط ارادے سے آئے ہیں تو انہی کی تلوار سے ان کا کام تمام کر دیا جائے گا۔'' حضرت عمرؓ اندر آئے ۔آنحضرت ﷺ نے فرمایا ''عمرؓ! کس ارادہ سے آئے ہو؟'' عرض کیا ''حضور ﷺ! اسلام قبول کرنے کے لئے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں۔'' پھر انہوں نے اسی وقت اَشْھَدُاَنْ لَااِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَنَّ مُحَمَّداً رَّسُوْلُ اللّٰہِ پڑھ کر اللہ تعالیٰ کی توحید اور آپؐ کی رسالت کی گواہی دی تو آنحضرت ﷺ نے خوشی سے باآواز بلند نعرہ تکبیر بلند کیا۔(5)

یہ پہلا نعرہ تکبیر تھا جو مسلمانوں نے مکہ میں حضرت عمرؓ کے ہم آواز ہو کر بلند کیا، جس کی آواز بطحا کی پہاڑیوں میں گونجی۔ حضرت عمرؓ کا زمانہ اسلام ساتویں سال نبوت کے قریب بنتا ہے۔

ابتلاء میں استقامت

اس وقت تک چالیس کے قریب لوگ دائرہ اسلام میں داخل ہو چکے تھے۔ اس زمانہ میں اسلام کا اعلانیہ اظہار ظلم اور مصائب کو دعوت دینے کے مترادف تھا۔ حضرت عمرؓ نے دانستہ طور پر مکہ کے سب سے زیادہ خبریں پھیلانے والے جمیل جمحی کو اپنے مسلمان ہونے کا بتایا تا کہ ان کے اسلام کا چرچا ہو اور رؤسائے مکہ کو بھی پتہ چلے۔ حضرت عمرؓ کے قبول اسلام کی خبر کا اڑنا تھا کہ ایک ہنگامہ برپا ہو گیا۔ مشرکین بکثرت ان کے گھر کے گرد جمع ہوئے۔ وہ نعرے لگا رہے تھے کہ عمر بے دین ہو گیا۔ عمر صابی ہو گیا۔ حضرت عمرؓ کہتے تھے ''نہیں میں مسلمان ہوا ہوں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمدؐ اللہ کے رسول ہیں۔'' اس دوران کئی دفعہ مشرکین سردار آپؓ پر حملہ آور ہوئے۔ ایک دفعہ عتبہ آپ سے گتھم گتھا ہو گیا۔ کفار کے پورے مجمع کے مقابل پر حضرت عمرؓ نے بسا اوقات پورا پورا دن ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ جو حملہ آور ان کے قریب آتا اسے پکڑ لیتے۔ حضرت عمرؓ نے اس موقع پر اعلانیہ کہا کہ ''اگر ہم مسلمان تین سو افراد ہو گئے تو اے مشرکو! یا تمہیں مکہ کو چھوڑنا ہوگا یا ہم

اسے تمہارے لئے چھوڑ دیں گے۔'' حضرت عمرؓ کے رشتے کے ماموں عاص بن وائل کو اس شدید مخالفت کا پتہ چلا تو انہوں نے حضرت عمرؓ کو اپنی پناہ میں لینا چاہا۔ حضرت عمرؓ جیسے بہادر انسان نے گوارا نہ کیا کہ ان کے کمزور مسلمان بھائی تو ماریں کھائیں اور صبر سے مظالم برداشت کریں اور وہ حالات کا مقابلہ کرنے کی بجائے اپنے طاقتور رشتہ داروں کی پناہ لے لیں۔ انہوں نے حالات کا مقابلہ کرنے کی ٹھانی اور آنحضرت ﷺ سے درخواست کی کہ خانہ کعبہ جا کر اعلانیہ نماز ادا کی جائے۔ آنحضرتؐ مسلمانوں کو ہمراہ لے کر حضرت عمرؓ کے ساتھ صحن کعبہ میں پہنچے اور وہاں نماز ادا کی گئی۔ مکہ میں یہ پہلا موقع تھا جب مسلمانوں نے اعلانیہ اسلام کا اظہار کیا۔ رسول خدا ﷺ نے حضرت عمرؓ کو ''فاروق'' کا لقب عطا فرمایا۔ یعنی حق و باطل میں فرق کرنے والا وجود۔ (6)

ہجرت مدینہ

جب مسلمانوں کو ہجرت کی اجازت ہوئی تو حضرت عمرؓ نے بھی ہجرت کا ارادہ کیا اور ہجرت بھی بڑی شان سے کی۔ نبی کریم ﷺ سے اجازت لے کر چند ساتھیوں کے ہمراہ پہلے خانہ کعبہ پہنچے۔ طواف کر کے مشرکین کو مخاطب کر کے کہا'' آج جس نے بھی میرا مقابلہ کرنا ہے حرم مکہ سے باہر آ کر کر لے'' لیکن کسی کو اس کی ہمت نہ ہوئی۔ حضرت عبداللہؓ بن مسعود کہا کرتے تھے کہ ''حضرت عمرؓ کے قبول اسلام کے بعد ہم اپنے آپ کو طاقتور محسوس کرنے لگے تھے۔'' (7)

مدینہ پہنچ کر حضرت عمرؓ نے نواحی بستی قبا میں قیام کیا پھر آنحضرتؐ ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائے۔ مؤاخات کا سلسلہ قائم ہوا تو قطبہؓ بن مالک انصاری حضرت عمرؓ کے اسلامی بھائی قرار پائے۔

اذان کا مشورہ

حضرت عمرؓ اب آنحضرت ﷺ کے قریبی ساتھی اور مشیر بھی تھے انہیں بہت عمدہ اور صائب مشورے پیش کرنے کی توفیق ملی۔ مدینہ میں پنجگانہ نمازوں کے اوقات کی تعیین کے مسئلے پر جب مشورہ ہوا تو صحابہ نے آگ جلا کر، سینگ پھونک کر یا ناقوس بجا کر لوگوں کو اکٹھا کرنے کی تجاویز دیں۔ حضرت عمرؓ نے یہ مشورہ دیا کہ'' کیوں نہ ایک آدمی مقرر کیا جائے جو لوگوں کو نماز کے لئے بلائے۔'' رسول اکرم ﷺ کو یہ تجویز پسند آئی اس کے بعد اذان کے کلمات رؤیا کے ذریعے حضرت

عمرؓ اور ایک اور صحابی عبداللہؓ بن زید کو سکھائے گئے۔ آنحضرت ﷺ نے وہ کلمات سن کر حضرت بلالؓ سے فرمایا کہ یہ کلمات بآواز بلند پڑھ کر تم لوگوں کو نماز کے لئے بلاؤ۔ حضرت عمرؓ نے جب اپنی رؤیا حضور ﷺ کو سنائی تو آپؐ نے فرمایا ''اس کے موافق وحی بھی آ چکی ہے۔'' (8)

دوسری تفصیلی روایت میں ذکر ہے کہ اذان نبی کریم ﷺ کو معراج کی رات بذریعہ وحی سکھائی گئی۔ (9)

غزوات میں شرکت

قریش مکہ نے مدینہ میں بھی آنحضرت ﷺ اور آپ کے ساتھیوں کو سکھ کا سانس نہ لینے دیا اور مدینہ پر چڑھائی کردی۔ غزوات کا سلسلہ شروع ہوا تو حضرت عمرؓ ہمیشہ آنحضرت ﷺ کے دست و بازو بن کر رہے۔ غزوۂ احد میں جب خالد بن ولید کے دستے نے اچانک دوبارہ حملہ کر کے مسلمانوں کو تتر بتر کردیا۔ نبی کریم ﷺ صحابہ کی ایک مختصر جماعت کے ہمراہ پہاڑ کے دامن میں تشریف لائے۔ خالد نے ادھر کا رخ کرنا چاہا۔ رسول اللہ ﷺ نے دعا کی۔ ''خدایا! یہ لوگ یہاں نہ پہنچ پائیں۔'' حضرت عمرؓ چند مہاجرین اور انصار کو لے کر آگے بڑھے اور حملہ کر کے خالد کے دستے کو پسپا کردیا۔ اس موقع پر حضرت عمرؓ کی غیرت ایمانی خوب ظاہر ہوئی۔ جب ابوسفیان طعنہ دے کر یہ کہہ رہا تھا کہ ہم نے محمدؐ کو قتل کردیا۔ ہم نے ابوبکرؓ کو قتل کردیا۔ ہم نے عمرؓ کو قتل کردیا۔ اگر یہ زندہ ہوتے تو جواب دیتے۔ حضرت عمرؓ سے ضبط نہ ہوسکا اور جوش سے کہا ''اے دشمن خدا! تم جھوٹ کہتے ہو، یہ سب تمہیں ذلیل کرنے کے لئے اللہ کے فضل سے زندہ موجود ہیں۔'' (10)

صلح حدیبیہ میں

۶ ہجری کے سفر حدیبیہ میں بھی حضرت عمرؓ شریک تھے۔ اس موقع پر آپ کو ایک ابتلاء بھی پیش آیا۔ معاہدہ صلح کی بظاہر مسلمانوں کے مخالف شرائط دیکھ کر حضرت عمرؓ آنحضرت ﷺ سے کہنے لگے یا رسولؐ اللہ! کیا ہم حق پر نہیں ہیں؟ حضورؐ نے فرمایا ہاں حق پر ہیں۔ عرض کیا پھر ہم باطل سے دب کر صلح کیوں کر رہے ہیں؟ پھر سوال کیا کہ کیا آپؐ نے ہمیں یہ نہیں فرمایا تھا کہ ہم امن سے طواف کریں گے؟ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ ہاں لیکن کیا میں نے یہ کہا تھا کہ اسی سال طواف کریں گے؟

حضرت عمرؓ نے عرض کیا نہیں یا رسول اللہؐ آپ نے یہ تو نہیں فرمایا۔ حضورؐ نے فرمایا کہ ''میں اب بھی یہ کہتا ہوں کہ ہم امن کے ساتھ طواف کریں گے۔'' آنحضرتؐ نے اس موقع پر حضرت عمرؓ کو مزید تسلی دیتے ہوئے فرمایا کہ ''میں خدا کا رسول ہوں اور خدا کے حکم کے بغیر کچھ نہیں کرتا اور وہی میرا ساتھی اور مددگار ہے۔'' حضرت عمرؓ کو بعد میں اپنے ان سوالات کی وجہ سے بہت ندامت ہوتی تھی۔ اس کی تلافی کے طور پر انہوں نے بہت صدقہ اور خیرات بھی کیا۔ خیر! معاہدہ صلح ہوا جس پر حضرت عمرؓ کے بھی دستخط ہوئے اور رسول اللہ ﷺ نے واپسی کا سفر اختیار فرمایا۔

حدیبیہ سے واپسی کے دوران سورۃ فتح نازل ہوئی آنحضرتؐ نے سب سے پہلے حضرت عمرؓ کو یاد فرمایا۔ حضرت عمرؓ کہتے ہیں ''میں سخت خوف زدہ تھا کہ آنحضرت ﷺ کا بلاوا ہے کہیں میرے بارہ میں ہی کوئی وحی نہ اتری ہو۔'' جب حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا ''آج مجھ پر ایک ایسی سورت نازل ہوئی ہے جو مجھے دنیا کی تمام چیزوں سے زیادہ پیاری ہے پھر رسول اکرمؐ نے سورۃ فتح کی ابتدائی آیات سنائیں۔ اِنَّا فَتَحۡنَا لَکَ فَتحاً مُّبِیناً۔ یعنی ہم نے تجھے کھلی کھلی فتح عطا کی ہے۔'' (11) اس میں یہ اشارہ تھا کہ حدیبیہ کی یہ صلح آئندہ عظیم الشان فتوحات کی پیش خیمہ بننے والی ہے اور اپنی ذات میں ''فتح مبین'' ہے۔ فتح حدیبیہ کے معاً بعد اس کی برکت سے خیبر فتح ہوا۔

فتح خیبر میں خدمات

فتح خیبر کے موقع پر جن جرنیلوں کو باری باری سپہ سالاری کی خدمت سونپی گئی۔ اُن میں حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ بھی تھے۔ اگرچہ خیبر کی آخری فتح حضرت علیؓ کی سالاری میں مقدر تھی مگر اس میں حضرت عمرؓ کی ایک خاص خدمت کا بھی دخل ہے۔ ہوا یوں کہ فتح خیبر سے ایک رات قبل حضرت عمرؓ حفاظتی گشت پر مامور تھے۔ اس دوران وہ کچھ یہودی جاسوس گرفتار کرنے میں کامیاب ہوگئے۔ جو قلعہ سے مسلمانوں کے احوال معلوم کرنے نکلے تھے۔ حضرت عمرؓ نے اُن کو گرفتار کر کے قلعہ کے کمزور مقامات کے متعلق اور دیگر معلومات حاصل کرلیں۔ یہ سب باتیں اگلے روز فتح خیبر میں بہت ہی ممدّ اور معاون ثابت ہوئیں۔ یوں حضرت عمرؓ نے فتح خیبر میں ایک اہم کردار ادا

کیا۔ جب وہ جاسوس کو پکڑ کر آنحضورﷺ کی خدمت میں لے گئے تو آپؐ اس وقت نماز تہجد میں دعاؤں میں مصروف تھے۔ یہ تمام احوال اور معلومات حضورؐ کی خدمت میں پیش کی گئیں۔ اگلے روز حضرت علی کرم اللہ وجھہ کے ذریعہ یہ فتح ظہور میں آئی۔ (12)

غزوہ تبوک میں بھی حضرت عمرؓ شریک ہوئے اور اس موقع پر غیر معمولی مالی قربانی کی توفیق پائی۔

وفات رسولؐ پر ردعمل

۱۰ھ میں آنحضرتﷺ کی وفات ہوئی۔ صحابہؓ غم کے مارے دیوانے ہوئے پھرتے تھے۔ حضرت عمرؓ جیسے عاشق رسولؐ نے اس موقع پر وارفتگی کے عالم میں مسجد نبوی میں یہ اعلان کر دیا کہ جو شخص یہ کہے گا کہ آنحضورﷺ فوت ہو گئے ہیں میں اُس کا سرتن سے جدا کر دوں گا۔ حضرت ابوبکرؓ نے اس موقع پر نہایت جرأت سے خطبہ ارشاد فرمایا اور آیت وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ (آل عمران:145) تلاوت کر کے اعلان کیا کہ محمدؐ تو ایک رسول ہی تھے اور آپ سے پہلے تمام رسول وفات پا چکے۔ لہٰذا آپؐ کا وفات پانا کوئی اوپری بات نہیں۔ حضرت عمرؓ کہتے ہیں کہ قرآن تو میں پہلے بھی پڑھتا تھا مگر اُس وقت مجھے ایسے لگا جیسے یہ آیت اس وقت نازل ہوئی ہو۔ جب یہ احساس ہوا کہ واقعی آنحضورﷺ وفات پا گئے ہیں تو حالتِ سکتہ میں لگا جیسے کسی نے میری ٹانگیں کاٹ دی ہیں اور میں زمین پر ڈھیر ہو گیا۔ پھر تو مدینہ کی ہر گلی میں ہر شخص کی زبان پر یہ آیت تھی اور وہ روتے ہوئے گزشتہ تمام انبیاء کی وفات کی اس دلیل سے آنحضورﷺ کی وفات کا اعلان کر رہے تھے۔ (13)

خلافتِ ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کا کردار

رسول اللہﷺ کی وفات کے بعد امت کے لئے سب سے اہم مسئلہ خلافت راشدہ کا قیام تھا۔ انصار اپنے سردار سعدؓ بن عبادہ کے ڈیرے پر جمع ہوئے۔ اس وقت بہت نازک صورتحال پیدا ہو گئی جب انصار میں سے بعض نے یہ سوال اُٹھایا کہ انصار کا الگ امیر اور مہاجرین کا الگ امیر مقرر ہو۔ حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ اور حضرت ابوعبیدہؓ بھی وہاں پہنچے۔ پہلے حضرت عمرؓ بولنے لگے۔ عمرؓ فرماتے تھے کہ میں اس موقع پر بولنے کے لئے تیاری کر کے گیا تھا۔ مجھے خلافت کی ہرگز کوئی

خواہش نہ تھی میرا خیال تھا کہ شاید ابوبکرؓ وہ بات نہ کر سکیں گے۔ مگر ابوبکرؓ نے جب بات کی تو خوب اس کا حق ادا کیا اور فرمایا کہ ”ہم مہاجرین اور انصار مل کر یہ نظام چلائیں گے۔ ہم امراء ہوں گے تو تم ہمارے وزیر ہو گے۔ بے شک عمرؓ کی بیعت کر لو یا ابوعبیدہؓ کی۔“ اس پر حضرت عمرؓ نے کہا ”نہیں بلکہ اے ابوبکرؓ! ہم آپؓ کی بیعت کریں گے کہ آپ اور صرف آپ ہی ہمارے سردار اور ہمیں سب سے پیارے ہیں۔“ پھر حضرت عمرؓ نے ابوبکرؓ کا ہاتھ پکڑ کر بیعت کی درخواست کی۔(14)

حضرت ابوبکرؓ کی بیعت کے بعد حضرت عمرؓ ان کے دست راست مشیر اور وزیر کے طور پر خدمات بجالاتے رہے۔ حضرت ابوبکرؓ نے خلافت کی مصروفیات کے باعث قضا کے معاملات حضرت عمرؓ کے سپرد فرما دئے تھے۔ اس لحاظ سے آپ اسلام کے پہلے باقاعدہ قاضی تھے۔(15)

منصب خلافت اور پہلی تقریر

حضرت ابوبکرؓ نے آخری بیماری میں حضرت عمرؓ کو خلیفہ نامزد فرمایا۔ ان کی سخت طبیعت کی وجہ سے بعض لوگوں کو پریشانی ہوئی۔ حضرت طلحہؓ اور حضرت علیؓ نے حضرت ابوبکرؓ سے عرض کیا کہ آپ نے کسے جانشین مقرر کیا ہے۔ فرمایا ”عمرؓ کو“ عرض کیا خدا کے حضور کیا جواب دیں گے فرمایا ”میں عمرؓ کو تم دونوں سے زیادہ جانتا ہوں۔ میں خدا کی بارگاہ میں عرض کروں گا کہ میں نے موجود لوگوں میں سے سب سے بہتر کو جانشین مقرر کیا۔“ حضرت ابوبکرؓ کی وفات جمادی الآخر 13ھ میں ہوئی اور حضرت عمرؓ مسند خلافت پر متمکن ہوئے۔ آپؓ نے اپنی پہلی تقریر میں فرمایا ”اے لوگو! مجھے تمہارے ذریعہ اور تمہیں میرے ذریعہ میرے دونوں ساتھیوں کے بعد آزمائش میں ڈالا گیا ہے۔ جو لوگ ہمارے سامنے موجود ہیں ان سے ہم خود معاملہ کریں گے اور جو یہاں نہیں وہاں مضبوط اور امانت دار والی مقرر کر دیں گے۔ جو نیکی کرے گا ہم اس سے حسن سلوک کریں گے اور جو برائی کا مرتکب ہوگا ہم اسے سزا دیں گے۔ اللہ آپ کو اور ہمیں معاف فرمائے۔ پھر خدا کے حضور یہ دعا کی اے اللہ میں سخت ہوں مجھے نرم کر دے، میں کمزور ہوں مجھے طاقتور کر دے، میں بخیل ہوں مجھے سخی بنا دے۔“(16)

فتوحات عمرؓ

۱۳ھ میں جب حضرت ابوبکرؓ کی وفات کے بعد ان کی وصیت کے مطابق حضرت عمرؓ خلیفہ

ہوئے۔عراق میں اسلامی فوجیں برسر پیکار تھیں۔ان فتوحات کی تکمیل ان کے عہد میں ہوئی۔اس زمانے میں ایران سے بھی جنگ شروع ہو چکی تھی۔آپ خود اس کی قیادت کرنے کے لئے مدینہ سے روانہ بھی ہو گئے مگر بعض صحابہ کے مشورے پر واپس تشریف لائے۔تاہم اپنی ذاتی نگرانی میں عراق، ایران، شام کی مہمات مکمل کروائیں۔ان کے دس سالہ دور خلافت میں عراق و شام اور ایران و مصر میں اسلامی جھنڈا لہرانے لگا۔آرمینیا، آذربائی جان اور جزائر بھی اسی دور میں فتح ہوئے۔(17)

عراق و شام کی فتوحات حضرت خالدؓ بن ولید کی قیادت میں ہوئیں، جنہیں رسول خدا ﷺ نے سیف اللہ یعنی اللہ کی تلوار کا خطاب دیا تھا۔حضرت عمرؓ ان کی فن حرب کی صلاحیتوں اور شجاعت کے معترف تھے۔انہیں کئی معرکوں کا قائد مقرر فرمایا لیکن جب محسوس کیا کہ خلافت کے ادنیٰ اور مخلص غلام خالدؓ کے بارہ میں لوگوں میں غلط فہمی پیدا ہو رہی ہے تو ان کی جگہ حضرت ابوعبیدہؓ کو سالار لشکر مقرر فرمایا۔حضرت خالدؓ اطاعت کا بے مثال مظاہرہ کرتے ہوئے ایک سپاہی کی حیثیت سے بدستور بہادری کے جوہر دکھاتے رہے۔

حضرت عمرؓ نے یہ ارشاد فرما کر حضرت خالدؓ کو ہر الزام سے بری قرار دیا ہے کہ ''میں نے تمہیں کسی شبہ کی بناء پر امارت سے معزول نہیں کیا بلکہ تمہارے بارہ میں لوگوں کی رائے میں خوش فہمی غالب ہونے سے اندیشہ ہوا کہ وہ تمہیں گمراہ نہ کر دے۔'' اسی طرح فرمایا کہ ''میں نے خالدؓ کو اسلئے معزول کیا تا معلوم ہو کہ اللہ اپنے دین کی خود مدد فرماتا ہے۔'' (18)

حضرت عمرؓ کے عہد میں قادسیہ میں ایرانیوں سے فیصلہ کن جنگ ہوئی۔شام کی فتوحات کا آخری فیصلہ یرموک میں ہوا۔حضرت عمرؓ اس فتح کی خبر سنتے ہی سجدۂ شکر بجا لائے تھے۔

فتح بیت المقدس کے موقع پر عیسائیوں کے اسقف (مذہبی سربراہ اعلیٰ) کی اس خواہش پر کہ امیر المؤمنین خود تشریف لا کر معاہدہ صلح کریں۔حضرت عمرؓ نے ١٦ھ میں بیت المقدس کا سفر اختیار کیا اور یوں اس تاریخی فتح کی تکمیل ہوئی۔

شہادت عمرؓ

حضرت عمرؓ کی شہادت کے بارہ میں بھی رسول کریم ﷺ نے پیشگی خبر دیدی تھی۔ جب احد

پہاڑ پر آپؐ کے ساتھ حضرت ابو بکرؓ عمرؓ اور عثمانؓ تھے آپؐ نے فرمایا تھا اے احد تھم جا کہ تیرے اوپر ایک نبی، ایک صدیق اور دو شہید ہیں۔(19)

اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے جنت میں حضرت عمرؓ کا شاندار محل دیکھ کر رشک کا ذکر فرمایا اور ان کے نیک انجام کی خبر دی تھی۔ حضرت عمرؓ دعا کیا کرتے تھے کہ اے اللہ مجھے اپنی راہ میں شہادت عطا کرنا اور مجھے اپنے رسولؐ کے شہر میں موت دینا۔(20)

خود حضرت عمرؓ نے اپنی شہادت سے کچھ روز پہلے کہا ''اے لوگو! میں نے ایک خواب دیکھی ہے جس سے میں سمجھتا ہوں کہ میرا وقت قریب آ گیا ہے۔ میں نے ایک سرخ مرغ دیکھا جس نے مجھے دو دفعہ چونچیں ماریں۔ میں نے یہ خواب اسماءؓ بنت عمیس سے بیان کی تو انہوں نے یہ تعبیر کی کہ مجھے کوئی عجمی شخص قتل کرے گا۔''(21)

حضرت عمرؓ پر نماز فجر پڑھاتے ہوئے حملہ کیا گیا تھا۔ ظالم قاتل دودھاری چھرا لے کر حملہ آور ہوا اور حضرت عمرؓ کے کندھے اور پہلو میں حملہ کیا۔ پھر دائیں بائیں لوگوں پر بھی چھرے سے وار کرتا گیا۔ جس سے تیرہ نمازی زخمی ہوئے۔ ان میں سے سات شہید ہو گئے۔ بالآخر قاتل پر کمبل پھینک کر اسے پکڑ لیا گیا۔ حملہ آور نے خودکشی کر لی۔ حملہ کے بعد حضرت عمرؓ نے خود عبدالرحمٰنؓ بن عوف کا ہاتھ پکڑ کر انہیں امام کی جگہ کھڑا کر دیا تھا جنہوں نے سورۃ کافرون اور اخلاص کے ساتھ مختصر نماز پڑھائی۔ حضرت عمرؓ کو اُٹھا کر گھر لے جایا گیا۔ انہوں نے حضرت ابن عباسؓ سے فرمایا پتہ کریں حملہ کرنے والا کون تھا؟ وہ معلوم کر کے آئے اور بتایا کہ وہ مغیرہؓ کا غلام ابولؤلؤ مجوسی تھا۔ حضرت عمرؓ نے پوچھا، وہ جو کاریگر تھا۔ انہوں نے کہا ہاں اس پر خوش ہو کر فرمایا ''میں نے تو اس سے حسن سلوک کا ہی حکم دیا تھا۔ اللہ کا شکر ہے کہ میری موت کسی مسلمان کہلانے والے کے ہاتھ سے نہیں ہو رہی۔'' آپؓ کو دودھ پلایا گیا تو وہ زخم سے بہ نکلا۔ مسلمانوں نے اندازہ کر لیا کہ وہ جانبر نہ ہو سکیں گے۔(22)

خوف خدا

آخری وقت میں حضرت ابن عباسؓ نے گھبراہٹ دیکھ کر تسلی دلاتے ہوئے عرض کیا کہ آپ نے رسول اللہ ﷺ کی محبت کا حق ادا کر دیا۔ حضورؐ آپ سے بوقت وفات راضی تھے۔ حضرت ابو بکرؓ

کا دور بھی آپؓ نے وفا سے نبھایا اور وہ آپؓ سے راضی ہو کر رخصت ہوئے۔ پھر حضور ﷺ کے صحابہ سے واسطہ پڑا اور آپؓ نے ان کا بھی خوب حق ادا کیا اور آپؓ کی جدائی کے وقت وہ سب آپ سے راضی ہیں۔ حضرت عمرؓ نے کمال انکساری سے فرمایا:۔

''رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابو بکرؓ کا مجھ سے راضی ہونا تو واقعی اللہ کا احسان ہے۔ البتہ میری یہ گھبراہٹ آپ اور آپ کے اصحاب کی وجہ سے ہے کہ نامعلوم ان کے حق ادا کر سکا ہوں یا نہیں؟ خدا کی قسم اگر میرے پاس زمین کے برابر سونا ہوتا تو اللہ کے عذاب سے بچنے کے لئے پیش کر دیتا۔ پہلے اس سے کہ اس عذاب کو دیکھوں۔'' (23)

علی بن زید بیان کرتے ہیں جب حضرت عمرؓ کو خنجر مارا گیا تو حضرت علیؓ عیادت کو آئے اور آپؓ کے سرہانے بیٹھ گئے۔ اسی اثنا میں حضرت عبداللہؓ بن عباس بھی آ گئے اور آپ کی تعریف کرنے لگے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا۔ ابن عباسؓ تم جو کہہ رہے ہو کیا اس کی گواہی دو گے؟ حضرت علیؓ نے اشارہ سے حضرت ابن عباسؓ سے ہاں کہنے کو کہا۔ حضرت ابن عباسؓ نے کہا جی حضور! تو حضرت عمرؓ نے فرمایا۔ ''تم اور تمہارے ساتھی مجھے کسی دھوکہ میں مبتلا نہیں کر سکتے۔'' پھر آپؓ نے حضرت عبداللہؓ بن عمر سے فرمایا۔ '' میرا سر تکیہ سے اٹھا کر مٹی پہ رکھ دو شاید کہ خدا مجھ پر نظر کرم کرے اور رحم فرما دے۔'' (24)

معیت رسول ﷺ کی خواہش

بوقت بوفات حضرت ابن عمرؓ سے فرمایا کہ امّ المؤمنین عائشہؓ سے جا کر میرا اسلام عرض کرو اور ''امیر المؤمنین'' کے الفاظ میرے لئے استعمال نہ کرنا کیوں کہ آج کے بعد میں مسلمانوں کا امیر نہیں رہوں گا۔ ان سے کہنا ''عمر بن الخطابؓ اپنے دونوں ساتھیوں کے ساتھ حجرۂ عائشہؓ میں زمین کی اجازت چاہتے ہیں۔'' حضرت ابن عمرؓ گئے تو وہ بیٹھی رو رہی تھیں۔ انہوں نے پیغام پہنچایا تو حضرت عائشہؓ نے فرمایا ''میں نے یہ جگہ اپنی قبر کے لئے رکھی ہوئی تھی مگر آج حضرت عمرؓ کی خاطر انہیں اپنے اوپر ترجیح دیتے ہوئے قربانی کرتی ہوں۔''

حضرت ابن عمرؓ جب واپس آئے اور حضرت عمرؓ کو اطلاع ہوئی تو فرمایا مجھے اُٹھا کر بٹھاؤ پھر ابن

عمرؓ سے پوچھا کیا خبر لائے؟ عرض کیا اے امیر المؤمنین! آپ کی خواہش کے مطابق حضرت عائشہؓ نے اجازت دے دی۔ فرمانے لگے۔ ''الحمدللہ! میری ذات کے لئے اس سے اہم کوئی چیز نہیں تھی۔ جب میری وفات ہو جائے تو میرا جنازہ اُٹھا کر وہاں لے جانا اور ایک دفعہ پھر حضرت عائشہؓ سے اس طرح اجازت طلب کرنا کہ عمرؓ بن خطاب آپ کے حجرہ میں تدفین کی اجازت چاہتے ہیں اگر وہ اجازت دیں تو مجھے وہاں دفن کر دینا ورنہ مسلمانوں کے عام مقبرہ میں تدفین کرنا۔'' (25)

چنانچہ اپنے آقا و مولا اور ساتھیوں کے پاس حجرۂ عائشہ میں آپ کی تدفین ہوئی۔ حضرت ابن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت عمرؓ کا جنازہ رکھا گیا تو لوگ حضرت عمرؓ کے حق میں دعائیں کر رہے تھے کہ ناگاہ ایک شخص نے میرے کندھے پر ہاتھ رکھا اور حضرت عمرؓ کو مخاطب کر کے کہا ''اللہ آپ پر رحم کرے۔ مجھے یقین تھا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو اپنے دونوں ساتھیوں کے ساتھ اکٹھا کر دے گا کیونکہ میں اکثر رسول اللہؐ کو فرماتے سنتا تھا ''میں تھا اور ابوبکرؓ و عمرؓ تھے''۔ ''میں نے اور ابوبکرؓ و عمرؓ نے فلاں کام کیا''۔ ''میں اور ابوبکرؓ و عمرؓ فلاں جگہ گئے۔'' اس بناء پر مجھے امید تھی کہ اللہ تعالیٰ آپ کو ان کے ساتھ ہی جگہ دے گا۔ ابن عباسؓ کہتے ہیں میں نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو یہ حضرت علیؓ بن ابی طالب تھے۔ (26)

حضرت عمرؓ کی وفات پر مسلمانوں نے دیکھا کہ حضرت عمرؓ کے حکم کے مطابق فرض نمازیں انہیں حضرت صہیب پڑھا رہے تھے۔ چنانچہ حضرت صہیبؓ کو آگے کر دیا گیا اور انہوں نے حضرت عمرؓ کی نماز جنازہ پڑھائی۔ حضرت عمرؓ 23 ذوالحجہ 23ھ کو قریباً ساٹھ سال کی عمر میں شہید ہوئے۔ آپ کا زمانہ خلافت ساڑھے دس برس تھا۔ (27)

استحکام خلافت اور شوریٰ

حضرت عمرؓ نے اپنے خداداد نور بصیرت سے استحکام خلافت کے سلسلہ میں عظیم الشان کردار ادا کیا اور انتخاب خلافت کا پختہ اصول رائج فرما دیا۔ آپ کی خدمت میں اپنے بعد خلیفہ مقرر کرنے کی درخواست کی گئی تو آپ نے اس سے پس و پیش کیا پھر ایک روز اپنے خطبہ میں ارشاد فرمایا کہ ''میری وفات کے بعد خلافت کا فیصلہ چھ افراد کی یہ کمیٹی کرے گی جن میں علیؓ بن ابی طالب، عثمانؓ بن عفان،

طلحہؓ بن عبداللہ، سعدؓ بن مالک ہونگے۔ یہ وہ بزرگ صحابہ ہیں کہ رسول اللہؐ بوقت وفات ان سے راضی تھے۔ اور سنو میں تمہیں حکومت، عدل اور تقسیم مال کے بارے میں اللہ کے تقویٰ کی وصیت کرتا ہوں۔'' حضرت عمرؓ نے اس کمیٹی کو جسے آپ نے شوریٰ قرار دیا۔ ہدایت فرمائی کہ'' تم باہم مشورہ سے خلیفہ کا انتخاب کرنا۔ اگر تین طرف دو دو آراء ہو جائیں تو پھر مجلس شوریٰ ہی فیصلہ کرے گی ورنہ کثرت رائے کے مطابق فیصلہ ہوگا۔ اگر دو طرف آراء تین تین ہو جائیں تو عبدالرحمانؓ کی رائے جس طرف ہوگی وہ قبول کرنا۔'' اس طرح آپ نے گویا حضرت عبدالرحمانؓ کو کمیٹی کا کنوینر مقرر کر کے انہیں حتمی رائے کا حق دیا۔ نیز کمیٹی کو تین دن میں فیصلہ کا پابند کیا۔ انتخاب خلافت کی درمیانی مدّت کے لئے آپ نے حضرت صہیبؓ رومی کو نمازوں کے لئے امام مقرر فرمایا۔ شوریٰ کے آخری فیصلہ کا انکار یا مخالفت کرنے والے کے لئے سخت احکامات جاری فرمائے۔ خلافت کمیٹی کے اراکین قدیم مہاجرین صحابہ تھے۔ اس کے اجلاس کو پُر امن اور یقینی بنانے کے لئے مزید یہ اہتمام فرمایا کہ اپنی وفات سے چند لمحے قبل ایک مخلص اور وفا شعار عاشقِ رسولؐ انصاری صحابی حضرت ابوطلحہؓ کو جو مدینہ کے سرداروں میں سب سے صاحب اثر وثروت تھے۔ پیغام بھجوایا کہ'' اے ابوطلحہؓ! آپ اپنی قوم کے پچاس انصار ساتھیوں کے ساتھ ان اصحاب شوریٰ کے ساتھ حفاظت کی ڈیوٹی دینا اور ان پر تیسرا دن گزرنے نہ دینا یہاں تک کہ وہ ارکان شوریٰ میں سے کسی ایک کو اپنا خلیفہ مقرر کر لیں۔'' احساس ذمہ داری کا یہ عالم تھا کہ انتظامات کرنے کے بعد پھر حضرت عمرؓ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی'' اے اللہ! اب تو ان پر میری طرف سے جانشین اور نگہبان ہو جا۔'' (28)

حضرت عمرؓ نے شوریٰ کمیٹی برائے خلافت میں اپنے بیٹے حضرت عبداللہ بن عمرؓ کو بھی رکن نامزد کیا تھا مگر ساتھ ہدایت فرمائی کہ ان کا نام خلافت کے لئے پیش نہ ہو سکے گا۔

پھر فرمایا'' میں اپنے بعد آنے والے خلیفہ کو قدیم ہجرت کرنے والے بزرگ صحابہ کے لئے وصیت کرتا ہوں کہ ان کا حق پہچانیں اور ان کا پورا احترام کریں۔ دوسرے انصار کے حق میں وصیت کرتا ہوں۔ جن کا قرآن میں ذکر ہے کہ انہوں نے ایمان کو اور مہاجرین کو اپنے پاس جگہ دی کہ ان کے نیک لوگوں کی نیکی قبول کرتے ہوئے ان سے بہتر سلوک کیا جائے اور غلطی کرنے والے سے عفو

کیا جائے۔عام شہروں کے باشندوں کے بارے میں بھی میں نیک سلوک کی وصیت کرتا ہوں کہ یہ اسلام کی ڈھال، آمدنی کا ذریعہ اور دشمن کے لئے رعب ودبدبہ کا موجب ہیں۔ان سے ان کی خوشی کے مطابق صرف بچت میں سے ہی ٹیکس لئے جائیں۔ میں عرب کے بدوؤں کے بارے میں بھی نیک سلوک کی وصیت کرتا ہوں کہ یہ عرب کی جڑ اور مسلمانوں کی جمعیّت ہیں۔ان کے زائد اموال میں سے کچھ لے کر ان کے فقراء میں تقسیم کر دیا جائے۔ میں خلیفہ کو وصیت کرتا ہوں کہ اللہ اور اس کے رسول کا عہد پورا کیا جائے اور عام رعایا کے عہد بھی پورے کئے جائیں اور ان کی حفاظت کی خاطر جنگ بھی کرنی پڑے تو کی جائے اور ان کی طاقت سے زیادہ ان پر بوجھ نہ ڈالے جائیں۔''(29)

ازواج واولاد

اسلام کی خاطر حضرت عمرؓ نے ہر قسم کی قربانیاں دیں۔اپنا گھر بار اور ازواج خدا کی خاطر جس چیز کو چھوڑنا پڑا چھوڑ دیا۔ دو بیویوں کو مشرک ہونے اور مکہ میں رہ جانے کے باعث طلاق دینا پڑی۔ایک مکہ میں مسلمان ہونے کی حالت میں فوت ہوگئیں۔ایک اور بیوی کو بھی طلاق کی نوبت آئی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان سے بہتر ازواج عطا فرمائیں۔ ایک شادی عاتکہؓ بنت زید سے ہوئی۔(30)

رسول اللہؐ سے حضرت حفصہؓ کے ذریعہ مصاہرت کا رشتہ تھا۔خاندان نبوت سے مزید تعلق کی خاطر ۱۷ھ میں حضرت فاطمہؓ اور حضرت علیؓ کی صاحبزادی ام کلثومؓ سے حضرت عمرؓ نے عقد کیا اور فرمایا کہ ''میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ قیامت کے دن سبب اور نسب منقطع ہوگا سوائے میرے سبب اور نسب کے، میں پسند کرتا ہوں کہ رسولؐ اللہ سے میرا تعلق سببی ونسبی پختہ ہو۔'' چنانچہ حضرت علیؓ نے اپنی بیٹی ام کلثومؓ امام حسینؑ وحسنؑ کے مشورہ سے حضرت عمرؓ کو بیاہ دی۔(31)

مختلف بیویوں سے نو بیٹے تھے۔جن میں عبداللہؓ کے علاوہ عبیداللہ اور عاصم علم وفضل میں خاص مشہور ہوئے۔ وہ رسول اللہ ﷺ کے نقشِ قدم پر چلنے والے تھے۔

علم وفضل

حضرت عمرؓ کو اللہ تعالیٰ نے خاص علم اور فضل سے نوازا تھا۔آنحضور ﷺ نے ایک دفعہ علم

وفضل کے متعلق اپنی ایک رؤیاء بیان فرمائی جس میں آپؐ نے دیکھا کہ ’’آپؐ نے دودھ پیا اور اتنا سیر ہوکر پیا کہ وہ آپؐ کے ناخنوں سے باہر نکلنے لگا۔ پھر آپؐ نے یہ برتن حضرت عمرؓ کو دے دیا۔ صحابہ نے پوچھا کہ آپؐ نے اس کی کیا تعبیر فرمائی؟ آپؐ نے فرمایا اس کی تعبیر علم ہے۔ حضرت عمرؓ نے میرے علم سے وافر حصہ پایا ہے۔‘‘

دوسری رؤیاء کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ ’’میں نے خواب میں بعض لوگوں کو قمیصیں پہنے دیکھا ہے۔ بعض اصحاب نے تو بہت چھوٹے چھوٹے قمیص پہنی ہوئے تھے بعض کے قمیص ان کے کندھوں تک آرہے ہیں تو کسی کے سینے تک اور بعض کے پیٹ تک، مگر حضرت عمرؓ کو دیکھا کہ کہ ان کا قمیص بہت لمبا ہے۔ اتنا لمبا کہ وہ اسے ٹخنوں سے نیچے زمین پر گھسیٹتے ہوئے آرہے ہیں۔ صحابہ نے عرض کیا اس کی کیا تعبیر ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اس کی تعبیر دین سے ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عمرؓ کو دین میں خاص دسترس عطا فرمائی ہے۔ اور دین کا وافر حصہ انہیں کو بخشا ہے۔‘‘(32)

حضرت عبداللہ مسعودؓ کہتے تھے کہ ’’اگر حضرت عمرؓ کا علم ایک پلڑے میں رکھا جائے اور باقی لوگوں کا علم دوسرے پلڑے میں تو عمرؓ کا پلڑا بھاری ہو جائے۔‘‘(33)

حضرت عمرؓ کو آئندہ جن عظیم الشان خدمات کی توفیق ملنے والی تھی، ان کا تذکرہ بھی آنحضور ﷺ کی ایک عظیم الشان رؤیا میں ملتا ہے۔ حضور ﷺ نے اپنے صحابہ سے فرمایا ’’میں نے دیکھا کہ میں ایک ڈول کے ذریعہ سے کنوئیں سے پانی نکال رہا ہوں۔ پھر حضرت ابوبکرؓ ایک دو ڈول نکالتے ہیں مگر کمزوری سے۔ ان کے بعد حضرت عمرؓ کے آتے ہی اچانک ڈول کی جسامت بڑھ جاتی ہے۔ فرمایا میں نے کبھی ایسا جوان مرد نہیں دیکھا جو اس شان کے ساتھ پانی کھینچے جیسے عمرؓ نے یہ کام کیا۔ اور اس ڈول سے اتنا پانی نکالا کہ تمام لوگوں نے خوب پیا اور سیر ہو گئے اور تمام جانوروں نے بھی پیا اور سیر ہو گئے۔‘‘(34)

اس رؤیا میں دراصل حضرت عمرؓ کی اُن خدمات کی طرف اشارہ تھا جو ان کے دور خلافت میں مقدّر تھیں۔ چنانچہ اپنے عہد خلافت میں انہیں عظیم الشان خدمت اور کارناموں کی توفیق ملی۔ اُن میں ایک اہم خدمت نظام خلافت کا استحکام ہے۔ اس کے علاوہ نظام شوریٰ احتساب کے محکمہ کا

باقاعدہ انتظام، بیت المال کا باقاعدہ انتظام، ملکی نظم وضبط، عدل وانصاف کا اہتمام، قاضیوں کی عدالتوں کا باقاعدہ نظام اور نظام فوج خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔حضرت عمرؓ اپنی فوج کے امراء کو تاکید فرماتے تھے کہ علم دین میں کمال پیدا کریں اوراسے رواج دیں کیونکہ باطل کوحق سمجھ کراس کی پیروی کرنے والا یا حق کو باطل سمجھ کراسے ترک کرنے والے کی بہرحال پرسش ہوگی اور جہالت کا عذر کام نہ آئے گا۔(35)

حضرت عمرؓ اہل علم اورقدیمی خدام دین کی قدردانی فرماتے ۔نوجوان عالم حضرت ابن عباسؓ کوانکے دربار میں خاص مرتبہ تھا۔حضرت بلالؓ کوان کی خدمات کی وجہ سے سیدنا بلالؓ کہہ کر بلاتے اور خاص مقام دیتے۔غریب مہاجرین کونومسلم رؤسا پر بھی اپنے دربار میں ترجیح دیتے۔امورسلطنت مشورہ سے طے کرتے حتّٰی کہ بعض دفعہ اپنی رائے چھوڑ کرصحابہ کے مشورہ پرعمل فرمایا۔

الہام سے مناسبت

حضرت عمرؓ کوعلم وفضل کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے نورِالہام ووحی کے ذریعہ روحانی علوم کے ساتھ بھی گہری مناسبت عطافرمائی ہوئی تھی۔آنحضورﷺ نے آپ کی اسی دماغی مناسبت کا ذکر کرتے ہوئے ایک موقع پرفرمایا:۔

’’پہلی قوموں میں محدَّث ہوا کرتے تھے جو نبی تونہیں ہوتے تھے مگر اللہ تعالیٰ اُن کے ساتھ کلام کرتا تھا۔اگرمیری اُمت میں ایسا کوئی ہےتو وہ عمرؓ ہے۔‘‘

آنحضرتﷺ نے حضرت عمرؓ کی اس اعلیٰ روحانی استعداد کا ذکر کرتے ہوئے ایک اورموقع پرفرمایا تھا کہ’’اگرمیرے بعدکوئی نبی ہوتا تو عمرؓ ہوتا۔‘‘(36)

دوسری روایت میں ہے کہ’’اگرمیں مبعوث نہ ہوتا تو عمرؓ مبعوث کئے جاتے‘‘ گویااللہ تعالیٰ نے انہیں الہام کے ساتھ گہری مناسبت عطافرمائی اورآپ اس لائق تھے کہ اللہ تعالیٰ کی وحی اورالہام آپ پرنازل ہواوراگرمیرے معاً بعد بنی اسرائیل کے سلسلۂ خلافت کی طرح نبوت جاری رہنی ہوتی

تو عمرؓ نبی ہوتے۔ لیکن چونکہ میرے معاً بعد نبوت نہیں بلکہ خلافت کا نظام جاری ہونا ہے۔اس لیے عمرؓ خلافت کے منصب پر فائز ہوں گے۔

حضرت عمرؓ کو ایسے غیر معمولی دماغی قویٰ عطا کئے گئے جو الٰہی پیغام والہام سے گہری مناسبت رکھتے تھے۔ کتب حدیث وسیرت میں متعدّد ایسے مقامات کا تذکرہ ہے جب حضرت عمرؓ نے ایک رائے کا اظہار کیا اور اُسی کے موافق قرآن مجید میں وحی نازل ہوگئی۔ چند خاص مواقع کا ذکر حضرت عمرؓ خود فرماتے ہیں ''مجھے اپنے رب سے تین مواقع پر بطور خاص موافقت عطا کی گئی۔ ایک مقام ابراہیمؑ کو جائے نماز بنانے کے بارے میں دوسرے پردہ کے متعلق تیسرے بدر کے قیدیوں کے بارے میں۔'' (37)

رسول اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''اللہ تعالیٰ نے حق حضرت عمرؓ کی زبان اور دل پر جاری کر دیا ہے۔'' ابن عمرؓ کہتے تھے ''کبھی لوگوں پر کوئی مشکل وقت نہیں آیا جس میں انہوں نے کوئی رائے دی ہو اور حضرت عمرؓ نے بھی رائے دی ہو۔ مگر قرآن حضرت عمرؓ کی رائے کے موافق اترا۔'' (38)

شوق عبادت ودعا

حضرت عمرؓ کو عظیم الشان اخلاق فاضلہ نصیب ہوئے تھے۔ اخلاق فاضلہ کی جڑ تو دراصل خدا تعالیٰ کا خوف اور اس کا ڈر ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے خوف اور تقویٰ کے نتیجے ہی میں اعلیٰ اخلاق اور عادات انسان کو نصیب ہوتی ہیں۔ حضرت عمرؓ کی ایک بیوی آپ کی رات کی عبادت کا حال یوں بیان کرتی تھیں:۔

''عشاء کی نماز کے بعد آپ سوجاتے اور پانی کا ایک برتن سرہانے رکھ لیتے۔ رات جب آنکھ کھلتی پانی میں ہاتھ ڈال کر منہ پر پھیر لیتے اور بیدار ہو کر اللہ کی عبادت کرتے اور رات کو کئی مرتبہ اُٹھ کر کرتے۔ یہاں تک کہ نماز فجر کا وقت ہو جاتا۔'' (39)

حضرت عمرؓ کو مجاہدات وریاضت اور دعاؤں سے خاص شغف تھا۔ فتح مکہّ سے واپسی پر انہوں نے رسول کریم علیہ وسلم سے اجازت چاہی کہ خانہ کعبہ میں ایک رات اعتکاف کی منّت پوری کرنا چاہتا ہوں۔ حضورؐ نے بخوشی اجازت فرمائی۔ ایک دفعہ مدینہ سے عمرہ پر جانے کی اجازت چاہی

تو رسول کریم ﷺ نے فرمایا:۔

''اے بھیا! ہمیں اپنی دعاؤں میں بھول نہ جانا۔''(40)

حجۃ الوداع میں رسول اللہؐ کی دعائیہ کیفیات اپنانے کی خاطر آپؐ کے ساتھ ساتھ رہنے کی مسلسل کوشش کرتے رہے۔

حضرت عبداللہؓ بن عمر حجۃ الوداع کا یہ خوبصورت منظر بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے حجر اسود کی طرف منہ کیا۔ پھر اپنے ہونٹ اس پر رکھ دیئے اور دیر تک روتے رہے۔ اچانک توجہ فرمائی تو حضرت عمر بن الخطابؓ کو (پہلو میں کھڑے) روتے دیکھا اور فرمایا ''اے عمرؓ! یہ وہ جگہ ہے جہاں (اللہ کی محبت اور خوف سے) آنسو بہائے جاتے ہیں۔''(41)

میدان عرفات کی آخری شام رسول کریمؐ کو خاص دعاؤں کی توفیق ملی۔ اس موقع کی ایک بڑی دردانگیز دعا احادیث میں مروی ہے۔ معلوم ہوتا ہے حضرت عمرؓ کو بھی حضورؐ کی معیت میں یہ سعادت عطا ہوئی ہوگی۔ چنانچہ رسول کریم ﷺ ایک دن حضرت عمرؓ کو دیکھ کر مسکرائے اور پوچھا ''اے عمرؓ! جانتے ہو میں تمہیں دیکھ کر کیوں مسکرایا ہوں؟'' عرض کیا اللہ اور اسکا رسولؐ ہی بہتر جانتے ہیں۔ فرمایا ''اللہ تعالیٰ نے عرفہ کی شام اپنے عبادت گزاروں پر نظر کر کے فرشتوں کے سامنے فخر یہ رنگ میں انکا ذکر کیا اور اے عمرؓ! تمہارا ذکر بطور خاص ہوا۔''(42)

قبولیت دعا

حضرت عمرؓ کا دعا پر بہت ایمان تھا۔ عبداللہؓ بن بریدہ بیان کرتے ہیں۔ بعض اوقات حضرت عمرؓ کسی بچے کو پکڑتے اور اسے کہتے میرے لئے دعا کرو کیونکہ تم نے ابھی تک کوئی گناہ نہیں کیا۔(43)

ایک دفعہ قحط کے زمانہ میں حضرت عمرؓ نے لوگوں کو نماز استسقاء پڑھائی اور دعا کے لئے اپنے ہاتھ پھیلا کر اپنے رب کے حضور عرض کرنے لگے۔ ''اے میرے مولیٰ ہم تجھ سے بخشش طلب کرتے ہیں اور تجھ سے ہی ابر رحمت کی امید رکھتے ہیں۔'' ابھی اپنی جگہ ہی کھڑے تھے کہ بارش برسنے لگی! اسی دوران آپ کے پاس کچھ بدو آئے اور عرض کی کہ امیر المؤمنین ہم فلاں وقت فلاں جگہ تھے کہ ہم نے ایک بادل دیکھا جس سے نداء آ رہی تھی ابوحفص ابر رحمت تیرے پاس آتا ہے! ابوحفص

ابر رحمت تیرے پاس آتا ہے!(44)

خشیّت الٰہی اور توحید پرستی

حضرت عمرؓ انتہائی خداترس انسان تھے۔ایک دفعہ کسی باغ میں گئے اور تنہائی میں اپنے آپ سے مخاطب ہوکر کہنے لگے۔''واہ! عمرؓ بن الخطاب تو امیر المؤمنین ہوگیا ہے! خدا کی قسم اے خطابؓ کے بیٹے! تمہیں تقویٰ اختیار کرنا ہوگا ورنہ اللہ تمہیں عذاب دے گا۔''

حضرت عمرؓ قرآن شریف کی تلاوت نہایت بصیرت غور اور تدبر سے کرتے تھے۔قرآن کے بڑے عالم تھے۔نماز میں ان آیات کی بالخصوص تلاوت فرماتے جو اللہ تعالیٰ کی عظمت وجلال اور حشر ونشر کے مضمون پر مشتمل ہوتی تھیں۔تلاوت کرتے وقت ایسی خشیّت اور ہیبت آپؓ پر طاری ہوتی کہ مسلسل روتے جاتے بسااوقات آپ کی ہچکی بندھ جاتی۔صحابہ بیان کرتے ہیں کہ سورۃ یوسف کی آیات اِنَّمَآ اَشۡکُوۡا بَثِّیۡ وَحُزۡنِیۡۤ اِلَی اللّٰہِ پڑھتے ہوئے بعض اوقات آپ پر ایسی قلبی رقت طاری ہوتی کہ رونے کی آواز پچھلی صفوں میں سنی جاتی تھی۔مؤاخذہ کا خوف آپ کو اس قدر تھا کہ کہا کرتے تھے کہ''میرا تو دل چاہتا ہے کہ کاش برابر میں ہی چھوٹ جاؤں اور مجھ سے کوئی مواخذہ نہ ہو خواہ کوئی انعام نہ ہی دیا جائے۔''(45)

ایک دفعہ حضرت عمرؓ نے درّہ اُٹھا کر کسی کو پکارا۔اس نے کہا میں آپ کو اللہ کے نام کی نصیحت کرتا ہوں۔انہوں نے درہ پھینک دیا اور کہا''تم نے بہت بڑے نام کی نصیحت کی۔'' (46)

صحابہ رسول اللہ ﷺ حضرت عمرؓ کی معیت اس لئے اختیار کرتے تھے تاکہ ان سے تقویٰ کی راہیں سیکھیں۔(47)

دل میں اللہ تعالیٰ کا ایسا خوف تھا۔ایک بار ایک تنکا اُٹھا کر کہنے لگے''کاش میں اس تنکے کی طرح خس وخاشاک ہوتا۔کاش میں پیدا ہی نہ ہوا ہوتا۔''ہمیشہ خدا کے خوف سے لرزاں وترساں اور اسکی رحمت سے پرامید رہتے۔فرمایا کرتے''اگر آسمان سے آواز آئے کہ صرف ایک آدمی جہنم میں جائے گا تو مجھے اس بات کا اندیشہ اور ڈر رہوتا کہ کہیں وہ ایک میں ہی تو نہیں ہوں اور اگر کسی ایک آدمی کے جنت میں جانے کی آواز آئے تو میں خدا تعالیٰ سے امید اور توقع کروں گا کہ شاید وہ میں ہی

ہوں۔'' (48)

حضرت عمرؓ کامل موحّد انسان تھے۔ایک دفعہ حج کے موقع پر حجر اسود کو بوسہ دیتے ہوئے اس کا یوں اظہار کیا''اے حجر اسود میں تجھے بوسہ تو دے رہا ہوں مگر خوب جانتا ہوں کہ تو محض ایک پتھر ہے اور خدا کی قسم اگر میں نے رسول خداؐ کو بوسہ دیتے ہوئے نہ دیکھا ہوتا تو تجھے ہرگز بوسہ نہ دیتا۔'' (49)

خدا کی خاطر شمشیر برہنہ

بے شک حضرت عمرؓ طبعاً کچھ سخت گیر واقع ہوئے تھے اور جس بات کو ناجائز سمجھتے تھے، اس کے لئے آپ شمشیر بے نیام کی طرح سامنے آجاتے تھے اور اس کا کھل کر اظہار کرتے تھے۔بارہا دربار رسالت میں ایسے واقعات ہوئے۔چنانچہ سفر فتح مکہ کے موقع پر جب صحابی رسولؐ حاطبؓ بن ابی بلتعہ نے قریش کے نام ایک مخفی چٹھی کے ذریعہ اس سفر کی اطلاع دینے کی کوشش کی اور آنحضرتؐ کو بذریعہ وحی اطلاع ہونے پر حاطبؓ کو پکڑ لیا گیا۔تو حضرت عمرؓ نے حضور ﷺ کے سامنے عرض کیا کہ''یہ شخص منافق ہے مجھے اجازت دیں کہ میں اسے قتل کردوں۔''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ''نہیں اے عمرؓ یہ بدر میں شامل ہوا تھا اور اللہ تعالیٰ نے اہل بدر کی بخشش کا اعلان فرمایا ہے۔''اسی طرح عبداللہ بن ابی بن سلول منافقین کے سردار کے جنازہ کے موقع پر ہوا۔حضرت عمرؓ کہتے ہیں کہ نامعلوم مجھے یہ جرأت کہاں سے آئی تھی کہ میں حضرت محمد ﷺ کا دامن پکڑ کر کھڑا ہو گیا اور یہ عرض کیا کہ یارسولؐ اللہ! اس کا جنازہ مت پڑھائیں اس نے فلاں دن فلاں موقع پر حضورؐ کے خلاف ناپسندیدہ بات کی تھی۔آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں کہ نہیں میں اس کا جنازہ پڑھاؤں گا۔حضرت عمرؓ دلیل دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپؐ سے فرمایا ہے کہ اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ اَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ ؕ اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ ؕ (التوبہ: 80) یعنی''آپ ان کے لئے بخشش مانگیں یا نہ مانگیں۔ستر مرتبہ بھی بخشش مانگیں تو اللہ تعالیٰ ان کو ہرگز نہیں بخشے گا۔''رسول اللہ ﷺ نے اس آیت کی تلاوت کرتے ہوئے فرمایا''اے عمرؓ میں ستر سے زیادہ مرتبہ اس کے لئے استغفار کرلوں گا۔''اور پھر حضورؐ نے عبداللہ بن ابی بن سلول کا جنازہ پڑھایا۔(50)

نرمی و تحمل

طبیعت کی اس تمام ترسختی اور شدت کے باوجود اللہ تعالیٰ نے خلافت کی ذمہ داری جب آپ پر ڈالی تو مزاج میں عجیب قسم کی نرمی آ گئی اور وہی بات ہوئی جو حضرت ابوبکرؓ نے فرمائی تھی۔ جب ان سے شکایت کی گئی کہ آپ نے حضرت عمرؓ کو خلافت کے لئے نامزد کیا ہے۔ان کی طبیعت میں سختی ہے تو حضرت ابوبکرؓ نے کہا جب خلافت کی ذمہ داری ان پر پڑے گی تو وہ ان کو نرم کردے گی پھر واقعی ایسا ہی ہوا۔(51)

حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوموسیٰؓ نے مجھے فتح تستر کی خبر دے کر حضرت عمرؓ کے پاس بھجوایا، انہوں نے قبیلہ بکر بن وائل کے اسلام سے منحرف ہونے والوں کے بارہ میں پوچھا تو میں نے عرض کیا کہ اے امیر المؤمنین وہ لوگ اسلام سے مرتد ہوکر مشرکین سے جا ملے ہیں۔سوائے قتل کے ان کے لئے کوئی چارہ نہیں۔حضرت عمرؓ نے فرمایا۔

''اگر میں ان کو طاعت و صلح کے ساتھ واپس لے لوں تو مجھے تمام دنیا کے مال وزر سے زیادہ پسند ہے''۔ میں نے کہا اگر آپ ان پر قدرت پالیتے تو کیا کرتے؟ آپؓ نے فرمایا ''میں ان پر وہی دروازہ (اسلام کا) پیش کرتا جس سے وہ نکلے تھے کہ وہ اس میں پھر داخل ہوجائیں۔اگر وہ ایسا کر لیتے تو ان سے اسلام قبول کر لیتا ورنہ زیادہ سے زیادہ انہیں قید کر دیتا''۔(52)

مالی قربانی

غزوۂ خیبر میں حضرت عمرؓ کو مال غنیمت میں زمین کا بڑا ٹکڑا ملا تو رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں عرض کیا کہ اس سے بہترین اور قیمتی مال مجھے آج تک نصیب نہیں ہوا۔اس کے بارے میں جیسے آپ ارشاد فرمائیں وہاں خرچ کروں۔حضورؐ نے فرمایا اگر پسند کرو تو اسے وقف کردو کہ اصل محفوظ رہے اور اس کی آمد صدقہ میں خرچ ہو۔ چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا۔ یہ اسلام کا پہلا وقف تھا۔(53)

اس کے بعد کے غزوات فتح مکہ اور حنین میں بھی حضرت عمرؓ شامل ہوتے رہے۔غزوہ تبوک کے موقع پر جب چندہ کی خاص تحریک ہوئی۔حضرت عمرؓ اس ارادہ سے اپنے گھر گئے کہ حضرت ابوبکرؓ

ہمیشہ مجھ سے نیکیوں کی دوڑ میں سبقت لے جاتے ہیں۔آج میں خداتعالیٰ کی راہ میں مال قربان کرنے میں انہیں بڑھنے نہیں دوں گا۔اس جذبہ کے ساتھ اپنا نصف اثاثہ آنحضورؐ کی خدمت میں لا کر پیش کر دیا۔آنحضرتؐ نے پوچھا کہ عمر کیا لائے ہو؟ عرض کیا یا رسول اللہؐ میں اپنا نصف مال آپ کی خدمت میں لے آیا ہوں۔تھوڑی دیر میں حضرت ابوبکرؓ تشریف لائے پوچھا کیا لائے ہو؟ عرض کیا جو کچھ گھر میں تھا لا کر حضورؐ کے قدموں میں ڈھیر کر دیا ہے۔گھر میں اللہ اور رسول کا نام چھوڑ آیا ہوں۔ حضرت عمرؓ کہتے ہیں میں نے اس روز سوچ لیا کہ یہ بوڑھا مجھے کبھی آگے نہیں بڑھنے دے گا۔(54)

حضرت اسلمؓ بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت عمرؓ کے ساتھ بازار گیا۔ایک نوجوان عورت ان سے ملی اور عرض کیا اے امیر المؤمنین! میرا خاوند فوت ہو گیا اور بچے چھوٹے ہیں۔جن کا فاقہ سے برا حال ہے۔ نہ ہماری کوئی کھیتی ہے نہ جانور اور مجھے ڈر ہے کہ یہ یتیم بچے بھوک سے ہلاک نہ ہو جائیں۔اور میں ایماء غفاری کی بیٹی خفاف ہوں، میرا باپ حدیبیہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ شامل تھا۔حضرت عمرؓ یہ سن کر اس بی بی کے احترام میں وہیں رُک گئے فرمایا ''اتنے قریبی تعلق کا حوالہ دینے پر میں تمہیں خوش آمدید کہتا ہوں۔'' پھر گھر میں بندھے ایک مضبوط اونٹ پر دو بورے غلے کے بھرے لدوائے۔ان کے درمیان دیگر اخراجات کے لئے رقم اور کپڑے رکھوائے اور اونٹ کی مہار اس خاتون کو تھما کر فرمایا ''یہ تو لے جاؤ اور انشاء اللہ اس کے ختم ہونے سے پہلے اللہ تعالیٰ آپ کے لئے اور بہتر سامان پیدا فرما دے گا۔''

ادھر جود و سخا کا یہ نظارہ دیکھنے والے حیران تھے۔ایک نے تو کہہ بھی دیا اے امیر المؤمنین! آپ نے اس عورت کو کچھ زیادہ ہی دے دیا ہے۔حضرت عمرؓ نے فرمایا۔''تیری ماں تجھے کھوئے۔خدا کی قسم! میں نے اس خاتون کے باپ اور بھائی کو دیکھا کہ ایک زمانے تک ہمارے ساتھ انہوں نے محاصرہ کیا پھر فتح کے بعد ہم مال غنیمت کے حصے تقسیم کرنے لگے۔''(55)

اتباعِ قرآن

حضرت عمرؓ کو قرآن سے عشق تھا۔اور انتہائی محبت اور استغراق سے اس کی تلاوت کرتے ایک دفعہ سورۂ تکویر کی تلاوت کی جب اس آیت پر پہنچے وَاِذَا الصُّحُفُ نُشِرَتْ جس کا ایک مطلب یہ

بھی لیا گیا ہے کہ اعمال نامے ظاہر کر دیئے جائیں گے تو غش کھا کر گر پڑے۔(56)

زید بن اسلم والد سے روایت کرتے ہیں کہ ایک دفعہ بلالؓ حضرت عمرؓ سے ملنے آئے وہ سوئے ہوئے تھے۔ بلالؓ نے اسلمؓ سے پوچھا تم حضرت عمرؓ کو کیسا پاتے ہو؟ انہوں نے کہا وہ تمام لوگوں میں سے بہترین انسان ہیں۔ مگر جب ناراض ہوں تو پھر معاملہ خطرناک ہو جاتا ہے۔ بلالؓ کہنے لگے اگر میں ان کے پاس ہوں اور وہ ناراض ہو جائیں تو میں ان کے سامنے قرآن پڑھنا شروع کر دونگا یہاں تک کہ ان کا غصہ ٹھنڈا ہو جائے۔(57)

ایک دفعہ ایک دیہاتی نے حضرت عمرؓ کے ایک دوست حُرّ بن قیس کے ذریعے ان کی مجلس میں آنے کی اجازت طلب کی آتے ہی کہنے لگا۔ اے عمرؓ آپ انصاف سے حکومت نہیں کرتے۔ حضرت عمرؓ نے ناراضگی سے دیکھا تو حرّ بن قیس نے قرآن مجید کی یہ آیت پڑھی **خُذِا لْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَاَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِيْنَ** (الاعراف:200) کہ اے امیر المومنین! ایسے لوگوں سے عفو سے کام لیں اور ایسے جاہلوں سے اعراض کریں۔ راوی کہتے ہیں یہ سنتے ہی حضرت عمرؓ کا غصہ ٹھنڈا ہو گیا۔ ان کے بارہ میں کہا جاتا ہے **کَانَ وَقَّا فًا بِالْقُرآنِ** کہ حضرت عمرؓ قرآنی حکم سنتے ہی فوراً رک جایا کرتے تھے اور قرآنی احکام کا بہت احترام اور لحاظ کرنے والے تھے۔(58)

اطاعت وحُبِّ رسول

آنحضرت ﷺ سے آپ کو سچی محبت تھی اور اسوۂ رسول کو ہمیشہ مشعل راہ بناتے تھے۔ اور طبعاً ظاہری شان وشوکت کا برمحل اظہار کرنے کے حق میں تھے۔ ایک موقع پر جب ایک ماہ کے لئے حضورؐ نے اپنی ازواج سے علیحدگی اختیار فرمائی۔ حضرت عمرؓ نے آپؐ کو بالا خانہ میں ایک چٹائی پر لیٹے ہوئے اس حال میں دیکھا کہ بدن پر چٹائی کے نشان تھے۔ انہوں نے بے قرار ہو کر آپؐ سے عرض کیا تھا کہ یا رسول اللہ ﷺ قیصر و کسریٰ تو کیسی شان میں ہیں اور آرام میں ہیں اور خدا کا رسول جن کے لئے یہ دنیا بنائی گئی ہے اس حال میں کہ چٹائی پر لیٹے ہوئے ہیں جس سے بدن پر بدھیاں پڑ گئی ہیں؟ آنحضرتؐ نے فرمایا اے عمرؓ یہ دنیا ان لوگوں کو مبارک ہو جو اس کی فکر کرتے ہیں۔(59)

سادگی

حضرت عمرؓ جب خلیفہ مقرر ہوئے تو شان وشوکت کے دلدادہ اس وجود میں کیا انقلابی تبدیلی پیدا ہو چکی تھی۔زمانہ خلافت میں ایک دفعہ صاحبزادی حضرت حفصہؓ نے عرض کیا کہ ابا جان! اللہ تعالیٰ نے بہت فضل کئے اور بہت کچھ عطا فرمایا ہے۔اب تو آپ عمدہ لباس سے پرہیز نہ کریں۔ حضرت عمرؓ فرمانے لگے کہ ”خدا کی قسم میں تو اپنے آقا و مولا کے نقش قدم اور اسوۂ پر چلوں گا تا مجھے آخرت کی خوشحالی نصیب ہو۔“ پھر رسول کریم ﷺ کے زمانے کا ایسا دلگداز ذکر کیا کہ حضرت حفصہؓ بھی رونے لگیں۔سادگی کا یہ عالم تھا کہ پیوند لگے ہوئے کپڑے پہننے میں بھی کوئی عار محسوس نہ کرتے تھے حتیٰ کہ وہی لباس پہن کر مجلس میں بھی تشریف لے جاتے تھے۔(60)

امانت

حضرت عمرؓ فرماتے تھے میں اللہ کے مال کے ساتھ اپنی نسبت یتیم کے مال کا معاملہ کرتا ہوں۔ جب تک حاجت نہ ہو میں اس سے بچتا ہوں۔اور اگر ضرورت ہو تو جائز طور پر استعمال کر لیتا ہوں۔آپ حسب ضرورت بیت المال سے قرض لیتے تھے۔کبھی تنگ دستی کی حالت میں بیت المال کا نگران قرض کا مطالبہ کرتا تو کچھ مہلت لے کر انتظام فرما دیتے۔زمانہ خلافت میں بھی اپنا ذریعہ معاش تجارت رکھا اور شام جانے والے قافلے میں اپنا حصہ ڈالتے تھے۔ایک دفعہ جب قافلہ تیار تھا۔حضرت عبدالرحمانؓ بن عوف سے قرض لینا چاہا تو انہوں نے کہا کہ بیت المال سے قرض لے لیں۔فرمایا ”وہاں سے اس لئے تجارتی قرض نہیں لیتا کہ اگر میں فوت ہو گیا تو تم کہو گے اس کا قرض معاف کر دو۔میں ایسے شخص سے قرض لینا چاہتا ہوں جو بعد میں میرے مال سے اپنا قرض وصول کرے۔“(61)

حضرت عمرؓ کی دیانت کا یہ عالم تھا کہ بیمار ہوئے تو اطباء نے آپ کے لئے شہد کا علاج تجویز کیا۔بیت المال میں شہد موجود تھا۔لیکن آپ نے مسلمانوں کی اجازت کے بغیر اس کا استعمال پسند نہ کیا۔لوگوں کو مسجد نبوی میں جمع کیا۔اور سب سے اجازت طلب کی کہ ”میں بیماری کی حالت میں بیت المال سے شہد ذاتی استعمال میں لانا چاہتا ہوں۔اگر تم اجازت دو گے تو میں استعمال کرونگا ورنہ یہ مجھ پر حرام ہے۔“(62)

وفات سے پہلے اپنے بیٹے ابن عمرؓ سے پوچھا کہ دیکھو میرے پر کتنا قرض ہے؟ حساب کرنے پر چھیاسی ہزار نکلا۔اس پر آپؓ نے فرمایا کہ ''اگر تو میرے خاندان کا مال کفایت کرے تو یہ قرض اس سے ادا کرنا ورنہ اپنے قبیلہ بنی عدی سے مدد حاصل کرنا پھر بھی پورا نہ ہو تو قریش سے مدد لے لینا۔اس سے زیادہ کسی کے آگے ہاتھ نہ پھیلانا۔''(63)

تواضع وانکسار

حضرت عمرؓ کے رعب وہیبت سے قیصر وکسریٰ کانپتے تھے۔مگر ان کی انکساری کا یہ عالم تھا کہ مدینہ سے اس سفر کے لئے اس طرح روانہ ہوئے کہ ایک سواری پر وہ اور ان کا غلام باری باری سوار ہوتے تھے۔ بیت المقدس میں داخل ہوتے وقت شاہانہ پوشاک کی بجائے نہایت سادہ لباس زیب تن کر رکھا تھا۔جس سے تواضع وسادگی صاف عیاں تھی۔(64)

حضرت عمرؓ کے زمانہ میں مالی فراخی ہوئی تو لوگوں نے نکاح پر حق مہر بہت زیادہ رکھنے شروع کر دیئے۔آپ نے جائزہ لیا کہ امہات المؤمنین کا حق مہر پانچ سو درہم اور حضرت فاطمہؓ کا مہر چار سو درہم تھا۔اس سے اجتہاد کرتے ہوئے اعلان کروایا کہ کسی کا مہر بھی رسول اکرم ﷺ کی بیٹی سے زیادہ نہ ہوگا۔جس نے اس سے زیادہ حق مہر رکھا۔اس کی زائد از حق مہر رقم بیت المال کو دلوادی جائے گی۔اس پر ایک عورت نے قرآن شریف سے دلیل لے کر رائے دی کہ یہ فیصلہ محل نظر ہے۔کیوں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ''اگر تم نے ان عورتوں میں سے کسی کو ڈھیروں ڈھیر مال دیا ہو تو اس سے کچھ بھی واپس نہ لو''(النساء:20) حضرت عمرؓ نے فرمایا ایک عورت نے ٹھیک کہا ہے اور عمرؓ نے غلطی کھائی ہے۔(65)

ضبہ بن محصن العنزی کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عمرؓ بن الخطاب سے کہا کہ آپ حضرت ابوبکرؓ سے بہتر ہیں۔اس پر حضرت عمرؓ رونے لگے اور فرمایا۔''خدا کی قسم حضرت ابوبکرؓ کی ایک رات اور ایک دن ہی عمرؓ اور اس کی اولاد کی پوری زندگی سے بہتر ہے۔کیا میں تمہیں ان کی اس رات اور دن کا کچھ حال سناؤں؟''میں نے کہا ہاں اے امیر المومنین! اس پر فرمایا'' ان کی رات تو وہ تھی جب رسول اللہ ﷺ کو مکہ سے ہجرت کر کے رات کو جانا پڑا اور حضرت ابوبکرؓ نے ان کا ساتھ دیا اور ان کا دن وہ تھا

جب رسول اللہ ﷺ کی وفات ہوئی اور عرب مرتد ہو کر نماز اور زکوٰۃ سے منکر ہو گئے اس وقت انہوں نے میرے لوگوں سے نرمی کرنے کے مشورہ کے برخلاف جہاد کا عزم کیا اور اللہ تعالیٰ نے انہیں اسمیں کامیاب کر کے ثابت فرمایا کہ وہ حق پر تھے۔'' (66)

بے نفسی

حضرت عمرؓ نے ایک شخص کو نشہ میں پا کر سزا دینے کے لئے پکڑا تو اس نے آپ کو گالی دے دی آپ نے اسے چھوڑ دیا۔ پوچھا گیا امیر المؤمنینؓ آپ نے اسے کیوں چھوڑ دیا حالانکہ اس نے آپ کو گالی بھی دی؟ آپ نے فرمایا کہ '' مجھے غصہ آ گیا تھا اور اب اگر میں اسے سزا دیتا تو اس میں میرے نفس کا دخل بھی ہوتا اور مجھے ہرگز پسند نہیں کہ میں اپنے نفس کی خاطر کسی مسلمان کو سزا دوں۔'' (67)

ایک طرف ہیبت اور جلال کا یہ عالم تھا کہ دنیا کے بڑے بڑے بادشاہ حضرت عمرؓ کا نام سن کر کانپتے اور تھراتے تھے دوسری طرف تواضع وانکسار کی یہ کیفیت تھی کہ ایک دن صدقے کے اونٹوں کے بدن پر خود اپنے ہاتھ سے تیل مل رہے تھے۔ کسی نے کہا اے امیر المومنین یہ کام کسی خادم سے لیا ہوتا۔ فرمانے لگے مجھ سے بڑھ کر غلام اور کون ہوسکتا ہے؟ جو شخص مسلمانوں کا والی ہے وہ ان کا خادم اور غلام ہے۔ (68)

آپ کے دور خلافت کا واقعہ ہے۔ مکہ سے واپسی پر ضجنان کی گھاٹیوں میں آپ کا قافلہ رُکا اس جگہ کثرت سے درخت اور گھاس پھُوس تھی۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا میں نے وہ زمانہ بھی دیکھا ہے جب میں اپنے والد خطابؓ کے اونٹ لے کر اس جگہ آیا کرتا تھا۔ میرے والد بڑے سخت تھے۔ ایک بار میں جنگل سے اونٹ پر ایندھن کی لکڑیاں لے کر جاتا تو دوسری دفعہ جانوروں کے کھانے کے لئے سبز پتے لے کر جاتا۔ آج خدا نے مجھے مقام خلافت پر فائز فرمایا ہے جس سے بڑا کوئی مقام نہیں۔ پھر یہ شعر پڑھا

لَاشَــــیْ ءَ فِیْــمَـــا تَــرٰی اِلَّا بَشَــاشَتَـــہٗ

یَبْــقَــی اَلْاِلٰـــہُ وَیُوْدِی الْـمَـــالُ وَالْـولَـدُ

یعنی جو کچھ تمہیں نظر آتا ہے۔ اس کی کوئی حقیقت نہیں سوائے ایک عارضی خوشی کے اور باقی

رہنے والی صرف خدا کی ذات ہے جب کہ مال اور اولاد فنا ہو جاتے ہیں۔ حضرت عمرؓ کی انگوٹھی پر یہ جملہ کندہ تھا۔ ''کَفٰی بِالمَوتِ وَاعِظًا یَا عُمَر'' اے عمر موت نصیحت کیلئے کافی ہے۔(69)

حق گوئی

حضرت عمرؓ نے فرمایا ''خدا کی قسم! اللہ کی ذات کے بارے میں جب میرا دل نرم ہوتا ہے تو وہ جھاگ سے بھی زیادہ نرم ہو جاتا ہے۔ اور خدا کی خاطر جب میرا دل سخت ہوتا ہے تو وہ پتھر سے بھی زیادہ سخت ہو جاتا ہے۔'' رسول کریمؐ نے حضرت عمرؓ کی اسی حق گوئی کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ''اے عمر! جس راستے پر تم آ رہے ہو اگر اس راستے پر شیطان بھی آ رہا ہو تو وہ یہ راستہ چھوڑ کر دوسرا راستہ اختیار کر لے گا۔'' اسی طرح فرمایا ''اللہ تعالیٰ نے عمرؓ کی زبان اور دل پر حق جاری فرمایا ہے۔''(70)

حضرت بریدہؓ بیان کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ ایک غزوہ سے واپس تشریف لائے تو ایک حبشی لونڈی نے آ کر عرض کیا اے اللہ کے رسول ﷺ! میں نے منت مانی تھی کہ اللہ تعالیٰ آپ کو سلامتی سے واپس لائے تو آپ کے سامنے ڈھولک بجا کر گانا گاؤں گی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''اگر تو تم نے نذر مانی ہے تو ڈھولک بجالو ورنہ نہیں۔'' چنانچہ وہ ڈھولک بجانے لگی اتنے میں حضرت ابوبکرؓ تشریف لائے وہ دف بجاتی رہی پھر علیؓ آئے تو بھی وہ دف بجاتی رہی پھر عثمانؓ آئے تو بھی بجاتی رہی پھر عمرؓ تشریف لائے تو اس نے ڈھولک اپنے نیچے لی اور اس پر بیٹھ گئی۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''اے عمرؓ! شیطان بھی تجھ سے ڈرتا ہے۔ میں بیٹھا تھا تو یہ دف بجاتی رہی ابوبکرؓ، علیؓ اور عثمانؓ آئے تو بھی یہ ڈھولک بجاتی رہی مگر اے عمرؓ! آپ آئے تو اس نے ڈھولک پھینک دی۔''(71)

رعایا پروری

حضرت عمرؓ اپنی رعایا کا بہت خیال رکھنے والے تھے۔ ۱۸ ہجری میں عرب میں قحط پڑا تو حضرت عمرؓ اپنی رعایا کے لئے بے چین ہو گئے۔ اس وقت آپؓ کی عجیب قلبی کیفیت تھی دور دراز سے غلہ اور دیگر اشیاء لوگوں کے لئے منگوا کر تقسیم کیں اور خود اپنے لئے مرغوب غذاؤں کا استعمال ترک کر دیا۔ گھی مہنگا ہو گیا تو اس کی بجائے تیل کھانے لگے۔ جس سے پیٹ میں تکلیف ہو جاتی مگر فرماتے اس وقت تک گھی نہ کھاؤں گا جب تک سب لوگ نہ کھانے لگیں۔(72)

ایک دفعہ رات کو گشت میں تھے کہ ایک بدو کے خیمے کے پاس سے عورت کے رونے کی آواز آئی۔ پتہ کیا تو معلوم ہوا کہ گھر میں ولادت متوقع ہے۔ کوئی عورت مدد کیلئے پاس نہیں ہے۔ آپ فوراً گھر واپس گئے اور اپنی بیوی حضرت ام کلثومؓ بنت علیؓ کو ساتھ لے آئے۔ ام کلثومؓ نے وہاں جا کر اس عورت کی مدد اور خدمت کی اور کچھ دیر کے بعد آواز دی کہ اے امیر المومنین! مبارک ہو آپ کے دوست کے ہاں بیٹا پیدا ہوا ہے۔ وہ بدو چونکا کہ خدا کی شان امیر المومنین میرے گھر میں اپنی زوجہ مطہرہ کو لے کر آئے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا گھبراؤ نہیں کل میرے پاس آجانا بچے کے لئے وظیفہ بھی مقرر کر دیا جائے گا۔(73)

حضرت عمرؓ اپنی رعایا کے ایک ایک فرد کا کتنا خیال رکھتے تھے، اس کا اندازہ اس واقعہ سے خوب ہوتا ہے۔ اپنے زمانہ خلافت میں انہوں نے ایک رات گشت کے دوران ایک مسلمان سپاہی کی بیوی کو کچھ ایسے اشعار پڑھتے سنا جس میں وہ اپنے خاوند سے جدائی اور اداسی کا رونا رو رہی تھی۔ حضرت عمرؓ کے پوچھنے پر اس نے بتایا کہ میرے خاوند کو محاذ پر گئے کئی مہینے ہو چکے ہیں اور اس کی یاد مجھے ستا رہی ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا تم فکر نہ کرو میں اسے قاصد بھجوا کر بلواتا ہوں۔ دوسری طرف اپنی صاحبزادی حضرت حفصہؓ سے جا کر فرمایا کہ ''ایک مسئلہ مجھے پریشان کر رہا ہے تم اس بارہ میں میری رہنمائی کرو، یہ بتاؤ کہ عورت کتنے عرصہ بعد خاوند کی ضرورت محسوس کرتی ہے؟'' حضرت حفصہؓ نے حیاء سے سر جھکا لیا تو آپؓ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ حق بات کے بیان کرنے سے نہیں روکتا اس پر حضرت حفصہؓ نے انگلی سے تین چار ماہ یا چار چھ ماہ کا اشارہ کیا۔ حضرت عمرؓ نے فیصلہ صادر فرمایا کہ ''آئندہ مجاہدین کو چار سے چھ ماہ سے زیادہ عرصہ تک محاذ جنگ پر نہ رکھا جائے۔''(74)

عدل وانصاف

حضرت عمرؓ کا عدل وانصاف زبان زد عام تھا۔ حضرت زیدؓ بن ثابت کو آپ نے قاضی مقرر کیا تھا۔ ایک دفعہ خود ان کی عدالت میں ایک فریق کی حیثیت سے حاضر ہونا پڑا وہاں تشریف لے گئے۔ حضرت زیدؓ نے امیر المؤمنین کی تعظیم کے لئے کرسی خالی کر دی۔ حضرت عمرؓ نے ان سے فرمایا کہ اس مقدمے میں یہ پہلی نا انصافی ہے۔ مطلب یہ تھا کہ قاضی کا یہ فرض ہے کہ ہر ایک سے عام

عدالتی طریق کار کے مطابق برتاؤ کرے۔(75)

حضرت عمرؓ کا یہی عدل وانصاف تھا۔جس کی بناء پر اہل یورپ کو بھی کہنا پڑا کہ اگر اسلام میں ایک اور عمرؓ پیدا ہو جاتا تو آج عالم اسلام کا نقشہ کچھ اور ہوتا۔

حضرت عمرؓ نے اہل بیت المقدس سے جو معاہدہ کیا وہ آزادیٔ مذہب وضمیر کی تاریخ میں ہمیشہ سنہری مثال کے طور پر پیش کیا جاتا رہے گا۔معاہدہ میں تحریر تھا ''ایلیاء کے رہنے والوں کو امان دی جاتی ہے،ان کے گرجاؤں اور مذہب سے کوئی تعرض نہیں کیا جائے گا۔مذہب کے بارے میں ان پر کوئی جبر نہ ہوگا۔۔اس معاہدے پر خدا اس کے رسول،خلفاء اور مسلمانوں کا ذمہ ہے۔''(76)

مسیحیوں کے مذہبی سربراہ اعلیٰ اسقف کے ساتھ زیارت بیت المقدس کے دوران کلیسائے قیامت میں نماز کا وقت ہوگیا۔انہوں نے کہا آپ یہیں نماز پڑھ لیں۔حضرت عمرؓ نے کمال دوراندیشی سے فرمایا ''اگر میں نے ایسا کیا تو مسلمان میری پیروی میں یہاں نماز پڑھیں گے اور آپ کو گرجاؤں سے نکال دیں گے۔اور عہد امان کی خلاف ورزی کا اندیشہ ہوگا۔'' چنانچہ انہوں نے باہر تشریف لا کر کلیسائے قسطنطین کے دروازے کے سامنے مصلّیٰ بچھوا کر نماز پڑھی۔یہ واقعہ ان کی اسلامی رواداری کی شاندار مثال ہے۔(77)

حضرت عمرؓ نے اپنی شہادت سے چار روز قبل فرمایا ''اگر اللہ تعالیٰ نے مجھے زندگی دی تو میں اہل عراق کی بیواؤں کا ایسا بندوبست کرونگا کہ انہیں میرے بعد کسی کے آگے ہاتھ نہ پھیلانا پڑے۔''(78)

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ ایک دفعہ ایک تجارتی قافلہ نے مدینہ کے نواح میں عیدگاہ پر پڑاؤ کیا حضرت عمرؓ نے عبدالرحمٰنؓ بن عوف سے کہا آئیں آج رات ہم ان کی حفاظت کی خاطر پہرہ دیں۔چنانچہ وہ رات ان کا پہرہ دیتے اور نماز پڑھتے رہے۔حضرت عمرؓ نے ایک بچے کے مسلسل رونے کی آواز سنی تو اس کی والدہ سے جا کر کہا کہ اللہ سے ڈرو اور بچے سے حسن سلوک کرو۔وہ پھر رویا تو حضرت عمرؓ نے یہی کہا۔جب رات کے آخری حصے میں بچہ پھر رویا تو حضرت عمرؓ نے اس کی والدہ کو پھر نصیحت کی اور پوچھا کیا وجہ ہے تمہارا بیٹا رات بھر بے چین رہا۔اس نے کہا دراصل میں اس کا دودھ

چھڑانا چاہتی ہوں اور یہ ضد کرتا ہے۔ فرمایا ''وقت سے پہلے اس معصوم کا دودھ کیوں چھڑاتی ہو؟'' وہ کہنے لگی اس لئے کہ حضرت عمرؓ دودھ پیتے بچے کا وظیفہ مقرر نہیں کرتے۔ حضرت عمرؓ نے کہا تیرا بھلا ہو۔ اسے دودھ چھڑانے کی جلدی نہ کرو۔ پھر مسجد نبوی میں جا کر نماز فجر پڑھائی۔ غلبہ رقّت کی وجہ سے تلاوت لوگوں کو سمجھ نہ آتی تھی۔ سلام پھیر کر اپنے آپ سے کہنے لگے۔ اے عمرؓ! تیرا برا ہو! نا معلوم تم نے کتنے مسلمانوں کے بچوں کو قتل کیا پھر اعلان عام کر دیا کہ آئندہ سے دودھ چھڑوانے میں جلدی نہ کریں۔ آج سے ہر مسلمان نومولود کا وظیفہ مقرر کیا جاتا ہے۔(79)

حضرت عمرؓ کے پاس ابوموسیٰؓ کی طرف سے (یمن سے) ایک شخص آیا انہوں نے اس سے وہاں کے لوگوں کے بارے میں پوچھا اور فرمایا وہاں کی کوئی خبر؟ اس نے کہا کہ ایک شخص نے اسلام قبول کرنے کے بعد کفر کا اعلان کر دیا ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا پھر تم نے اس کے ساتھ کیا کیا؟ وہ کہنے لگا ہم نے اسے قتل کر دیا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا تم نے اسے تین دن کی مہلت کیوں نہ دی۔ تم ہر روز اسے کھانا کھلاتے اور پھر اسے توبہ کرنے کو کہتے۔ شاید وہ توبہ کر لیتا اور اللہ کے حکم کی طرف واپس لوٹ آتا۔ پھر فرمانے لگے اے اللہ! میں وہاں موجود نہیں تھا اور نہ میں نے یہ حکم دیا (کہ اس شخص کو) قتل کر دیا جائے اور جب یہ بات مجھ تک پہنچی تو ہرگز مجھے اچھی نہیں لگی۔(80)

حضرت عمرؓ ایک عیسائی راہب کے پاس سے گزرے تو وہاں رک گئے۔ اس راہب کو کسی نے آواز دے کر بلایا اور کہا۔ ''یہ امیرالمؤمنین ہیں۔'' وہ راہب آیا۔ ترکِ دنیا اور فاقہ اور مسلسل عبادت کی وجہ سے وہ بے حال ہو چکا تھا۔ حضرت عمرؓ نے اس کی یہ حالت دیکھ کر رو پڑے۔ کسی نے کہا کہ یہ تو عیسائی ہے آپ کیوں روتے ہیں؟ فرمانے لگے مجھے علم ہے لیکن مجھے اس پر ترس آیا اور قرآن کی یہ آیت یاد آئی کہ '' کچھ لوگ عمل کرنے والے اور محنت کرنے والے ایسے ہونگے۔ جو بھڑکتی ہوئی آگ میں داخل ہونگے۔'' (سورۃ الغاشیہ آیت 5-4) مجھے اس کی محنت اور عبادت کا حال دیکھ کر اس پر ترس آیا کہ اس کے باوجود یہ بے چارا آگ میں جائے گا۔(81)

فضائل

رسول کریم ﷺ نے فرمایا ''جس نے عمرؓ کو ناراض کیا اس نے مجھے ناراض کیا اور جس نے عمرؓ

سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی۔اور عمر میری امت کا محدث ہے۔پوچھا گیا کیسا محدّث؟فرمایا جس کی زبان پر فرشتے کلام کرتے ہیں۔''(82)

حضرت ابوبکرؓ کی وفات کے بعد آپ نے خلیفہ راشد کے طور پر آپؐ کی جانشینی کا حق ادا کیا۔ آپ کے دور میں ہی ''رسول اللہ ﷺ کے خلیفہ کے خلیفہ'' کی لمبی ترکیب کی بجائے ''امیر المومنین'' کا لقب خلیفہ وقت کیلئے معروف ہوا۔آپ کے عہد میں شام،عراق اور مصر کی وہ فتوحات ہوئیں اور بہت کثرت میں مال وغنیمت آیا جن کا وعدہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا۔حضرت عمرؓ نے صحابہ سے مشاورت کے بعد باقاعدہ دفتر دیوان بنایا جس میں ہر شخص کے مرتبہ کے مطابق وظیفہ مقرر ہوتا تھا۔حضرت عمرؓ نے رمضان میں صلوۃ التراویح کے بابرکت طریق کو رواج دیا اور ہجری اور قمری کیلنڈر کا آغاز فرمایا۔جو آج تک جاری ہے۔(83)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہر نبی کے نائب اور وزیر ہیں اور میرے وزیر اہل زمین میں سے ابوبکرؓ و عمرؓ ہیں۔(84)

رسول کریم ﷺ نے اپنے بعد ان دونوں بزرگ ہستیوں کی پیروی کی ہدایت فرما کر ان کی جانشینی کی طرف بھی اشارہ فرما دیا تھا۔آپؐ نے فرمایا مجھے نہیں معلوم کہ میں کتنا عرصہ تم میں باقی رہوں۔پس میرے بعد ابوبکرؓ و عمرؓ کی پیروی کرنا۔(85)

اسی طرح فرمایا یہ دونوں (ابوبکرؓ و عمرؓ) اہل جنت کے بوڑھوں کے سردار ہیں۔ پہلوں اور پچھلوں میں سے سوائے نبیوں اور رسولوں کے۔(86)

حضرت مسیح موعودؑ حضرت عمرؓ کے مناقب عالیہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

''حق یہ ہے کہ صدیق اکبرؓ اور عمرؓ فاروق بزرگ صحابہ میں سے تھے۔اور انہوں نے اپنے حقوق ادا کرنے میں کوئی کوتاہی نہیں کی۔انہوں نے تقوی کو اپنا راستہ اور عدل کو اپنا طریق بنایا۔ ....اور میں نے شیخین یعنی حضرت ابوبکرؓ اور عمرؓ سے زیادہ کثرت فیض اور دین اسلام کی تائید کرنے والا کوئی نہیں دیکھا۔یہ دونوں چاند سے بھی زیادہ تیزی کے ساتھ اپنی امت اور قوم کے سورج رسولؐ اللہ کی پیروی کرنے والے تھے اور درحقیقت وہ آنحضرؐت کی محبت میں فنا تھے۔اور ان کا

نیک انجام آنحضرتؐ کے قرب کی صورت میں ہوا یعنی حضورؐ کے پاس دفن ہوئے۔ اور اعلیٰ درجہ کی دینی خدمات اور مسلمانوں پر احسانات کی سعادت انہوں نے پائی۔ اور یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے اور اس پر متقی لوگ غافل نہیں رہتے۔ یہ فضل اس کے ہاتھ میں ہے وہ جس کو چاہتا ہے عطا کرتا ہے۔"(87)

مائیکل ایچ ہارٹ دنیا کی عظیم شخصیات میں 52 نمبر پر حضرت عمرؓ کا ذکر کرتے ہوئے رقمطراز ہیں۔

عمرؓ کی کامیابیاں مؤثر ثابت ہوئیں۔ (حضرت) محمدؐ کے بعد فروغ اسلام میں عمرؓ کا نام نہایت اہم ہے۔ ان سریع الرفتار فتوحات کے بغیر شاید آج اسلام کا پھیلاؤ اس قدر ممکن نہ تھا۔ مزید برآں اس کے دور میں مفتوح ہونے والے علاقوں میں سے بیشتر عرب تمدن ہی کا حصہ بن گئے۔ ظاہر ہے کہ ان تمام کامیابیوں کا اصل محرک تو (حضرت) محمدؐ ہی تھے۔ لیکن اس میں عمرؓ کے حصہ سے صرف نظر کرنا بھی ایک بڑی ضا غلطی ہوگی۔ اس کی فتوحات (حضرت) محمدؐ کی تحریک ہی کا نتیجہ تھیں۔ اس سے بلاشبہ کچھ پھیلاؤ عمل میں آتا لیکن ایسی عظیم وسعت عمرؓ کی شاندار قیادت کے بغیر ممکن نہیں تھی۔

اس امر میں کچھ لوگوں کو ضرور تعجب ہوگا کہ مغرب میں عمر ابن الخطابؓ کی شخصیت اس طور پر معروف نہیں ہے۔ تاہم یہاں اس فہرست میں اسے چارلی میگنی اور جولیس سیزر جیسی مشہور شخصیات سے بلند درجہ تفویض کیا گیا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ تمام فتوحات جو عمرؓ کے دور خلافت میں واقع ہوئیں، اپنے حجم اور پائیداری میں ان فتوحات کی نسبت کہیں اہم تھیں جو سیزر یا چارلی میگنی کی زیر قیادت ہوئیں۔

حوالہ جات

1- اسد الغابہ جز 4 ص 52، استیعاب جلد 3 ص 236

2- ابن سعد جلد 3 ص 325

3- ترمذی کتاب المناقب باب مناقب عمرؓ

4- مجمع الزوائد جلد 9 ص 62

5- مجمع الزوائد جلد 9 ص 62

-6 اسد الغابہ جلد 4 ص 57 والاصابہ جلد 2 ص 519، البدایہ جلد 3 ص 30، 82
-7 بخاری کتاب المناقب باب مناقب عمرؓ
-8 ابن ہشام جلد 2 ص 229
-9 مجمع الزوائد جلد 1 ص 328
-10 بخاری کتاب المغازی باب غزوۃ احد
-11 بخاری کتاب الشروط باب الشروط فی الجہاد و کتاب المغازی باب غزوہ حدیبیہ
-12 سیرت الحلبیہ جلد 3 ص 41
-13 بخاری کتاب الجنائز باب الدخول علی المیّت و کتاب المغازی باب مرض النبی
-14 بخاری کتاب المناقب باب مناقب عمر
-15 استیعاب جلد 3 ص 239
-16 ابن سعد جلد 3 ص 274
-17 اسد الغابہ جلد 4 ص 71
-18 استیعاب جلد 2 ص 343، عمر از محمد حسین ھیکل ص 125
-19 بخاری کتاب المغازی باب مناقب عمرؓ
-20 بخاری کتاب فضائل المدینہ
-21 مناقب لابن الجوزی صفحہ 274
-22 بخاری کتاب المناقب باب مناقب عمر و مجمع الزوائد جلد 9 ص 75، استیعاب جلد 3 ص 242
-23 بخاری کتاب المناقب باب مناقب عمرؓ
-24 تاریخ مدینہ دمشق
-25 بخاری کتاب المناقب باب مناقب عمرؓ
-26 بخاری کتاب المناقب باب مناقب ابوبکرؓ
-27 ابن سعد جلد 3 ص 367
-28 ابن سعد جلد 3 ص 61,62
-29 بخاری کتاب المناقب باب مناقب عمرؓ
-30 ابن سعد جلد 3 ص 265
-31 ابن سعد جلد 3 ص 266، 265؛ بیہقی جلد 7 ص 63
-32 بخاری کتاب المناقب باب مناقب عمرؓ
-33 مجمع الزوائد جلد 9 ص 69
-34 بخاری کتاب المناقب باب مناقب عمرؓ

-35 کنز العمال جلد 5 ص 228

-36 بخاری کتاب المناقب باب مناقب عمرؓ و ترمذی کتاب المناقب مناقب عمرؓ

-37 مسلم کتاب فضائل الصحابہ باب من فضائل عمرؓ

-38 ترمذی کتاب المناقب باب ان اللہ جعل الحق علی لسان عمرؓ

-39 مجمع الزوائد بیھقی جلد 9 ص 73

-40 ابوداؤد کتاب الوتر باب الدعاء

-41 ابن ماجہ کتاب المناسک باب استلام الحجر

-42 مجمع الزوائد جلد 9 ص 70

-43 مناقب عمرؓ لابن الجوزی۔ صفحہ 224

-44 کرامات اولیاء سیاق ماروی من کرامات امیر المؤمنین ابی حفص

-45 بخاری کتاب المناقب باب مناقب عمرؓ

-46 ابن سعد جلد 3 ص 309

-47 ابن سعد جلد 3 ص 291

-48 ازالۃ الخفاء جلد 2 ص 174,175

-49 جامع الترمذی کتاب الحج باب ماجاء فی تقبیل الحجر

-50 بخاری کتاب الجنائز باب مایکرہ من الصلاۃ علی المنافقین

-51 ابن سعد جلد 3 ص 274 واسد الغابہ جلد 4 ص 69

-52 ترمذی کتاب المناقب، بیھقی جلد 8 ص 207

-53 بخاری کتاب الشروط باب الشروط فی الوقف، ابن سعد جلد 3 ص 358

-54 ترمذی کتاب المناقب باب رجاہ ان یکون ابوبکر ممن یدعی من جمیع ابواب الجنہ

-55 بخاری کتاب المغازی باب غزوۃ الحدیبیہ

-56 ازالۃ الخفاء جلد 2 ص 174

-57 ابن سعد جلد 3 ص 309

-58 بخاری کتاب التفسیر سورۃ الاعراف باب خذ العفو۔۔۔الخ

-59 بخاری کتاب التفسیر سورۃ التحریم باب تبتغی مرضات ازواجک۔۔۔الخ

-60 ابن سعد جلد 3 ص 327

-61 ابن سعد جلد 3 ص 198،199

-62 منتخب کنز العمال جلد 4 ص 418

-63 بخاری کتاب المناقب باب مناقب عمرؓ

-64 ازالۃ الخفاء جلد 2 ص 61
-65 المستطرف جلد 1 ص 192 وبین یدی عمر از خالد ص 114 مطبوعہ مصر
-66 منتخب کنز العمال جلد 4 ص 348 وابوداؤد کتاب الزکوۃ
-67 المستطرف جلد 1 ص 588
-68 کنز العمال جلد 6 ص 353
-69 استیعاب جلد 3 ص 236، 243
-70 ترمذی کتاب المناقب باب مناقب عمرؓ
-71 ترمذی کتاب المناقب باب قولہ ان الشیطان لیخاف من عمرؓ
-72 ابن سعد جلد 3 ص 312
-73 ازالۃ الخلفاء جلد 2 ص 79 واسد الغابہ جلد 4 ص 71
-74 کنز العمال جلد 8 ص 308، بیہقی جلد 9 ص 29
-75 الفاروق شبلی ص 302
-76 طبری جلد 5 ص 25
-77 عمر فاروق اعظم مترجم ص 303 از محمد حسین ہیکل
-78 بخاری کتاب الفضائل اصحاب النبیؐ باب قصۃ البیعہ
-79 ابن سعد جلد 3 ص 301
-80 بیہقی جلد 8 ص 207
-81 کنز العمال جلد 1 ص 175
-82 مجمع الزوائد جلد 9 ص 69,70، استیعاب جلد 3 ص 240,243
-83 استیعاب جلد 3 ص 236
-84 ترمذی کتاب المناقب باب اما وزیرای
-85 ترمذی کتاب المناقب باب اقتدوا بالذین من بعدی ابی بکرؓ وعمرؓ
-86 ترمذی کتاب المناقب باب ابوبکرؓ وعمرؓ سیدا کھول الجنۃ
-87 سرالخلافہ ترجمہ از عربی۔ ص 345، 346

حضرت عثمانؓ بن عفّان

نام ونسب

آپ کا نام عثمان والد کا نام عفّان بن ابی العاص بن امیہ اور والدہ کا نام اروی بنت کرویز بن ربیعہ تھا۔ آپ کا سلسلہ نسب پانچویں پشت میں آنحضرت ﷺ کے جدامجد عبد مناف سے مل جاتا ہے۔ کنیت حضرت رقیہؓ کے بیٹے عبداللہ کی نسبت سے ابو عبداللہ تھی۔(1)

والدہ کی طرف سے رشتہ نبی کریم ﷺ سے نسبتاً قریب تر ہے۔ لقب ''ذوالنورین'' اس لیے ہوا کہ نبی کریم ﷺ کی دو صاحبزادیاں حضرت رقیہؓ اور حضرت ام کلثومؓ یکے بعد دیگرے آپ کے عقد میں آئیں۔(2)

آپ کا خاندان جاہلیت میں غیر معمولی اقتدار رکھتا تھا اور بنو ھاشم کے سوا کوئی اس کا ہمسر نہ تھا۔ آپ کے جدّ اعلیٰ امیہ بن عبد شمس قریش کے رؤسائ میں سے تھے۔ آپ نے بھی عرب کے دستور کے مطابق تجارت سے اپنے ذریعۂ معاش کا آغاز کیا۔ اور اپنی صداقت و دیانت کے باعث جلد ایک کامیاب تاجر ثابت ہوئے۔

قبول اسلام

حضرت عثمانؓ کی عمر 34 برس تھی جب انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی دعوت کے بارے میں سنا۔ بظاہر ان کے لئے یہ پیغام اجنبی تھا۔ مگر پاک طبیعت اور فطرت کو اس سچائی سے گہری مناسبت تھی۔ پہلے ہی رسول اللہؐ کے ظہور کی خبر بذریعہ رؤیا پا چکے تھے۔ ایک دفعہ وہ حضرت طلحہؓ کے ساتھ رسولؐ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حضورؐ نے قرآن سنا کر اسلامی تعلیم پیش کی تو حضرت عثمانؓ نے دل سے اسے قبول کیا اور یہ بھی اظہار کیا کہ یارسولؐ اللہ میں حال ہی میں ملک شام سے آیا ہوں۔ واپسی پر معان اور زرقاء مقام کے درمیان ہمارا پڑاؤ تھا۔ ہم سوئے ہوئے تھے کہ ایک اعلان کرنے والے نے کہا ''اے سونے والو! جاگو کہ احمدؐ مکّہ میں ظاہر ہو گیا ہے۔'' حضرت عثمانؓ نے رسولؐ اللہ کے دارارقم میں جانے سے بھی قبل بہت ابتدائی زمانے میں اسلام قبول کر لیا تھا۔(3)

دوسری روایات میں آپ کے قبول اسلام کے واقعہ کی تفصیل اس طرح ہے کہ مکہ میں پہلی دفعہ حضرت عثمانؓ نے اپنی خالہ سُعدیٰ بنت کریز سے سنا کہ محمدﷺ اللہ کے رسول ہیں۔ وہ اللہ کے پیغام کی طرف بلاتے ہیں اوران کا دین غالب آئے گا۔ حضرت عثمانؓ کہتے ہیں یہ بات میرے دل میں بیٹھ گئی۔ میں انہی باتوں پرغور کرر ہا تھا کہ حضرت ابوبکرؓ نے ایک دوستانہ مجلس میں پوچھ لیا کن سوچوں میں گم ہو؟ میں نے خالہ کی بات کہہ سنائی اس پرانہیں تبلیغ کا موقع مل گیا۔ کہنے لگے اے عثمانؓ! تم حق وباطل میں فرق کرسکتے ہواوران اندھے بہرے گونگے بتوں کی پرستش کرتے ہو جو نہ فائدہ دے سکتے ہیں نہ نقصان۔ میں نے کہا بات تو درست ہے۔ وہ کہنے لگے ''پھرتمہاری خالہ نے سچ ہی تو کہا ہے۔اوراگرشوق ہےتو رسولؐ اللہ کے پاس آکران سے کچھ کلام سنو۔'' حضرت ابوبکرؓ نے یہ بات رسول اللہﷺ تک پہنچادی۔جلد ہی اللہ تعالیٰ نے اس کی صورت پیدا کردی۔

حضرت عثمانؓ بیان کرتے ہیں ''میں اپنی خالہ اروٰی بنت عبدالمطلب کی عیادت کرنے گیا وہاں حضورﷺ سے ملاقات ہوئی۔آپؐ نے مجھ پرنگاہ ڈالی۔اس روز آپؐ کی ایک عجیب شان تھی۔ مجھے فرمایا عثمان تمہیں کیا ہوا ہے؟ میں نے کہا ''مجھے تعجب ہے کہ ہمارے درمیان آپ کا ایک مقام ومرتبہ ہےاس کے باوجودآپ پرکیچڑاچھالا جاتا ہے۔'' آپؐ نے بڑے جلال سے فرمایا۔'' لَااِلٰـــهَ اِلَّاالـــلّٰـــهُ۔خدا کےسوا کوئی معبودنہیں۔'' خدا جانتا ہے یہ سن کرمیں کانپ گیا۔پھر آپؐ نے سورۃ ذاریات کی وہ آیات تلاوت کیں۔جن میں اللہ تعالیٰ کی ہستی کا ثبوت یوں بیان ہے''اورآسمان میں تمہارارازق ہےاوروہ بھی جس کاتم وعدہ دئے جاتے ہواورزمین کے رب کی قسم یہ اس طرح سچ ہے جس طرح تم آپس میں باتیں کرتے ہو۔'' (الذاریات 24,23) پھر وہاں سے نکلے تو میں بھی آپؐ کے پیچھے گیا۔

رسول خداﷺ کی نظر جب مجھ پر پڑی تو فرمایا''عثمانؓ خدا کی جنت قبول کرو۔ میں تیری اور تمام مخلوق کی ہدایت کے لئے مبعوث ہوا ہوں۔''

حضرت عثمانؓ کہتے ہیں کہ مَیں نے اُسی وقت کلمۂ شہادت پڑھ کر دست مبارک میں ہاتھ دیا اور بیعت کرلی۔(4)

مظالم پر صبر

قبول اسلام کے بعد حضرت عثمانؓ بھی کفّارِ قریش کے مظالم کا تختۂ مشق ستم بنتے رہے۔

چنانچہ قبول اسلام پر ان کے چچا حکم بن ابی العاص بن امیہ نے آپ کو پکڑ کر رسوں سے باندھ دیا۔ وہ کہتا تم اپنے آباء اجداد کا دین چھوڑ کر نیا دین اختیار کرتے ہو؟ خدا کی قسم میں تمہیں کھولوں گا نہیں جب تک یہ نیا دین چھوڑ نہ دو۔ حضرت عثمانؓ کمال استقامت سے جواب دیتے ''خدا کی قسم میں یہ نہیں چھوڑوں گا۔ کبھی نہیں چھوڑونگا۔'' جب چچا نے اسلام پر ان کی مضبوطی دیکھی تو خود ہی تھک کر انہیں چھوڑ دیا۔(5)

شادی اور ہجرت حبشہ

قبول اسلام کے بعد سب سے بڑی سعادت جو حضرت عثمانؓ کے حصّہ میں آئی وہ رسول اللہ ﷺ کی صاحبزادی حضرت رقیہؓ سے آپ کی شادی ہے۔ جس کے کچھ عرصہ بعد اپنے اصحاب کی تکالیف دیکھ کر رسول کریم ﷺ نے ان سے فرمایا کہ ملک حبشہ میں ایک عادل بادشاہ ہے۔ جب تک مکّہ میں حالات بہتر نہیں ہوتے آپ لوگ وہاں ہجرت کر جاؤ۔ خدا کی خاطر وطن چھوڑنے کی یہ قربانی کرنے والے اولین مجاہدین میں حضرت عثمانؓ بھی تھے۔(6)

رسول کریم ﷺ نے آپ کو ہجرت میں سبقت کے لحاظ سے اول المہاجرین قرار دیا۔ چند سال حبشہ میں قیام کے بعد قریش کے اسلام لانے کی خبر سن کر آپ بعض دیگر مہاجرین کے ساتھ مکّہ واپس آئے۔ ہر چند کہ قریش کے مسلمان ہونے کی خبر غلط نکلی۔ مگر آپ مہاجرین حبشہ کے ساتھ دوبارہ حبشہ واپس نہیں گئے۔

جب آپ نے مخالفین کی ایذاء رسانیوں اور بدکلامی سے پریشان ہو کر ہجرت کا ارادہ کیا تو رسول کریم ﷺ نے انہیں ارشاد فرمایا کہ اپنی اہلیہ صاحبزادی رقیہؓ کو بھی ہمراہ لے جائیں۔ غریب الوطنی میں تم میں سے ایک اپنے دوسرے ساتھی کے لئے صبر و قرار کا موجب ہوگا۔ چونکہ یہ کسی مسلمان کا مکّہ چھوڑنے کا پہلا واقعہ تھا۔ رسول کریم ﷺ کو طبعاً فکر دامنگیر تھی کہ اس کے تمام مراحل رازداری سے

طے ہو جائیں۔ چنانچہ آپ فکرمندی سے اس پہلے مہاجر جوڑے کے بارے میں خبریں معلوم کرتے رہے۔ حضرت اسماءؓ نے یہ خبر دی کہ حضرت عثمانؓ ایک خچر پر پالان ڈال کر سمندر کی طرف گئے ہیں۔(7)

الغرض رسول اللہ ﷺ بڑی توجہ سے اپنے ان پیاروں کے احوال معلوم کرنے کی کوشش میں رہے۔ چنانچہ قریش کی ایک عورت نے آ کر کہا ''اے محمدؐ! میں نے آپ کے داماد کو دیکھا ہے ان کے ساتھ اس کی بیوی تھی۔'' آپؐ نے فرمایا ''تم نے ان کو کس حال میں نے دیکھا؟'' اس نے کہا ''میں نے دیکھا کہ عثمانؓ نے اپنی بیوی کو گدھے پر سوار کر رکھا ہے اور خود اسے ہانکتے جارہے ہیں'' رسول اللہ ﷺ نے فرط محبت میں اس جوڑے کو دعا دی۔ اللہ ان دونوں کے ساتھ ہو۔(8)

رسول کریم ﷺ نے فرمایا حضرت لوطؑ کے بعد حضرت عثمانؓ وہ پہلا مہاجر ہے جس نے اپنی بیوی کے ساتھ خدا کی راہ میں ہجرت کی ہے۔(9)

مؤاخات

اسی دوران اللہ تعالیٰ نے ہجرت مدینہ کے سامان پیدا فرما دیئے۔ تو حضرت عثمانؓ نے مع اہل وعیال مدینہ کی طرف ہجرت فرمائی۔ وہاں حضرت حسانؓ بن ثابت کے بھائی حضرت اوسؓ بن ثابت کے گھر ٹھہرے۔ رسول کریم ﷺ نے مدینہ تشریف لا کر مؤاخات کا سلسلہ جاری فرمایا تو حضرت اوسؓ بن ثابت کے ساتھ حضرت عثمانؓ کی مواخات قائم فرمائی۔ (10)

ہجرت مدینہ کے معاً بعد مسلمانوں کو جس بڑے مسئلے کا سامنا کرنا پڑا وہ پینے کے پانی کی دقت تھی۔ مدینے میں ایک ہی کنواں ''بئر رومہ'' تھا جو ایک یہودی کی ملکیت تھا اور وہ اس کا پانی فروخت کیا کرتا تھا۔ حضرت عثمانؓ نے یہ کنواں خرید کر راہ خدا میں وقف کر دیا۔ اور مسلمانان مدینہ کی یہ مشکل ہمیشہ کے لئے آسان کر دی۔(11)

بیوی کی تیمارداری

ہجرت مدینہ کے بعد کفّارِ مکہ جب مدینہ پر حملہ آور ہوئے تو اسلام کے پہلے معرکہ غزوہ بدر کے

موقع پر اپنی اہلیہ حضرت رقیہؓ کی بیماری کے باعث حضرت عثمانؓ رسول کریم ﷺ کی اجازت سے شریک جنگ نہ ہو سکے تھے جس کا آپ کو دلی قلق تھا۔ لیکن چونکہ آپ رسول کریم ﷺ کے ارشاد کی تعمیل میں اپنی اہلیہ کی تیمارداری کے لئے مدینہ ٹھہرے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے بدر سے واپسی پر فرمایا کہ ''اے عثمانؓ آپ کو شرکت کا اجر بھی ملے گا اور مالِ غنیمت سے حصہ بھی۔''(12)

صاحبزادی ام کلثومؓ سے شادی

حضرت رقیہؓ اس بیماری سے جانبر نہ ہو سکیں ان کے انتقال پُر ملال پر حضرت عثمانؓ افسردہ خاطر تھے کہ آپ کا رشتہ مصاہرت خاندانِ رسالت سے نہیں رہا۔ تب رسول خدا ﷺ نے اپنی دوسری صاحبزادی حضرت ام کلثومؓ کا نکاح آپ سے کر دیا۔ حضرت عثمانؓ کے اہل خانہ سے حسن سلوک اور آپ کی وفا کا اندازہ اس سے کیا جا سکتا ہے کہ جب حضرت ام کلثومؓ کی وفات ہوئی تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا اگر میری کوئی تیسری بیٹی بھی ہوتی تو میں وہ بھی عثمانؓ سے بیاہ دیتا۔ غزوۂ ذات الرقاع اور غزوۂ نجد کے موقع پر رسول کریم ﷺ نے حضرت عثمانؓ کو مدینہ میں اپنا جانشین مقرر فرمایا تھا۔ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ ''میں نے اپنے دامادوں کیلئے اور جن کا میں داماد ہوا، ان کیلئے اللہ سے دعا کی ہے کہ ان میں سے کسی کو آگ میں داخل نہ کرے۔''(13)

کاتبِ وحی

حضرت عثمانؓ کو رسول اللہ ﷺ کے کاتب وحی ہونے کا اعزاز بھی حاصل تھا۔ ایک دفعہ رسول کریم ﷺ کے ساتھ ایک گھر میں مہاجرین کی مجلس تھی۔ ابوبکرؓ وعمرؓ، عثمانؓ، علیؓ، طلحہؓ، زبیرؓ، عبدالرحمٰنؓ بن عوف اور سعد بن ابی وقاصؓ موجود تھے۔ رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہر شخص اپنے اپنے ساتھی کے ہمراہ کھڑا ہو۔ خود رسول اللہ ﷺ حضرت عثمانؓ کے ساتھ کھڑے ہو گئے اور فرمایا ''آپ دنیا و آخرت میں میرے دوست ہو۔''(14)

حدیبیہ میں شرکت

حضرت عثمانؓ غزوہ بدر کے بعد دیگر تمام غزوات میں بھی رسول اللہ ﷺ کے ہمرکاب رہے

اور ہر حال میں آپ کا ساتھ دیا۔ سفر حدیبیہ میں بھی ساتھ تھے۔ رسول اللہ ﷺ کی بصیرت نے جب یہ بھانپ لیا کہ قریش کی نیت لڑائی کی ہے اور وہ اس سال عمرہ کرنے نہیں دیں گے تو آپؐ نے حضرت عثمانؓ کو ان کی خاندانی وجاہت ومرتبت کے باعث قریش کی طرف سفیر بنا کر مکہ بھجوایا۔ حضرت عثمانؓ کو وہاں رابطے کرنے اور گفت وشنید میں دیر ہوگئی۔ اور کافی دیر تک ان کا کچھ حال معلوم نہ ہوا بلکہ یہ افواہ پھیل گئی کہ اہل مکہ نے ان کو شہید کر دیا ہے تو رسول اللہ ﷺ نے حدیبیہ کے مقام پر اپنے چودہ صد (1400) اصحاب سے موت پر بیعت لی کہ ہم جان دے دیں گے مگر عثمانؓ کے خون کا بدلہ لئے بغیر نہیں ٹلیں گے۔ رسول خداؐ نے اس موقع پر حضرت عثمانؓ کو عظیم الشان شرف عطا کیا کہ انہیں اس تاریخی بیعت میں شامل کرتے ہوئے آپؐ نے اپنا دایاں ہاتھ بائیں پر رکھتے ہوئے فرمایا کہ یہ عثمانؓ کا ہاتھ ہے۔ اور یوں آپؐ نے تمام اصحاب کی بیعت لی۔ (15)

یہ تاریخ ساز واقعہ ''بیعت رضوان'' کے نام سے معروف ہے کیونکہ اس بیعت پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے خوشنودی اور رضامندی کا اظہار قرآن شریف میں ہوا۔ (سورۃ الفتح:20)

تبوک میں مالی قربانی

9 ھجری میں غزوۂ تبوک پیش آیا۔ مسلمانوں کو قیصر روم کے حملہ آور ہونے کی خبر پہنچی۔ رسول کریم ﷺ نے تبوک کا سفر اختیار فرمایا تا کہ رومیوں کو ان کی سرحدوں پر ہی روک دیا جائے۔ آپؐ نے جنگی ساز وسامان کے لئے مسلمانوں کو چندے کی تحریک کی اور فرمایا کہ ''جو شخص لشکر کی تیاری میں مدد کرے گا اور سامان جہاد مہیا کرے گا میں اسے جنت کی بشارت دیتا ہوں۔'' (16)

حضرت عثمانؓ ایک متمول تاجر تھے۔ اس موقع پر وہ دیگر صحابہ سے مالی قربانی میں سبقت لے گئے۔ انہوں نے ایک تہائی فوج کے جملہ اخراجات اپنے ذمّے لے لیے ان کی تمام ضروریات پوری کیں اور تیس ہزار کی فوج میں سے دس ہزار مجاہدین کے لئے سامان جنگ مہیا کیا۔ جس میں نوصد پچاس اونٹ پچاس گھوڑے اور دس ہزار درہم کی خطیر رقم شامل تھی۔ رسول اللہ ﷺ اس بروقت امداد اور مالی قربانی سے اتنے خوش ہوئے کہ فرمایا ''آج کے بعد عثمانؓ کا کوئی عمل اُسے نقصان نہیں پہنچائے گا۔'' (17) حجۃ الوداع میں بھی حضرت عثمانؓ آنحضرت ﷺ کے شریک سفر تھے۔

قیامِ خلافت میں خدمات

رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد حضرت ابوبکرؓ کی بیعت کر کے ان کے ہاتھ مضبوط کئے۔ حضرت عمرؓ کی نامزدگی خلافت کا وصیت نامہ آپ نے تحریر فرمایا۔ حضرت عمرؓ نے اپنی آخری بیماری میں چھ صحابہ کی کمیٹی بنائی اس میں بھی آپ شامل تھے جو انہوں نے خلافت کے انتخاب کے لئے مقرر فرمائی اور جس نے خلیفہ کا انتخاب انہی چھ افراد میں سے کرنا تھا۔

انتخاب خلافت اور پہلی تقریر

24ھ میں حضرت عمرؓ کی وفات کے بعد خلافت کے انتخاب کے موقع پر شوریٰ کمیٹی کے سربراہ حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف کے فیصلہ کے مطابق حضرت عثمانؓ خلیفہ منتخب ہوئے۔ سب سے پہلے حضرت عبدالرحمانؓ بن عوف نے بیعت کی۔ پھر حضرت علیؓ اور تمام صحابہ نے جوق در جوق بیعت کی۔ اپنی پہلی مختصر تقریر میں فرمایا ''اے لوگو! پہلے پہل جو کام کیا جائے وہ مشکل معلوم ہوتا ہے۔ آج کے بعد اور دن بھی آنے ہیں اگر میں زندہ رہا تو حسب حال وضرورت تقریر کیا کروں گا۔ بے شک مجھے تقریر کا ملکہ نہیں ہے مگر اللہ ہمیں سکھائے گا۔'' (18)

آخری خطاب میں ارشادات

مسند خلافت پر بیٹھنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے آپ کی تقریر میں غیر معمولی تاثیر عطا فرمائی۔ اپنے گھر کے محاصرہ کے دوران آخری ایام میں جو خطبات آپؓ نے ارشاد فرمائے، آج بھی ان کو سن کر رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ محاصرہ کرنے والوں کو مخاطب کر کے فرمایا:۔

''اے میری قوم! مجھے قتل نہ کرو۔ میں حاکم وقت اور تمہارا مسلمان بھائی ہوں اور خدا کی قسم! میں نے ہمیشہ اپنی استطاعت کے مطابق اصلاح کا ہی ارادہ کیا خواہ اس میں مجھے غلطی لگی یا میں نے درست کیا۔ اگر تم مجھے قتل کرو گے تو تمہاری وحدت پارہ پارہ ہو جائے گی اور نماز، جہاد اور غنیمت کی منصفانہ تقسیم سے محروم ہو جاؤ گے۔''

آپؓ نے نہایت مؤثر اور فیصلہ کن وعظ کرتے ہوئے بڑے جلال سے فرمایا:۔

''میں تمہیں خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں۔ مجھے بتاؤ کہ کیا میں نے خلافت پر کوئی غاصبانہ قبضہ کیا ہے اور مسلمانوں کے مشورہ کے بغیر خلیفہ بن گیا ہوں۔ یا تمہارا خیال ہے کہ اللہ تعالیٰ میری خلافت کے ابتدائی زمانہ میں مجھے نہیں جانتا تھا یا خلافت کے آخری زمانہ میں اسے میرے بارے میں خبر نہیں۔ اے لوگو! مجھے قتل کر کے تم دشمن کا کبھی متحد ہو کر مقابلہ نہ کرسکو گے۔ اور انگلیاں کھول کر فرمایا تمہارے اندر اس طرح واضح اختلاف پیدا ہوجائے گا۔'' پھر آپ نے سورۃ ھود کی آیت 90 تلاوت کی جس میں ذکر ہے کہ ''اے میری قوم! تمہیں میری مخالفت اس بات پر آمادہ نہ کردے کہ تم پر وہ عذاب آئے جو قوم نوحؑ، قوم ھودؑ اور قوم صالحؑ پر آچکا۔ اور لوطؑ کی قوم تم سے دور نہیں ہے۔'' (19)

بہترین خدائی انتخاب اور فتوحات

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ حضرت عثمانؓ کی بیعت خلافت کے بعد کہا کرتے تھے کہ ہم نے اپنے میں سے سب سے بہتر انسان کے ہاتھ پر بیعت کی اور اس بہترین انسان کے انتخاب میں کوئی کوتاہی نہیں کی۔ (20)

حضرت عثمانؓ کے عہد میں بھی اسلامی فتوحات کا سلسلہ جاری رہا اور طرابلس، جزائر مراکش، قبرص اور آرمینا فتح ہوئے۔ اور سپین کی فتح کی داغ بیل پڑی۔ آپ کی خلافت کے پہلے چھ سال بہت امن وامان سے گزرے۔

فتنوں کا مقابلہ

اس کے بعد جن فتنوں کا آغاز ہوا ان کے پس منظر میں دراصل کئی گہرے اسباب وعوامل کارفرما تھے۔ مگر ایک اہم سبب فتوحات کے نتیجہ میں مال ودولت کی فراوانی اور غیر تربیت یافتہ لوگوں کا کثرت سے اسلام میں داخل ہونا تھا۔ (21)

اس فتنے کا بانی مبانی دراصل عبداللہ بن سبا تھا۔ جو مصر کا یہودی النسل باشندہ تھا۔ اور جس نے مختلف الخیال مفسدوں عبدالرحمان البلوی، کنانہ کندی، عمرو خزاعی، اشتر نخعی، حکیم عبدی کو خلافت عثمانؓ

کے خلاف اکٹھا کرلیا تھا۔ یہ شورش جب اپنے عروج پر پہنچی تو حضرت عثمانؓ سے خلافت کی دستبرداری کا مطالبہ کیا گیا۔ حضرت عثمانؓ نے نہایت پامردی اور استقامت سے اس ارشاد رسولؐ پر اپنی زندگی کے آخری سانس تک عمل کر دکھایا جو آنحضرت ﷺ نے انہیں مخاطب کر کے فرمایا تھا کہ ''اے عثمانؓ اللہ تجھے ایک پوشاک پہنائے گا اور اگر منافق اسے اتارنے کا ارادہ کریں تو تُو اُسے مت اتارنا۔''

حضرت عثمانؓ نے فرمایا کہ اس وصیت رسول کے مطابق میں آخری لمحے تک صبر کروں گا۔(22)

آنحضرت ﷺ نے اپنی زندگی میں ہی حضرت عثمانؓ کی شہادت اور آپ کے جنتی ہونے کی خبر دے دی تھی۔ ایک موقع پر حضرت ابوبکرؓ صدیق، حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ کے ساتھ جبل احد پر تھے کہ پہاڑ میں کچھ جنبش پیدا ہوئی۔ آپ نے فرمایا ''اے اُحد تھم جا تیرے پر ایک نبی ایک صدیق اور دو شہید ہیں۔'' نیز'' فرمایا ہر نبی کا ایک رفیق ہوتا ہے اور میرا رفیق جنت میں عثمانؓ ہوگا۔''(23)

حضرت ابوموسیٰؓ اشعریؓ کی روایت ہے کہ رسول کریمؐ ایک باغ میں تشریف لے گئے اور مجھے پہرہ پر بٹھایا حضرت ابوبکرؓ، عمر اور عثمانؓ نے باری باری اندر داخل ہونے کی اجازت چاہی حضورؐ نے سب کو اجازت کے ساتھ جنت کی نوید بھی سنائی۔ حضرت عثمانؓ کے بارہ میں مزید یہ فرمایا ''ایک بہت بڑی مصیبت کا سامنا کرنے کے بعد ان کے حق میں بھی جنت کی بشارت پوری ہوگی۔''(24)

پھر فرمایا ''عثمانؓ حالت مظلومیت میں شہید کئے جائیں گے۔''(25)

رسول کریم ﷺ نے حضرت عثمانؓ کو شہادت اور جنت کی بشارت کے ساتھ صبر کی تلقین کی تو حضرت عثمانؓ نے عرض کیا اگر رسولؐ اللہ میرے لئے صبر کی دعا کریں گے تو پھر ہی صبر ممکن ہے۔ رسولؐ اللہ نے دعا کی کہ اے اللہ! عثمانؓ کو صبر عطا کر دے۔ پھر فرمایا اللہ تجھے صبر عطا کرے گا۔(26)

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو غیر معمولی صبر و تحمل عطا فرمایا۔ چنانچہ جب آپ کے گھر کا محاصرہ کیا گیا تو آپ کو کئی اصحاب نے باغیوں سے مقابلہ کی اجازت چاہی۔ مگر آپؓ نے یہی فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے ایک وعدہ فرمایا تھا اور میں اس کی طرف جانیوالا ہوں۔(27)

حضرت عثمانؓ کے ساتھ محاصرہ کے دوران حضرت علیؓ نے اپنے بیٹے حسنؓ، حضرت ابن عمرؓ اور دیگر انصار مہاجرین کے ایک گروہ کے ساتھ محاصرین پر حملہ کر کے انہیں بھگایا۔ حضرت عثمانؓ سے گھر

میں جا کر ملاقات کی اور عرض کیا کہ دشمن کے ارادے آپ کے قتل کے ہیں آپ ہمیں مقابلہ کی اجازت دے دیں۔ حضرت عثمانؓ نے سختی سے ایک قطرہ خون بہانے سے بھی منع فرما دیا۔(28) شام کے گورنر حضرت معاویہؓ نے حفاظت کیلئے فوج بھجوانا چاہی تو اس کی بھی اجازت نہ دی۔ گھر کے باہر سات سو اصحاب حضرت عبداللہؓ بن زبیر کی قیادت میں موجود تھے۔ اگر حضرت عثمانؓ ان کو اجازت دیتے تو وہ دشمن کا استیصال کر سکتے تھے۔ ان میں حضرت عبداللہؓ بن عمر، حضرت حسنؓ بن علی بھی تھے۔ حضرت عثمانؓ نے واضح فرما دیا تھا کہ ''جو میری اطاعت کرتا ہے اسے عبداللہؓ بن زبیر کی اطاعت کرنی ہوگی۔'' عبداللہؓ بن زبیر نے عرض کیا امیر المومنین! ''آپ کے پاس ایسی جماعت موجود ہے۔ جسے اللہ کی تائید و نصرت حاصل ہے۔ آپ مجھے باغیوں سے لڑائی کی اجازت دیں۔ حضرت عثمانؓ نے فرمایا ''میں اللہ کے نام پر تمہیں نصیحت کرتا ہوں کہ کسی ایک آدمی کا خون بھی میری وجہ سے نہیں ہونا چاہیے۔'' حضرت زیدؓ بن ثابت انصاری نے آ کر عرض کیا کہ ''اے امیر المؤمنین! انصار مدینہ دروازے پر حاضر ہیں۔ اگر آپ حکم دیں تو ایک آواز پر دو دفعہ لبیک کہہ کر ہم اللہ کے مددگار بن کر دکھائیں گے۔'' حضرت عثمانؓ نے فرمایا ''نہیں جنگ نہیں کرنی۔''(29)

صبر واستقامت

حضرت عثمانؓ خداداد صبر وتحمل کا مجسمہ تھے۔ دراصل وہ سمجھ گئے تھے کہ امت کو کشت وخون سے بچانے اور استحکام خلافت کے لئے انہیں اپنی جان کی قربانی دینی پڑے گی۔ بالآخر انہوں نے یہ قربانی دے دی۔ مگر ارشاد رسول ﷺ کے مطابق صبر کرتے ہوئے یہ ثابت کر دکھایا کہ ''خلیفہ معزول نہیں کیا جا سکتا۔''(30)

شہادت عثمانؓ کا تذکرہ بہت دردناک ہے مرکز اسلام مدینہ منورہ میں اسلام کے اس عظیم الشان خلیفہ کو قرآن شریف کی تلاوت کرتے ہوئے حالت روزہ میں شہید کر دیا گیا۔ آپ کے خون کے قطرے سورۃ بقرہ کی آیت (138) ''فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللّٰهُ ۚ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ پر پڑے۔ جس کا مطلب ہے کہ اللہ خود ان لوگوں کیلئے کافی ہے اور وہ بہت سننے والا اور جاننے والا ہے۔ بچاتے ہوئے آپؓ کی اہلیہ حضرت نائلہ کی انگلیاں بھی کٹ گئیں۔ اور وفادار غلام اسود نے حملہ آوروں سے

لڑ کر جان دے دی۔ حضرت عثمانؓ کی شہادت دراصل ایک الٰہی تقدیر تھی۔(31)

حضرت حسّانؓ بن ثابت کو حضرت عثمانؓ سے بہت محبت تھی انہوں نے آپ کی شہادت پر مرثیہ لکھا جس میں کہا:۔

ضَحُّوا بِاَشْمَطَ عَنْوانَ السُّجُودَ بِهِ　يَقْطَعُ اللَّيْلَ تَسْبِيحاً وَقُرْآنًا

صَبْرًا فِدىً لَكُم اُمِّي وَمَاوَلَدَتْ　قَدْ يَنْفَعُ الصَّبْرُ فِيْ الْمَكْرُوْهِ اَحْيَانًا (32)

ظالموں نے ایک ایسے خوبصورت مرد کو قربان گاہ پر چڑھا دیا، جس کے ماتھے پر سجدوں کے نشان تھے اور جو رات عبادت اور قرآن پڑھنے میں گزار دیتا تھا۔ اے محبان عثمانؓ! صبر کرو میری ماں اور اولاد تم پر قربان ہو۔ کیونکہ اکثر ناپسندیدہ باتوں میں صبر ہی کام آتا ہے۔

حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد ان کی الماری سے ایک مقفل صندوق میں ایک تحریر ملی جو آپ کے ایمان و یقین کی پختگی کو خوب ظاہر کرتی ہے۔

''یہ عثمانؓ کی وصیت ہے۔ اللہ کے نام کے ساتھ جو بہت مہربان اور بار بار رحم کرنے والا ہے۔ عثمانؓ بن عفان گواہی دیتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور یہ کہ محمدؐ اس کے بندے اور اس کے رسولؐ ہیں۔ اور یہ کہ جنت حق ہے اور جہنم بھی حق ہے اور یہ کہ اللہ ان کو جو قبروں میں ہیں ایسے دن اٹھائے گا جس میں کوئی شک نہیں۔ اللہ کبھی اپنے وعدے کے خلاف نہیں کرتا۔ اسی (عقیدہ) پر (عثمانؓ) زندرہ رہے اسی پر مرے گا اور اسی پر اٹھایا جائے گا اگر اللہ چاہے۔

اسی تحریر کی پشت پر یہ اشعار درج تھے۔

غِنَى النَّفسِ يُغنِي حَتَّى يُجِلَّهَا　وَاِن غَضَّهَا حَتّٰى يَضُرَّ بِهَا الفَقرُ

وَمَاعُسرة فَاصبِر لَهَا اِن لَقِيتَهَا　بِكَائِنَةٍ اِلَّا سَيَتبَعُهَا يُسرُ

وَمَن لَّم يُقَاسِ الدَّهرَ لَم يَعرِفِ الاَسٰى　وَفِي عِبَرِ الاَيَّام مَاوَعَدَ الدَّهر

دل کی امارت انسانی نفس کو بے نیاز اور عظیم بنا دیتی ہے خواہ فقر و غربت اس کی عظمت کو کم کرے یہاں تک کہ اسے اس سے نقصان پہنچے۔ کسی آنے والی تنگی سے تیرا سامنا نہیں ہوگا مگر اس

کے بعد آسائش آئے گی اور جس نے زمانے کے مصائب برداشت نہیں کئے اسے ان کے مداوا کا بھی علم نہیں ہوتا اور اللہ نے جو وعدے کئے ہیں انقلاب زمانہ سے ہی ان کی تکمیل ہوتی ہے۔

حضرت عثمانؓ مخالفین کے تین روزہ محاصرہ کے بعد 18 ذوالحجہ 35ھ میں بعمر 83 شہید ہوئے۔ آپ کا زمانہ خلافت گیارہ سال گیارہ ماہ بائیس دن بنتا ہے۔(33)

حلیہ ولباس

جس طرح آپ ظاہراً خوبرو تھے ایسے ہی آپ کا باطن بھی خوبصورت تھا۔آپ درمیانے قد اور گندمی رنگ کے خوبرو انسان تھے۔ ناک بلند، دانت پیوستہ اور چمکدار تھے۔جسم گداز داڑھی لمبی تھی جسے خضاب لگاتے تھے۔ دانت سونے کی تار سے بندھے تھے۔عمدہ لباس زیب تن فرماتے تھے۔ ایک دفعہ قیمتی ریشمی چادر اوڑھی۔فرمایا ''یہ میری بیوی نائلہ کی ہے۔ان کی خوشی کی خاطر کبھی میں بھی اوڑھ لیتا ہوں۔''(34)

موسیٰ بن طلحہ کا بیان ہے کہ ایک جمعہ کے روز میں نے حضرت عثمانؓ کو دیکھا زرد تہ بند کے ساتھ آپ نے چادر زیب تن فرمائی تھی۔عصا ہاتھ میں تھا اور آپ تمام لوگوں سے زیادہ خوبصورت معلوم ہوتے تھے۔(35)

اولاد

رسولؐ اللہ کی صاحبزادیوں حضرت رقیہؓ اور ام کلثومؓ کے علاوہ آپ کے عقد میں چھ ازواج آئیں۔حضرت رقیہؓ سے بیٹا عبداللہ کم سنی میں فوت ہو گیا تھا۔دوسری بیوی حضرت فاختہؓ سے ہونے والے عبداللہ بھی بچپن میں فوت ہوئے۔تیسری بیوی حضرت ام عمروؓ بنت جندب سے عمرو، خالد، ابان، عمر اور مریم پیدا ہوئے۔حضرت فاطمہؓ بنت ولید سے ولید اور سعید ہوئے۔حضرت ام البنین سے عبدالملک پیدا ہوئے۔حضرت رملہؓ بنت شیبہ سے عائشہ، ام ابان اور ام عمرو ہوئیں اور حضرت نائلہ (جو بوقت شہادت موجود تھیں) سے مریم ہوئیں۔الغرض کثیر اولاد تھی۔ جب کوئی بچہ پیدا ہوتا تو آپ اسے بلوا کر پیار کرتے ساتھ لگا کر سونگھتے۔ وجہ پوچھی گئی تو فرمایا چاہتا ہوں کہ

اس پر کوئی مصیبت آئے تو اس کی محبت میرے دل میں پیدا ہو چکی ہو۔(36)

عبادت میں شغف

حضرت عثمانؓ کو عبادت و ریاضت میں بہت شغف تھا۔شہادت کے موقع پر آپ کی حرم حضرت نائلہ نے ظالم قاتلوں سے فرمایا تم نے ایک ایسے شخص کو شہید کیا جو بہت روزے رکھنے والا بہت عبادت گزار تھا۔وہ نماز کی رکعت میں ساری رات کو تلاوت قرآن سے زندہ رکھتے تھے۔(37)

رسول اللہ ﷺ کی سنت کی اتباع کا بہت خیال تھا۔بارہا ایسا ہوا کہ تمام صحابہ کے سامنے مکمل وضو کر کے دکھایا اور فرمایا کہ آنحضرت ﷺ اس طرح وضو فرمایا کرتے تھے۔ایک دفعہ ایک جنازہ گزرا آپ احتراماً کھڑے ہو گئے اور پھر فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ بھی ایسا کیا کرتے تھے۔حضرت عثمانؓ قرآن شریف کے عاشق تھے۔کاتبِ وحی کی خدمت انجام دینے کی توفیق ملی۔خود حافظ قرآن تھے۔آیات قرآنی سے استنباط واستدلال میں خاص ملکہ رکھتے تھے۔علم الفرائض یعنی میراث میں بھی آپ کو گہری دسترس حاصل تھی۔

حضرت عثمانؓ طبعاً کم گو تھے۔مگر جب بات کرتے تو مکمل بات کرتے۔(38)

احادیث بیان کرنے میں آپ بہت احتیاط سے کام لیتے تھے۔اس لئے آپ کی بہت کم روایات احادیث کی کتب میں ملتی ہیں۔

اخلاق فاضلہ

حضرت عثمانؓ بہت اعلیٰ اخلاق کے مالک تھے رسول کریم ﷺ نے فرمایا ”عثمانؓ میرے صحابہ میں سے سب سے زیادہ میرے اخلاق کے مشابہ ہیں۔“(39) اور تمام اخلاق کی جڑ حیا ہے۔اور حضرت عثمانؓ فطرتاً باحیاء عفیف و راستبار اور پارسا انسان تھے۔رسول کریم ﷺ بھی آپ کے باحیا ہونے کا خاص لحاظ رکھتے تھے۔ایک دفعہ حضورؐ صحابہ کے ساتھ بے تکلفی سے ایک کنوئیں کی منڈیر پر تشریف فرما تھے اور پانی کے اندر اپنی ٹانگیں لٹکا رکھی تھیں۔زانوئے مبارک سے کچھ حصہ کھلا ہوا تھا کہ حضرت عثمانؓ کے آنے کی اطلاع ہوئی آپ اپنا کپڑا سنبھال کر بیٹھ گئے۔(40) اور فرمایا عثمانؓ

سے تو فرشتے بھی حیا کرتے ہیں۔(41) آپ کے حیا کا یہ عالم تھا کہ تنہائی اور بند کمرے میں بھی کپڑے نہ اُتارتے تھے۔حتیٰ کہ غسل بھی لباس پہن کر کرتے تھے۔غسل کے وقت بیوی کی لونڈی کپڑے لے کر آتی تو فرماتے ''تم مجھے نہ دیکھنا کہ یہ تمہارے لئے جائز نہیں ہے۔''(42)

خوفِ خدا اس قدر تھا کہ قبرستان کو دیکھ کر بے چین ہو جاتے اور فرمایا کرتے کہ ''رسول اللہ ﷺ سے میں نے سنا ہے کہ قبر آخرت کی منازل میں سب سے پہلی منزل ہے اگر یہ معاملہ آسانی سے طے ہو گیا تو پھر باقی منزلیں بھی آسان ہیں۔اور اگر یہاں دشواری پیش آئی تو دیگر مرحلے بھی مشکل ہوں گے۔''

سنت رسول ﷺ کی پیروی

صلح حدیبیہ کے موقع پر جب رسول اللہؐ نے حضرت عثمانؓ کو اہل مکہ کی طرف بھجوایا تو آپ کے چچازاد ابانؓ بن سعید نے انہیں اپنی پناہ میں لیا۔اپنی سواری پر سوار کروایا اور خود آپ کے پیچھے بیٹھ کر آپؓ کو مکہ لے کر آیا۔آپ کے سادہ لباس کو دیکھ کر وہ کہنے لگا اے میرے چچا کے بیٹے! یہ کیا بات ہے میں آپ کو نہایت عاجزانہ لباس میں دیکھتا ہوں۔آپ بھی اپنی قوم کی طرح بڑا تہ بند پہنیں جسے لٹکا کر چلتے ہیں۔حضرت عثمانؓ نے فرمایا ہمارے آقا و مولا ایسا ہی لباس پہنتے ہیں۔پھر اس نے کہا اے میرے چچا کے بیٹے آپ خود تو طواف کر لیں۔حضرت عثمانؓ نے فرمایا بھائی! ہم کوئی چیز شروع نہیں کرتے اور کسی کام میں پہل نہیں کرتے جب تک کہ ہمارے ساتھی حضرت محمدؐ وہ نہ کر لیں۔(43)

تواضع وسادگی

سادگی کا یہ عالم تھا کہ گھر میں لونڈیوں اور غلاموں کے باوجود اپنے کام خود کرنا پسند کرتے۔ رات کو اُٹھ کر وضوء کے پانی کا خود انتظام کرتے کسی نے کہا کہ خادم کی مدد لے لیا کریں فرمایا رات ان کے آرام کے لئے ہے۔(44)

طبیعت کا ایک گہرا وصف یہ تھا کہ آپ میں نرمی اور رقت بہت تھی۔

تواضع کی یہ انتہا تھی کہ ایک دفعہ منبر پر خطبہ دے رہے تھے۔عمرو بن العاصؓ نے یہ کہنے کی

جسارت کی کہ ''اے عثمانؓ آپ توبہ کریں کہ آپ نے امت کو مشکل میں ڈال دیا ہے۔ بلکہ آپ کے ساتھ سب لوگ بھی توبہ کریں۔'' آپ نے بلا پس وپیش اسی وقت قبلہ رُخ ہو کر ہاتھ اُٹھایا اور کہا ''اے اللہ میں سب سے پہلے تیری درگاہ میں توبہ کرتا ہوں۔ سب لوگوں نے بھی آپ کی پیروی میں ایسے ہی کیا۔''(45)

حضرت عثمانؓ میں اپنی حیرت انگیز مالی قربانی کے بعد کبھی ریا یا فخر کا کوئی شائبہ کبھی پیدا نہ ہوا ایک دفعہ کسی تنگ دست نے آپ کی قربانیوں کا ذکر کرتے ہوئے کہا آپ امیر طبقہ کے لوگ بہت ثواب کما گئے ہو۔ تو حضرت عثمانؓ نے پوچھا کیا تمہیں ہم پر رشک آتا ہے۔ اس نے کہا ہاں۔ فرمانے لگے ''خدا کی قسم! تمہاری محنت کی کمائی سے ایک درہم خرچ کرنا دس ہزار درہم سے بڑھ کر ہے اور تمہارا تھوڑا بھی زیادہ سے بہتر ہے۔''(46)

سادگی

خلافت کے زمانہ میں بھی آپ کی سادگی کا یہ عالم تھا۔ مسجد نبوی میں قیلولہ کیلئے چٹائی پر لیٹ جاتے۔ چٹائی کے نشان آپ کے پہلو میں ہوتے۔ جسے دیکھ کر لوگ تعجب سے کہہ اٹھتے امیر المومنین کی یہ حالت ہے؟(47)

کھانے کا یہ حال تھا کہ مہمانوں کو گھر سے اعلیٰ کھانا کھلاتے مگر خود زیتون کے تیل اور سرکہ پر مشتمل کھانا تناول کرتے۔(48)

عدل گستری

اپنے خادموں کے ساتھ معاملہ میں انکسار کے ساتھ عدل کی بھی عجب شان نظر آتی ہے۔ ایک دفعہ اپنے غلام سے فرمایا کہ ''میں نے تمہاری گوشمالی کی تھی یعنی کسی بات پر تنبیہ کیلئے کان مروڑے تھے اب مجھ سے بدلہ لے لو۔ اس نے آپ کا کان پکڑ لیا۔ فرمانے لگے ''اور سختی سے کان مروڑو کہ اسی دنیا میں جو بدلہ چکا دیا جائے وہ کیا خوب ہے۔''(49)

منصفانہ رائے دینے میں آپ کسی کا لحاظ نہ کرتے تھے۔ نافع بن عبدالحارث کہتے ہیں کہ

حضرت عمرؓ مکہ آئے اور جمعہ کے دن دارالندوہ میں ٹھہر گئے تا کہ قریب سے بیت اللہ آ جاسکیں۔ایک دفعہ اپنی چادر دیوار پر لٹکائی تو ایک کبوتر اس پر آ کر بیٹھ گیا۔انہوں نے اس اندیشہ سے کہ چادر کو گندا نہ کردے اسے اڑا دیا۔ وہ دوسری دیوار پر جا بیٹھا تو ایک سانپ نے اسے ڈس کر مار ڈالا۔ جمعہ کے بعد حضرت عمرؓ نے مجھے اور حضرت عثمانؓ سے کہا کہ تم دونوں میرے اس معاملہ میں فیصلہ کرو۔ میں نے حضرت عثمانؓ سے کہا کہ میرے خیال میں تو حضرت عمرؓ کو بطور فدیہ ایک بکرے کی قربانی کرنی چاہیے۔حضرت عثمانؓ نے فرمایا میرا بھی یہی خیال ہے۔(50)

سخاوت وفیاضی اور انفاق فی سبیل اللہ

حضرت عثمان غنیؓ دولتمند ہونے کے ساتھ بہت سخی اور فیاض بھی تھے۔کوئی خیال کرسکتا ہے کہ شاید غیر معمولی دولت کی وجہ سے اُن کو''غنی'' کا خطاب ملا۔امر واقعہ یہ ہے کہ حضرت عثمانؓ کو محض مالی فراخی کی وجہ سے نہیں بلکہ اُن مالی قربانیوں کی وجہ سے ''غنی'' کہا گیا ہے جو وہ دل کے غنا کی وجہ سے خدا تعالیٰ کی راہ میں پانی کی طرح مال بہاتے تھے جسے دیکھ کر آج بھی انسان محوحیرت ہوجاتا ہے۔

حضرت عثمانؓ ہی تھے جنہوں نے یہ عہد کیا تھا کہ میں ہر جمعہ کو ایک غلام آزاد کیا کروں گا۔اور پھر زندگی کے آخری سانس تک اس عہد کو نبھاتے رہے اور ہر جمعہ کو ایک غلام آزاد کرتے چلے گئے۔(51)

یہ کوئی معمولی قربانی نہیں ایک غلام کی قیمت ہزاروں درہم ہوا کرتی تھی۔اور خدا تعالیٰ کی راہ میں ہر جمعہ کو یہ مالی قربانی از خود اپنے ذمے لے لینا بہت بڑی بات ہے اور حضرت عثمانؓ کی ہفتہ وار مالی قربانی کی غیر معمولی منفرد مثال ہے جو آپ نے قائم کر دکھائی۔اپنے گھر کے محاصرہ کے دنوں میں آپ نے بیس غلام آزاد کیئے۔(52)

مسلمان جب ہجرت کر کے مدینہ آئے تو ان کا ایک بہت بڑا مسئلہ پانی کی فراہمی کا تھا۔ مدینے میں بئر رومہ ایک ہی بڑا کنواں تھا جو ایک یہودی کی ملکیت تھا اور وہ اس کا پانی بیچا کرتا تھا۔ مسلمان حالت مفلسی میں ہجرت کر کے مدینہ آئے تھے اُن کیلئے پانی خریدنا تو درکنار کھانے کو غذا تک میسر نہ تھی۔ یہ بہت کٹھن مرحلہ تھا۔آنحضرتؐ نے مسلمانوں کی تکالیف دیکھ کر تحریک عام فرمائی کہ کوئی

ہے جو بیئر رومہ خرید کر مسلمانوں کیلئے مفت پانی کا انتظام کردے۔ میں ایسے شخص کے لئے جنت میں کنوئیں کی ضمانت دیتا ہوں۔ اس وقت حضرت عثمانؓ آگے بڑھے اور اس یہودی کے ساتھ کنواں خریدنے کے لئے رابطہ کیا۔ عام حالات میں تو کنوئیں کی قیمت اتنی نہ تھی مگر وہ یہودی جانتا تھا کہ ایک ہی کنواں ہے اور مسلمان مجبور ہیں، منہ مانگے دام مجھے ملیں گے تو وہ بیچنے ہی سے انکار کرتا تھا تاکہ اس کی قیمت بڑھ جائے۔ بالآخر جب راضی ہوا تو اس نے کہا میں آدھا کنواں بیچوں گا ایک دن آپ اس کا پانی استعمال کیا کریں اور ایک دن میں خود اس کا پانی بیچا کروں گا۔ وہ جب اس کے سوا کسی بات پر راضی نہ ہوا تو حضرت عثمانؓ نے اس کنوئیں کی منہ مانگی قیمت بارہ ہزار درہم ادا کردی جو اُس زمانے کے لحاظ سے بہت بڑی قیمت تھی۔ آپ کا مقصد محض خدا اور اس کے رسولؐ کی خوشنودی اور رضا تھی۔ پھر خوشی خوشی جا کر وہ تحفہ آنحضرت کی خدمت میں پیش کردیا۔ آنحضرتؐ اپنی یہ مراد پا کر بہت خوش ہوئے اور حضرت عثمانؓ غنی کو جنت کی خوش خبری عطا فرمائی۔(53)

پھر حضرت عثمانؓ نے مسلمانوں کے لئے مفت پانی کا اعلان کردیا۔ ادھر یہودی نے جب یہ دیکھا کہ مسلمان تو اپنی باری میں سارا پانی نکال کرلے جاتے ہیں اور اس کے پاس کوئی خریدنے کیلئے نہیں آتا تو اس کو احساس ہوا کہ اس نے بہت بڑی غلطی کی ہے دوسرا آدھا حصہ بھی بیچ دینا چاہیئے تھا۔ اب وہ خود حضرت عثمانؓ کے پاس آیا اور کہا کہ بقیہ حصہ بھی آپ خرید لیں حضرت عثمانؓ اگر چاہتے تو اب قیمت حسب منشا گرا سکتے تھے مگر آپ نے کنوئیں کا دوسرا حصہ بھی آٹھ ہزار درہم میں خرید کر سارا کنواں مسلمانوں کے لئے وقف کردیا۔

جب مسجد نبوی کی توسیع کا مسئلہ پیدا ہوا تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اردگرد کے مکانات خرید کر مسجد میں شامل کرلئے جائیں۔ اس کیلئے رقم کی ضرورت تھی تاکہ اردگرد کے مکان مسجد کے لئے خریدے جاسکیں۔ اس وقت بھی حضرت عثمانؓ آگے بڑھے اور انہوں نے پندرہ ہزار درہم کی قربانی اُس وقت پیش کی اس کے نتیجے میں مسجد نبوی کی توسیع عمل میں آئی۔(54) رسول کریم ﷺ کے ساتھ حضرت عثمانؓ کو بھی توسیع کے وقت اینٹ رکھنے کی سعادت عطا ہوئی۔(55)

فتح مکہ کے بعد مسجد حرام یعنی خانہ کعبہ کی توسیع کا معاملہ پیش ہوا۔ آنحضرت ﷺ نے تحریک

فرمائی کہ وہ لوگ جو خانہ کعبہ کے قریب ارد گرد گھروں میں رہتے ہیں وہ خانہ خدا کے لئے خالی کر سکیں تو اُن کو گرا کر مسجد حرام کو وسیع کر دیا جائے۔ وہ بیچارے ایسا نہیں کر سکے کیونکہ اُن میں دوسری جگہ گھر یا مکان خریدنے کی استطاعت نہیں تھی۔ اس وقت بھی حضرت عثمانؓ کام آئے۔ انہوں نے دس ہزار دینار کی قربانی کی۔ اُس زمانے میں یہ بہت بڑی مالی قربانی تھی جس کی مدد سے ان لوگوں کو دوسری جگہوں پر مکان خرید کر دیئے گئے جو خانہ کعبہ کے پاس آباد تھے۔

حضرت ابوبکرؓ کے زمانے میں مدینہ میں قحط پڑ گیا۔ حضرت عثمانؓ کا تجارتی قافلہ سب سے پہلے مدینے پہنچا اونٹوں کی قطاریں غلہ سے لدی ہوئی تھیں۔ مدینے کے تمام تاجر اکٹھے ہو کر حضرت عثمانؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا بے شک منہ مانگا منافع لے لیں اور یہ قافلہ ہمیں بیچ دیں۔ دس ہزار درہم کی مالیت پر بارہ ہزار درہم کی پیش کش ہوئی حضرت عثمانؓ نے کہا کہ مجھے اس سے زیادہ منافع ملتا ہے۔ میں اتنے میں نہیں دے سکتا کسی نے کہا کہ ہم پندرہ ہزار درہم دیتے ہیں یہ غلہ ہمیں بیچ دیں۔ انہوں نے کہا کہ مجھے اس سے بھی زیادہ ملتے ہیں۔ مدینہ کے تاجر حیران تھے۔ انہوں نے کہا کہ ہم سب مدینہ کے باسی ہیں۔ اس سے بڑی بولی آپ کو کس نے دی اور کون ہے جو اس سے زیادہ آپ کو دے رہا ہے؟ حضرت عثمانؓ نے کہا کہ وہ میرا خدا ہے جو ایک درہم کے مقابلے پر مجھے دس درہم کی نوید سناتا ہے۔ پھر حضرت عثمانؓ نے اعلان کر دیا کہ میں ان تمام اونٹوں پر لدا ہوا مال مدینے کے غرباء کے لئے وقف کرتا ہوں۔

حضرت عبداللہؓ بن مسعود بیان کرتے ہیں کہ ایک جنگ میں مسلمانوں کا راشن ختم ہونے کے باعث فاقہ کی سخت تکلیف سے مسلمان سخت پریشان اور منافق خوش تھے۔

رسول کریم ﷺ نے فرمایا آج غروب آفتاب سے قبل اللہ تعالیٰ تمہارے لئے رزق کے سامان فرما دے گا۔ حضرت عثمانؓ کو خبر ہوئی تو فرمایا اللہ اور اس کا رسول بالکل سچ فرماتے ہیں انہوں نے غلہ سے لدے ہوئے نو اونٹ رسولؐ اللہ کی خدمت میں بھجوائے کہ ہدیہ قبول فرمائیں۔ رسولؐ اللہ یہ دیکھ کر بے حد خوش ہوئے اور منافقوں پر اوس پڑ گئی۔ تب رسولؐ اللہ نے ہاتھ اُٹھائے اور عثمانؓ کے لئے ایسی دعائیں کیں کہ اس سے پہلے یا بعد کسی کے حق میں ایسی دعائیں کرتے میں نے آپ کو نہیں

سنا۔آپ دعا کرر ہے تھے کہ اے اللہ! عثمانؓ کو بہت دے اے اللہ عثمانؓ پر بہت فضل فرما۔(56)

صلہ رحمی

حضرت عثمانؓ صلہ رحمی کرتے ،اعزواحباب سے محبت واحسان سے پیش آتے تھے۔ بھوکوں کو کھانا کھلاتے اور زیر بار لوگوں کے بوجھ اُٹھاتے تھے۔ دوستوں کو ضرورت پر بڑی بڑی رقوم قرض دیتے۔(57)بعض دفعہ قرض واپس بھی نہ لیتے ایک دفعہ حضرت طلحہؓ سے ایسا ہی معاملہ فرمایا اور فرمانے لگے کہ یہ آپ کی مروت کا صلہ ہے۔

حضرت عثمانؓ کو اپنی شہادت کا اشارہ مل چکا تھا۔ چنانچہ شہادت کے موقع پر قریباً دو ماہ تک جب آپ کے گھر کا محاصرہ کیا گیا اس محصوری کے دور میں جس ضبط وتحمل کا آپ نے مظاہرہ کیا اور صحابہ کی طرف سے باغیوں کے مقابلے کی بار بار کی درخواستیں ردّ فرمادیں تا کہ امت میں قتل و خون نہ ہو۔آپ فرماتے تھے کہ میں خلیفۃ الرسول ہوکر مسلمانی کا دعویٰ کرنے والوں کے خون سے اپنے ہاتھ رنگنا نہیں چاہتا۔ انہی اخلاق کریمہ پر قائم رہتے ہوئے آپ اس دنیا سے رخصت ہوگئے۔(58)

حضرت عائشہؓ نے آپ کی شہادت پر فرمایا کہ عثمانؓ سب سے بڑھ کر صلہ رحمی کرنے والے اور سب سے بڑھ کر اللہ سے ڈرنے والے تھے۔(59)

حضرت علیؓ سے آپ کے بارہ میں پوچھا گیا تو فرمانے لگے وہ ایسا شخص ہے جو ملأ اعلیٰ یعنی دربار خداوندی میں بھی ’’ذوالنورین‘‘ کہلاتا ہے۔(60)

حضرت عثمانؓ کو اپنے بابرکت دور میں اہم خدمات کی توفیق ملی ۔فتوحات اور انتظامی اصلاحات کے علاوہ مسجد نبوی کی تعمیر وتوسیع بھی آپ کی ایک اہم خدمت ہے۔

مسجد نبوی کی تعمیر وتوسیع کی خدمت

عہد نبوی میں بھی توسیع مسجد کی ضرورت کے پیش نظر حضرت عثمانؓ نے قریبی قطعہ زمین خرید کر مسجد کی توسیع کروائی تھی۔

اپنے دور خلافت میں 24ھ میں پھر توسیع کا ارادہ کیا لیکن قرب مسجد نبوی میں رہنے والے لوگ کافی معاوضہ کے باوجود بھی راضی نہ ہوئے۔ پانچ سال بعد پھر صحابہ سے مشورہ کے بعد آپؓ نے ایک خطبہ جمعہ میں توسیع مسجد نبوی کی خصوصیت سے تحریک کرتے ہوئے نہایت مؤثر تقریر کی جس کے نتیجہ میں لوگوں نے خوشی سے اپنے مکانات پیش کر دئے۔ اور آپؓ نے نہایت اہتمام سے اور ذاتی نگرانی میں اپنے عمّال کے ذریعہ دس ماہ کے قلیل عرصہ میں اینٹ چونا اور پتھر کی خوبصورت اور مضبوط تعمیر کر کے مسجد کی لمبائی میں پچاس گز کا اضافہ کیا۔ جبکہ چوڑائی میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی۔ (61)

حفاظت قرآن کا کارنامہ

آپ کا ایک اور کارنامہ قرآن شریف کی حفاظت کی خاطر ایک قرأت قریش پر جمع وتدوین کر کے تمام اسلامی ممالک میں اس کی اشاعت عام کرنا ہے۔ اس کے نتیجہ میں قرآن شریف ہمیشہ کے لئے محفوظ ہو گیا۔ آپ کا یہ کارنامہ رہتی دنیا تک یاد رکھا جائے گا۔

اس کی تفصیل یہ ہے کہ حضرت ابوبکرؓ نے جنگ یمامہ میں حفاظ کے کثرت سے قتل ہونے کے بعد قرآن شریف کی متفرق تحریرات کو ایک جلد میں اکٹھا کروا دیا تھا۔ یہ مستند صحیفہ حضرت ابوبکرؓ کی اپنی تحویل میں رہا پھر حضرت عمرؓ کی حفاظت میں آیا ان کی وفات کے بعد ام المومنین حضرت حفصہؓ نے مجموعہ سنبھالا۔ حضرت عثمانؓ کے زمانہ میں حضرت حذیفہؓ بن الیمان ان کی خدمت میں حاضر ہوئے انہیں شام اور عراق کی جنگوں میں شرکت کا موقع مل چکا تھا۔ وہاں نہیں مختلف ممالک واقوام میں رائج قرآنی قراءتوں کے اختلاف سے اندیشہ ہوا کہ یہ سلسلہ بڑھ کر کوئی مشکلات پیدا نہ کرے۔ انہوں نے حضرت عثمانؓ سے عرض کیا کہ یہود ونصاریٰ کا اپنی کتاب میں اختلاف سے جو انجام ہوا اس کی نوبت سے پہلے مسلم امہ کی فکر کر لیں اور قرآن شریف کو سات قراءتوں کی بجائے ایک قراءت پر رائج کر دیں۔ حضرت عثمانؓ نے حضرت حفصہؓ سے اولین مستند قرآنی صحیفہ منگوایا۔ پھر حضرت عثمانؓ نے حضرت زیدؓ بن ثابت انصاری، عبداللہؓ بن زبیر، سعیدؓ بن العاص، عبدالرحمانؓ بن حارث بن ہشام کو حکم دیا اور انہوں نے اس کی نقول تیار کیں۔ حضرت عثمانؓ نے موخر الذکر تینوں قریش صحابہ سے کہا

کہ جب تمہارا اور زیدؓ کا کسی آیت کی تلاوت یا قراءت میں اختلاف ہو تو قریش کی لغت کو ترجیح دیتے ہوئے قرآن تحریر کیا جائے کیونکہ قرآن قریش کی زبان میں اترا ہے۔ چنانچہ ان اصحاب نے یہ کام کیا جب نقول تیار ہو گئیں تو پہلا نسخہ حضرت عثمانؓ نے حضرت حفصہؓ کو واپس بھجوا دیا اور نئے تیار شدہ نسخوں کی نقول مختلف ممالک میں بھجوا کر حکم دیا کہ اس کے علاوہ دیگر قراءتوں پر مشتمل کوئی نسخے ہوں تو وہ جلا دئے جائیں۔ (62) اس کے نتیجہ میں ہمیشہ کیلئے قرآن شریف کی حفاظت کے سامان ہو گئے۔ آپؓ کا یہ کارنامہ رہتی دنیا تک یاد رہے گا۔ چنانچہ آج اسلام کے مخالف مستشرقین بھی یہ تسلیم کرنے پر مجبور ہیں۔ نولڈکے کا قول ہے:۔

"Slight clerical errors there may have been but the Quran of Othman contains none but genuine elements, though sometimes in very strange order. Efforts of European scholars to prove the existence of later interpations in the Quran have failed."

(ترجمہ) ممکن ہے کہ تحریر کی کوئی معمولی غلطیاں (طرز تحریر کی) ہوں تو ہوں، لیکن جو قرآن عثمانؓ نے دنیا کے سامنے پیش کیا تھا اُس کا مضمون وہی ہے جو محمدؐ نے پیش کیا تھا۔ گو اس کی ترتیب عجیب ہے۔ یورپین علماء کی یہ کوششیں کہ وہ ثابت کریں کہ قرآن میں بعد کے زمانہ میں بھی کوئی تبدیلی ہوئی ہے بالکل ناکام ثابت ہوئی ہے۔ (63)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنی کتاب سرّ الخلافہ میں حضرت عثمانؓ کی شان میں فرماتے ہیں:۔

''ابوبکرؓ و عمرؓ اور عثمانؓ اصل صلاح و ایمان تھے اور ان لوگوں میں سے تھے جن کو اللہ تعالیٰ نے چن لیا۔ اور جو رحمان خدا کی عنایت سے خاص کئے گئے۔ اور ان کی اعلیٰ صفات پر کئی صاحب عرفان لوگوں نے گواہی دی ہے۔ انہوں نے خدا کی رضا کی خاطر اپنے وطن ترک کئے۔ اور جنگ کے میدانوں میں کود پڑے اور خدا کی قسم اللہ تعالیٰ نے شیخین اور تیسری اس ہستی کو جو ذوالنورین ہے اسلام کے دروازوں کی طرح بنایا ہے۔ اور یہ خدائے خیبر کی فوج کے ہراول دستے ہیں اور اس امر میں کوئی شک نہیں کہ حضرت محمد مصطفیٰؐ کی پیروی میں وہ ایک بلند مقام پر ہیں اور وہ اُمَّةً وَسَطاً کے

مصداق ہیں اور وَاَیَّدَھُم بِرُوحٍ مِنہُ کہہ کر قرآن شریف میں رب العزت نے خود ان کی تعریف کی ہے کہ خدا تعالیٰ کی تائید ان کو حاصل ہے۔ اور ان کے انوار صدق اور آثار طہارت روشن تر ہو کر ظاہر ہو گئے ہیں۔ اور وہ ان راستبازوں میں سے تھے۔ جن سے اللہ راضی ہو گیا۔ اور وہ خدا سے راضی ہو گئے۔ اور انہیں وہ کچھ عطا کیا گیا۔ جو عالمین میں سے اور کو بخشا نہیں گیا۔'' (64)

حوالہ جات

1- اسد الغابہ جلد 3 ص 376
2- اصابہ جز 4 ص 223
3- ابن سعد ج 3 ص 55
4- کنز العمال ج 13 ص 76، الاستیعاب علی حاشیہ الاصابہ جلد 4 ص 225
5- ابن سعد جلد 3 ص 55
6- ابن ہشام جلد 1 ص 343
7- مستدرک حاکم ج 4 ص 46
8- البدایہ والنہایہ جلد 3 ص 66، 67
9- مجمع الزوائد جلد 9 ص 80
10- ابن سعد جلد 3 ص 55، 56
11- بخاری کتاب الوصایا باب اذا وقف ارضا
12- بخاری کتاب المناقب باب مناقب عثمانؓ
13- ابن سعد جلد 3 ص 56، استیعاب جلد 3 ص 156
14- مجمع الزوائد ج 9 ص 86، 87
15- بخاری کتاب المناقب باب مناقب عثمانؓ
16- بخاری کتاب المناقب باب مناقب عثمانؓ
17- ترمذی کتاب المناقب باب مناقب عثمانؓ
18- ابن سعد جلد 3 ص 61 تا 63
19- ابن سعد جلد 3 ص 67، 68، 71
20- اصابہ جز 4 ص 223
21- ابن سعد جلد 3 ص 64
22- ترمذی کتاب المناقب باب مناقب عثمانؓ

23- بخاری کتاب المناقب باب مناقب عثمانؓ
24- بخاری کتاب المناقب باب مناقب عثمانؓ
25- ترمذی کتاب المناقب باب مناقب عثمانؓ
26- مجمع الزوائد جلد 9 ص 90
27- اسد الغابہ جلد 3 ص 376
28- ریاض النضرہ جلد 2 ص 128
29- ابن سعد جلد 3 ص 70، 71
30- ابن سعد جلد 3 ص 71، 72
31- ابن سعد ج 3 ص 74
32- اسد الغابہ جلد 2 ص 384
33- الریاض النضرہ جلد 2 ص 133، استیعاب جلد 3 ص 159
34- ابن سعد ج 3 ص 58
35- مجمع الزوائد جلد 9 ص 80، ابن سعد جلد 3 ص 54
36- ابن سعد جلد 3 ص 54 تا 58
37- ابن سعد جلد 3 ص 76
38- ابن سعد جلد 3 ص 57
39- مجمع الزوائد جلد 9 ص 81
40- بخاری کتاب المناقب باب مناقب عثمانؓ
41- مجمع الزوائد جلد 9 ص 82
42- ابن سعد جلد 3 ص 59
43- استیعاب جلد 1 ص 62 تا 64، مسند الرویانی جز 2 ص 254
44- ابن سعد جلد 3 ص 60
45- ابن سعد جلد 3 ص 69
46- کنز العمال جلد 3 ص 320
47- صفۃ الصفوۃ جلد 1 ص 116
48- حیاۃ الصحابہ جلد 2 ص 368
49- الریاض النضرہ جلد 2 ص 111
50- مسند الشافعی ص 47
51- مجمع الزوائد جلد 9 ص 86

52- اسد الغابہ ج3 ص383

53- بخاری کتاب المناقب باب مناقب عثمانؓ و"عفوا سیدی عثمانؓ" ص54

54- نسائی کتاب الاحباس باب وقف المساجد

55- مجمع الزوائد جلد9 ص86

56- مجمع الزوائد جلد9 ص85

57- ابن سعد جلد3 ص74

58- ابن سعد جلد3 ص70

59- اصابہ جز4 ص223

60- اصابہ جز4 ص223

61- خلاصۃ الوفاء ص124، سیرۃ الصحابہ حصہ اول ص228

62- بخاری فضائل القرآن باب جمع القرآن

63- انسائیکلو پیڈیا برٹینیکا زیر لفظ قرآن

64- سر الخلافہ ص14,13 روحانی خزائن جلد8 ص326، 327

حضرت علیؓ

نام ونسب

درمیانہ قد، سیاہ آنکھیں، حسین چہرہ جیسے چودھویں کا چاند، لمبی گردن فربہ جسم، چوڑے کندھے یہ تھے حضرت علی بن ابی طالب بن عبدالمطلب بن ہاشم۔ خاندان بنی ہاشم کے چشم و چراغ۔ والد کا اصل نام عبدمناف اور کنیت ابوطالب تھی۔ والدہ فاطمہ بنت اسد بن ہاشم تھیں۔ حضرت علیؓ کی کنیت ابوالحسن تھی۔ بعثت نبوی سے دس سال قبل پیدا ہوئے۔(1)

خاندان بنی ہاشم کو خانہ کعبہ کی خدمت کی سعادت حاصل تھی۔ اور اس لحاظ سے وہ تمام عرب میں مذہبی لیڈر سمجھے جاتے تھے۔

ابوطالب حضرت علیؓ کے والد رسول اللہ ﷺ کے حقیقی چچا تھے۔ انہوں نے آنحضرتؐ کی پرورش کمال محبت اور شفقت سے کی بلکہ دعویٰ رسالت کے بعد جب کفار قریش کی مخالفت کا آغاز ہوا۔ ابوطالب نے رسول اکرم ﷺ کی حمایت کا بیڑا اُٹھایا اور ہمیشہ آپؐ کے سامنے سینہ سپر رہے۔ خاندان ابوطالب تین سال تک رسول اللہ ﷺ کے ساتھ شعب ابی طالب میں محصور رہ کر دشمنان اسلام کا تختۂ مشق ستم بنتا رہا۔ عام روایات کے مطابق ابوطالب کو قبول اسلام کے برملا اظہار کی توفیق نہیں ملی۔ مگر انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو ہمیشہ سچا جانا اور آپؐ کا ساتھ دیا۔(2)

ابوطالب کا اظہار صداقت

ایک دفعہ ابوطالب نے اپنی بیماری میں رسول اللہ ﷺ سے خواہش کی کہ اپنے اس رب سے دعا کریں کہ وہ مجھے اچھا کردے۔ رسول اللہ ﷺ نے دعا کی جس سے ان کو فوری افاقہ ہوا۔ اس پر ابوطالب بے اختیار کہہ اُٹھے **''اے محمدؐ واقعی تجھے تیرے رب نے بھیجا ہے اور وہ تیری بات بھی خوب مانتا ہے۔'' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''اور آپ بھی اے چچا اللہ کی اطاعت کریں گے وہ بھی آپ کی مانے گا۔''**(3)

پھر ابوطالب نے جس جرأت جواں مردی اور استقلال سے رسول کریم ﷺ کی نصرت و

حمایت کی اسے کبھی فراموش نہیں کیا جا سکتا۔ بلکہ ان کا نام ہمیشہ احسان مندی کے جذبات کے ساتھ یاد رکھا جائے گا۔

حضرت علیؓ کی والدہ حضرت فاطمہؓ بنت اسد نے شفیق ماں کی طرح رسول اکرم ﷺ کی پرورش فرمائی تھی۔ انہیں نہ صرف قبول اسلام بلکہ ہجرت مدینہ کی بھی سعادت نصیب ہوئی۔ مدینہ میں ہی انہوں نے وفات پائی۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنا قمیص مبارک ان کے کفن کے لئے عطا کیا اور فرمایا ''میں ابوطالب کے بعد اس نیک سیرت خاتون کا ممنون احسان ہوں۔''

قبول اسلام

حضرت علیؓ ابھی کم سن بچے تھے جب ان کے والد ابوطالب کو ایک بڑا کنبہ پالنے کا بوجھ اور تنگی اُٹھانی پڑی۔ آنحضرت ﷺ نے اپنے پیارے چچا کا ہاتھ بٹانے کی خاطر حضرت علیؓ کی کفالت اپنے ذمّے لے لی۔ اور یوں حضرت علیؓ شروع ہی سے آنحضرت ﷺ کے زیر تربیت آ گئے۔ وہ دس سال کے ہوئے تو رسول اکرم ﷺ نے دعویٰ نبوت فرمایا۔

ایک دفعہ حضرت علیؓ نے آپ کو حضرت خدیجہؓ کے ساتھ عبادت کرتے دیکھا تو پوچھا کہ آپ کیا کر رہے تھے۔ آنحضرت ﷺ نے اپنے منصب نبوت کا ذکر کرتے ہوئے کفر و شرک کی تردید کی اور حضرت علیؓ کو دعوت اسلام دی۔ حضرت علیؓ تو پہلے ہی آپؐ کے فیض تربیت اور صحبت سے منور ہو چکے تھے۔ فوراً اسلام قبول کرنے کی سعادت پائی۔ یوں تبلیغ کے عام اعلان سے پہلے بچوں میں سب سے پہلے حضرت علیؓ کو قبولیت اسلام کا شرف حاصل ہوا۔ اس وقت ان کی عمر 10 سے 15 برس تھی۔ فرماتے تھے کہ میں پہلا مرد ہوں جس نے رسولؐ اللہ کے ساتھ نماز پڑھی ہے۔ (4)

تائید حق اور دعوت الی اللہ

چوتھے سال نبوت میں رسول کریم ﷺ کو رشتہ داروں کو ہوشیار کرنے کا حکم ہوا تو آپؐ نے حضرت علیؓ کو ارشاد فرمایا کہ اپنے خاندان تک پیغام اسلام پہنچانے کے لئے ایک دعوت طعام کا اہتمام کریں۔ حضرت علیؓ نے بکری کے پایوں کے سالن اور دودھ کا انتظام کیا اور خاندان کے چالیس

افراد کو اس دعوت پر بلایا گیا۔ دعوت کے بعد آنحضرت ﷺ نے خاندان بنی مطلب کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا ''خدا کی قسم میں تمہارے سامنے دنیا و آخرت کی بہترین نعمت پیش کر رہا ہوں۔ کون ہے جو اس کام میں میرا معاون اور مددگار ہوگا؟''

اس وقت خاندان میں سے کسی اور کو تو توفیق نہ ہوئی، مگر یہ کم سن بچہ کھڑا ہوا، جس کی آنکھوں سے آشوب چشم کی وجہ سے پانی بہ رہا تھا، مگر کمال ہمّت وعزم سے اس نے کہا ''یا رسولؐ اللہ ہر چند کہ میں کمزور اور ناتواں ہوں میں اس راہ میں آپؐ کی مدد کے لئے حاضر ہوں۔'' رسولؐ اللہ نے آپؓ کو بیٹھنے کا ارشاد فرمایا اور اپنے رشتہ داروں کے مجمع کے سامنے پھر یہی سوال دہرایا، دوسری دفعہ پھر حضرت علیؓ کے سوا کوئی اور نہ اُٹھا۔ تیسری مرتبہ بھی جب حضرت علیؓ نے ہی نہایت دلیری اور جانبازی کے ساتھ اپنی خدمات اسلام کی تائید کے لئے پیش کر دیں تو رسول اللہؐ بہت خوش ہوئے۔(5)

حضرت علیؓ کی فدائیت اور جانثاری

حضرت علیؓ نے زندگی بھر اس تعلّق کا حق خوب ادا کیا۔ چنانچہ اہل مکہ نے باہم مشورہ کر کے جب رسول اکرمؐ کے گھر پر حملہ آور ہو کر آپؐ کو قید کرنے یا قتل کا منصوبہ بنایا۔ تو وحی الٰہی سے آپؐ کو دشمنوں کے اس ارادے کی اطلاع ہوگئی۔ ہجرت مدینہ کا حکم ہوا تو حضور ﷺ نے احتیاطی تدبیر کے طور پر حضرت علیؓ کو اپنے بستر پر استراحت کا حکم دیا۔ حضرت علیؓ رسول اللہ ﷺ کی سرخ چادر اوڑھ کر لیٹ گئے۔(6) تا کہ دشمنوں کو آپؐ کے مکہ چھوڑنے کا علم نہ ہو۔

ساری رات مشرکین نے حضرت علیؓ کو نبی کریم ﷺ سمجھ کر حراست میں لئے رکھا۔ صبح وہ آپؐ کو گرفتار کرنے کے لئے لپکے تو آپؐ کی جگہ حضرت علیؓ کو دیکھ کر سخت مایوس ہوئے۔(7)

اس دوران حضرت علیؓ پر اسی طرح سنگ باری کی جاتی رہی جس طرح رسول اللہ ﷺ پر سنگباری کی جاتی تھی۔(8)

علی الصبح جب مشرکین نے رسول اللہ ﷺ کی جگہ حضرت علیؓ کو پایا تو پہلے ڈانٹ ڈپٹ کر آپؓ سے رسول اللہ ﷺ کا اتہ پتہ پوچھتے رہے۔ انہیں زدوکوب بھی کیا۔ پکڑ کر خانہ کعبہ میں لے گئے اور کچھ دیر محبوس رکھا۔ جب حضرت علیؓ نے کہا کہ میں رسول اللہ ﷺ پر نگران نہیں تھا۔ تم نے انہیں مکہ

سے نکل جانے کا کہا اور وہ چلے گئے تب کہیں آپؓ کی جان چھوٹی۔(9)

حضرت علیؓ کا بائیس سال کی عمر میں رسول کریم ﷺ کی خاطر اپنی جان کو یوں خطرے میں ڈالنا ان کے اخلاص وفدائیت کو خوب ظاہر کرتا ہے۔انہیں بجا طور پر حفاظت وخدمت رسولؐ کی اپنی اس سعادت پر فخر تھا اپنے منظوم عربی کلام میں کیا خوب فرماتے ہیں:۔

وَقَيْتُ بِنَفْسِي خَيْرَ مَنْ وَطِئَ الحَصَا

وَمَن طَافَ بِالبَيتِ العَتِيقِ وَبِالحَجَر

وَبَاتَ رَسُولُ اللّٰهِ فِي الغَارِ آمِنًا

مُوقى وَفِي حِفظِ الالٰهِ وَفِي سِترِ

وَبِتُّ اُرَاعِيهِم وَلَم يَتَّهِمُونِي

وَقَد وَطَّنتُ نَفسِي عَلَى القَتلِ وَالاَسرِ

یعنی میں نے اپنی جان فدا کر کے وادی بطحا پر قدم رنجا فرمانیوالی بہترین ہستی کی حفاظت کی۔ ہاں اس وجود کی جو بیت اللہ اور حجر کا طواف کیا کرتا تھا۔

خدا کے رسول نے غار(ثور) میں بے خوف کفار سے بچ کر اللہ کی حفاظت وامان میں رات بسر کی۔اور میں نے دشمن کی نگرانی کرتے ہوئے رات گزار دی اس طرح (نڈر ہوکر) کہ وہ مجھ پر کوئی تہمت نہیں لگا سکے۔دراں حالیکہ میں نے اپنے آپ کو قتل اور قید کے لئے تیار کر لیا تھا۔

رسول اللہ ﷺ کے ارشاد کے مطابق حضرت علیؓ دو تین روز کے بعد اہل مکہ کی امانتیں لوٹا کر ہجرت کر کے مدینہ آئے اور نبی کریمؐ کے ساتھ فروکش ہوئے۔سفر ہجرت میں بھی بہت تکلیف اٹھائی راتوں کو سفر کرتے اور دن چھپ کر گزارتے، پیدل چلنے سے پاؤں زخمی ہو گئے مدینہ پہنچے تو رسول اللہ ﷺ انہیں دیکھ کر رو پڑے اور گلے لگا لیا۔(10)

رسول کریم ﷺ نے مکہ میں مہاجرین کے درمیان مؤاخات قائم کرتے ہوئے اور پھر ہجرت کے بعد مدینہ میں مواخات کے موقع پر حضرت علیؓ کو اپنا بھائی اور ساتھی قرار دیتے ہوئے فرمایا تم دنیا اور آخرت میں میرے بھائی ہو۔(11)

غزوہ بدر میں شرکت اور بہادری

بدر کا معرکہ پیش آیا تو رسول اکرم ﷺ ۳۱۳ جاں نثاروں کے ساتھ مدینہ سے نکلے آگے آگے دو عَلَم تھے۔ ایک جھنڈا حضرت علیؓ کے ہاتھ میں تھا۔(12) بدر کے قریب پہنچے تو رسول اکرم ﷺ نے حضرت علیؓ کی سرکردگی میں ایک دستہ دشمن کی نقل وحرکت معلوم کرنے کے لئے روانہ فرمایا۔ انہوں نے نہایت حکمت عملی کے ساتھ یہ خدمت سرانجام دی۔ ۱۷ رمضان المبارک کو مسلمان اور کفار میدان بدر میں آمنے سامنے ہوئے۔ سرداران قریش نے مبارزت طلب کی پہلے تین انصاری مقابلے کے لئے نکلے۔ قریش نے مطالبہ کیا کہ ہمارے ہم پلّہ قبیلہ قریش کے مردوں کو مدمقابل لایا جائے۔ تب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ”کھڑے ہو جاؤ اے حمزہؓ اور اے علیؓ تم مقابلہ پر نکلو۔“

حضرت علیؓ سفید پٹکے میں نمایاں تھے۔ ارشاد رسول ؐ کی تعمیل میں یہ سر بکف جوان میدان میں اتر کر اپنے شکار پر جھپٹا۔ اپنے حریف ولید کا ایک ہی وار میں خاتمہ کر دیا پھر عبیدہ کی مدد کو بڑھے اور ان کے حریف شیبہ کو بھی ختم کر کے دم لیا۔ جب مشرکین نے اپنے سرداروں کو یوں قتل ہوتے دیکھا تو مسلمانوں پر عام حملہ کر دیا۔ اس موقع پر شیر خدا حضرت علیؓ نے خوب بہادری کے جوہر دکھائے اور دشمنوں کی صفوں کی صفیں الٹ کر رکھ دیں۔

روایت ہے کہ حضرت علیؓ بہادر سورما کی طرح دشمن کی صفوں پر ٹوٹے پڑتے تھے اور کہتے جاتے تھے کہ اب یہ واپس مکّہ جا کر وہاں کی کھجوریں کبھی نہ کھائیں گے۔

سر ولیم میور نے حضرت علیؓ کی اس بہادرانہ شان کو یوں خراج تحسین پیش کیا ہے کہ ”میدان بدر میں علیؓ اپنے لمبے اور سرخ پھُریرے کے ساتھ اور زبیرؓ اپنی شوخ رنگ کی چمکتی ہوئی زرد پگڑی کے ساتھ بہادران الیڈ کی طرح جہاں بھی جاتے تھے۔ دشمن کے واسطے گویا موت و پریشانی کا سامان ساتھ لے جاتے تھے۔ یہ وہ نظارے تھے جہاں بعد کی اسلامی فتوحات کے ہیرو تربیت پذیر ہوئے۔“(13)

حضرت فاطمہؓ سے شادی

۲ ہجری میں حضرت علیؓ نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حضرت فاطمہؓ سے عقد کی

درخواست کی جسے حضور ﷺ نے بخوشی قبول فرمایا۔ حضرت علیؓ نے حق مہر میں اپنی ایک اونٹنی مالیتی 480 درہم اور زرہ مالیتی 20 درہم کل پانچ صد درہم پیش کی۔ نبی کریمؐ نے ہدایت فرمائی کہ اس رقم کا ایک حصّہ خوشبو وغیرہ کے لئے، دوسرا حصّہ کپڑوں کے لئے اور تیسرا حصّہ دیگر اخراجات میں صرف ہو۔(14)

اس بابرکت نکاح کا اعلان خود رسول کریم ﷺ نے فرمایا جس میں مہاجرین وانصار کے بزرگ شامل ہوئے۔ رسول کریم ﷺ نے خطبہ میں اللہ کی حمد کے بعد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے نکاح فرض قرار دیا ہے اور اس کے ذریعہ رحمی رشتے قائم فرمائے ہیں۔ قضاء وقدر کے مضمون کی طرف اہم اشارے فرما کر آپؐ نے اعلان نکاح فرمایا۔ حضرت علیؓ سے رضامندی لی پھر چھوہاروں کا ایک طشت تقسیم کروایا اور حضرت علیؓ اور فاطمہؓ کو نیک نسل کی دعا دی۔ اور حضرت فاطمہؓ سے فرمایا تمہارا شوہر دنیا و آخرت میں سردار ہوگا یہ میرے اولین صحابہ میں سے اور علم و حلم میں دوسروں سے بڑھ کر ہیں۔ حضرت اسماءؓ بنت عمیس کہتی تھیں کہ مجھے وہ نظارہ خوب یاد ہے جب رسول کریمؐ ان دونوں کیلئے بوقت رخصتی خاص دعا کر رہے تھے۔(15)

رسول پاک ﷺ نے دونوں میاں بیوی پر اپنے وضو کا پانی چھڑک کر دعائے خیر دی۔ حضرت فاطمہؓ کو آنحضرتؐ نے نہایت سادگی سے رخصت فرمایا۔ گھریلو ضرورت کی چند چیزیں چارپائی بستر چادر آٹے کی چکی پیالہ اور چھاننی، مشکیزہ اور دو گھڑے ساتھ دئے۔ یہ تھی بوقت شادی سرکار دوعالم کی صاحبزادی کی کل کائنات۔ حضرت علیؓ کی زندگی بھی درویشانہ تھی۔ دعوت ولیمہ تک کے لئے پاس کچھ نہ تھا۔ چنانچہ جنگل سے گھاس کاٹ کر شہر میں بیچی اور ولیمے کے لئے رقم اکٹھی کرنے کا ارادہ کیا۔ مگر جب یہ بھی ممکن نہ ہوا تو خود رسول کریم ﷺ، حضرت سعدؓ اور بعض اور صحابہ کی اعانت سے پروقار ولیمہ کی تقریب ممکن ہوئی۔ جو کھجور منقہ جَو کی روٹی پنیر اور شوربے کی دعوت تھی۔ اس زمانے کے اقتصادی حالات اور غربت وسادگی کا اندازہ حضرت اسماءؓ کی اس روایت سے لگایا جا سکتا ہے۔ آپؓ فرماتی تھیں کہ اس زمانے میں اس دعوت ولیمہ سے بہتر کوئی ولیمہ نہیں ہوا۔(16)

ایک دن حضرت علیؓ نے حضرت فاطمہؓ سے کہا کہ کنوئیں سے پانی کھینچ کھینچ کر میرے تو سینے

میں درد ہونے لگا ہے۔ آپ کے ابّا کے پاس کچھ قیدی آئے ہیں، جا کر درخواست کرو کہ ہمیں بھی ایک خادم عطا ہو۔ فاطمہؓ کہنے لگیں خدا کی قسم! میرے تو خود چکی پیس پیس کر ہاتھوں میں گٹّے پڑ گئے ہیں۔ چنانچہ وہ نبی کریمؐ کے پاس آئیں۔ آپؐ نے پوچھا کہ کیسے آنا ہوا؟ عرض کیا کہ سلام عرض کرنے آئی ہوں۔ پھر انہیں حضور ﷺ سے کچھ مانگتے ہوئی شرم آئی اور واپس چلی گئیں۔ حضرت علیؓ نے پوچھا کہ کیا کر کے آئی ہو؟ وہ بولیں کہ میں شرم کے مارے کوئی سوال ہی نہیں کر سکی۔ تب وہ دونوں حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حضورؐ کی خدمت میں اپنا حال زار بیان کر کے خادم کے لئے درخواست کی۔ رسول کریم ﷺ نے فرمایا خدا کی قسم! میں تمہیں دے دوں اور اہل صُفّہ (غریب صحابہ) کو چھوڑ دوں؟ جو فاقہ سے بے حال ہیں اور ان کے اخراجات کے لئے کوئی رقم میسر نہیں۔ ان قیدیوں کو فروخت کر کے میں ان کی رقم اہل صفّہ پر خرچ کروں گا۔ یہ سن کر وہ دونوں واپس گھر چلے گئے۔ رات کو نبی کریم ﷺ ان کے گھر تشریف لے گئے۔ وہ اپنے کمبل میں لیٹے ہوئے تھے۔ رسول اللہ ﷺ کو دیکھ کر وہ اُٹھنے لگے تو آپؐ نے فرمایا۔ اپنی جگہ لیٹے رہو۔ پھر فرمایا جو تم نے مجھ سے مانگا کیا میں اس سے بہتر چیز تمہیں نہ بتاؤں؟ انہوں نے کہا ضرور بتائیں۔ آپؐ نے فرمایا یہ چند کلمات ہیں جو جبریلؑ نے مجھے سکھائے ہیں کہ ہر نماز کے بعد دس مرتبہ سبحان اللہ، دس مرتبہ الحمدللہ اور دس مرتبہ اللہ اکبر پڑھا کرو۔ جب رات بستر پر جاؤ تو تینتیس مرتبہ سبحان اللہ، تینتیس مرتبہ الحمدللہ اور چونتیس مرتبہ اللہ اکبر پڑھا کرو۔ حضرت علیؓ فرماتے تھے جب سے رسول اللہ ﷺ نے مجھے یہ کلمات سکھائے میں انہیں آج تک پڑھنا نہیں بھولا۔ کسی نے تعجب سے پوچھا کہ جنگ صفین کے ہنگاموں میں بھی نہیں بھولے؟ کہنے لگے ہاں جنگ صفین میں بھی یہ ذکر الٰہی کرنا میں نے یاد رکھا تھا۔ نبی کریمؐ نے ایک اور صحابی کو یہی تسبیحات سو کی تعداد میں پڑھنے کی نصیحت کی اور فرمایا کہ اس تسبیح کی برکت تمہارے لئے سو غلاموں سے بڑھ کر ہے۔

حضرت علیؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ نبی کریم ﷺ رات کو ہمارے گھر تشریف لائے مجھے اور فاطمہؓ کو تہجد کے لئے بیدار کیا۔ پھر آپؐ اپنے گھر تشریف لے گئے کچھ دیر نوافل ادا کئے۔ اس دوران ہمارے اٹھنے کی کوئی آہٹ محسوس نہ کی تو دوبارہ تشریف لائے ہمیں جگایا اور فرمایا اٹھو نماز

پڑھو۔ حضرت علیؓ کہتے ہیں میں آنکھیں ملتا ہوا اُٹھا اور بڑ بڑاتے ہوئے کہہ بیٹھا ''خدا کی قسم! جو نماز ہمارے لئے مقدر ہے ہم وہی پڑھ سکتے ہیں۔ ہماری جانیں اللہ کے قبضہ میں ہیں وہ جب چاہے ہمیں اُٹھادے۔'' رسول کریم ﷺ واپس لوٹے۔ آپؐ نے تعجب سے اپنی ران پر ہاتھ مارتے ہوئے میرا ہی فقرہ دہرایا کہ ہم کوئی نماز نہیں پڑھ سکتے سوائے اس کے جو ہمارے لئے مقدر ہے پھر یہ آیت تلاوت کی ''وَكَانَ الْاِنْسَانُ اَكْثَرَ شَيْءٍ جَدَلًا'' (الکھف:55) کہ انسان بہت بحث کرنے والا ہے۔

نبی کریم ﷺ نے حضرت علیؓ اور ان کے خاندان کو اہل بیت میں سے قرار دیا، انکے لئے دعائیں کیں ان کی اعلیٰ تربیت کی اور نیک توقعات رکھیں۔

روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ چھ ماہ تک فجر کی نماز کے وقت حضرت فاطمہؓ کے دروازے کے پاس گزرتے ہوئے فرماتے رہے۔ ''اے اہل بیت! نماز کا وقت ہوگیا ہے'' اور پھر سورۂ احزاب کی آیت:33 پڑھتے کہ ''اے اہل بیت! اللہ تم سے ہر قسم کی گندگی دور کرنا چاہتا ہے اور تم کو اچھی طرح پاک کرنا چاہتا ہے۔''

رسول کریم ﷺ نے حضرت علیؓ سے فرمایا کہ میں تجھے ایسے دعائیہ کلمات نہ سکھاؤں جو تم پڑھو تو اللہ تعالیٰ کی مغفرت تمہیں نصیب ہو جائے۔ انہوں نے عرض کیا ضرور بتائیں۔ آپؐ نے فرمایا یہ کلمات ''**لَااِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ الْحَلِيْمُ الْعَلِيْمُ لَااِلٰهَ اِلَّااللّٰهُ الْعَلِيُّ الْعَظِيْم لَااِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ رَبُّ السَّمٰوٰاتِ وَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ**'' (17)

یعنی اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ حلم والا اور جاننے والا ہے اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ بہت بلند اور عظیم ہے اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ آسمانوں اور عظیم عرش کا رب ہے۔

غزوہ احد میں دادِ شجاعت

بدر کے بعد معرکہ احد میں بھی شیر خدا حضرت علیؓ نے کارہائے نمایاں سرانجام دیئے۔ جب مشرکین نے دوبارہ مسلمانوں پر حملہ کیا اور اسلام کے علمبردار مصعب بن عمیرؓ شہید ہوگئے اس بھگدڑ میں کئی اصحاب کے پاؤں اکھڑ گئے۔ حضرت علیؓ ان میں تھے جو ثابت قدم رہے۔ آپؓ نے موت

پر رسولؐ اللہ کی بیعت کی اور آگے بڑھ کر اسلامی جھنڈا سنبھالا۔ اور نہایت بے جگری سے لڑے۔(18)

مشرکین کے علمبردار سعد بن ابوطلحہ نے حضرت علیؓ کو للکارا۔ انہوں نے آگے بڑھ کر ایسا وار کیا کہ وہ زمین پر ڈھیر ہو کر تڑپنے لگا۔ حضرت علیؓ نے یکے بعد دیگرے کفار کے علمبرداروں کو تہ تیغ کیا۔ رسولؐ اللہ نے کفار کی ایک جماعت دیکھ کر حضرت علیؓ کو ان پر حملہ کرنے کا ارشاد فرمایا۔ حضرت علیؓ نے عمرو بن عبداللہ جمحی کو قتل کر کے انہیں منتشر کر دیا۔ پھر کفار کے دوسرے دستہ پر حملہ کرنے کا حکم فرمایا اور علیؓ نے شیبہ بن مالک کو ہلاک کیا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہاں علیؓ مجھ سے اور میں علیؓ سے ہوں۔ اس موقع پر بھی آواز سنی گئی کہ لَا فَتٰی اِلَّا عَلِی لَا سَیفَ اِلَّا ذُو الفِقَار۔ کہ ذوالفقار کے سوا کوئی تلوار نہیں اور علیؓ کے سوا کوئی جوان مرد نہیں۔

حضرت علیؓ بیان کرتے ہیں کہ احد میں بھگدڑ کے بعد مجھے رسول اللہ ﷺ نظر نہ آئے۔ میں نے مقتولین کی نعشیں بھی دیکھ ڈالیں جب آپؐ کو نہ پایا تو دل میں کہا کہ خدا کی قسم! رسولؐ اللہ بھاگنے والے تو نہیں اور نہ ہی مقتولین میں ہیں۔ معلوم ہوتا ہے خدا نے ہم سے ناراض ہو کر انہیں اٹھا لیا ہے۔ اب تو بہتر یہی ہے کہ میں لڑ کر جان دے دوں۔ چنانچہ میں نے لڑتے لڑتے تلوار کا اگلا سرا توڑ دیا۔ پھر حملہ کر کے آگے بڑھا تو کیا دیکھتا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ دشمن کے عین درمیان تھے۔

حضرت علیؓ نے غزوہ احد سے واپسی پر اپنی تلوار حضرت فاطمہؓ کے سپرد کی اسے سنبھال رکھیں آج یہ جنگ میں خوب کام آئی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے سن کر فرمایا "ہاں! اے علیؓ! آج آپ نے بھی خوب تلوار زنی کی ہے، مگر فلاں صحابہ نے بھی کمال کر دکھایا۔(19)

مشرکین کے حملے کا زور ٹوٹا تو حضرت علیؓ چند صحابہ کے ساتھ آنحضرت ﷺ کو احد پہاڑ کے دامن میں لے گئے۔ حضورؐ کا چہرہ خون آلودہ تھا۔ آپ اپنی زرہ میں پانی بھر بھر لاتے اور حضرت فاطمہؓ آنحضرت ﷺ کے زخم مبارک دھوتیں پھر بھی خون بند نہ ہوا تو چٹائی جلا کر اس کی راکھ حضرت فاطمہؓ نے زخم میں ڈالی اور تب جا کر کہیں خون بند ہوا۔

غزوہ خندق میں

۵ ہجری میں غزوہ خندق پیش آیا۔اس دوران میں ایک بار دشمن کے سواروں نے عرب کے مشہوراور بہادر پہلوان عبدودّ کی سرکردگی میں خندق پار کرکے حملے کی کوشش کی۔

عبدودّ اسلحہ سے لیس اور زرہ بند ہوکر مسلمانوں کومقابلہ کے لئے للکارنے لگا کہ کوئی ہے جو میرے مقابلہ پرآئے۔حضرت علیؓ اٹھے تو رسول اللہ ﷺ نے روک لیا۔اس نے دوبارہ اورسہ بارہ للکارا تو حضرت علیؓ پھر اٹھے۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا علی! یہ عرب کا مشہور پہلوان عمرو بن عبدودّ ہے۔حضرت علیؓ نے کہا پرواہ نہیں اور پھر بہادرانہ اشعار پڑھتے ہوئے آگے بڑھے۔اس نے پوچھا تم کون ہو؟ کہا علی بن ابی طالب۔اس نے کہا تمہارے چچاؤں میں سے کوئی تم سے بڑا مقابلہ پر آتا تو بہتر تھا۔حضرت علیؓ نے مقابلہ پرآکر اسے مخاطب کرکے فرمایا کہ سنا ہے تم نے عہد کررکھا ہے کہ اگر قریش میں سے کوئی شخص تمہیں دو باتوں میں سے ایک قبول کرنے کے لئے کہے تو تم ضرور اسے قبول کرو گے۔اس نے کہا ہاں۔حضرت علیؓ نے کہا تو پھر میں پہلے تمہیں قبول اسلام کی دعوت دیتا ہوں۔اس نے کہا مجھے اس کی ضرورت نہیں۔حضرت علیؓ نے کہا پھر آؤ مقابلہ کرلو۔وہ بولا۔بھتیجے! خدا کی قسم میں تمہیں قتل کرنا نہیں چاہتا۔حضرت علیؓ نے کہا مگر میں تمہیں قتل کرنا چاہتا ہوں اس پر عمرو کو سخت طیش آیا وہ گھوڑے سے اُتر کر حضرت علیؓ کے مقابلہ کے لئے بڑھا۔اس کی تلوار سے جیسے آگ کے شعلے نکل رہے تھے۔وہ غضبناک ہوکر حضرت علیؓ پر لپکا۔وہ اپنی ڈھال کے ساتھ آگے بڑھے۔ عمرو کی تلوار کا وار انہوں نے ڈھال سے روکا۔جو دوٹکڑے ہوکر رہ گئی۔حضرت علیؓ کے سر میں کچھ زخم آیا۔انہوں نے عمرو کو کندھے پر تلوار ماری۔وہ بڑے زور سے کٹ کر زمین پر گر پڑا تو غبار اٹھی۔حضرت علیؓ نے نعرہ تکبیر بلند کیا۔رسول اللہ ﷺ سمجھ گئے کہ انہوں نے دشمن کا کام تمام کردیا ہے۔ان کی اس کامیابی پر رسولؐ اللہ کا چہرہ خوشی سے دمک رہا تھا۔حضرت عمرؓ نے کہا اے علیؓ! اس پہلوان کی زرہ ہی اتار لیتے کہ وہ عرب کی بہترین زرہ استعمال کرتا تھا۔حضرت علیؓ نے کہا میرے مدمقابل کی پشت عریاں ہوگئی تھی جس کے بعد اس کی زرہ اتارتے ہوئے مجھے شرم محسوس ہوئی۔

معرکہ خندق میں عبدودّ کا قتل ہونا ایک بڑی زبردست کامیابی تھی جس کے نتیجے میں باقی حملہ آور مرعوب ہوئے اور بالآخر پسپا ہوئے۔قبائل یہود بنو نضیر اور بنو قریظہ کے اخراج اور ان کے حریف

بنوسعد کی سرکوبی میں بھی حضرت علیؓ نے نمایاں اور اہم کردار ادا کیا۔

غزوہ بنوقریظہ میں حضرت علیؓ پہلے موقع پر پہنچ گئے تھے۔ یہود نے رسول اللہ ﷺ اور ازواج مطہرات کے خلاف نازیبا ہرزہ سرائی شروع کررکھی تھی۔ حضرت علیؓ نے لوائے جنگ حضرت ابوقتادہؓ کے سپرد کر کے رسول اللہ ﷺ سے جا کر عرض کیا کہ آپؐ ان ناپاک لوگوں کے قریب نہ جائیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''تمہیں خدشہ ہے کہ وہ بدزبانی کریں گے۔'' عرض کیا جی ہاں۔ فرمایا ''مجھے دیکھ کر وہ یہ جرأت نہیں کرسکتے۔'' (20)

حدیبیہ میں شرکت

۶ ہجری میں صلح حدیبیہ میں بھی حضرت علیؓ رسول اللہ ﷺ کے شانہ بشانہ اور بیعت رضوان میں بھی شریک تھے۔ صلح نامہ بھی آپ نے ہی تحریر فرمایا۔ اس موقع پر آپ کی ایمانی غیرت کا نظارہ قابل دید تھا۔ جب معاہدہ میں رسول اللہ ﷺ کے الفاظ لکھے جانے پر کفار نے اعتراض کیا کہ ہم محمد ﷺ کو رسول نہیں مانتے اس لیے یہ الفاظ معاہدہ سے حذف کیے جائیں۔ رسول اللہ ﷺ نے قیام صلح اور امن کی خاطر یہ شرط مان لی تو حضرت علیؓ نے نہایت ادب سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ میں اپنے ہاتھ سے رسول اللہ ﷺ کا لفظ مٹانے کی جرأت نہیں کرسکتا۔ رسول اللہ ﷺ نے خود اپنے دست مبارک سے لفظ رسول اللہ ﷺ معاہدہ سے حذف کیا۔ (21)

فاتح خیبر

حضرت علیؓ شیر خدا کو فاتح خیبر ہونے کا اعزاز بھی حاصل ہے۔ خیبر کی طرف اچانک پیش قدمی سے یہود سراسیمہ ہوکر محصور ہوگئے۔ رسول اللہ ﷺ روزانہ ایک شخص کو قائد لشکر مقرر فرماتے اور یہودیوں پر بھرپور حملہ کیا جاتا۔ وہ قلعے سے باہر آکر لڑتے اور جب پسپا ہوتے تو قلعہ کے دروازے بند کرلیتے یوں خیبر کی فتح ایک معمہ بن گئی۔ محاصرہ خیبر کی ساتویں رات تھی رسول کریم ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے علم پاکر اپنے صحابہ کو یہ خوشخبری سنائی کہ کل میں جس شخص کو قائد مقرر کر کے جھنڈا عطا کروں گا، خدا تعالیٰ اس کے ہاتھ پر خیبر کو ضرور فتح کرائے گا۔ وہ صحابہ جنہیں کبھی قیادت کی طلب نہیں ہوئی

تھی، اس رات یہ تمنا کر رہے تھے کہ خیبر کی فتح کی سعادت انہیں عطا ہو جائے پھر اگلی صبح لوگوں نے یہ عجیب نظارہ دیکھا کہ رسول اللہؐ نے علم لشکر حضرت علیؓ کو عطا فرمایا وہ آشوب چشم کے مریض تھے۔ رسول کریم ﷺ نے اپنا لعاب دہن اُن کی آنکھوں پر لگایا اس سے وہ اچھے ہو گئے۔ حضرت علیؓ فرماتے تھے اس کے بعد کبھی مجھے آشوب چشم کی تکلیف نہیں ہوئی۔ حضرت علیؓ علم لے کر خیبر فتح کرنے کے لئے نکلے۔ اللہ تعالیٰ نے بالآخر آپ کے ہاتھ پر خیبر کی فتح کی بنیاد رکھ دی۔ ہر چند کہ اس فتح میں رسول اللہ ﷺ کی خاص توجہ دعاؤں، قائدانہ صلاحیتیوں کو بنیادی اہمیت حاصل تھی جس کی بدولت فتح کی رات حضرت عمرؓ نے گشتی پہرے کے دوران یہود کے کچھ جاسوس پکڑے تھے۔ جن سے علاوہ جنگی رازوں کے درونِ خانہ دشمن کے کئی کمزور پہلو بھی سامنے آئے۔ مسلمانوں کے حوصلے اس سے بہت بڑھ گئے۔ اگلے روز حضرت علیؓ علم جنگ لے کر میدان میں نکلے۔ پہلے یہود خیبر کا سب سے بڑا پہلوان مرحب آپ کے مقابلہ کے لئے آیا۔ اس نے بڑے تکبر سے رجز یہ شعر پڑھے۔

عَلِمَت خَیبَرُ اَنّی مَرحَبُ شَاکِی السِّلاَحِ بَطَل مُجَرَّبُ

کہ وادی خیبر کو علم ہے کہ میں مرحب سردار ہوں اسلحہ سے لیس ایک تجربہ کار پہلوان۔ جواب میں حضرت علیؓ نے بڑی شان کے ساتھ جواباً یہ شعر پڑھے۔

اَنَا الَّذِی سَمَّتنِی اُمِّی حَیدَرَہ ضِر غَامُ آ جَامٍ وَلَیثٍ قَسوَرَۃ

کہ میں بھی وہ ہوں جس کی ماں نے اس کا نام حیدر رکھا ہے اور میں نر شیر کی طرح حملہ آور ہوتا ہوں۔ یہ کہہ کر حضرت علیؓ آگے بڑھے اور مرحب کا مقابلہ کرتے ہوئے اس کا کام تمام کر دیا۔ اس کے بعد حضرت علیؓ یہود کی صفیں پسپا کرتے ہوئے آگے بڑھتے چلے گئے یہاں تک کہ ان کے آہنی دروازوں تک پہنچ گئے۔ خطرہ تھا کہ یہود حسب معمول اپنے آہنی دروازے بند کر لیتے اور ایک دفعہ پھر مسلمانوں کو پسپا ہونا پڑتا لیکن حضرت علیؓ نے نہایت حکمت عملی سے آگے بڑھ کر بڑے گیٹ کو اپنے ایک ہاتھ سے پوری قوت سے پکڑے رکھا تا کہ یہود اسے بند نہ کر پائیں۔ دوسرے ہاتھ سے وہ دشمن کا مقابلہ کرتے رہے یہاں تک کہ آپ کے پیچھے آنے والے اسلامی لشکر کو قلعہ خیبر میں داخلے کا موقع مل گیا۔ یوں خیبر کی عظیم الشان فتح کا آغاز ہو گیا۔ اس کے بعد باقی قلعے آسانی سے فتح ہوتے

چلے گئے۔

فتح مکہ کے موقع پر بھی مسلمانوں کی خاموش پیش قدمی کا راز افشاء ہونے کا اندیشہ ہوا تو نبی کریم ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے علم پا کر اس قاصد عورت کو گرفتار کرنے کے لئے جو ایک خط لے کر کفار مکہ کی طرف جا رہی تھی حضرت علیؓ کی سرکردگی میں ایک دستہ روانہ فرمایا۔ آپ اپنی اس مہم میں بھی نہایت کامیابی کے ساتھ واپس لوٹے۔

غزوہ حنین ایک عظیم الشان معرکے کے بعد مسلمانوں کو فتح ہوئی تو وہ مال غنیمت اکٹھا کرنے میں مصروف ہوگئے۔ دشمن کے تیرانداز مسلمانوں پر ٹوٹ پڑے۔ اس افراتفری کے عالم میں بارہ ہزار کے لشکر میں سے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جو چند بہادر ثابت قدم رہے۔ ان میں حضرت علیؓ نمایاں تھے۔ جنہوں نے غیر معمولی شجاعت کا مظاہرہ کرتے ہوئے دشمن کے امیر لشکر پر حملہ کر کے اس کا کام تمام کر دیا۔ اور یوں دیگر مجاہدین اسلام کے ساتھ مل کر دشمن کے لئے شکست کے سامان پیدا کر دیئے۔

۹ ہجری میں رسول اللہ ﷺ و نے غزوہ تبوک کا قصد فرمایا تو حضرت علیؓ کو امیر مدینہ مقرر فرما کر اہل مدینہ کی حفاظت کی ذمہ داری آپؓ کے سپرد فرمائی۔ حضرت علیؓ کو ایک طرف شرکت جہاد کی محرومی کا غم تھا تو دوسری طرف منافقین کے طعنوں سے رنجیدہ خاطر تھے کہ آپ عورتوں اور بچوں کے ساتھ پیچھے چھوڑے جا رہے ہیں۔ تب رسول پاک ﷺ نے ان خوبصورت الفاظ میں آپؓ کی دلجوئی کرتے ہوئے فرمایا۔ اَمَاتَرضٰی اَن تَکُونَ مِنّی بِمَنزِلَۃِ ھَارُونَ مِن مُوسٰی ---الخ

کہ اے علیؓ کیا تو اس بات پر راضی نہیں کہ میری تجھ سے وہی نسبت اور قدر و منزلت ہو جو ہارونؑ کی موسیٰؑ کے نزدیک تھی۔ البتہ تم میرے بعد نبی نہیں ہوگے۔ دوسری روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ میرے بعد نبی کوئی نہیں ہوسکتا۔ اس سیاق کلام سے ظاہر ہے کہ آپ کا مطلب یہ تھا کہ میری عدم موجودگی میں تم بطور امیر محض میرے جانشین ہوگے لیکن نبی نہیں ہوگے۔ (22)

اعلان برأت

غزوہ تبوک سے واپسی پر ۹ ہجری میں رسول کریم ﷺ نے حضرت ابوبکرؓ صدیق کو امیر حج

مقرر فرمایا اس دوران سورۃ برأت نازل ہوئی۔ جسے سورۃ توبہ بھی کہتے ہیں۔ رسول کریمؐ نے حضرت علیؓ کو ارشاد فرمایا کہ وہ حضورؐ کی نمائندگی میں مکے جا کر سورۃ سنائیں اور اس کے احکام کا اعلان عام کر دیں۔ حضرت علیؓ نے اس کی تعمیل کی اور یہ آپ کی عظیم الشان سعادت تھی جو رسول اللہ ﷺ کی انتہائی قرابت کے علاوہ آپ کا دینی مرتبہ بھی خوب ظاہر کرتی ہے۔ (23)

یمن میں خدمات

۹ ہجری میں حج سے واپسی کے بعد نبی کریم ﷺ نے مختلف اطرافِ عرب میں تبلیغی مہمات روانہ فرمائیں۔ حضرت براءؓ بن عازب روایت کرتے ہیں کہ یمن کی طرف حضرت خالدؓ بن ولید کو بھجوایا گیا میں انکے ہمراہ تھا۔ چھ ماہ کی مسلسل کوشش کے بعد وہاں دعوت اسلام میں کوئی خاطر خواہ کامیابی حاصل نہ ہوئی۔ اس کے بعد حضرت علیؓ کو رسول اللہ ﷺ نے روانہ فرمایا اور خالدؓ کو واپس بلا لیا۔ حضرت براءؓ کہتے ہیں میں حضرت علیؓ کے ساتھ رہا۔ ہم یمن کے قریب پہنچے تو لوگ اکٹھے ہونے شروع ہو گئے۔ حضرت علیؓ نے فجر کی نماز پڑھائی، خطاب فرمایا رسول اللہ ﷺ کا پیغام پڑھ کر سنایا اور پورا قبیلہ ایک دن میں مسلمان ہو گیا۔ حضرت علیؓ نے رسولؐ اللہ کی خدمت میں یہ لکھا حضورؐ خوشی سے سجدہ میں گر گئے۔ الغرض تھوڑے ہی عرصے میں رسول کریم ﷺ کے اس تربیت یافتہ داعی الی اللہ نے اپنی تدابیر کے نتیجے میں پورے عمان قبیلے کو مسلمان کر لیا۔ یمن روانگی کے وقت حضرت علیؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! مجھے قضا کے بارہ میں کچھ زیادہ علم نہیں۔ رسول کریم ﷺ نے آپؓ کے سینہ پر ہاتھ مارا اور فرمایا اے اللہ! اس کے دل کو ہدایت اور زبان کو سداد عطا کر۔ حضرت علیؓ کہتے ہیں اس کے بعد کبھی مجھے دو فریق کے تنازعہ میں کوئی شک پیدا نہیں ہوا۔ (24)

حجۃ الوداع میں شرکت

حجۃ الوداع کے موقع پر حضرت علیؓ یمن ہی سے مکہ تشریف لائے۔ اور رسول اللہ ﷺ کے ساتھ اس یادگار آخری حج میں شرکت کی سعادت پائی۔ احرام باندھتے ہوئے آپ نے نیت بھی کیسی باندھی کہ جو نیت رسول اللہ ﷺ کی ہے، اسی کے مطابق میں بھی احرام باندھتا ہوں۔ رسول

اللہ ﷺ ی نیت حج اور عمرہ دونوں کی تھی۔حضرت علیؓ کو بھی حج وعمرہ کی توفیق ملی۔ حجۃ الوداع سے واپسی کے چند ماہ بعد ربیع الاول ۱۱ ہجری میں رسول اللہ ﷺ بیمار ہو گئے۔ حضرت علیؓ کو تیمارداری اور خدمت کی توفیق ملی۔(25) وفات رسولؐ پر حضور ﷺ کے قریب ترین عزیز ہونے کے باعث تجہیز وتکفین کے سب کام حضرت علیؓ کے زیر انتظام سرانجام پائے۔

خلفائے راشدین کے دور میں خدمات

حضرت ابوبکرؓ خلیفہ ہوئے تو ان کی بیعت کے بعد حضرت علیؓ نے ان کے انصار و اعوان میں شامل ہونے کا شرف حاصل کیا۔حضرت عمرؓ اپنے دور خلافت میں اہم کام اور مہمات کے فیصلے حضرت علیؓ کے مشورے سے طے فرمایا کرتے تھے۔حضرت عمرؓ نے ایک مجنون عورت کے ہاں چھ ماہ بعد بچے کی ولادت کو ناجائز سمجھ کر رجم کا ارادہ کیا۔حضرت علیؓ نے مشورہ دیا کہ قرآن میں حمل اور دودھ چھڑانے کا عرصہ تیس ماہ اور دودھ پلانے کا دوسال یعنی چوبیس ماہ مذکور ہے اس لئے اصل مدت حمل چھ ماہ بھی ہوسکتی ہے۔ دوسرے اللہ تعالیٰ نے مجنون کو مکلّف نہیں ٹھہرایا۔اس پر حد جاری نہ ہوگی۔اس پر حضرت عمرؓ نے فرمایا''اگر علیؓ نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہوجاتا۔''(26)

حضرت عمرؓ کو جب بیت المقدس کا تاریخی سفر پیش آیا تو مدینہ میں اپنا قائم مقام حضرت علیؓ کو مقرر فرمایا۔بعد میں یہ تعلق مضبوط ہوکر قرابت میں بدل گیا۔جب حضرت علیؓ کی صاحبزادی ام کلثوم حضرت عمرؓ سے بیاہی گئیں۔حضرت عمرؓ نے بھی اس نکاح کا مقصد خاندان اہل بیت سے رشتہ مصاہرت کا اعزاز پانا ہی قرار دیا۔

حضرت عثمانؓ غنی کے زمانہ خلافت میں حضرت علیؓ ان کے مشیر رہے اور فتنہ دور کرنے کے لئے مخلصانہ مشورے دئے۔حضرت عثمانؓ کے استفسار پر حضرت علیؓ نے نہایت ادب سے عرض کیا کہ ان فتنوں کا ایک اہم سبب اموال کی کثرت ہے جن پر حضرت عمرؓ کی طرح سخت گرفت ہونی چاہیے۔

حضرت عثمانؓ کے محاصرے کے وقت بھی حضرت علیؓ نے نہایت جرأت کے ساتھ محاصرین کو تنبیہ فرمائی کہ تمہارا یہ طریق نہ صرف اسلام بلکہ انسانیت کے بھی خلاف ہے۔مگر شرپسندوں نے آپ کی آواز پر کان نہ دھرا۔پھر حضرت علیؓ نے رسول اللہ ﷺ کا عمامہ پہنا اور تلوار ہاتھ میں لی۔حضرت

حسنؓ اور حضرت ابن عمرؓ آپ کے آگے تھے، مہاجرین وانصار کی ایک جماعت کے ہمراہ انہوں نے محاصرین پر حملہ کر کے انہیں منتشر کر دیا۔ پھر حضرت عثمانؓ سے عرض کیا کہ اس معاملہ کا حل ان محاصرین کے مسلح مقابلہ کے سوا کچھ نہیں جو خلیفہ وقت کے قتل کے در پے ہیں۔ مگر حضرت عثمانؓ نے قسم دے کر فرمایا کہ ''میں اپنی خاطر کسی مسلمان کا سنگی برابر خون بہانے کی بھی اجازت نہیں دوں گا۔'' حضرت علیؓ نے اپنی رائے پر اصرار کیا تو حضرت عثمانؓ پھر وہی جواب دیا۔ حضرت شدادؓ بن اوس کہتے ہیں پھر میں نے حضرت علیؓ کو حضرت عثمانؓ کے گھر سے نکلتے ہوئے دیکھا وہ کہہ رہے تھے، ''اے اللہ تو جانتا ہے کہ ہم نے اپنی تمام کوششیں صرف کر ڈالی ہیں۔'' پھر وہ نماز کیلئے مسجد نبوی تشریف لے گئے تو ان سے عرض کیا گیا کہ آپ نماز پڑھا دیں۔ حضرت علیؓ نے فرمایا ''ایسی حالت میں جبکہ ہمارا امام اور خلیفہ محصور ہے میں تمہیں نماز نہیں پڑھا سکتا۔ میں اکیلے نماز پڑھ لوں گا۔'' پھر آپ تنہا نماز پڑھ کر واپس گھر تشریف لے گئے تو صاحبزادے نے جا کر اطلاع دی کہ محاصرین نے قصر خلافت کی دیوار کود کر حملہ کر دیا ہے۔ حضرت علیؓ نے رنجیدہ خاطر ہو کر کہا ''خدا کی قسم! وہ انہیں قتل کر کے دم لیں گے۔'' انہوں نے پوچھا حضرت عثمانؓ کا یہ انجام کیسا ہے؟ فرمایا وہ جنت میں خدا کا قرب پانے والے ہیں۔ جب پوچھا گیا کہ محاصرین کا کیا انجام ہوگا تو انہوں نے تین مرتبہ فرمایا خدا کی قسم وہ آگ میں ہیں۔ اس کے بعد اپنے دونوں صاحبزادوں حضرت حسنؓ اور حسینؓ کو بھجوا دیا کہ خلیفہ وقت کے پہرے اور حفاظت کی ڈیوٹی انجام دیتے رہیں۔ (27)

انتخاب خلافت

حضرت عثمانؓ کی شہادت کے المناک واقعہ کے بعد موجود اصحاب رسولؐ اور دیگر سب لوگوں نے حضرت علیؓ کی بیعت پر اتفاق کا اظہار کیا۔ آپؓ نے فرمایا یہ تمہارا حق نہیں ہے بلکہ بدر میں شامل ہونے والے بزرگ صحابہ کا حق ہے۔ وہ جس شخص کے بارے میں متفق ہونگے وہی خلیفہ ہونا چاہئے۔ چنانچہ تمام اصحاب بدر حاضر خدمت ہوئے اور عرض کیا کہ ہم سب آپ کو اس عہدہ کا زیادہ حقدار سمجھتے ہیں۔ ہاتھ بڑھائیں اور ہماری بیعت لیں۔ حضرت علیؓ نے پوچھا حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ کہاں ہیں؟ چنانچہ سب سے پہلے حضرت طلحہؓ نے آپ کی بیعت کی۔ پھر حضرت زبیرؓ

اور دیگر اصحاب نے بیعت کی۔(28)

دورِ خلافت

الغرض مہاجرین اور انصار کے اصرار پر آپ نے یہ ذمہ داری قبول کر لی۔حضرت علیؓ کے دور خلافت پر نظر کرتے ہوئے خود حضرت علیؓ کے اس تبصرے کو نہیں بھولنا چاہیے۔جب آپ سے کسی نے پوچھا کہ آپ کا دور اتنا پر آشوب اور پر فتن کیوں ہے؟انہوں نے کمال حاضر جوابی سے کیسا مُسکت جواب دیا کہ اس سے پہلے محمدؐ اور آپؐ کے رفقاء کو میرے جیسے خدام میسر تھے۔ مجھے تمہارے جیسے ساتھی حاصل ہیں۔مگران ناموافق حالات کے باوجود حضرت علیؓ نے بھرپور کوشش کی کہ خلافت کو استحکام نصیب ہو۔اور عدل فاروقی پھر قائم کیا جائے۔

ایک دفعہ یہود نجران نے (جن کو حضرت عمرؓ نے جلاوطن کیا تھا) حضرت علیؓ سے واپسی کی اجازت چاہی۔ آپ نے اجازت نہ دی اور فرمایا حضرت عمرؓ سے بہتر رائے کس کی ہوسکتی ہے؟ حضرت علیؓ قومی اموال کی پوری حفاظت فرماتے اور اس میں کوتاہی پر گرفت کرتے۔رعایا کے ساتھ شفقت سے پیش آتے۔ان کے لئے ہمیشہ آپ کے دروازے کھلے رہتے۔حضرت علیؓ کی دینی خدمات میں سب سے اول دعوت الی اللہ اور مسلمانوں کی مذہبی اور دینی تعلیم ہے۔ ایک دفعہ ایک ایرانی نے آپ کے حسن سلوک سے متاثر ہو کر کیا خوب کہا تھا کہ خدا کی قسم اس عربی نے تو نوشیرواں کی یاد تازہ کر دی ہے۔

فضائل

حضرت علیؓ عشرہ مبشرہ میں سے تھے یعنی وہ دس صحابہ جنہیں رسول کریم ﷺ نے ان کی زندگی میں ہی جنت کی بشارت دی۔حضرت عمرؓ فرماتے تھے کہ حضرت علیؓ کے تین فضائل ایسے ہیں کہ مجھے ان کا عطا ہونا سرخ اونٹوں کی دولت سے بھی زیادہ محبوب ہوتا۔اول رسول اللہ ﷺ سے دامادی کا شرف دوسرے مسجد میں حضورؐ کے ساتھ ان کا گھر اور تیسرے خیبر میں فتح کا جھنڈا عطا ہونا۔(29)

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے حضرت علیؓ کے فضائل پر رسول اکرم ﷺ کے ساتھ آپ کی انتہائی قرابت اور آپ کے فیض صحبت میں تربیت و پرورش اور حضور ﷺ کی لخت جگر کے ان کے

عقد کی اہمیت کا ذکر کر کے لکھا ہے کہ ان فضائل میں کوئی صحابی بھی حضرت علیؓ کا ہم پلّہ نہیں ہے۔رسول کریم ﷺ نے فرمایا ''جس شخص کو میں پیارا ہوں اسے علیؓ بھی پیارا ہے۔اے اللہ! جو علیؓ کو دوست رکھے اسکا دوست اور اس کے دشمن کا دشمن ہو جا۔اس کی مدد کرنے والے کی مدد کر۔'' حضرت ام سلمہؓ فرماتی تھیں کہ رسول اللہ ﷺ کی ناراضگی کے وقت حضرت علیؓ کے سوا کسی کو آپؐ سے بات کرنے کی جرأت نہ ہوتی تھی۔(30)

علمی مقام

رسول کریم ﷺ نے فرمایا ''میں علم کا شہر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہے جو علم کا قصد کرے وہ اس کے دروازے پر آئے۔'' ایک دفعہ رسول کریم ﷺ سے عرض کیا کہ مجھے کوئی وصیت کریں۔ آپؐ نے فرمایا کہ کہو میرا رب اللہ ہے پھر اس پر ثابت قدم ہو جاؤ۔حضرت علیؓ نے عرض کیا یا رسولؐ اللہ! میں نے یہ تو کہہ دیا کہ اللہ میرا رب ہے باقی میری توفیق اللہ سے ہی ہے اسی پر میرا توکل ہے اور اس کی طرف میں جھکتا ہوں۔رسول کریم ﷺ نے خوش ہو کر فرمایا اے ابوالحسن! علم تمہیں مبارک ہو۔تمہیں علم کا شربت پلایا گیا ہے اور تم نے بھی خوب سیر ہو کر پیا ہے۔

حضرت علیؓ نے آنحضرت ﷺ سے قرآن سیکھا اور یاد کیا تھا۔آپ معانی قرآن اور آیات کے شان نزول سے خوب واقف تھے۔فرمایا کرتے تھے کہ میں ایک ایک آیت کے بارے میں یہ بیان کر سکتا ہوں کہ کون سی آیت کب کہاں اور کس کے بارے میں اتری۔وفات رسولؐ کے بعد آپ نے ایک عرصہ خدمت قرآن میں گزار دیا اور قرآنی سورتوں کو نزول کے لحاظ سے ترتیب دینے کی سعادت پائی۔آیات کی تفسیر و تاویل کے بارے میں ان سے اس کثرت سے روایات مروی ہیں کہ اگر ان کو جمع کیا جائے تو ایک جامع تفسیر قرآن بن جائے۔

ایک دفعہ کسی نے حضرت علیؓ سے پوچھا کہ قرآن کے سوا بھی آپ کے پاس کچھ ہے۔انہوں نے کیا خوب جواب دیا کہ ''میرے پاس قرآن کے فہم اور اس کی قوت کے سوا کچھ بھی نہیں۔'' درحقیقت دیکھا جائے تو تمام علوم فہم قرآن کریم کے ہی تو خادم ہیں۔چنانچہ قرآن کے تابع دیگر علوم حدیث و فقہ اور قضا کے بارے میں آپ کو غیر معمولی علم حاصل تھا۔علم تصوف اور فن خطابت میں بھی

آپ کا پایہ بہت بلند ہے۔آپ کی طرف کئی اشعار بھی منسوب ہیں جیسے غزہ خیبر کے رجزیہ اشعار۔علم نحو یعنی عربی کلمات پر اعراب اور زیر و زبر کے موجد بھی حضرت علیؓ تھے۔(31)

شہادت

حضرت علیؓ کی شہادت بھی تقدیر الٰہی تھی جس کی خبر رسول کریم ﷺ نے اپنی زندگی میں انہیں دی اور صبر کی تلقین فرمائی تھی۔ حضرت علیؓ جب مدینہ سے کوفہ جانے لگے تو حضرت عبداللہؓ بن سلام نے روکنا چاہا اور کہا ''مجھے آپ کی جان کے بارہ میں خطرہ ہے اور رسول اللہ نے مجھے یہ خبر دی تھی۔'' خود حضرت علیؓ نے بھی شہادت سے قبل اپنی داڑھی کے خون آلود ہونے کا ذکر کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے اس کی پیشگوئی فرمائی تھی۔ چنانچہ حضرت علیؓ کو بد بخت عبدالرحمان بن ملجم خارجی نے فجر کی نماز پر آتے ہوئے شہید کر دیا۔بعض روایات کے مطابق اس نے دوران نماز حضرت علیؓ پر حملہ کیا۔ یہ دردناک سانحہ دراصل گروہ خوارج کی اس گہری سازش کا نتیجہ تھا جو ایک ہی دن میں صبح کی نماز پر کوفہ میں حضرت علیؓ کو مصر میں حضرت عمروؓ بن العاص اور شام میں حضرت معاویہؓ پر قاتلانہ حملہ کے بارے میں تیار کی گئی۔کوفہ کی ایک خارجی عورت بھی اس میں شریک تھی۔جس نے قاتل سے حضرت علیؓ کے قتل کے شرط پر نکاح کا وعدہ کیا تھا۔قاتلوں نے اپنا منصوبہ بناتے ہوئے یہ جائزہ بھی لیا کہ حضرت علیؓ اکیلے نمازوں پر تشریف لاتے ہیں۔ان کے لئے کسی حفاظتی پہرہ کا کوئی انتظام نہیں اس لئے نماز پر آتے ہوئے حملہ کیا جائے۔قاتل نے اپنے معاون کو مدد کیلئے تیار کرنے کی خاطر دنیا میں شہرت اور آخرت میں جنت کے خوب وعدے کئے۔ پھر رمضان کے آخری عشرہ کی ایک فجر کو وہ حضرت علیؓ پر حملہ آور ہو گئے۔ پہلے ابن ملجم کے ساتھی نے حملہ کیا جو خطا گیا پھر اس نے تلوار سے حملہ کیا اور کہا حکومت اللہ کی ہے تیری اور تیرے ساتھیوں کی نہیں۔حضرت علیؓ نے تلوار کا وار لگتے ہی **فُزْتُ وَرَبِّ الْکَعبةِ** کا نعرہ بلند کیا کہ رب کعبہ کی قسم! میں کامیاب ہو گیا۔پھر فرمایا یہ شخص جانے نہ پائے چنانچہ اسے پکڑ لیا گیا۔حضرت علیؓ نے فرمایا یہ قیدی ہے اس کی عزت کرو اور اچھی جگہ رکھو۔اس کے تین دن بعد حضرت علیؓ کی وفات ہوگئی۔(32) حضرت امام حسنؓ نے حضرت علیؓ کی شہادت پر تقریر کرتے ہوئے کہا ''اے لوگو! ایک ایسا شخص تم سے جدا ہوا کہ پہلے اس سے سبقت نہ لے سکے اور بعد میں

آنے والے اس کا مقام نہ پاسکیں گے۔ رسول اللہ ﷺ اسے جھنڈا عطا کرتے تھے اور جبریل و میکائیل اس کے دائیں بائیں لڑتے تھے۔ وہ فتح کے بغیر واپس نہ لوٹتا تھا اور اللہ نے اس رات اس کی روح قبض کی جس رات حضرت عیسیٰؑ کی روح قبض ہوئی اور جس میں قرآن اترا یعنی 27 رمضان المبارک۔ یہ 40ھ کا سال تھا۔ جس میں حضرت علیؓ کی وفات قریباً ساٹھ سے پینسٹھ سال کی عمر میں ہوئی ان کا دور خلافت چار سال نو ماہ رہا۔'' (32)

دراصل حضرت علیؓ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے سفر واپسی کا اشارہ ہو چکا تھا۔ آپؓ قاتلانہ حملہ کے بعد تین روز تک زندہ رہے اگرچہ زخم بہت گہرا نہ تھا مگر زہر آلود تلوار کے اس وار سے آپ جانبر نہ ہو سکے۔ علالت کے ان ایام میں عمرو ذی مرآپ کی عیادت کو آئے۔ آپؓ کا زخم دیکھ کر کہا کہ زخم بہت گہرا نہیں آپ اچھے ہو جائیں گے۔ آپؓ نے فرمایا ''نہیں میں تم سے جدا ہونے والا ہوں۔'' اس پر صاحبزادی ام کلثومؓ روپڑیں تو آپؓ نے فرمایا ''بیٹی! جو میں دیکھ رہا ہوں اگر تم دیکھ لیتیں تو نہ روتیں۔ میں فرشتوں اور نبیوں کو دیکھ رہا ہوں اور محمدؐ مجھے کہہ رہے ہیں اے علیؓ! تمہیں بشارت ہو کہ جہاں تم آتے ہو وہ اُس سے بہتر ہے جس میں تم ہو۔'' آخری وقت میں حضرت علیؓ اپنی وصیت سے فارغ ہوئے تو سب موجود لوگوں کو الوداعی سلام فرمایا السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! اس کے بعد کوئی بات نہیں کی سوائے لَا اِلٰـہ اِلَّا اللّٰـہُ کے کلمہ کے یہاں تک کہ آپکی روح قبض ہوگئی۔ آپ کے صاحبزادوں نے آپ کو غسل دیا اور حضرت امام حسنؓ نے نماز جنازہ پڑھائی۔ آپ کے پاس رسول اللہ ﷺ کا تبرک ایک خوشبو تھی جو آپ کی وصیت کے مطابق میت کو لگائی گئی۔

حضرت علیؓ کی وصیت کا ماحصل یہی تھا کہ ''اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرانا اور محمدؐ کی سنت کو ضائع نہ کرنا اور اسلام کے دونوں ستونوں نماز اور زکوٰۃ کو قائم کرنا۔''

جب آپ سے عرض کی گئی کہ اپنے بعد کسی کو جانشین مقرر کر دیں تو فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے بھی کسی کو اپنا خلیفہ نامزد نہیں فرمایا تھا میں بھی نہیں کروں گا۔ عرض کیا گیا کہ اس بارہ میں آپ خدا کے حضور کیا جواب دیں گے؟ فرمایا میں کہوں گا اے اللہ! تو نے مجھے جب تک چاہا ان لوگوں میں باقی رکھا پھر تو نے میری روح قبض کر لی اور تو خود ان میں موجود اور نگران تھا اگر تو چاہے تو انکی اصلاح

فرمائے چاہے تو بگاڑ دے۔(33)

اولاد

حضرت فاطمہؓ الزہرہ بنت رسولؐ سے حضرت علیؓ کی اولاد دو صاحبزادے حضرت امام حسنؓ، امام حسینؓ اور دو صاحبزادیاں حضرت زینبؓ کبریٰ اور ام کلثوم کبریٰؓ تھیں۔اس کے بعد مختلف اوقات میں آٹھ ازواج اور دیگر امہات الولد سے چودہ لڑکے اور انیس لڑکیاں ہوئیں۔آپ کی نسل پانچ بیٹوں سے چلی جو حسن وحسین کے علاوہ محمد بن الحنفیہ عباس بن کلابیہ اور عمر بن تغلبیہ ہیں۔ازواج کے نام یہ ہیں۔(1) حضرت خولہؓ بنت جعفر حنفیہ (2) حضرت لیلیٰ بنت مسعود تمیمیہ (3) حضرت ام البنینؓ بنت حرام کلابیہ (4) حضرت اسماءؓ بنت عمیس خثعمیہ (5) حضرت صہباءؓ بنت ربیعہ تغلبیہ (6) رسولؐ اللہ کی نواسی حضرت امامہ بنت ابی العاص قریشیہ (7) حضرت ام سعیدؓ بنت عروہ ثقفیہ (8) حضرت محیاۃ بنت امرالقیس کلبیہ (34)

اخلاق فاضلہ

حضرت علیؓ نے نہایت اعلیٰ اخلاق آنحضرت ﷺ ہی کی تربیت میں تو سیکھے تھے۔حضور پاکؐ کی پاک سیرت ہی آپ کے اخلاق تھے۔سادگی کا یہ عالم تھا کہ خود بیان کرتے تھے میری شادی حضرت فاطمہؓ سے ہوئی تو ہمارا بستر ایک مینڈھے کی کھال کے سوا کچھ نہ تھا۔اسی پر ہم رات کو سوتے تھے اور دن کو اس پر اپنے جانور کو چارا ڈالتے تھے۔میرے پاس اس کے سوا کوئی خادم نہ تھا۔حضرت علیؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ مدینہ کے شروع کی بات ہے۔مجھے سخت بھوک اور فاقہ کی تکلیف پہنچی، میں باہر نکلا تو ایک عورت نے مٹی جمع رکھی تھی وہ اسے گیلا کر کے گار بنانا چاہتی ہے میں نے اس سے ایک ڈول پانی کے عوض ایک کھجور لینے پر سولہ ڈول پانی نکال کر دئے۔جس سے میرے ہاتھ پر چھالے پڑ گئے۔پھر پانی سے ہاتھ دھو کر اس سے سولہ کھجوریں لیں اور رسول کریم ﷺ کے پاس لے کر آیا۔آپؐ نے میرے ساتھ وہ کھجوریں تناول فرمائیں۔فرماتے تھے کہ ایک زمانہ تھا مجھے بھوک اور فاقہ کی وجہ سے پیٹ پر پتھر باندھنا پڑتا تھا اور آج میرے وقف اموال صدقہ وغیرہ کی آمد ہی چالیس

ہزار درہم ہوتی ہے۔ جو خدا کی راہ میں خرچ کی توفیق ملتی ہے۔ فراخی کے باوجود آپؓ کی سادگی میں کوئی فرق نہ آیا۔ عام لباس موٹی چادر کا تھا ایک دفعہ وہ پہنی ہوئی تھی کہنے لگے یہ صرف چار درہم میں خریدی ہے۔ سفید ہلکی ٹوپی بھی استعمال فرماتے تھے۔ انگوٹھی پر ''اللہ الملک'' کندہ تھا کہ اللہ ہی بادشاہ ہے۔ (35)

حضرت علیؓ اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کی بہت سعی کرتے تھے۔ کبھی سائل کو خالی ہاتھ واپس نہ لوٹاتے۔ انکسار کا یہ عالم تھا کہ ایک دفعہ حضرت فاطمہؓ سے کچھ تکرار ہوئی تو مسجد نبوی میں جا کر زمین پر لیٹ رہے نبی کریمؐ نے آ کر پوچھا اور خود ان کے پیچھے مسجد گئے اور ان کو زمین پر لیٹے پا کر ''ابوتراب'' کی کنیت سے یاد فرمایا کہ مٹی کا باپ۔ (36)

حضرت علیؓ بیت المال میں حضرت ابوبکرؓ کی طرح معاملہ کرتے تھے۔ کوئی بھی مال آتا تو فوراً تقسیم کر دیتے اور کچھ بچا کر نہ رکھتے سوائے اسکے کہ اس روز تقسیم میں کوئی دقت ہو۔ نہ تو خود بیت المال سے ترجیحاً کچھ لیتے اور نہ کسی دوست یا عزیز کو اس میں سے دیتے۔ نیک دیندار اور امانت دار لوگوں کو حاکم مقرر فرماتے۔ خیانت پر سخت تنبیہ فرماتے۔ خدا کے حضور عرض کرتے ''اے اللہ تو جانتا ہے کہ میں نے انہیں تیری مخلوق پر ظلم کا حکم نہیں دیا تھا۔''

کوفہ میں معمول تھا کہ دو چادروں کا مختصر لباس پہن کر درّہ ہاتھ میں لئے بازار میں گھوم رہے ہیں لوگوں کو اللہ کے تقویٰ اور سچائی کی تلقین کر رہے ہیں۔ اچھے سودے میں ماپ تول پورے کرنے کے لئے کہہ رہے ہیں۔ ایک دفعہ بیت المال میں جو کچھ تھا تقسیم کر کے اس میں جھاڑو پھیر دیا۔ پھر دو رکعت نماز پڑھی اور فرمایا ''امید ہے کہ قیامت کے دن یہ میری گواہ ہوگی۔'' (36)

امانت و دیانت اور قناعت آپ کا شیوہ تھا حضرت عائشہؓ آپ کے بارے میں فرماتی تھیں کہ وہ بہت روزے رکھنے والے اور عبادت گزار تھے۔ (37) زبیرؓ بن سعید قریشی کہتے ہیں کہ میں نے کسی ہاشمی کو آپؓ سے زیادہ عبادت گزار نہیں دیکھا۔ (38) خدا کی راہ میں خرچ کرنے میں بھی آپ کو بلند مقام حاصل تھا۔ کبھی کوئی سائل آپ کے گھر سے خالی ہاتھ نہ لوٹا۔ ایک طرف تواضع میں کمال حاصل تھا تو دوسری طرف شجاعت میں انتہا تھی۔ میدان جنگ میں شجاعت اور دشمن کے ساتھ حسن سلوک

میں بھی مردانگی کی ایک شان تھی۔ اپنے قاتل ابن ملجم کے بارہ میں بھی فرمایا کہ اسے اچھا کھانا کھلاؤ اور اچھا بستر دو۔ اگر میں زندہ رہا تو خود اس کی معافی یا سزا کا فیصلہ کروں گا اور اگر میں مر گیا تو اسے میرے ساتھ ملا دینا مگر اس کے ناک کان نہ کاٹنا۔

حضرت علیؓ بلند پایہ خطیب تھے۔ نہایت فصیح و بلیغ مؤثر وعظ فرماتے۔ خوارج سے مقابلہ کے زمانہ میں آپ کے خطبات مشہور ہیں جو نہج البلاغہ میں آپ کی طرف منسوب ہیں اسمیں شک نہیں کہ حضرت علیؓ کے فضائل کے بارہ میں مبالغہ سے بھی کام لیا گیا ہے جسے پیش نظر رکھنا چاہیے۔ رسول ؐ اللہ نے آپؓ سے بجا فرمایا تھا کہ ''آپ کی مثال حضرت عیسیٰؑ کی ہے کہ جس سے یہودی ناراض ہوئے اور عیسائیوں نے انہیں اصل مقام سے کہیں زیادہ بڑھا کر پیش کیا۔'' خود حضرت علیؓ فرماتے تھے کہ میرے بارہ میں دو آدمی ہلاک ہونگے ایک محبت سے غلو کرنے والا، دوسرا جھوٹا اور بہتان تراش۔

ایک دفعہ حضرت امام حسنؓ سے کسی نے کہا بعض شیعہ جو (حبّ علیؓ کے دعویدار ہیں) یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ حضرت علیؓ ''دابّہ الارض'' ہیں جن کے خروج کی قرآن میں پیشگوئی ہے اور وہ قیامت سے پہلے پھر ظاہر ہونگے۔ اس پر حضرت امام حسنؓ نے فرمایا وہ جھوٹ کہتے ہیں یہ لوگ ہرگز حضرت علیؓ سے محبت کرنے والے نہیں بلکہ ان کے دشمن ہیں۔ اگر ان کی بات درست ہوتی اور حضرت علیؓ نے دوبارہ ظاہر ہونا ہوتا تو ہم انکی میراث تقسیم نہ کرتے اور نہ ان کی بیوگان کا آگے نکاح کرتے۔ (39)

امیر معاویہ نے ضرار صدائی سے کہا کہ حضرت علیؓ کے اوصاف بیان کرو۔ اس نے کہا اے امیر المومنین مجھے اس سے معاف فرمائیں۔ انہوں نے کہا تمہیں یہ بیان کرنے ہوں گے۔ وہ کہنے لگے کہ اگر آپ ضرور سننا ہی چاہتے ہیں تو پھر سنیں کہ

''خدا کی قسم وہ بلند حوصلہ اور مضبوط قویٰ کے مالک تھے۔ فیصلہ کن بات کہتے اور عدل سے فیصلہ کرتے تھے ان کی جانب سے علم کا چشمہ پھوٹتا تھا اور حکمت ان کے اطراف سے ٹپکتی تھی۔ وہ دنیا اور اس کی رونقوں سے وحشت محسوس کرتے اور رات اور اس کی تنہائی سے انس رکھتے تھے۔ وہ بہت رونے والے، لمبا غور و فکر کرنے والے تھے۔ چھوٹا لباس اور موٹا سادہ کھانا پسند تھا۔ وہ ہم میں ہماری

طرح رہتے تھے۔ہم سوال کرتے تو وہ ہمیں جواب دیتے اور جب ہم کسی خبر کی بابت دریافت کرتے تو ہمیں بتاتے۔اور خدا کی قسم ہم ان کے ساتھ محبت وقرب کے تعلق کے باوجود ان کے رعب کی وجہ سے بات کرنے سے رکتے تھے۔وہ دین دار لوگوں کی تعظیم کرتے اور مساکین کو اپنے پاس جگہ دیتے تھے۔طاقتور کو اس کے باطل موقف میں طمع کا موقع نہ دیتے اور کمزور آپ کے عدل سے مایوس نہ ہوتا۔اور خدا کی قسم! میں نے انہیں بعض مقامات پر دیکھا جبکہ رات ڈھل چکی تھی اور ستارے ڈوب چکے تھے وہ اپنی داڑھی کو پکڑے ایسے مضطرب ہیں جیسے وہ شخص جسے سانپ کاٹ جائے اور وہ غمگین انسان کے رونے کی طرح روتے اور کہتے تھے اے دنیا! تو میرے علاوہ کسی اور کو دھوکا دے تو مجھ سے چھیڑ چھاڑ کرتی ہے یا میری مشتاق ہوتی ہے۔تجھ پر افسوس صد افسوس۔میں تو تمہیں تین طلاقیں دے چکا ہوں جو واپس نہیں ہوسکتیں پس تمہاری عمر بہت محدود ہے اور تمہارا مقصد بہت حقیر ہے۔آہ! زادِ راہ کتنی کم اور سفر کتنا لمبا ہے اور راستہ کتنا وحشت ناک ہے۔یہ سن کر امیر معاویہ رو پڑے اور کہا اللہ ابوالحسن پر رحم کرے خدا کی قسم! وہ ایسے ہی تھے۔اے ضرار! تمہارا غم ان کی وفات پر کیسا ہے؟ ضرار نے کہا اس ماں کی مامتا کا غم جس کا بچہ اس کی گود میں ذبح کر دیا جائے۔'' (40)

حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:۔

''حضرت علیؓ پاکباز اور متقی انسان تھے اور رحمان خدا کے محبوب بندوں میں سے تھے۔اور خدائے غالب کے شیر تھے۔آپ وہ بے مثال بہادر تھے میدان جنگ میں خواہ دشمنوں کی فوج سے مقابلہ ہوا پنے مرکز سے کبھی پیچھے نہ ہٹے۔کئی معرکہ ہائے جنگ میں اپنی شجاعت کے حیرت انگیز جوہر دکھائے۔اس کے ساتھ ساتھ آپ شیریں بیان اور مخلص انسان تھے۔الغرض ہر ایک خوبی میں اور فصاحت وبلاغت میں کوئی آپ کا نظیر نہیں۔اور اللہ تعالیٰ کے مقرب بندوں میں سے تھے۔علوم قرآنی میں آپ کو ایک سبقت حاصل تھی اور قرآنی نکات کے ادراک کا ایک خاص فہم آپ کو حاصل تھا اور میں نے خواب میں دیکھا کہ حضرت علیؓ نے مجھے کتاب اللہ کی ایک تفسیر دی ہے اور کہا کہ یہ میری تفسیر ہے اور آپ کو اوّلیت کا شرف حاصل ہے۔جو آپ کو دیا گیا اُس پر آپ کو مبارک ہو۔چنانچہ میں نے وہ تفسیر لے لی اور میں نے حضرت علیؓ کو پختہ اخلاق کا مالک اور تواضع اور منکسر المزاج اور

روشن اور روحانی انسان دیکھا اور خدا کی قسم انہوں نے مجھ سے ملاقات کی اور میرے دل میں ڈالا گیا کہ وہ مجھے اور میرے عقیدے کے بارے میں خوب جانتے ہیں اور مجھے علیؓ حسینؓ سے ایک خاص مطابقت ہے جس کا بھید سوائے خدا کے اور کسی کو معلوم نہیں اور مجھے علیؓ اور اُن کے دونوں صاحبزادوں سے محبت ہے اور جو ان سے دشمنی کرتے ہیں میں ان کا دشمن ہوا۔'' (41)

حوالہ جات

1- استیعاب جلد 3 ص 218، اصابہ جز 4 ص 269، اسد الغابہ جلد 4 ص 16
2- الوفا لابن جوزی ص 198
3- مستدرک حاکم جلد اص 2 4 5، مکتبہ النصر الحدیثہ الریاض
4- ابن سعد جلد 3 ص 1 2، استیعاب جلد 3 ص 199
5- تفسیر طبری سورۃ الشعراء زیر آیت وانذر عشیرتک الاقربین
6- ابن سعد جلد 1 ص 228
7- مسند احمد جلد 1 ص 348
8- مستدرک حاکم جلد 3 ص 134
9- تاریخ طبری جلد 2 ص 373
10- مستدرک حاکم جلد 3 ص 4، ابن سعد جلد 3 ص 22، وابن ہشام جلد 2 ص 98، اسد الغابہ جلد 4 ص 19
11- الاصابہ جز 4 ص 269، استیعاب جلد 3 ص 203
12- ابن سعد جلد 3 ص 23
13- مجمع الزوائد جلد 6 ص 81، لائف آف محمد صفحہ 251، 252
14- بیہقی دلائل جلد 7 ص 235 وجلد 3 ص 160 وابن سعد جلد 3 ص 21 تا 23
15- استیعاب جلد 3 ص 203، زرقانی جلد 2 ص 4
16- مسند احمد جلد 5 ص 9 5 3 و مجمع الزوائد جلد 4 ص 50
17- مسند احمد جلد 1 ص 1 0 4، 91، 1 5 3 وابن سعد جلد 8 ص 2 4، ترمذی کتاب التفسیر سورۃ الاحزاب، مسند احمد جلد 6 ص 344، مجمع الزوائد جلد 9 ص 119، 120
18- ابن سعد جلد 3 ص 23
19- مجمع الزوائد جلد 6 ص 114، 112، طبری جلد 2 ص 574، کنز العمال جلد 5 ص 274
20- ابن ہشام جلد 3 ص 241، مستدرک جلد 3 ص 32

-21 ابن ہشام جلد 3 ص 253، واقدی جلد 2 ص 499، بخاری کتاب الجہاد باب المصالحہ

-22 مجمع الزوائد جلد 9 ص 122، 123، سیرت الحلبیہ جلد 2 ص 38 تا 41، بخاری مغازی تبوک

-23 بخاری کتاب التفسیر سورۃ براء۔ استیعاب جلد 3 ص 216

-24 استیعاب جلد 3 ص 203

-25 بخاری کتاب الحج باب من احل فی زمن النبیؐ

-26 استیعاب جلد 3 ص 206

-27 اسد الغابہ جلد 4 ص 38، ریاض النضرہ فی مناقب العشرہ جلد 2 ص 128

-28 اسد الغابہ جلد 4 ص 31، 32

-29 مجمع الزوائد جلد 9 ص 121، 104

-30 مجمع الزوائد جلد 9 ص 104، 116، ازالۃ الخفاء

-31 منتخب کنز العمال برحاشیہ مسند جلد 5 ص 48، اسد الغابہ جلد 4 ص 33۔ استیعاب جلد 3 ص 208 تا 210، بخاری کتاب الدیات و مسند احمد جلد 4 ص 79، 100۔ فہرست ابن الندیم

-32 استیعاب جلد 3 ص 218، 219۔ ابن سعد جلد 3 ص 35۔ اسد الغابہ جلد 4 ص 34۔ مجمع الزوائد جلد 9 ص 146۔ اصابہ جز 4 ص 271

-33 اسد الغابہ جلد 4 ص 38، 39۔ مجمع الزوائد جلد 9 ص 137، 139

-34 ابن سعد جلد 3 ص 19، 20

-35 کنز العمال جلد 7 ص 133۔ اسد الغابہ جلد 4 ص 33، 24 و استیعاب جلد 3

-36 مسلم کتاب المناقب باب مناقب علیؓ و مجمع الزوائد جلد 9 ص 121۔ استیعاب جلد 3 ص 211، منتخب کنز العمال برحاشیہ مسند احمد جلد 5 ص 55

-37 ترمذی کتاب المناقب فضل فاطمہ

-38 مستدرک حاکم جلد 3 ص 108

-39 استیعاب جلد 3 ص 219، 204، مسند احمد جز 1 ص 160 ابن سعد جلد 3 ص 39، منتخب کنز العمال برحاشیہ مسند جلد 5 ص 46

-40 استیعاب جلد 3 ص 209

-41 سر الخلافہ روحانی خزائن جلد 8 ص 358 (ترجمہ از عربی)

حضرت ابوعبیدہؓ بن الجراح

حلیہ ونام ونسب

لمبا قد، دبلا جسم، چھریرا بدن، روشن پیشانی، بارعب چہرہ، تیکھے نقش، خشخشی داڑھی۔ یہ ہیں عہدِ نبوی ﷺ کے نوجوان صحابی ابوعبیدہؓ بن الجراح۔ اصل نام عامر بن عبداللہ بن الجراح ہے۔ مگر دادا کی نسبت سے معروف ہیں اور نام سے زیادہ کنیت سے مشہور ہیں۔ سلسلہ نسب پانچویں پشت میں نبی کریم ﷺ سے مل جاتا ہے۔(1)

قبول اسلام وفضائل

حضرت ابوعبیدہؓ رسول اللہ ﷺ کے دعویٰ نبوت کے بعد ابتدائی ایمان لانے والوں میں سے ہیں۔ انہیں کو دارارقم کے تبلیغی مرکز بننے سے بھی پہلے قبول اسلام کی سعادت نصیب ہوئی۔ آپ حضرت ابوبکرؓ صدیق جیسے عظیم الشان داعی الی اللہ کی تبلیغی کوششوں کا شیریں پھل تھے۔ سیرتِ صدیقی کی گہری چھاپ ان کے اخلاق وشمائل میں نمایاں نظر آتی ہے۔ انہوں نے ایمان واخلاص میں بہت جلد ترقی کی اور اصحاب رسولؐ میں بہت بلند مقام پایا۔ آپؓ ان خوش نصیب دس صحابہ میں سے تھے جنہیں نبی کریمؐ نے اپنی زندگی میں جنت کی بشارت دی۔(2)

اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوعبیدہؓ کو خوبصورت اخلاق اور کردار کے ساتھ قیادت کی اعلیٰ صلاحیتوں سے نوازا تھا۔ آنحضرتؐ نے ایک دفعہ ان کی اس خوبی کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ ”خاندان قریش میں سے تین ایسے مردان حق ہیں۔ جو نہایت اعلیٰ اخلاق کے حامل، انتہائی حیادار اور مقامِ سیادت پر فائز ہیں۔ اور وہ ہیں ابوبکرؓ و عثمانؓ اور ابوعبیدہؓ بن الجراح۔“(3)

پاکیزہ اوصاف کی بناء پر آپؓ ہمارے آقا و مولا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو بہت محبوب تھے، ایک دفعہ حضرت عائشہؓ نے رسول خداؐ سے بے تکلف گھریلو گفتگو کے دوران پوچھا کہ آپ کو اپنے اصحاب میں سے سب سے پیارے کون ہیں؟ آپؐ نے فرمایا ابوبکرؓ، انہوں نے پوچھا پھر کون؟ فرمایا عمرؓ، حضرت عائشہؓ نے تیسری مرتبہ پوچھا پھر کون رسول کریم ﷺ نے جواب دیا ابوعبیدہ بن

الجراحؓ (4)

بلا شبہ ابوعبیدہؓ سے رسولؐ خدا کی یہ للّٰہی محبت ان کے اخلاص وفدائیت ایثار اور خدمات دینی کے باعث تھی۔ انہوں نے عین عالم شباب میں اسلام قبول کیا اور اپنی جوانی خدمت دین میں گزار دی۔

ہجرت کا ابتلاء

اسلام قبول کرتے ہی حضرت ابوعبیدہؓ کو جس ابتلاء کا سامنا کرنا پڑا وہ مال واولاد اور وطن کی قربانی کا ابتلاء تھا۔ مگر خدا کی خاطر اور دین کو دنیا پر مقدم کرتے ہوئے کمال جواں مردی سے وہ اپنا سب کچھ چھوڑنے کے لئے تیار ہو گئے اور مکہ کو خیر باد کہہ کر دور دراز کے اجنبی دیس حبشہ کی طرف ہجرت کی۔ انہوں نے سفر کی صعوبتیں برداشت کیں، نئے ٹھکانے اور تلاش معاش کے دوران مشکلات اور خوف وہراس کا سامنا کیا۔ جب وہاں کچھ قدم جم گئے تو ہجرت مدینہ کا دوہرا امتحان پیش آیا۔ ان کی محبت رسولؐ نے یہ گوارا نہ کیا کہ محبوب آقا تو مدینہ میں ہوں اور وہ حبشہ رہ کر آپؐ کے قرب اور پاک صحبت سے محروم رہیں۔ چنانچہ اس وطن ثانی حبشہ کو بھی خدا اور اس کے رسولؐ کی خاطر ترک کر کے مدینہ منورہ کی طرف دوسری ہجرت کی سعادت پائی اور دو ہجرتوں کے اجر اور ثواب کے حق دار ٹھہرے۔ جو بلا شبہ آپ کے لئے باعث اعزاز اور موجب فخر ہے۔ جس کا اظہار دو ہجرتوں کا شرف پانے والے صحابہؓ بہت لطیف انداز میں کیا کرتے تھے۔ چنانچہ ایک دفعہ حضرت اسماءؓ بنت عمیس (جنہوں نے ہجرت حبشہ اور ہجرت مدینہ دونوں کی سعادت پائی تھی) رسول اللہؐ سے ملاقات کے لئے ام المومنین حضرت حفصہؓ کے گھر آئیں۔ تھوڑی دیر بعد حضرت عمرؓ بھی حضورؐ سے ملنے حاضر ہوئے اور یہ معلوم کر کے کہ حضرت اسماءؓ وہاں موجود ہیں ان سے مخاطب ہو کر از راہ التفات فرمانے لگے کہ ''اے اسماءؓ! ہمیں تم مہاجرین حبشہ پر مدینہ ہجرت کرنے میں اوّلیت حاصل ہے اور نبی کریم ﷺ سے تعلق اور محبت کے ہم زیادہ حقدار ہیں۔'' حضرت اسماءؓ نے مہاجرین حبشہ کی نمائندگی کا حق خوب ادا کیا۔ کہنے لگیں ''اے عمرؓ! آپ کا یہ دعویٰ ہرگز درست نہیں۔ آپ لوگ تو آنحضرت ﷺ کی معیت میں رہے۔ وہ آپ کے کمزوروں اور فاقہ زدوں کا خود خیال رکھتے اور حتی

الوسع ان کی ضروریات خود پوری فرماتے تھے۔ جب کہ ہم اجنبی ملک حبشہ میں تھے جہاں کسی دل میں ہمارے لئے کوئی نرم گوشہ نہ تھا۔ ہم سخت اذیتوں سے گزرے اور خوف و ہراس سے دوچار ہوئے اور یہ سب کچھ خدا اور اس کے رسولؐ کی خاطر برداشت کیا (اور اب آپ ہمیں یہ طعنہ دینے لگے) خدا کی قسم! میرا کھانا پینا حرام ہے جب تک میں نبی کریمؐ سے دریافت نہ کرلوں کہ حبشہ اور مدینہ ہجرت کرنے والوں میں کس کا درجہ زیادہ ہے۔'' پھر واقعی حضرت اسماءؓ نے نبی کریمؐ کی خدمت میں حضرت عمرؓ کی بات کہہ سنائی۔ آنحضورؐ نے پوچھا کہ پھر تم نے عمرؓ کو کیا جواب دیا؟ حضرت اسماءؓ نے بلاکم و کاست اپنا فصیح و بلیغ جواب بھی عرض کر دیا تو دربارِ رسالتؐ سے یہ فیصلہ جاری ہوا کہ ''اے اسماءؓ! تم ٹھیک کہتی ہو۔ عمرؓ اور ان کے ساتھ مدینہ ہجرت کرنے والے محض اس قربانی کی بناء پر مہاجرین حبشہ سے زیادہ میرے تعلق محبت کے مستحق نہیں۔ اگر ان کی ایک ہجرت ہے تو بلاشبہ تمہاری دو ہجرتیں ہیں۔'' (جس کی بناء پر گویا تم دوہرے اجر اور ثواب کے مستحق ہو)۔(5)

مقام امین

ہجرتوں کی اس دوہری قربانی کے علاوہ حضرت ابوعبیدہؓ کی جس خوبی نے صحابہؓ میں ممتاز کیا وہ یہ تھی کہ آپ ارشادِ ربانی وَالَّذِيْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رٰعُوْنَ (المومنون:9) (یعنی وہ مومن کامیاب ہوگئے جو اپنی امانتوں اور اپنے عہد کی حفاظت کرنے والے ہیں) کے حقیقی مصداق تھے۔ حق یہ ہے کہ ایک مومن کامل کا یہی بلند و بالا مقام ہے۔ چنانچہ بظاہر نحیف و ناتواں ابوعبیدہؓ اصحاب رسولؐ میں ''القوی الامین'' کے لقب سے یاد کئے جاتے تھے۔ یہ گویا ان کے حق میں زمانے کی شہادت تھی کہ وہ اپنی تمام امانتوں کے حق ادا کرنے میں خوب قادر تھے۔(6)

خلق خدا کی اس گواہی پر رسول خدا ﷺ نے اپنی زندگی کے آخری سالوں میں اس وقت مہر تصدیق ثبت فرمائی، 9ہجری میں جب نجران کی عیسائی ریاست سے ایک وفد مدینہ آیا اور سالانہ خراج کی ادائیگی پر ان سے مصالحت ہوئی۔ اس موقع پر وفد نے رسول اللہ ﷺ سے درخواست کی کہ ہمارے ساتھ خراج کی وصولی کے لئے ایک ایسا شخص بھجوائیں جو امانتوں کا حق خوب ادا کرنے والا ہو۔ آپؐ نے فرمایا: ''ہاں! فکر نہ کرو میں ضرور تمہارے ساتھ ایک نہایت امین شخص روانہ کروں گا۔''

اس وقت مجلس نبویؐ میں ایک عجب کیفیت تھی جب صحابہ رسولؐ سر اٹھا اٹھا کر وفور شوق سے یہ معلوم کرنا چاہ رہے تھے کہ دیکھیں اب یہ سعادت کس خوش بخت کے حصہ میں آتی ہے۔ انتظار کے لمحے ختم ہوئے اور رسول خدا ﷺ نے فرمایا ''ابوعبیدہ کھڑے ہوں'' جب وہ اپنی نشست پر سے اٹھے تو ہمارے آقا و مولا کی زبان فیض ترجمان سے ابوعبیدہؓ کو ایک دائمی اور تاریخی سند عطاء ہوئی آپؐ نے فرمایا:

''یہ ہے اس امت کا امین'' اور پھر صحابہؓ کو مخاطب کر کے فرمایا ''ہر امت کا ایک امین ہوتا ہے۔ اے میری امت کے لوگو! ہمارا امین ابوعبیدہؓ بن الجراح ہے۔'' (7)

حقیقت یہ ہے کہ امین الامت کا خطاب ابوعبیدہؓ کے لئے عظیم الشان اعزاز تھا جس میں دراصل ان کے پاکیزہ کردار کا خلاصہ بیان کر دیا گیا۔ ان کے حق میں کیا خوب فرمایا ''کہ میں اپنے صحابہ میں سے ہر ایک کے کسی خلق پر گرفت کر سکتا ہوں سوائے ابوعبیدہؓ کے جو بہت عمدہ واعلیٰ اخلاق کے حامل ہیں۔'' (8)

ہر چند کہ امین الامت کا بلند پایہ خطاب پانے والے اس عظیم انسان کی سیرت وسوانح پر پہلے بھی اہل قلم نے خامہ فرسائی کی ہے۔ راقم الحروف نے ''امین الامت'' کی سیرت کا مطالعہ ادائیگی امانات کے اس اہم پہلو کے حوالہ سے کیا تو اس جوانِ رعنا کی سیرت ایک نئے حسین روپ میں جلوہ گر ہوئی۔ حضرت ابوعبیدہؓ بہت بھاری اموال کے بھی امین بنائے جاتے رہے، قومی امارت کی امانت بھی آپ کو سونپی گئی جس کے حق آپ نے خوب ادا کئے۔ اس جگہ جملہ اخلاق فاضلہ کا حقِ امانت ادا کرنے کے لحاظ سے سیرت ابوعبیدہؓ کا تذکرہ کیا جا رہا ہے۔

بدر میں تاریخی شرکت

غزوہ بدر میں ایک سپاہی کی حیثیت سے آپ کی امانت کا امتحان یوں ہوا کہ مدمقابل لشکر کفار میں آپ کے بوڑھے والد عامر بھی برسر پیکار تھے۔ ابوعبیدہؓ ایک بہادر سپاہی کی طرح دادشجاعت دیتے ہوئے میدان کارزار میں آگے بڑھتے چلے جا رہے تھے والد سے سامنا ہو گیا جو کئی بار تاک کر ان کو نشانہ بنانے کی کوشش کر چکا تھا، ذرا سوچئے تو وہ کتنا کٹھن اور جذباتی مرحلہ ہوگا کہ ایک طرف باپ ہے اور دوسری طرف خدا اور اس کا رسولؐ ہیں۔ جن کے خلاف باپ تلوار سونپ کر نکلا ہے، مگر

دنیا نے دیکھا کہ ابوعبیدہؓ جیسے قوی اور امین کو یہ فیصلہ کرنے میں کوئی دقت نہیں ہوئی کہ خدا کی خاطر سونتی ہوئی شمشیر برہنہ نہیں رکے گی جب تک دشمنان رسول کا قلع قمع نہ کرلے خواہ وہ باپ ہی کیوں نہ ہو۔اگلے لمحے میدان بدر میں ابوعبیدہؓ کا مشرک والد عامر اپنے موحّد بیٹے کے ہاتھوں ڈھیر ہو چکا تھا۔آفرین تجھ پر اے امین الامت آفرین! تو نے کیسی شان سے حق امانت ادا کیا کہ باپ کا مقدس رشتہ بھی اس میں حائل نہ ہوسکا۔صحابہ اس تاریخی واقعہ پر وہ آیت چسپاں کرتے تھے جس میں اللہ تعالیٰ ایسے کامل الایمان مومنوں کی تعریف کرتا ہے جو خدا کی خاطر اپنی رشتہ داریاں بھی قربان کردیتے ہیں۔(9) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَوْ كَانُوْٓا اٰبَآءَهُمْ اَوْ اَبْنَآءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِيْرَتَهُمْ ؕ اُولٰٓئِكَ كَتَبَ فِىْ قُلُوْبِهِمُ الْاِيْمَانَ وَاَيَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ ؕ وَيُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِىْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ؕ اُولٰٓئِكَ حِزْبُ اللّٰهِ ؕ اَلَآ اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ (المجادلۃ:23)

تو کوئی ایسی قوم نہ پائے گا جو اللہ اور یوم آخرت پر بھی ایمان لاتی ہو اور اللہ اور اس کے رسول کی شدید مخالفت کرنے والے سے بھی محبت رکھتی ہو خواہ ایسے لوگ ان کے باپ ہوں یا بیٹے ہوں یا بھائی ہوں یا ان کے خاندان میں سے ہوں جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان نقش کردیا ہے اور اپنی طرف سے کلام بھیج کر ان کی مدد کی ہے اور وہ ان کو ایسی جنتوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی وہ ان میں رہتے چلے جائیں گے اللہ ان سے راضی ہوگیا وہ اللہ سے راضی ہوگئے وہ اللہ کا گروہ ہیں اور سن رکھو کہ اللہ کا گروہ ہی کامیاب ہوا کرتا ہے۔

غزوۂ احد میں فدائیت

بدر کے بعد احد کا معرکہ پیش آیا۔جبل احد نے بھی حضرت ابوعبیدہؓ کے قوی اور امین ہونے کی گواہی دی جب اس امانت رسالت کی حفاظت کا سوال آیا جو رسولؐ خدا کی ذات کی صورت میں

موجود تھی، ابوعبیدہؓ احد میں نہ صرف ثابت قدم رہے بلکہ کمال مردانگی اور فدائیت کا نمونہ دکھایا۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ بیان فرماتے ہیں کہ ''احد میں سنگباری کے نتیجہ میں آنحضورؐ کے خود کی دونوں کڑیاں ٹوٹ کر جب آپؐ کے رخساروں میں دھنس گئیں میں رسول کریم ﷺ کی مدد کے لئے آپؐ کی طرف لپکا۔ دیکھا کہ سامنے کی طرف سے بھی ایک شخص دوڑا چلا آ رہا ہے۔ میں نے دل میں دعا کی کہ خدا کرے اس نازک وقت میں یہ شخص میری مدد اور نصرت کا موجب ہو۔ آگے جا کر دیکھا تو وہ ابوعبیدہؓ تھے جو مجھ سے پہلے حضورؐ تک پہنچ چکے تھے۔ انہوں نے صورتحال کا جائزہ لے کر کمال فدائیت کے جذبہ سے مجھے خدا کا واسطہ دے کر کہا کہ ''حضور کے رخساروں سے یہ لوہے کی شکستہ کڑیاں مجھے نکالنے دیں'' پھر انہوں نے پہلے ایک کڑی کو دانتوں سے پکڑا اور پوری قوت سے کھینچا تو وہ باہر نکل آئی۔ مگر ابوعبیدہؓ خود پیٹھ کے بل جا گرے اور ساتھ ہی آپ کا اگلا دانت باہر آ گیا۔ پھر انہوں نے دوسرے رخسار سے کڑی اسی طرح پوری ہمت سے کھینچی تو اس کے نکلنے کے ساتھ آپ کا دوسرا دانت بھی ٹوٹ گیا اور آپ دوبارہ پشت کے بل گرے۔ مگر آنحضرت ﷺ کو ایک سخت اذیت سے نجات دینے میں کامیاب ہو گئے اور آپ کی حفاظت میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں ہونے دیا۔ کہتے ہیں حضرت ابوعبیدہؓ کے سامنے کے دو دانٹ ٹوٹ جانے سے ان کا چہرہ اور خوبصورت ہو گیا اور لوگ کہا کرتے تھے کہ سامنے کے دو شکستہ دانتوں والا کبھی اتنا خوبصورت نظر نہیں آیا جتنے ابوعبیدہؓ۔(10)

احد کے بعد جملہ غزوات خندق، بنوقریظہ، خیبر، فتح مکہ حنین اور طائف وغیرہ کے معرکوں میں بھی حضرت ابوعبیدہؓ ایک مجاہد سپاہی کے طور پر خدمات بجالاتے ہوئے پیش پیش رہے۔(11)

امیر لشکر کی حیثیت سے بھی حضرت ابوعبیدہؓ نے اپنی امانتوں کا حق خوب ادا کیا۔ 6ہجری میں وہ قبیلہ ثعلبہ وانمار کی سرکوبی پر مامور کئے گئے اور کامیاب وکامران واپس لوٹے۔(12)

ذات السلاسل کی قیادت اور تعاون باہمی

7ہجری میں غزوۂ خیبر کے بعد رسولؐ خدا نے ملک شام کے مشرق میں ذات السلاسل کی مہم پر حضرت عمرو بن العاصؓ کی سرکردگی میں ایک لشکر روانہ فرمایا، جس میں کبار صحابہ کی نسبت اعراب اور بدّو وغیرہ زیادہ تھے۔ وہاں جا کر پتہ چلا کہ دشمن کی تعداد زیادہ ہے۔ اس لئے حضرت عمروؓ بن العاص

نے کمک طلب کی جس پر نبی کریم ﷺ نے حضرت ابوعبیدہؓ کی سرکردگی میں مہاجرین کا ایک دستہ ان کی مدد کے لئے بھجوایا، جس میں حضرت ابوبکرؓ وعمرؓ بطور سپاہی شریک تھے۔رسول خداؐ نے خداداد بصیرت وفراست سے بوقت رخصت حضرت ابوعبیدہؓ کو نصیحت فرمائی کہ عمروؓ بن العاص کے پاس پہنچ کر دونوں امراء باہم تعاون سے کام کرنا۔مگر جب وہاں پہنچے تو حضرت عمرؓو بن العاص نے اس خیال سے کہ ان کی امداد کے لئے بھجوائی گئی کمک ان کے تابع ہے حضرت ابوعبیدہؓ کے سپاہیوں کو ہدایت دے کر کام لینے لگے اور بزرگ مہاجرین صحابہ کی اس وضاحت کے باوجود کہ دونوں امراء اپنے دائرہ عمل میں بااختیار ہیں اور انہیں باہم مشورے اور تعاون سے کام کرنے کا حکم ہے۔حضرت عمرو بن العاصؓ کو اپنے حق امارت پر اصرار رہا۔اس نازک موقع پر امانتوں کے سفیر حضرت ابوعبیدہؓ کا مؤقف کیسا پاکیزہ اور متقیانہ تھا۔حضرت عمرو بن العاصؓ سے آپ نے فرمایا کہ ''ہر چند کہ مجھے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آزاد امیر کے طور پر بھجوایا ہے مگر ساتھ ہی باہم تعاون کا بھی ارشاد فرمایا۔ اس لئے آپ میری بات مانیں یا نہ مانیں میری طرف سے ہمیشہ آپ کو تعاون ہی ملے گا اور میں آپ کی ہر بات مانوں گا۔(13) دیکھئے ابوعبیدہؓ نے امارت کا حق امانت کس شان سے ادا کر دکھایا اور تعاون علی البر اور ایثار کا کیسا شاندار نمونہ دکھایا۔

8ہجری میں قریش کے بعض تجارتی قافلوں کی نقل وحرکت کا پتہ چلانے کے لئے رسول کریمؐ نے آپ کو ایک اہم رازدارانہ کی مہم سونپی جس میں تین صد صحابہ آپ کی سرکردگی میں ساحل سمندر کی طرف روانہ کئے گئے۔

وہ زمانہ بہت تنگی کا تھا اور حسب دستور زادراہ کے لئے ہر سپاہی نے جو کچھ کھجوریں وغیرہ پاس رکھی تھیں وہ ختم ہونے کو آئیں تو فاقہ کشی کے ان ایام میں انصاری سردار قیس بن سعدؓ کی طرف سے جودوسخا کا زبردست مظاہرہ ہوا۔انہوں نے لشکر میں شامل بعض لوگوں سے واپسی مدینہ تک سواری کے اونٹ ادھار لے کر ذبح کروائے ہمراہیوں کو کھانا کھلانا شروع کیا۔ چندروز کے بعد حضرت عمرؓ نے سوال اٹھایا کہ سواریوں کے ختم ہوجانے پر آئندہ سفر کیسے جاری رکھا جاسکے گا؟ چنانچہ حضرت ابوعبیدہؓ نے مزید اونٹ ذبح کرنے سے حکماً روک کر ایک مناسب حال فیصلہ فرمایا۔دوسری طرف

فاقہ کش لشکر کے لئے خوراک کا انتظام بھی آپ کی ذمہ داری تھی۔ آپ نے تمام سپاہیوں کے پاس باقی ماندہ زادراہ اکٹھی کر کے راشن کی دو بوریاں اکٹھی کر لیں اور آئندہ کے لئے راشن کی تقسیم کا ایسا نظام جاری کیا کہ ہر سپاہی کو زندہ رہنے کے لئے کچھ نہ کچھ خوراک ملنے لگی۔ صحابہؓ بیان کرتے ہیں کہ بعض ایسے دن بھی آئے جب روزانہ ایک شخص کو بمشکل ایک کھجور ملتی تھی۔ جب ان سے پوچھا گیا کہ ایک کھجور کی قدر بھی ہمیں اس وقت آئی جب یہ اجتماعی زادراہ بھی ختم ہوگئی تو ہم نے درختوں کے پتے کھا کر گزارہ کیا اور جانوروں کی مینگنوں جیسا پاخانہ کرتے رہے۔

تب ایسے معلوم ہوتا ہے کہ امین الامت ابوعبیدہؓ کی اس عادلانہ تقسیم اور دعاؤں نے خدا کی رحمت کو جوش دیا اور مولیٰ کریم نے ان فاقہ کشوں کی دعوت کا خود اہتمام فرمایا اور سمندر کو حکم دیا کہ ایک بہت بڑی مچھلی راہ مولیٰ میں بھوک برداشت کرنے والوں کے لئے ساحل پر ڈال دے۔ چنانچہ اس مچھلی کا گوشت اور تیل مسلسل کئی روز استعمال کرنے سے صحابہ کی صحت خوب اچھی ہوگئی۔ تین صد افراد کے لئے کئی روز تک خوراک بننے والی اس مچھلی کے متعلق طبعاً سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس کی جسامت کیا ہوگی۔ حضرت ابوعبیدہؓ جیسے زیرک قائد نے اس الٰہی نشان کو محفوظ کرنے کا عمدہ انتظام بھی کر دیا۔ انہوں نے ساحل چھوڑنے سے قبل مچھلی کے ڈھانچے سے دو پسلیاں لے کر زمین میں گاڑ دیں اور پیمائش کی خاطر ایک شتر سوار کو نیچے سے گزارا تو وہ بآسانی گزر گیا۔(14)

الغرض اس سفر میں حضرت ابوعبیدہؓ کی قائدانہ صلاحتیں خوب نکھر کر سامنے آئیں۔ عملی زندگی میں امانتوں کی ادائیگی میں یہ اہتمام ابوعبیدہؓ کے لئے مزید خدمات کے مواقع مہیا کرنے کا موجب ہوا۔ چنانچہ اس کے بعد رسول کریم ﷺ نے حضرت ابوعبیدہؓ کو بہت اہم مالی ذمہ داریاں بھی تفویض فرمائیں۔

اموال بحرین کی امانت

8 ہجری میں حکومت کسریٰ ایران کی باجگزار ریاست بحرین سے مصالحت ہوئی۔ حضرت علاءؓ بن حضرمی وہاں امیر مقرر ہوئے۔(15)

حضرت ابوعبیدہؓ جزیہ کی امانتیں وصول کر کے مرکز اسلام مدینہ لانے کے لئے مامور ہوئے۔

ان کے صدق وامانت میں اللہ تعالیٰ نے ایسی برکت ڈالی کہ وہ بحرین سے ڈھیروں ڈھیر مال لے کر مدینہ آئے۔انصار مدینہ کو خبر ہوئی تو وہ اگلے روز فجر کی نماز میں کثیر تعداد میں حاضر ہوئے۔نماز فجر کے بعد نبی کریمؐ نے صحابہ سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ ''معلوم ہوتا ہے تم لوگوں کو ابوعبیدہؓ کے آنے کی اطلاع ہوگئی ہے۔سو تمہیں بشارت ہو کہ تمہاری مرادیں پوری ہوں گی۔مگر یاد رکھو! مجھے تمہارے فقر وافلاس کا اندیشہ نہیں بلکہ دنیا تمہارے لئے اس طرح فراخ کر دی جائے گی۔جس طرح پہلی قوموں کے لئے کی گئی۔لیکن اس کے نتیجے میں بالآخر وہ ہلاک ہوگئے۔مجھے ڈر یہ ہے کہ کہیں تمہارا بھی وہ حال نہ ہو۔''(16)

امین الامت نجران میں

اموال بحرین کی امانتوں کا حق ادا کرنے کے بعد حضرت ابوعبیدہؓ کو نجران میں مالی امور کا امین بنایا گیا۔چنانچہ 9ہجری میں جب نجران کا اعلیٰ سطحی وفد (جو حکومتی اور مذہبی نمائندوں پر مشتمل تھا) مدینہ آیا اور اہل نجران سے ان شرائط پر صلح ہوئی کہ

1- ''دو ہزار حلّے (چادریں) وہ سالانہ دیا کریں گے ہر حلہ ایک اوقیہ مالیت کا ہوگا اور اوقیہ کا وزن چالیس درہم ہوگا۔

2- جو حلّے ایک اوقیہ سے زیادہ قیمت کے ہوں گے ان کی قیمت کی زیادتی حلّوں کی تعداد کی کمی سے اور جو کم قیمت ہوں گے ان کی قیمت کی کمی حلّوں کی تعداد کی زیادتی سے پوری کرائی جائے گی۔

3- اگر حلوں کی مالیت کے برابر اسلحہ،گھوڑے یا دیگر سامان دینا چاہیں تو قبول کر لیا جائے گا۔''(17)

اب ظاہر ہے ان شرائط پر عمل درآمد کروانا بھی ایک امانت دار شخص کا تقاضا کرتا تھا اور یہی سوال اہل نجران نے اٹھایا کہ اس معاہدے کی تعمیل کے لئے اپنا انتہائی امین شخص ہمارے ساتھ بھجوائیں۔اس پر نبی کریمؐ نے حضرت ابوعبیدہؓ کو امین الامت کا خطاب دے کر اس وفد کے ساتھ

نجران روانہ فرمایا اور حضرت ابوعبیدہؓ نے یہاں بھی خوب امانت کا حق ادا کرنے کی توفیق پائی۔

انتخاب خلافت اولیٰ

10 ہجری میں حضرت ابوعبیدہؓ حجۃ الوداع کے سفر میں بھی رسول اللہ ﷺ کے ہم رکاب تھے۔ جس کے بعد ہمارے آقا و مولا نے سفر آخرت اختیار فرمایا۔ رسول اللہ ﷺ کی وفات نے مسلمانوں کی زندگی پر ایک زلزلہ برپا کر دیا اپنے آقا کی المناک جدائی کے صدمے سے مغلوب صحابہ رسولؐ بے چین اور بے قرار تھے اور مارے غم کے دیوانے ہوئے جارہے تھے۔ چنانچہ سقیفہ بنو ساعدہ میں انصار کے ایک سردار رسول اللہؐ سے تعلق محبت کی بناء پر انصار میں سے امیر مقرر کئے جانے کا سوال اٹھا رہے تھے۔ اس موقع پر جب خلافت ایسی اہم امانت کی سپرد داری کا مسئلہ زیر غور تھا۔ بزرگ صحابہ حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ اور ابوعبیدہؓ نے انصار کو سمجھایا اور ہر ایک نے نہایت عجز اور انکسار سے اپنے بزرگ مہاجر بھائی کا نام پیش کر کے صدق دل سے اپنی بیعت پیش کی۔ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا: دیکھو تم میں عمرؓ موجود ہیں، جن کی ذات سے خدا نے دین کو معزز کیا اور تم میں ابوعبیدہؓ بھی ہیں جن کو امین الامت کا خطاب دیا گیا ان میں سے جس کے ہاتھ پر چاہو، بیعت کر کے اکٹھے ہو جاؤ۔'' (18)

حضرت عمرؓ نے اپنی معذرت پیش کرتے ہوئے ان دونوں بزرگوں کے نام لئے اور حضرت ابوبکرؓ کے طبعی پس و پیش کو دیکھ کر حضرت عمرؓ نے حضرت ابوعبیدہؓ سے یہاں تک کہا کہ ابوعبیدہؓ آپ بیعت لینے کے لئے ہاتھ بڑھائیں۔ میں نے نبی کریم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ آپ اس امت کے امین ہیں۔ اس پر ابوعبیدہؓ نے اپنی رائے کا حق امانت یوں ادا کیا کہ ''مجھے ہرگز ایسے شخص پر تقدم روا نہیں جنہیں آنحضرت ﷺ نے اپنی آخری بیماری میں ہمارا امام مقرر فرمایا اور حضور ﷺ کی وفات تک انہوں نے ہمیں امامت کروائی۔'' (19)

پھر انصار صحابہؓ کو کیسی عمدگی سے سمجھاتے ہوئے فرمایا کہ دیکھو ''اے انصار! تم رسولؐ اللہ کی نصرت کرنے والے اوّلین لوگ تھے۔ آج اس کو سب سے پہلے بدلنے والے نہ بن جانا۔'' (20)

الغرض خلافت اولیٰ کے انتخاب کے اہم اور نازک مرحلے پر بھی امین الامت حضرت ابوعبیدہؓ

نے اپنے خطاب کی خوب لاج رکھی اور امانت کا حق ادا کر دکھایا۔

حضرت عمرؓ کو حضرت ابوعبیدہؓ کی عملی زندگی میں کامل امین ہونے پر جو بھرپور اعتماد تھا اس کا اظہار انہوں نے اپنی وفات سے قبل اپنی ایک دلی تمنا کے رنگ میں یوں کیا کہ اگر آج ابوعبیدہؓ زندہ ہوتے تو میں ان کو اپنے بعد خلیفہ مقرر کر جاتا اور اس کے بارہ میں کسی سے مشورہ کی بھی ضرورت نہ سمجھتا اور اگر مجھ سے جواب طلبی ہوتی تو میں یہ جواب دیتا کہ خدا اور اس کے رسولؐ کے امانت دار شخص کو اپنا جانشین مقرر کر آیا ہوں۔(21)

شاندار فتوحات اور مفتوحین سے حسن سلوک

خلیفہ اول حضرت ابوبکرؓ نے بھی اپنے دور خلافت میں حضرت ابوعبیدہؓ پر بھرپور اعتماد کرتے ہوئے ملک شام کے چاروں اطراف میں نبرد آزما تمام فوجوں کی کمان ان کے سپرد کی۔آپ کے ماتحت چاروں لشکروں کے امیر تھے۔متحدہ فوجوں نے فتح بصری و اجنادین کے بعد دمشق کا محاصرہ کیا تھا کہ حضرت ابوبکرؓ کی وفات ہوگئی۔

حضرت عمرؓ کے ابتدائی زمانہ خلافت تک یہ طویل محاصرہ جاری رہا ایک روز حضرت خالد بن ولیدؓ کمال حکمت عملی سے منصوبہ بندی کر کے شہر کے ایک طرف سے فصیل پھلانگ کر اندر داخل ہو گئے اور شہر کے اس حصہ کے دروازے کھول دیئے آپ کی سپہ اندر داخل ہوگئی اور شہر کی دوسری جانب ابوعبیدہؓ دروازہ توڑ کر اندر داخل ہونے میں کامیاب ہو گئے۔عیسائیوں نے جب یہ دیکھا کہ ابوعبیدہؓ شہر فتح کرلیں گے تو انہوں نے حضرت خالدؓ کے لئے مشرقی دروازہ کھول کر ان سے تحریری صلح کر لی۔ اگرچہ یہ ان کی واضح دھوکہ دہی تھی کیونکہ ایک تو حضرت خالدؓ امیر نہ تھے دوسرے ایک طرف سے شہر مفتوح ہونیکی حالت میں پورے شہر کی طرف سے مصالحت کی تحریر لاعلمی میں لی گئی ہر چند کہ دھوکہ کے ساتھ کئے گئے اس معاہدہ صلح کی کوئی اہمیت نہیں تھی مگر حضرت خالدؓ عیسائیوں کو جو امان دے چکے تھے۔حضرت ابوعبیدہؓ نے اسے واپس لینا پسند نہ فرمایا۔اور مسلمانوں کو سمجھایا کہ بے شک خالدؓ امیر لشکر نہیں پھر بھی رسولؐ اللہ کا ارشاد ہے کہ کسی ایک مسلمان کی طرف سے دی گئی امان تمام مسلمانوں کی طرف سے پناہ سمجھی جائے گی۔(22) چنانچہ نصف شہر دمشق کے مفتوح ہونے کے باوجود اہل شہر کو

قیدی نہیں بنایا گیا اور نہ ہی مال غنیمت لوٹا گیا بلکہ مصالحت کے احکام جاری کرتے ہوئے اہل شہر کو مکمل امان دی گئی۔ایک روایت میں خالدؓ کے فاتحانہ طور پر بیت المقدس میں داخل ہونے اور ابوعبیدہؓ کے صلح کرنے کا ذکر ہے جو صحیح نہیں۔

حضرت عمرؓ نے جب حضرت خالدؓ کی بجائے حضرت ابوعبیدہؓ کو امیر لشکر مقرر فرمایا تو حضرت خالدؓ نے کمال اطاعت کا نمونہ دکھاتے ہوئے اعلان کیا کہ اے مسلمانو! تم پر اس امت کے امین امیر مقرر ہوئے ہیں۔حضرت ابوعبیدہؓ نے کہا میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا ہے کہ خالدؓ خدا کی تلواروں میں سے ایک تلوار ہے۔

بااصول قائد

معرکہ فحل میں حضرت ابوعبیدہؓ کی خدمت میں جو رومی سفیر حاضر ہوا وہ رومی جرنیلوں کے مقابل پر اسلامی جرنیل کی سادگی دیکھ کر اول تو پہچان ہی نہ سکا۔ پھر ملاقات کر کے ان کی سادگی وقار اور رعب سے بہت متاثر ہوا۔

اسی موقع پر اس سفیر نے وہ تاریخی پیشکش بھی کی کہ آپ کے ہر سپاہی کو ہم دو اشرفیاں دیں گے اگر آپ لوگ یہیں سے واپس چلے جاؤ۔حضرت ابوعبیدہؓ جیسے جری اور امین انسان اصولوں کا یہ سودا کیسے کر سکتے تھے؟ چنانچہ اگلے روز دونوں فوجوں کے درمیان میدان جنگ میں بلا کا رن پڑا۔حضرت ابوعبیدہؓ نے قلب لشکر میں رہ کر نہایت دانشمندی اور دلیری سے مسلمانوں کی قیادت کرتے ہوئے بہت بڑی رومی فوج کو شکست فاش دی۔

فتح حمص کے بعد لاذقیہ کا قلعہ بند شہر بھی ابوعبیدہؓ نے کمال دانشمندی سے اس طرح فتح کیا کہ مخفی طور پر کچھ خندقیں کھدوا کر اپنی فوج کا ایک حصہ وہاں چھوڑا اور باقی فوج کو کوچ کا حکم دیدیا۔ محصورین نے دیکھا کہ فوج پڑاؤ اٹھا چکی تو شہر پناہ کے دروازے کھول دیئے۔ابوعبیدہؓ کی سپاہ خندقوں سے نکل کر شہر میں داخل ہوگئی۔(24)

اسلامی عدل کا شاندار نمونہ

ان متواتر شکستوں کے بعد شہنشاہ روم نے ملک بھر سے فوجیں یرموک میں جمع کر

لیں۔حضرت ابوعبیدہؓ نے مقابلہ کے لئے جرنیلوں سے مشورہ طلب کیا تو یہ تجویز پیش ہوئی کہ مفتوحہ علاقوں کی تمام فوجوں کو مقابلہ کے لئے اکٹھا کیا جائے مگر اس صورت میں مسلمان عورتوں اور بچوں کو مفتوح عیسائی باشندوں کے رحم وکرم پر چھوڑنا خطرے سے خالی نہ تھا اور دوسری طرف مفتوحہ علاقوں کے لوگوں سے جزیہ وخراج لے کر ان کی حفاظت کے وعدے کئے تھے۔چنانچہ اس نازک موقع پر امین الامت حضرت ابوعبیدہؓ نے جو تاریخی فیصلہ فرمایا وہ آپ کی شان امانت کو خوب ظاہر کرتا ہے آپ نے فرمایا کہ ''مفتوحہ علاقوں سے فوجیں دمشق جمع ہوں اور وہاں کے باشندوں کو ان سے وصول شدہ جزیہ واخراج آپ نے یہ کہہ کر واپس کر دیا کہ فی الوقت ہم آپ کی حفاظت کی ذمہ داری ادا کرنے سے معزور ہیں اسلئے اپنی امانت واپس لے لو'' چنانچہ حمص کے عیسائیوں اور دیگر مفتوحہ علاقوں کے لوگوں کوئی لاکھ کی رقم واپس دی گئی،اس بے نظیر عدل وانصاف اور ادائیگی امانت کا ان پر بہت اثر ہوا اور انہوں نے کہا تمہاری عادلانہ حکومت ہمارے لئے پہلے کی ظالمانہ حکومت سے بہت بہتر ہے۔اور مسلمان جب وہاں سے روانہ ہونے لگے تو مقامی عیسائی باشندے انہیں الوداع کرتے ہوئے روتے جاتے تھے اور دلی جوش سے یہ دعائیں کر رہے تھے کہ خدا تم کو پھر واپس لائے۔ یہودیوں نے تو یہاں تک کہا کہ تورات کی قسم جب تک ہم زندہ ہیں قیصر حمص پر قبضہ نہیں کرسکتا۔ اسکے ساتھ ہی انہوں نے شہر پناہ کے دروازے بند کردیئے اور ہر جگہ پہرہ بٹھادیا۔(25)

میدان وغا میں دعوت الی اللہ

معرکہ یرموک سے پہلے فریقین میں سفارتوں کا تبادلہ ہوا تو جارج نامی رومی قاصد نے اسلامی لشکر گاہ میں آکر انہیں باجماعت نماز ادا کرتے دیکھا تو وہ متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا پھر جب حضرت ابوعبیدہؓ نے اسلام کا پیغام اسے پہنچایا اور حضرت عیسیٰؑ کے بارہ میں سورہ نساء کی وہ آیات سنائیں جن میں آپ کو خدا کا رسول اور کلمۃ اللہ کہا گیا ہے تو جارج نے حق وصداقت کی گواہی دیتے ہوئے اسلام قبول کرلیا اور واپس جانے سے انکار کر دیا مگر امین الامت نے باصرار اسے اسلامی سفیر حضرت خالدؓ کے ساتھ واپس جانے پر مجبور کیا اور یوں سفارت کے حق امانت پر بھی کوئی آنچ نہ آنے دی۔ان سفارتوں کے ناکام ہونے کے بعد ابوعبیدہؓ نے میدان یرموک میں اسلامی تاریخ کے سب سے

بڑے معرکہ کی قیادت کی جس میں تیس ہزار مسلمانوں نے کئی لاکھ رومی فوج کو شکست فاش دی اور تین ہزار مسلمانوں کے مقابل پر ستر ہزار رومی مارے گئے۔(26)

بیت المقدس کی تاریخی فتح

بیت المقدس کی تاریخی فتح میں حضرت ابوعبیدہؓ نے اہم کردار کیا۔حضرت عمرو بن العاصؓ کے محاصرہ بیت المقدس کے دوران عیسائیوں نے اس شرط پر صلح کی درخواست کی کہ خلیفۃ المسلمین حضرت عمرؓ خود آ کر اس مقدس شہر سے معاہدہ صلح طے کریں چنانچہ حضرت ابوعبیدہؓ کی درخواست پر حضرت عمرؓ نے خود تشریف لا کر معاہدہ صلح فرمایا14 ھ میں حضرت عمرؓ نے خالد بن ولیدؓ کی جگہ ابوعبیدہؓ کو والی دمشق مقرر فرمایا۔اسکے بعد ملک شام میں آپ ہی کے ذریعہ عہد فاروقی کی بہت ساری اصلاحات عمل میں آئیں۔علاوہ ازیں حضرت ابوعبیدہؓ نے ایک عظیم الشان داعی الی اللہ کا کردار ادا کرتے ہوئے ایک طرف شام میں آباد عیسائی عربی قبائل تک اسلام کا پیغام پہنچانے کا انتظام کیا اور وہ آپ کی کوششوں سے مسلمان ہوئے۔دوسری طرف شامی اور رومی عیسائی بھی آپ کے اخلاق و کردار اور عدل وانصاف سے متاثر ہو کر اسلام میں داخل ہوئے۔(27)

طاعون عمواس اور ابوعبیدہؓ کا مقام رضا بالقضاء

18 ھجری میں حضرت ابوعبیدہؓ عمواس مقام پر پڑاؤ کئے ہوئے تھے کہ شام میں مہلک طاعون پھوٹ پڑی۔حضرت عمرؓ ملک شام کے دورہ پر نکلے تھے۔سرغ کے مقام پر حضرت ابوعبیدہؓ نے آپؓ کا استقبال کیا۔یہاں پر آ کر پتہ چلا کہ طاعون اور شدت اختیار کر چکی ہے۔صحابہ کرام نے حضرت عمرؓ کو مشورہ دیا کہ وہ یہیں سے واپس چلے جائیں اور طاعون زدہ علاقے میں داخل نہ ہوں ورنہ وبا لگ جانے کا خطرہ ہے۔(28)

حضرت عمرؓ خود رضا بالقضاء کے اعلیٰ مقام پر تھے۔آپ نے صحابہ کا مشورہ احتیاطی تدبیر کے طور پر بادل ناخواستہ قبول تو فرما لیا اور مدینہ واپس لوٹے لیکن برملا اظہار ضرور فرماتے رہے کہ عین ملک شام کے سر پر پہنچ کر ان لوگوں نے طاعون کی وجہ سے مجھے واپس آنے پر مجبور کیا حالانکہ میں خوب

جانتا ہوں کہ نہ تو میرا وہاں سے واپس لوٹنا مجھے موت کے منہ سے بچا سکتا ہے اور نہ ہی میرا وہاں جانا مجھے میری موت کے مقررہ دن سے پہلے لقمہ اجل بنا سکتا تھا۔ مدینہ میں فرائض منصبی سے فارغ ہو کر جونہی مجھے موقع ملا میں جلد پھر شام کا قصد کرونگا۔(29)

مسئلہ تقدیر

سرغ میں انصار و مہاجرین سے حضرت عمرؓ کے مشورہ کے دوران یہ بحث چھڑی کہ حضرت عمرؓ کو وباء زدہ علاقہ میں داخل نہیں ہونا چاہئے۔ صحابہ کا ایک گروہ اسکے خلاف تھا ان میں حضرت ابوعبیدہؓ بھی تھے (جنہیں حضرت عمرؓ نے طاعون زدہ علاقہ چھوڑ کر اپنے ساتھ مدینہ چلنے کی بھی دعوت دی تھی مگر انہوں نے اسلامی فوج کے ساتھ رہنے کو ترجیح دی) حضرت ابوعبیدہؓ کی قلندرانہ رائے یہ تھی کہ حضرت عمرؓ کو دورہ مکمل کئے بغیر واپس نہیں جانا چاہئے۔ چنانچہ انہوں نے کہا کہ کیا ہم موت سے بچنے کے لئے تقدیر سے بھاگیں گے؟ حضرت عمرؓ نے جو مسئلہ تقدیر پر گہری نظر رکھتے تھے فرمایا کہ ابوعبیدہؓ مجھے آپ سے یہ امید نہ تھی (آپ میرے بارے میں یہ خیال کریں کہ موت سے بچنے کی خاطر یہ اقدام کر رہا ہوں) اور پھر انہیں مسئلہ تقدیر سمجھاتے ہوئے فرمایا کہ ہم اللہ کی ایک تقدیر سے دوسری تقدیر کی طرف جارہے ہیں اور ایک نہایت عمدہ مثال سے اسے یوں واضح فرمایا کہ اے ابوعبیدہ اگر آپ کو دو وادیوں میں اونٹ چرنے کا اختیار ہو جن میں ایک سرسبز و شاداب اور دوسری بنجر ہو اور آپ سرسبز وادی میں جانور چرائیں تو کیا یہ اللہ کی تقدیر سے نہیں ہوگا؟ اسکے بعد حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف (جو موقع پر موجود نہیں تھے) نے آکر رسول اللہؐ کی ایک روایت سنا کر یہ مسئلہ واضح کر دیا۔ انہوں نے بتایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ اگر تمہیں کسی علاقہ میں وبا کا پتہ چلے تو اس سرزمین میں داخل نہ ہو اور اگر تم پہلے سے اس علاقہ میں موجود ہو تو اس سے بھاگ کر مت نکلو۔ اس پر حضرت عمرؓ نے واپسی کے اپنے صائب فیصلہ پر اللہ کی حمد کی اور واپس روانہ ہوئے۔(30)

معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابوعبیدہؓ، عبدالرحمان بن عوفؓ سے یہ حدیث سن کر اپنی اس رائے پر مزید پختہ ہو گئے کہ انہیں یہ وبا زدہ علاقہ چھوڑنا نہیں چاہئے۔ چنانچہ مدینہ واپس پہنچ کر حضرت عمرؓ نے جب آپ کو ایک خط کے ذریعہ کسی کام کے عذر سے مدینہ بلوا بھیجا۔ آپ نے یہ سمجھتے ہوئے کہ شاید

طاعون سے بچانے کے لئے مجھے مدینہ بلوا رہے ہیں عرض کیا کہ میں اسلامی لشکر کو چھوڑ کر آنا پسند نہیں کرتا حضرت عمرؓ نے آپ کو ہدایت فرمائی کہ اپنا لشکر کسی پر فضا جگہ پر منتقل کریں۔ چنانچہ آپ نے اس کی تعمیل کی اور جابیہ منتقل ہو گئے۔(31)

بیماری اور وفات

جابیہ میں خدا کی وہ تقدیر ظاہر ہو گئی جس کا ابوعبیدہؓ کو انتظار تھا۔ (عین ممکن ہے ان کا مدینہ نہ جانے پر اصرار بھی اس تقدیر الٰہی کا کوئی واضح اشارہ پانے کے نتیجہ میں ہو) حضرت ابوعبیدہؓ بیمار ہوئے تو معاذ بن جبلؓ کو اپنا جانشین مقرر فرمایا اور مسلمانوں سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ:

''اے لوگو طاعون کی وبا بھی فی الحقیقت تمہارے رب کی رحمت اور تمہارے نبیؐ کی دعوت ہے۔ بہت سے نیک لوگ اس میں جاں بحق ہوئے اور ابوعبیدہؓ بھی اپنے رب سے یہی دعا کرتا ہے کہ وہ مجھے اس شہادت سے حصہ عطاء فرمائے۔ پھر اسی طاعون سے آپ کی وفات ہوئی۔(31)

اس طرح ابوعبیدہؓ کی شہادت کی وہ سچی تمنا جو میدان جنگ میں پوری نہ ہوسکی تھی 58 سال کی عمر میں طاعون کے ذریعہ خدا نے پوری فرمادی۔(32)

آپ کا جنازہ وصیت کے مطابق حضرت معاذ بن جبلؓ نے پڑھایا اور اس موقع پر صحابہؓ سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

''اے لوگو آج تم سے ایک ایسا شخص رخصت ہوا ہے کہ خدا کی قسم مجھے یقین ہے کہ اس سے زیادہ صاف دل، پاک سینہ، سیر چشم، حیاء دار اور لوگوں کا بہی خواہ میں نے کوئی نہیں دیکھا۔ پس اٹھو اور اسکے لئے رحمت کی دعا مانگو۔''(33)

واقعی حضرت ابوعبیدہؓ کی زندگی سادگی، عجز و انکسار، امانت و دیانت اور رعایا پروری کا خوبصورت نمونہ تھی۔

سادگی

آپ کی سادگی اور دنیا سے بے رغبتی کا ایک نظارہ اس وقت دیکھنے میں آیا جب حضرت عمرؓ شام

تشریف لے گئے۔ اسلامی فوجوں کے سالارِ اعلیٰ حضرت ابوعبیدہؓ سادہ کپڑوں میں ایک اونٹنی پر سوار ہوکر استقبال کے لئے نکلے۔ مگر جب حضرت عمرؓ نے دیگر مسلمان جرنیلوں کو شامی قبائیں پہنے دیکھا (جوانہوں نے خلیفہ وقت کے استقبال اوراعزاز کی خاطر زیب تن کی تھیں) تو اس اندیشہ سے کہ یہ لوگ امیرانہ ٹھاٹھ اور عجمی عادات اوراسراف کی عادات اختیار نہ کرلیں ان کو تنبیہہ فرمائی۔ مگر جب حضرت ابوعبیدہؓ کے ہاں فروکش ہوئے تو معاملہ برعکس تھا۔ وہاں ایک تلوار، ڈھال اور اونٹ کے پالان کے سوا کچھ نہ تھا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا: ابوعبیدہؓ کچھ گھر کا سامان ہی بنالیا ہوتا۔ عرض کیا اے امیر المومنین ہمارے لئے بس یہی کافی ہے۔(34)

مجاہدین اسلام سے حسن سلوک

آپ اپنے اوپر کچھ خرچ کرنے کی بجائے اپنے مجاہدوں اور سپاہیوں کا بہت خیال رکھتے۔ ایک دفعہ حضرت عمرؓ نے آپ کو چار سو دینار اور چار ہزار درہم بطور انعام بھجوائے۔ آپ نے تمام رقم اپنی فوج کے سپاہیوں میں تقسیم کردی اوراپنے لئے ایک حصہ بھی رکھنا پسند نہ کیا۔ حضرت عمرؓ کو پتہ چلا تو بے اختیار کہہ اٹھے کہ الحمدللہ ابھی مسلمانوں میں ابوعبیدہؓ جیسے لوگ موجود ہیں۔(35)

بے نفسی

اس زہد اور بے نفسی کے باوجود خشیّت کا یہ عالم تھا کہ آخری بیماری میں ایک صحابیٔ رسول ﷺ آپ کی عیادت کے لئے حاضر ہوئے۔ دیکھا کہ ابوعبیدہؓ رورہے ہیں۔ پوچھا کیوں روتے ہیں؟ فرمایا اس لئے روتا ہوں کہ رسول کریم ﷺ نے ایک دفعہ مسلمانوں کی فتوحات کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ اے ابوعبیدہ اگر تمہاری عمر وفا کرے اور فتوحات کے اموال آئیں تو تین خادم اور تین سواریاں تمہارے لئے کافی ہیں۔ اب میں دیکھتا ہوں کہ تم میں سے زیادہ غلام اورسواریاں ہیں۔ سوچتا ہوں کہ کس منہ سے اپنے آقا سے ملوں گا۔ آپ نے ہمیں وصیت فرمائی تھی کہ تم میں سے زیادہ میرے قریب اور میرا پیارا وہ شخص ہے جو مجھے اس حال سے آکر ملے جس حال پر میں چھوڑ کر جارہا ہوں۔(36)

حضرت ثابتؓ بنانی بیان کرتے ہیں ابوعبیدہؓ شامی فوجوں کے کمانڈر انچیف تھے۔ ایک دن افواج سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ ''تم میں سے کوئی مجھے اپنے اوپر تقویٰ میں فضلیت نہ دے میں تو صرف یہ چاہتا ہوں کہ سلامت رہوں۔'' (37)

حضرت ابوعبیدہؓ کی دانشمندی بےنفسی اور قومی مفاد کو پیش نظر رکھنے کا وہ واقعہ بھی تاریخ میں ہمیشہ سنہرے حروف سے لکھا جائے گا کہ حضرت ابوعبیدہؓ کو حضرت عمرؓ کا خط ملا۔ جس میں حضرت ابوبکرؓ کی وفات کا ذکر تھا اور حضرت عمرؓ نے حضرت خالدؓ کو معزول کرتے ہوئے حضرت ابوعبیدہؓ کو امیر لشکر مقرر فرمایا تھا تو حضرت ابوعبیدہؓ نے خالدؓ کو وسیع تر قومی مفاد کے پیش نظر اس وقت تک اس کی اطلاع نہیں کی جب تک اہل دمشق کے ساتھ صلح نہ ہوگئی اور معاہدہ صلح پر آپ نے حضرت خالدؓ سے دستخط کروائے۔ حضرت خالد بن ولیدؓ کو بعد میں پتہ چلا تو آپ سے شکوہ کیا مگر آپ ٹال گئے اور ان کے کارناموں کی تعریف کرتے ہوئے انہیں مطمئن کر دیا۔ اسلامی جرنیل حضرت خالدؓ نے اس موقع پر اطاعت خلافت کا شاندار نمونہ دکھاتے ہوئے کہا لوگو! تم پر اس امت کے امین امیر مقرر ہوئے ہیں۔ حضرت ابوعبیدہؓ نے جواب میں کہا میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا ہے کہ خالدؓ خدا کی تلواروں میں سے ایک تلوار ہے اور قبیلہ کا بہتریں نوجوان ہے۔ (38)

رواداری

حضرت ابوعبیدہؓ کا حسن سلوک اپنوں سے ہی نہیں پرایوں اور بیگانوں سے بھی رواداری اور احسان کا تھا۔ چنانچہ شام کی عیسائی رعایا کو آپ نے مکمل مذہبی آزادی عطا فرمائی اور اسلامی فتوحات کے بعد مفتوحہ علاقوں میں عیسائیوں پر ناقوس بجانے اور صلیب نکالنے کی جو پابندیاں تھیں، آپ نے ان میں نرمی اور آزادی عطا فرمائی۔ جس کا عیسائیوں پر بہت نیک اثر ہوا۔

الغرض حضرت ابوعبیدہؓ کو رسول خداﷺ نے امین الامت کا جو خطاب عطا فرمایا تھا انہوں نے اس کی خوب لاج رکھی۔ آپ کی ساری زندگی ادائیگی امانات کا خوبصورت مرقع اور بہترین تصویر نظر آتی ہے۔ تبھی تو حضرت عمرؓ آپ کو صحابہ رسول میں ایک ممتاز مقام کا حامل قرار دیتے تھے۔

ایک دفعہ حضرت عمرؓ نے اپنی مجلس میں ایک نہایت اچھوتے انداز میں حضرت ابوعبیدہؓ کے

کمالات کا تذکرہ کیا۔ پہلے اپنے مصاحبوں سے فرمایا کہ اپنی اپنی خواہش اور تمنا بیان کرو کسی نے کہا میرا دل کرتا ہے کہ سونے چاندی سے بھرا ہوا میرا گھر ہو اور وہ راہ خدا میں صدقہ کر دوں۔ کسی نے کچھ اور تمنا کا اظہار کیا۔ حضرت عمرؓ فرمانے لگے ''میرا دل کرتا ہے کہ ایک وسیع گھر ہو جو ابوعبیدہؓ جیسے لوگوں سے بھرا ہوا ہو۔''(39)

حوالہ جات

1- اصابہ جز4 صفحہ 11-10
2- اسد الغابہ جلد3 صفحہ 84
3- اصابہ جز4 صفحہ 2-1
4- اصابہ جز4 صفحہ 12
5- بخاری کتاب المغازی
6- اسد الغابہ جلد3 صفحہ 85
7- بخاری کتاب المغازی و کتاب المناقب
8- فضائل الصحابہ جلد2 صفحہ 741
9- اصابہ جز4 صفحہ 11
10- ابن سعد جلد3 صفحہ 410 و استیعاب جلد ص342
11- الاکمال ذکر ابوعبیدہؓ
12- ابن سعد جلد3 صفحہ 62
13- اصابہ جز4 صفحہ 12
14- بخاری کتاب المغازی
15- فتوح البلدان
16- بخاری کتاب الرقاق
17- فتوح البلدان صفحہ 70
18- تاریخ یعقوبی جلد2 صفحہ 123، استیعاب جلد2 ص342
19- فضائل الصحابہ جلد2 صفحہ 741
20- بخاری کتاب الرقاق
21- الطبقات الکبریٰ جلد3 صفحہ 413
22- فتوح البلدان صفحہ 127 و مسند احمد بن جلد1 صفحہ 195

23- الفاروق صفحہ 123-122

24- فتوح البلدان صفحہ 139-138

25- فتوح البلدان صفحہ 144-143

26- فتوح البلدان صفحہ 141

27- الفاروق شبلی نعمانی صفحہ 132

28- بخاری کتاب الطب باب مایذکر فی الطاعون

29- مسند احمد بن حنبل جلد 1 صفحہ 19-18

30- بخاری کتاب الطب باب مائذکر فی الطاعون

31- مسند احمد بن حنبل جلد 1 صفحہ 196

32- اصابہ جز 4 صفحہ 12

33- اصابہ جز 4 صفحہ 13

34- اصابہ جز 4 صفحہ 12

35- ابن سعد جلد 3 صفحہ 413

36- مسند احمد جلد 1 صفحہ 196

37- اصابہ جز 4 صفحہ 12

38- طبری جز 4 صفحہ 255-254 بیروت، مسند احمد جلد 4 ص 90

39- ابن سعد جلد 3 صفحہ 413

حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف

حلیہ و نام ونسب

لمبا قد، سرخی مائل سفید رنگ، خوبصورت چہرہ، باریک بھوئیں، بھری ہتھیلیاں، موٹی انگلیاں، نرم جلد، داڑھی اور سر کے بال رنگتے نہیں تھے۔ یہ تھے عبدالرحمٰن عوف۔ جن کا اصل نام عبدالکعبہ یا عمرو بن عوف تھا۔ ایمان لائے تو آنحضرتﷺ نے عبدالرحمٰن نام رکھا جو ناموں میں آپ کو سب سے زیادہ پسند تھا۔ آپ ان دس خوش نصیب بزرگ اصحاب میں سے تھے جنہیں رسول اللہﷺ نے اپنی زندگی میں جنت کی بشارت دی اور عشرہ مبشرہ میں شامل ہوئے۔(1)

والد کا نام عوف اور والدہ کا نام صفیہ یا شفا تھا۔ دونوں زہرہ قبیلہ سے تعلق رکھتے تھے، کنیت ابو محمد تھی۔ نسب آٹھویں پشت میں رسول کریمؐ سے مل جاتا ہے۔ واقعہ فیل کے بعد دسویں سال میں پیدا ہوئے۔(2)

قبول اسلام

رسول اکرمﷺ کے دعویٰ نبوت کے وقت آپ کی عمر تیس برس سے زائد تھی۔ آپ ایک نیک مزاج اور پاک فطرت انسان تھے۔ زمانہ جاہلیت میں ہی شراب سے تائب ہو چکے تھے۔ نبی کریمﷺ کے دعویٰ سے پہلے حضرت عبدالرحمٰنؓ کی ملاقات اپنے تجارتی سفر کے دوران یمن میں ایک بوڑھے سے ہوا کرتی تھی۔ وہ آپ سے پوچھا کرتا تھا کہ تمہارے اندر کوئی دعویدار نبوت تو ظاہر نہیں ہوا۔ جس سال حضور کی بعثت ہوئی اسے میں نے بتایا تو اس نے کہا کہ میں تجھے تجارت سے بہتر بشارت دیتا ہوں کہ یہ شخص نبی ہے تم فوراً جاؤ، اس کی تصدیق کرو اور میرے یہ اشعار اسے جا کر سناؤ۔ واپس آکر حضرت ابوبکرؓ سے ملاقات ہوئی اور اس واقعہ کا ذکر ہوا پھر رسول کریمؐ کو یہ واقعہ اور اشعار آکر حضرت خدیجہ کے گھر سنائے اور اسلام قبول کر لیا۔ عبدالرحمٰنؓ بہت ابتدائی اسلام لانے والوں میں سے تھے۔ قبول اسلام کے بعد آپ کو بھی وطن کی قربانی دینی پڑی۔ پہلے حبشہ ہجرت فرمائی پھر مدینہ رسول کی طرف دوسری ہجرت کی سعادت ملی۔ آپؓ ایک بہت اچھے تاجر تھے۔ مگر ہجرت کے

وقت مال جائیداد بیوی بچے سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر رسول خدا ﷺ کے قدموں میں حاضر ہو گئے۔

مؤاخات

حضور ﷺ نے حضرت سعدؓ بن ربیع انصاری کو آپ کا بھائی بنایا حضرت سعدؓ انصار میں بڑے مالدار اور فیاض انسان تھے۔انہوں نے اس دینی اور روحانی رشتہ کا اتنا پاس کیا جس کی مثال تاریخ عالم میں کہیں نہیں مل سکتی۔وہ حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف سے کہنے لگے ''رسول اکرم ﷺ نے آپ کو میرا بھائی بنایا ہے۔یہ میرا مال اور جائیداد حاضر ہے، میں اس کو نصف نصف بانٹ دیتا ہوں۔نصف آپ کی خدمت میں پیش ہے۔میری دو بیویاں ہیں۔آپ جسے پسند کریں میں اسے طلاق دے دیتا ہوں اور آپ (عدت کے بعد) نکاح کر لینا۔'' حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف بھی نہایت غیور اور سیر چشم انسان تھے۔آپ کی غیرت نے اپنے اسلامی بھائی سے کچھ لینا گوارا نہ کیا۔یہی کہا کہ ''خدا آپ کے مال اور اہل وعیال میں برکت ڈالے آپ مجھے صرف بازار کا راستہ بتا دیں۔'' پھر آپؓ بنوقنیقاع کے بازار میں چلے گئے اور معمولی پونجی سے آپؓ نے گھی، پنیر اور چمڑے کی تجارت شروع کر دی۔پہلے ہی دن آپ کچھ گھی اور پنیر نفع میں کما کر لے آئے۔چند دنوں میں اتنے پیسے جمع ہو گئے کہ آپ نے نہایت سادگی سے عرب کے دستور کے مطابق ایک انصاری عورت کے ساتھ شادی کر لی۔رسول کریمؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو جسم پر مراسم شادی دیکھ کر رسول اکرمؐ پہچان گئے اور بہت محبت سے پوچھا عبدالرحمٰن یہ کیا ہے؟ عرض کیا حضور شادی کر لی ہے۔آنحضرتؐ نے مہر کے بارے میں استفسار کیا۔حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف نے بتایا کہ گٹھلی برابر سونا میں پہلے ہی حق مہر کے طور پر ادا کر چکا ہوں۔حق مہر کی مالیت سے حضور کو اندازہ ہوا کہ مالی حالت بہتر ہونا شروع ہو چکی ہے تب فرمایا کہ اچھا اب اپنے دوستوں کے لئے دعوت ولیمہ کا بھی انتظام کرو خواہ ایک بکری ہی سہی۔(3) یوں حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف نے مدینے میں رسول اللہؐ کی دعاؤں سے اپنی نئی ازدواجی زندگی کا آغاز کیا۔

غزوات میں شرکت

غزوات النبیؐ کا سلسلہ شروع ہوا تو حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کو رسول اللہ ﷺ کے شانہ بشانہ

کمال استقامت اور شجاعت کے ساتھ خدمات بجالانے کی سعادت نصیب ہوئی۔غزوہ بدر میں اپنی شرکت کا دلچسپ حال آپ یوں بیان فرمایا کرتے تھے کہ معرکہ بدر میں میں نے اپنے دائیں بائیں دونوں جانب نگاہ ڈالی۔ جنگ میں جب تک دونوں پہلو صحیح طور پر مضبوط نہ ہوں انسان لڑائی کا حق ادا نہیں کرسکتا۔میں دیکھتا ہوں کہ دونو جوان انصاری لڑکے میرے دائیں بائیں ہیں۔ابھی میں ان کے بارہ میں سوچ ہی رہا تھا کہ دونوں نے آہستہ سے باری باری مجھ سے پوچھا کہ چچا ابوجہل کہاں ہے؟ جو ہمارے آقا محمد ﷺ کے خلاف بدزبانی کرتا ہے۔میں نے کہا وہ سامنے سخت پہرہ میں ابوجہل موجود ہے۔ کہتے ہیں کہ میرے اشارہ کی دیر تھی کہ وہ دونوں باز کی طرح اپنے شکار پر جھپٹے اور ایسا وار کیا کہ آن واحد میں ابوجہل کی گردن تن سے جدا کر کے رکھ دی۔(4)

خود حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف نے بھی غزوہ بدر میں اپنا حق خوب ادا کیا۔ پھر غزوہ احد کا معرکہ پیش آیا تو اس جانبازی سے لڑے کہ بدن پر بیس سے زیادہ زخم آئے تھے۔ پاؤں پر تو ایسے سخت زخم آئے تھے کہ اچھا ہونے کے بعد بھی لنگڑا کر چلا کرتے تھے۔اسی طرح آپ کے اگلے دو دانت بھی گر گئے تھے۔(5)

دیگر مہمات میں شرکت

چھ ہجری میں آنحضرت ﷺ نے آپ کو دومۃ الجندل کی مہم پر روانہ فرمایا۔اپنے دست مبارک سے حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف کے سر پر عمامہ باندھا اور علم عطا کر کے فرمایا کہ اللہ کا نام لے کر روانہ ہوں قبیلہ کلب کو جا کر اسلام کی دعوت دیں اور اگر وہ معاہدہ صلح کی طرف مائل نہ ہوں تو پھر راہ خدا میں ان سے جہاد کی نوبت آئے تو جہاد کریں۔مگر جنگ میں کسی کو دھوکہ نہ دینا بچوں کو نہ مارنا کسی پر زیادتی نہ کرنا اور جب اللہ تعالیٰ ان پر فتح دے تو ان کے سردار کی بیٹی تماضہ بنت اصبغ سے نکاح کر لینا۔حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف دومۃ الجندل تشریف لے گئے۔تو تین روز تک مسلسل تبلیغ کرتے رہے۔اور عیسائی قبیلہ کلب کے سردار اصبغ اور اس کی قوم کے بہت سے لوگ آپ کی دعوت الی اللہ کے نتیجے میں مسلمان ہو گئے۔جبکہ باقی لوگوں نے جزیہ دینا منظور کیا۔حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف نے آنحضرتؐ کے ارشاد کے مطابق قبیلہ کے سردار اصبغ کی بیٹی سے نکاح کیا اور انہیں بیاہ کر مدینہ

لے آئے انہی کے بطن سے آپ کے صاحبزادہ ابوسلمہ پیدا ہوئے۔ جو بڑے فقیہ بنے۔(6)

فتح مکہ کے سفر میں بھی حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف شامل تھے۔ فتح مکہ کے بعد ایک موقع پر حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف کی حضرت خالدؓ بن ولید سے کسی معاملے میں تکرار ہوگئی۔ نبی کریم ﷺ کو خبر ہوئی تو خالدؓ سے فرمایا کہ میرے اصحاب کو کچھ نہ کہو اگر تم خدا کی راہ میں جبل احد کے برابر بھی سونا صرف کرو تو ان کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ فتح مکہ سے حجۃ الوداع تک مہمات میں حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف شریک رہے۔ رسول کریم ﷺ نے انہیں سفر میں کسی عذر کی وجہ سے ریشم کے استعمال کی اجازت فرمائی تھی۔

قیامِ خلافت اور مشاورت میں کردار

رسول اکرم ﷺ کی وفات کے سانحہ پر آپ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے ہاتھ پر اولین بیعت کرنے والوں میں سے تھے۔ حضرت ابوبکرؓ کو بھی آپ پر بہت اعتماد تھا۔ آپ نے ہمیشہ حضرت ابوبکرؓ کے مشیر اور معاون ہونے کا حق ادا کیا۔ ۱۳ھ میں حضرت ابوبکرؓ نے اپنی آخری بیماری میں حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف کو بلا کر اپنے جانشین کے بارہ میں مشورہ کیا اور حضرت عمرؓ کا نام تجویز کیا۔ انہوں نے اپنی رائے دیتے ہوئے عرض کیا کہ حضرت عمرؓ کی اہلیت میں تو کوئی شبہ نہیں مگر طبیعت ذرا سخت ہے۔ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا کہ خلافت کا بوجھ پڑے گا تو خود بخود ہی نرم ہو جائیں گے۔

حضرت عمرؓ خلیفہ ہوئے تو انہوں نے مجلس شوریٰ قائم کی۔ عبدالرحمٰنؓ بن عوف اس کے اہم رکن تھے۔ کئی معاملات میں آخری فیصلہ حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف کی رائے کے مطابق ہوا۔ عراق پر فوج کشی کے لئے جب کئی صحابہ نے حضرت عمرؓ کو نہایت پر زور اصرار کے ساتھ اس لشکر کی کمان خود سنبھالنے کے لئے درخواست کی تو حضرت عمرؓ نے اس کا ارادہ کر لیا اور مدینہ پر حضرت علیؓ کو امیر مقرر کر کے جہاد کیلئے روانہ ہوئے۔ ابھی مدینہ کے باہر پڑاؤ تھا کہ حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف نے اس سفر کی مخالفت کرتے ہوئے پھر عرض کیا کہ لڑائی میں دونوں امکان ہوتے ہیں اور خدانخواستہ امیرالمومنین کو کوئی نقصان پہنچ گیا تو اسلام کو ناقابل تلافی نقصان پہنچنے کا احتمال ہے۔ حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف کی یہ رائے سن کر سب صحابہ اس کے قائل ہو گئے۔ مگر اب مشکل یہ تھی کہ اب اس

لشکر کی کمان کون کرے۔ کیونکہ حضرت علیؓ بھی بوجہ بیماری عذر بیان کر چکے تھے۔ حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف کی عمدہ رائے سے یہ مسئلہ بھی حل ہو گیا۔ آپ نے اس لشکر کی سپہ سالاری کے لئے حضرت سعدؓ بن ابی وقاص کا نام تجویز کیا بعد کے واقعات نے بھی یہ ثابت کیا کہ حضرت سعدؓ ہی اس لشکر کی قیادت کے اہل تھے۔

23 ہجری میں حضرت عمرؓ پر فجر کی نماز میں قاتلانہ حملہ ہوا۔ تو انہوں نے حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف کا ہاتھ پکڑ کر آگے مصلے پر کر دیا۔ حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف نے جلدی سے نماز مکمل کر لی۔ حضرت عمرؓ کو اٹھا کر گھر لایا گیا۔ حضرت عمرؓ نے خلافت کے انتخاب کے لئے جو چھ افراد پر مشتمل کمیٹی بنائی تھی اس کے فیصلہ کن رکن عبدالرحمٰنؓ بن عوف تھے۔ (7)

وفات

۳۱ھ میں حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف نے بعمر 75 سال وفات پائی۔ حضرت علیؓ نے آپ کے جنازے پر کھڑے ہو کر آپ کو داد تحسین دی۔ حضرت سعدؓ بن ابی وقاص نے اس موقع پر کہا وائے افسوس! کہ آج ایک پہاڑ جیسی کوہ وقار شخصیت ہم سے جدا ہو گئی۔ حضرت عثمانؓ نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی اور جنت البقیع میں دفن ہوئے۔ (8)

علم وفراست

حضرت عبدالرحمٰنؓ کو آنحضرت ﷺ کے قدیمی صحابی ہونے کے باعث علم وفضل کی سعادت بھی حاصل رہی تھی۔ رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں بھی لوگ آپ سے مسائل دریافت کرتے اور آپ مستند جواب دیتے تھے۔ بعد میں بھی کئی مشکل مقامات پر آپ کو قومی سطح پر نہایت مفید مشورے دینے کی توفیق بھی حاصل ہوئی۔ حضرت ابو بکرؓ کے زمانہ خلافت میں جب اہل بیت میں آنحضرت ﷺ کی وراثت کا سوال ہوا تو آپ نے اپنے ذاتی علم کی بنا پر وضاحت کی کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا تھا کہ ''آپؐ کے ترکے میں وراثت نہ چلے گی بلکہ وہ بیت المال کا حق ہو گا۔'' حضرت عمرؓ کے زمانہ خلافت میں جب ایران فتح ہوا تو آتش پرستوں سے معاملہ کرنے کا مسئلہ درپیش

ہوا کیونکہ قرآن کے ظاہری الفاظ سے جزیہ صرف اہل کتاب سے ہی لینے کا حکم معلوم ہوتا تھا۔حضرت عبدالرحمٰنؓ نے اجتہاد سے یہ عقدہ بھی حل کیا کہ آنحضورؐ نے ان لوگوں کے ساتھ بھی اہل کتاب کا سلوک کیا اور انہیں ذمی قرار دیا تھا جیسے ہجر کے مجوسیوں سے سلوک ہوا۔طاعون عمواس کے موقع پر حضرت عمرؓ سرغ مقام سے حضرت عبدالرحمٰنؓ کی روایت کی بناء پر ہی واپس لوٹ آئے تھے اور شام میں داخل نہیں ہوئے تھے۔ان کی رائے ایسی پختہ تھی کہ حضرت عمرؓ نے بوقت وصال یہ وصیت فرمائی کہ حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف نہایت صائب الرائے، صاحب عقل ودانش اور سلیم الطبع ہیں انکی رائے کو بہت اہمیت دینا۔اور اگر انتخاب خلافت میں کوئی مشکل پیدا ہوتو جس طرف حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف ہوں ان کا ساتھ دینا۔حضرت عمرؓ کی یہ رائے بلاشبہ ذاتی تجربے پر مشتمل تھی جو درست ثابت ہوئی۔(9)

اخلاق فاضلہ

حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ اعلیٰ اخلاق کے مالک تھے۔خوف خدا،حب رسول، صدق و عفاف،امانت و دیانت،رحم وکرم،فیاضی اور انفاق فی سبیل اللہ آپ کی روشن صفات تھیں۔رسول کریم ﷺ نے فرمایا عبدالرحمٰنؓ بن عوف مسلمانوں کے سرداروں میں سے سردار ہیں۔وہ آسمان میں بھی امین ہیں اور زمین میں بھی! خوف خدا کا یہ عالم تھا کہ ایک دن روزے سے تھے۔دستر خوان لگایا گیا تو ان نعمتوں کو دیکھ کر بے اختیار رونے لگے آپ کو مسلمانوں کے ابتدائی زمانے کے فقر و فاقہ کے دن یاد آ گئے۔کہنے لگے کہ میرا بھائی مصعبؓ بن عمیر مجھ سے بہتر تھا مگر وہ جب شہید ہوا تو کفن کی چادر بھی نصیب نہ ہوئی سر ڈھانکتے تھے تو پیر ننگے ہو جاتے تھے اور پاؤں ڈھانکتے تھے تو منہ ننگا ہو جاتا تھا۔پھر پاؤں پر گھاس ڈالی گئی اور سر کو کفن سے ڈھانک کر دفن کیا گیا۔یہ تھا احد کے میدان کا شہید مصعبؓ بن عمیر۔آج دنیا کی کتنی نعمتیں ہمیں حاصل ہیں یہ دیکھ کر ڈر لگتا ہے کہ نیکیوں کا بدلہ کہیں ہمیں دنیا میں ہی نہ عطا کر دیا گیا ہو۔یہ کہا اور اتنی رقت طاری ہوگئی کہ کھانے سے ہاتھ کھینچ لیا۔(10)

حضرت عبدالرحمانؓ بن عوف وہ خوش قسمت صحابی ہیں جنہیں ایک وہ منفرد اعزاز بھی حاصل ہوا جو امت میں کسی اور کو نصیب نہیں۔آپ نبی کریم ﷺ کے ساتھ ایک سفر میں تھے۔حضور ﷺ

قافلے سے کچھ پیچھے رہ گئے۔ نماز فجر کا وقت ہوگیا۔ نماز میں تاخیر کے اندیشے سے حضرت عبدالرحمانؓ بن عوف نے نماز فجر شروع کروادی۔ نبی کریم ﷺ بعد میں تشریف لائے اور آپؐ نے حضرت عبدالرحمانؓ بن عوف کی اقتداء میں نماز ادا کی۔(11)

حضرت عبدالرحمانؓ کو آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد اپنی عفت اور پاکدامنی کے باعث ایک اور اہم خدمت کی بھی توفیق ملی۔ اور وہ تھی ازواج مطہرات کی خدمت و حفاظت۔ رسول کریمؐ نے فرمایا تھا کہ میرے بعد میری ازواج کی خدمت کی توفیق پانے والا بہت ہی صادق اور راستباز ہوگا۔ حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف کو یہ خدمت کرنے کی توفیق ملی۔ آپ سفر حج میں ازواج مطہرات کے ساتھ جاتے اور ان کے لئے سواری اور پردے کا اہتمام کرتے۔(12)

مالی قربانی

حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف بڑے مالدار تاجر تھے اور تجارت میں ایسی برکت پڑی کہ آپ عظیم الشان دولت کے مالک بنے۔ مگر کبھی حرص اور بخل کا خیال تک نہ آیا۔ ابوالھیاج راوی ہیں کہ میں نے ایک شخص کو طواف بیت اللہ میں یہ دعا کرتے سنا۔ اَللّٰھُمَّ قِنِی شُحَّ نَفْسِی. اے اللہ مجھے اپنے نفس کے بخل سے محفوظ رکھنا۔ میں نے پوچھا یہ کون ہے تو پتہ چلا کہ وہ عبدالرحمٰنؓ بن عوف تھے۔ یہ دعا خوب مقبول ٹھہری۔ ایک دفعہ عبدالرحمٰنؓ بن عوف کا تجارتی قافلہ مدینے آیا تو اس میں سات سو اونٹوں پر صرف گیہوں، آٹا اور دوسری اشیاء لدی ہوئی تھیں۔ مدینے میں اتنے بڑے تجارتی قافلے کے چرچے ہو رہے تھے کہ حضرت عائشہؓ تک بھی خبر پہنچی۔ انہوں نے حضرت عبدالرحمانؓ بن عوف کے فضائل بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ میں نے رسول خدا ﷺ سے سُنا ہے کہ عبدالرحمانؓ جنتی ہیں اور رینگتے ہوئے جنت میں جائیں گے۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کو اطلاع ہوئی تو دوڑتے ہوئے ام المؤمنین حضرت عائشہؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا کہ میں آپ کو گواہ کر کے یہ لدا ہوا قافلہ اونٹ اور کجاوے سمیت میں خدا کی راہ میں وقف کرتا ہوں۔

اس کا پس منظر یہ تھا کہ رسول کریم ﷺ نے حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف سے ایک دفعہ فرمایا

آپ امیر آدمی ہو جنت میں گھٹنوں کے بل داخل ہوگے اسلئے اپنا مال خدا کو قرض دو۔ انہوں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ! سارا مال؟ فرمایا ہاں۔ حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف اس پر آمادہ ہوگئے ۔ پھر رسول کریم ﷺ نے فرمایا مجھے جبریلؑ نے ابھی خبر دی ہے کہ عبدالرحمٰنؓ کو کہہ دو کہ مہمان کی مہمان نوازی کرے، مسکین کو کھانا کھلائے، سائل کو دے اور رشتہ داروں سے اس کا آغاز کرے تو مال پاک ہو جائے گا۔

سبحان اللہ! کیا بے نفسی ہے اور دنیا سے بے رغبتی کا کیا عالم ہے۔ یہ وہ انقلاب تھا جو نبی کریم ﷺ نے اپنے صحابہ میں پیدا کر دیا تھا۔ کہ مال کی کثرت نے ان کے دلوں میں مال کی محبت کی بجائے مال عطا کرنے والے کی محبت پیدا کر دی۔ حضرت عبدالرحمان بن عوفؓ نے ہمیشہ قومی اور مذہبی ضروریات کے لئے گراں قدر خدمات انجام دیں۔ سورۂ توبہ نازل ہوئی اس میں صدقہ و خیرات کی ترغیب کا مضمون بھی ہے حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف نے اپنا نصف مال کچھ چار ہزار کے قریب رقم پیش کر دی۔ پھر دو دفعہ چالیس چالیس ہزار دینار پیش کئے۔ اسی طرح جہاد کے لئے ضرورت پیش آئی تو پانچصد گھوڑے اور پندرہ سو اونٹ پیش کر دیئے۔(13)

عام صدقہ و خیرات کا تو یہ عالم تھا کہ ایک ایک دن میں تیس، تیس غلام آزاد کر دیا کرتے تھے۔ ایک روایت کے مطابق اندازاً تیس ہزار غلام آزاد کئے۔ ان تمام خدمتوں کے باوجود کوئی فخر کا شائبہ تھا نہ غرور کا خیال بلکہ عجز و انکسار کا یہ حال تھا کہ ایک دفعہ ام المومنین حضرت ام سلمہؓ سے یہ عرض کیا کہ مجھے خوف ہے کہ کثرتِ مال مجھے ہلاک نہ کر دے۔ انہوں نے فرمایا کہ راہ خدا میں مال خرچ کیا کرو۔ حضرت عبدالرحمانؓ بن عوف نے جیسے یہ نصیحت پلے باندھ لی تھی۔ وفات کے وقت بھی پچاس ہزار دینار اور ایک ہزار گھوڑے خدا کی راہ میں وقف کر دیئے۔ بدر میں جو صحابہ شریک ہوئے تھے بوقت وفات ان کے حق میں یہ وصیت فرمائی کہ اب تک جتنے بدری صحابہ زندہ ہیں میرے ترکے میں سے ہر ایک کو چار صد دینار عطا کئے جائیں۔ اس وقت سو بدری صحابہؓ موجود تھے۔ چنانچہ ان سب نے بشمول حضرت عثمانؓ کی اس وصیت سے خوب فائدہ اُٹھایا۔

امہات المومنین کے لئے بوقت وفات ایک باغ کی وصیت کی جو چار لاکھ درہم میں فروخت

ہوا۔ حضرت عائشہؓ عبدالرحمانؓ بن عوف کے بیٹے کو فرمایا کرتی تھیں کہ رسولؐ اللہ کو اپنے بعد ازواج کے معاملات کی فکر رہتی تھی اللہ تعالیٰ تمہارے باپ عبدالرحمانؓ کو جنت کے چشمہ سے سیراب کرے جنہوں نے ازواج رسولؐ کیلئے اس خدمت کی توفیق پائی۔ (14) الغرض حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف کو اللہ تعالیٰ نے مال و دولت خوب عطا کیا اور آپ نے بھی دل کھول کر خدا کی راہ میں اپنا مال لٹایا مگر مال میں کوئی کمی نہیں آئی بلکہ خدا نے ایسی برکت ڈالی کہ خود فرماتے تھے کہ مٹی میں ہاتھ ڈالتا ہوں تو سونا ہو جاتی ہے۔ چنانچہ اس قدر فیاضی کے باوجود اپنے ورثاء کے لئے بہت مال چھوڑا۔ چار بیویوں کو ترکہ کے آٹھویں حصے کے طور پر اسی، اسی ہزار دینار ملے۔ مال میں سونے کی اتنی بڑی بڑی اینٹیں تھیں کہ کاٹ کاٹ کر تقسیم کی گئیں اور کاٹنے والوں کے ہاتھوں میں آبلے پڑ گئے۔ جائیداد غیر منقولہ اور نقدی کے علاوہ ایک ہزار اونٹ، سو گھوڑے اور تین سو بکریاں بھی ترکے میں چھوڑیں۔ (15)

یہ اس مخلص مہاجر کا ترکہ تھا جو راہ خدا میں خالی ہاتھ مکّے سے مدینے ہجرت کر کے آ گیا تھا۔ اور نصف مال و جائیداد کی پیش کش حضرت سعدؓ بن ربیع نے کی تو کمال استغناء کے ساتھ قبول نہیں کی تھی اور خدا پر کامل توکل کرتے ہوئے محنت کرنے کو ترجیح دی تھی۔ پھر خدا نے بھی اس متوکل انسان کو ایسا نوازا کہ دولت کے انبار اس کے سامنے لگا دیئے۔ حضرت عبدالرحمان بن عوفؓ کے پاس کیمیا گری کا نسخہ تھا نہ جادو کی کوئی ایسی انگوٹھی کہ جس چیز کے ساتھ لگاتے تھے وہ سونا بن جاتی تھی۔ نہ ہی تجارت کا کوئی ایسا گُر آپ کو ملا تھا کیونکہ محض دنیاوی تجارتیں ہرگز اتنے اموال عطا نہیں کرسکتیں۔ اگر کوئی گُر حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف نے سیکھا تھا تو وہ خدا سے تجارت کرنے کا گُر تھا جہاں سات سو گُنا سے بھی بڑھ کر منافع ملتا ہے اور اسی عرفان حاصل کرنے کے نتیجے میں آپ واقعی وہ پارس بن گئے تھے کہ جس چیز کے ساتھ وہ لگتا اسے سونا بنا دیتا ہے۔ یہ وہ کیمیا گری تھی جو آپ نے آنحضرت ﷺ سے سیکھی تھی اور اس کیمیا گری میں یقیناً آپ کی دعاؤں مجاہدات اور عبادات کا بھی گہرا دخل تھا۔ آپ نہایت خشوع و خضوع کے ساتھ نمازیں ادا کیا کرتے تھے۔ نماز ظہر سے قبل لمبی نفل نماز پڑھتے اذان کی آواز سن کر مسجد روانہ ہو جاتے۔ نوافل سے خاص شغف تھا، رسول اللہ ﷺ سے آپ کی کئی روایات مروی ہیں۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ مسجد میں

تشریف لائے اور قبلہ رُو ہو کر سجدے میں گر گئے اور بہت لمبا سجدہ کیا۔ یہاں تک کہ ہمیں گمان ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے شاید آپؐ کی روح قبض کر لی ہے۔ میں آپؐ کے قریب ہوا تو آپؐ اُٹھ بیٹھے اور پوچھا کون ہے؟ میں نے عرض کیا عبدالرحمٰن۔ فرمایا کیا بات ہے؟ میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسولؐ! آپؐ نے اتنا لمبا سجدہ کیا کہ مجھے اندیشہ ہوا کہ کہیں اللہ تعالیٰ نے آپؐ کی روح تو قبض نہیں کر لی۔ آپؐ نے فرمایا میرے پاس جبریلؑ آئے تھے انہوں نے مجھے یہ خوشخبری سنائی کہ اللہ تعالیٰ آپؐ کے حق میں فرماتا ہے کہ جو آپؐ پر درود بھیجے گا میں اس پر اپنی رحمتیں نازل کرونگا اور جو آپؐ پر سلام بھیجے گا میں اس پر سلامتی بھیجوں گا۔ یہ سُن کر میں اللہ تعالیٰ کے حضور سجدۂ شکر بجالایا ہوں۔ اکثر روزے رکھتے تھے۔ بارہا حج کی توفیق پائی۔ حضرت عمرؓ جس سال خلیفہ ہوئے اس سال انہوں نے آپ کو امیر حج مقرر فرمایا تھا۔(16)

آپ نہایت ذہن رسا انسان تھے۔ تجارت کے علاوہ زراعت کی طرف بھی توجہ فرمائی کیونکہ خیبر میں رسول اللہؐ نے ایک کثیر جاگیر آپ کو عطا فرمائی تھی۔ آپ نے نہ صرف اسے سنبھالا بلکہ بہت سی اور قابل زراعت زمین خرید کر اس میں بھی کاشت کروائی۔ صرف ''جُرف'' کی زمین میں بیس اونٹ آبپاشی کیا کرتے تھے۔

ازواج واولاد

آپ ہجرت کے وقت بیوی بچے مکے میں چھوڑ آئے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے یکے بعد دیگرے بارہ بیویاں عطا کیں جن سے ۲۱ بیٹے اور ۸ بیٹیاں اولاد عطا ہوئی۔ اسلام سے قبل ام کلثوم بنت ربیعہ اور ام کلثوم بنت عقبہ بن معیط سے نکاح کیا تھا۔ آپ کی بیویوں میں قبیلہ کلب کے سردار کی بیٹی کے علاوہ غزال بنت کسریٰ بھی تھیں جو ایران کے شاہی خاندان کسریٰ کی شہزادی تھی مگر ان تمام تر نعمتوں اور آسائشوں کے باوجود حضرت عبدالرحمانؓ بن عوف نے اپنا دامن کبھی دنیا سے آلودہ نہ ہونے دیا۔ وفات سے قبل بے ہوشی سے افاقہ ہوا تو پوچھا کہ کیا مجھ پر غشی طاری ہوئی تھی بتایا گیا کہ ہاں تو فرمایا کہ میرے پاس دو فرشتے آئے ان میں کچھ سختی پائی جاتی تھی وہ مجھے لے کر چلے پھر دو اور فرشتے آئے جو زیادہ نرم اور رحم دل تھے۔ انہوں نے پہلے دو سے پوچھا کہ اسے کہاں لے جاتے ہو انہوں

نے کہا ''عزیز وامین'' کے پاس (فیصلہ کیلئے) وہ دونوں بولے اسے چھوڑ دو یہ وہ شخص ہے کہ جب ماں کے پیٹ میں تھا تب سے اس کے حق میں سعادت لکھی جا چکی ہے۔(17) 31ھ میں 75 سال کی عمر میں آپ کی وفات ہوئی آپ کی وصیت کے مطابق حضرت عثمانؓ نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی اور جنت البقیع میں دفن ہوئے۔(18)

ایک دفعہ رسول کریم ﷺ کے پاس ایک ایسے شخص نے قرآن کی تلاوت کی جس کی آواز میں بہت سوز تھا، سب لوگوں کی آنکھوں سے آنسو رواں ہو گئے سوائے عبدالرحمٰنؓ بن عوف کے۔ رسول کریم ﷺ کے سامنے ذکر ہوا تو فرمایا کہ عبدالرحمٰنؓ کی آنکھ آنسو نہ بہائے تو اس کا دل روتا ہے۔

ایک اور موقع پر جب حضرت خالدؓ کی تکرار حضرت عبدالرحمٰنؓ سے ہوئی تو رسول کریمؐ نے فرمایا کہ اے خالد! میرے صحابہ کو کچھ نہ کہو تم میں سے کوئی اگر احد پہاڑ کے برابر بھی سونا خرچ کرے تو عبدالرحمٰنؓ بن عوف کی اس صبح یا شام کو بھی نہیں پہنچ سکتا جو اس نے خدا کی راہ میں جہاد کر کے گزارے۔

آپؓ کی وفات پر حضرت علیؓ نے سچ ہی تو کہا تھا کہ جا اے عبدالرحمٰنؓ! اپنے مولا کے حضور حاضر ہو جا کہ تو نے دنیا کا صاف پانی پیا اور گدلا چھوڑ دیا۔(19) سلامت برتو اے مرد سلامت۔ اے سراج منیر کے روشن ستارے! تیری روشنی سے ایک دنیا نے ہدایت پائی اور ایک زمانہ روشنی پاتا رہے گا۔ اے عبدالرحمٰنؓ بن عوف! تجھ پر سلام۔ اے سلامتی کے شہزادے تجھ پر سلام۔

حوالہ جات

1- ترمذی کتاب المناقب باب مناقب عبدالرحمان بن عوف، استیعاب جلد 1 ص 388

2- اصابہ جز 4 ص 176

3- اسدالغابہ جلد 3 ص 314,315، بخاری کتاب النکاح، منتخب کنز العمال بر حاشیہ مسند جلد 5 ص 78

4- بخاری کتاب المغازی

5- اسدالغابہ جلد 3 ص 314

6- اسدالغابہ جلد 3 ص 314، استیعاب جلد 3 ص 387

7- اصابہ جز 4 ص 177، ابن سعد جلد 3 ص 130، طبری جلد 4 ص 83، اسدالغابہ جلد 3 ص 315

8- اسدالغابہ جلد 3 ص 317، استیعاب جلد 2 ص 390

9- اصابہ جز 4 ص 177، مسند احمد جلد 1 ص 193

10- اسدالغابہ جلد 3 ص 314، استیعاب جلد 3 ص 388

11- مسلم کتاب الصلوۃ و اسدالغابہ جلد 3 ص 316

12- اصابہ جز 4 ص 177

13- اسدالغابہ جلد 3 ص 315-16، استیعاب جلد 2 ص 389، اصابہ جز 4 ص 177، البدایہ جلد 7 ص 163، منتخب کنز العمال بر حاشیہ مسند جلد 5 ص 78

14- اسدالغابہ جلد 3 ص 314,315، ترمذی کتاب المناقب باب حکایۃ وصیۃ عبدالرحمٰنؓ

15- اسدالغابہ جلد 3 ص 316,317

16- اسدالغابہ جز 4 ص 177

17- ابن سعد جلد 3 ص 134

18- اصابہ جز 4 ص 177، استیعاب جلد 3 ص 387,390، ابن سعد جلد 3 ص 134

19- اسدالغابہ جلد 3 ص 317، منتخب کنز العمال بر حاشیہ مسند جلد 5 ص 75

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ

نام ونسب

حضرت سعدؓ کے والد مالک بن وھیب کا تعلق قریش کی شاخ بنوزہرہ سے تھا۔اس لحاظ سے آپ رشتہ میں رسول اللہؐ کے ماموں تھے۔کیونکہ رسول اللہ ﷺ کی والدہ بھی بنوزہرہ قبیلہ سے اور حضرت سعدؓ کی چچازاد تھیں۔ایک دفعہ حضرت سعدؓ کے تشریف لانے پر رسول کریم ﷺ نے فرمایا یہ میرے ماموں ہیں کوئی اور شخص مجھے اپنا ایسا ماموں تو دکھائے۔والدہ حمنہ بنت سفیان بن امیہ بھی قریش سے تھیں۔کنیت ابواسحاق تھی۔(1)

قبول اسلام اور قربانی

حضرت سعدؓ نے چوتھے اور چھٹے سال نبوت کے درمیان اسلام قبول کیا۔اس وقت آپ سترہ برس کے نوجوان تھے۔خود بیان کرتے تھے کہ میں نے نماز فرض ہونے سے بھی پہلے اسلام قبول کیا تھا۔

آپ کا اسلام قبول کرنا بھی الٰہی تحریک کے نتیجہ میں تھا۔آپؓ بیان کرتے تھے کہ اسلام سے قبل ''میں نے رؤیا میں دیکھا کہ گھپ اندھیرا ہے اور مجھے کچھ سجھائی نہیں دیتا کہ اچانک ایک چاند روشن ہوتا ہے اور میں اس کے پیچھے پیچھے چلنے لگتا ہوں۔کیا دیکھتا ہوں کہ کچھ لوگ مجھ سے پہلے اس چاند تک پہنچے ہوئے ہیں۔قریب جا کر معلوم ہوا کہ وہ زید بن حارثہؓ،علی بن ابی طالبؓ اور ابوبکرؓ تھے۔میں ان سے پوچھتا ہوں کہ تم لوگ کب یہاں پہنچے؟ وہ کہتے ہیں بس ابھی پہنچے ہی ہیں۔''اس خواب کے کچھ عرصہ بعد مجھے پتہ چلا کہ رسول اللہ ﷺ مخفی طور پر اسلام کی دعوت دیتے ہیں۔ایک روز میری آپ سے اجیاد گھاٹی میں ملاقات ہوئی۔آپؐ نے اسی وقت نماز عصر ادا کی اور میں نے اسلام قبول کیا۔مجھ سے پہلے سوائے ان تین مردوں کے کسی نے اسلام قبول نہیں کیا۔(2)

حضرت سعدؓ فرماتے تھے کہ میں نے تیسرے نمبر پر اسلام قبول کیا اور سات دن تک مجھ پر ایسا وقت رہا کہ میں اسلام کا تیسرا حصہ تھا۔(3)

اسلام قبول کرنے پر ابتلاء

حضرت سعدؓ بیان کرتے ہیں کہ میں اپنی والدہ سے نہایت نیکی اور احسان کا سلوک کرتا تھا۔ جب میں نے اسلام قبول کیا تو وہ کہنے لگی تم نے یہ نیا دین کیوں اختیار کرلیا ہے۔ تجھے بہرحال یہ دین چھوڑنا پڑے گا۔ ورنہ میں نہ کچھ کھاؤں گی نہ پیئوں گی یہاں تک کہ مرجاؤں گی اور لوگ تمہیں ماں کے قتل کا طعنہ دیں گے۔ میں نے کہا اے میری ماں ایسا ہرگز نہ کرنا کیونکہ میں اپنا دین نہیں چھوڑ سکتا۔مگر وہ نہ مانی حتیٰ کہ تین دن اور رات گزر گئے اور والدہ نے کچھ کھایا نہ پیا صبح ہوئی تو وہ بھوک سے نڈھال تھیں۔تب میں نے کہہ دیا کہ خدا کی قسم اگر آپ کی ہزار جانیں ہوں اور وہ ایک ایک کر کے نکلیں تو بھی میں اپنا دین کسی چیز کی خاطر نہیں چھوڑوں گا۔جب انہوں نے بیٹے کا یہ عزم دیکھا تو کھانا پینا شروع کر دیا۔ اس موقع کی مناسبت سے یہ آیت اتری۔ وَاِنْ جَاهَدٰكَ عَلٰٓى اَنْ تُشْرِكَ بِيْ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ۙ فَلَا تُطِعْهُمَا وَصَاحِبْهُمَا فِى الدُّنْيَا مَعْرُوْفًا (لقمان:16) یعنی اگر وہ (والدین) تجھ سے جھگڑا کریں کہ تو میرے ساتھ شریک ٹھہرائے جس کا تجھے کوئی علم نہیں تو ان کی بات نہ مان اور دنیا میں دستور کے مطابق رفاقت جاری رکھ۔(4)

شجاعت ومردانگی

ابن اسحاق نے بیان کیا ہے کہ ابتدائے اسلام میں رسول اللہ ﷺ کے صحابہ نماز ادا کرنے کیلئے مختلف گھاٹیوں میں چلے جاتے اور یوں اپنی قوم سے مخفی نماز باجماعت ادا کرتے۔ایک دفعہ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ صحابہ کی ایک جماعت کے ساتھ مکہ کی کسی گھاٹی میں نماز ادا کررہے تھے کہ اچانک مشرک ان پر چڑھ دوڑے اور پہلے تو انہیں نماز پڑھتے پا کر ناپسندیدگی کا اظہار کرتے ہوئے برا بھلا کہنے لگے۔ پھر ان پر حملہ آور ہوئے۔حضرت سعدؓ وہ شجاع اور بہادر مرد تھے جو اپنے اور اپنے ساتھیوں کے دفاع کیلئے بڑی جرأت سے آگے بڑھے اور اونٹ کی ہڈی جو ہاتھ میں آئی وہ مد مقابل شخص کے سر میں دے ماری جس سے اس کا سر پھٹ گیا۔ یہ پہلا موقع تھا کہ مجبوراً اپنے دفاع میں ایک مسلمان کے ہاتھوں کسی کافر کا خون بہا۔ورنہ مسلمان ہمیشہ فساد سے بچتے اور امن کی راہیں تلاش کرتے رہے۔(5)

مکی دور میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ابتدائی زمانہ اور شعب ابی طالب میں حضرت سعدؓ کو بھی سخت تکالیف اور مصائب کا سامنا کرنا پڑا اور انتہائی صبر کا نمونہ دکھایا وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک رات رسولؐ اللہ کے ساتھ پیشاب کرنے نکلا تو پاؤں کے نیچے کوئی سخت چیز آئی۔ وہ اونٹ کی کھال کا ٹکڑا تھا میں نے اسے اٹھا کر دھویا پھر اسے جلا کر دو پتھروں سے باریک کر کے کھالیا اور اوپر سے پانی پی لیا اور تین دن تک کیلئے اس سے قوت حاصل کی۔

ہجرت مدینہ

رسول کریم ﷺ کے ہجرت کر کے مدینہ تشریف لانے کے بعد حضرت سعدؓ کو بھی مدینہ ہجرت کی توفیق ملی۔ اور وہ بنی عمرو بن عوف کے محلّہ میں اپنے بھائی عتبہ کے گھر میں ٹھہرے جنہوں نے پہلے سے مکہ میں ذاتی دشمنی کے باعث یہاں آ کر ڈیرے ڈال رکھے تھے۔ ہجرت مدینہ کے بعد رسول کریم ﷺ نے مؤاخات قائم فرمائی۔ حضرت سعدؓ بن ابی وقاص کو پہلے مبلغ اسلام حضرت مصعبؓ بن عمیر اور اوس کے سردار حضرت سعدؓ بن معاذ کا بھائی بنایا۔ دو سعدوں کا ملنا بھی گویا ایک روحانی قِران سعدین تھا۔

خدمات

مدینہ آتے ہی حضرت سعدؓ کی خدمات کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ شروع میں جب نبی کریم ﷺ مدینہ آئے تو مخدوش حالات کی وجہ سے رات آرام کی نیند نہ سو سکے تھے۔ ایک رات آپؐ نے فرمایا کہ آج خدا کا کوئی نیک بندہ پہرہ دیتا تو کیا ہی اچھا ہوتا۔ تب اچانک ہمیں ہتھیاروں کی آواز سنائی دی رسول کریم ﷺ نے پوچھا کون ہے؟ آواز آئی میں سعد ہوں۔ فرمایا کیسے آئے عرض کیا مجھے آپ کی حفاظت کے بارہ میں خطرہ ہوا اسلئے پہرہ دینے آیا ہوں۔ چنانچہ انہوں نے پہرہ دیا اور رسول کریم ﷺ آرام سے اس رات سوئے۔ (6)

جب نبی کریم ﷺ کو اطراف مدینہ میں کچھ مہمات بھجوانے کی ضرورت پیش آئی۔ پہلے حضرت حمزہؓ کے ساتھ ایک مہم میں شرکت کی سعادت عطا ہوئی۔ اس کے بعد حضرت عبیدہؓ بن حارث

کے ساتھ بھجوائی گئی ساٹھ افراد پر مشتمل مہم میں بھی آپ شریک تھے۔ اس موقع دشمن نے تیر برسائے۔ حضرت سعدؓ کو بھی اپنی تیراندازی کے جوہر دکھانے کا موقع ملا۔ فرمایا کرتے تھے کہ میں پہلا عرب شخص ہوں جس نے اللہ کی راہ میں تیر چلایا۔

غزوہ بدر سے قبل رسول کریم ﷺ نے حضرت سعدؓ کو بیس سواروں پر مشتمل ایک دستہ پر نگران مقرر کر کے خرار مقام پر بھجوایا۔ آپ کا مقصد قریش کے تجارتی قافلہ کا راستہ روکنا تھا۔ اس تجارتی قافلہ کا سارا منافع مسلمانوں کے خلاف خرچ کرنے کے عہد و پیمان تھے۔ (7)

غزوات میں شرکت اور بہادری

کفر و اسلام کے پہلے معرکہ بدر میں حضرت سعدؓ کو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ شرکت کی توفیق ملی۔ وہ بیان کرتے تھے میں بدر میں شامل ہوا تو میرے چہرے میں ایک بال کے سوا کچھ نہ تھا۔ (یعنی اس وقت حضرت سعدؓ کی صرف ایک بیٹی تھی) اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے مجھے گھنی داڑھی جیسے بال عطا کیے (یعنی کثرت سے اولاد سے نوازا)۔ (8)

حضرت سعدؓ کو بجا طور پر بدر میں شرکت پر فخر تھا۔ ان کے بیٹے عامر کہا کرتے تھے کہ حضرت سعدؓ مہاجرین میں سے فوت ہونے والے آخری صحابی تھے۔ وفات کے وقت انہوں نے اپنا نہایت بوسیدہ اونی جبہ منگوایا اور فرمایا ''مجھے اس میں کفن دینا کہ بدر کے دن مشرکوں سے مٹھ بھیڑ کے وقت میں نے یہی جبہ پہن رکھا تھا اور اس مقصد کیلئے آج تک سنبھال کے رکھا ہوا تھا۔'' (9)

حضرت سعدؓ نے غزوہ بدر میں شجاعت و بہادری کے شاندار جوہر دکھائے۔ سردار قریش سعید بن العاص آپ کے ہاتھوں انجام کو پہنچا، اس کی تلوار ذوالکتفہ آپ کو بہت پسند آئی ابھی تقسیم غنیمت کا کوئی حکم نہ اترا تھا اس لئے رسول اللہ ﷺ نے وہ تلوار آپ سے واپس لے لی۔ پھر جب سورۃ انفال کی آیات نازل ہوئیں تو آپؐ نے حضرت سعدؓ کو بلا کر وہ تلوار عطا فرمائی۔

حضرت سعدؓ نے احد میں رسول اللہ ﷺ کی حفاظت میں آپ کے آگے پیچھے اور دائیں بائیں لڑنے کی سعادت پائی۔ ان کا بھائی عتبہ حالت کفر میں میدان احد میں مدمقابل تھا اس نے رسول اللہ ﷺ کو زخمی کیا تھا۔ حضرت سعدؓ کی غیرت ایمانی کا یہ حال تھا کہ فرمایا کرتے ''میں عتبہ سے زیادہ

کسی شخص کے خون کا پیاسا نہیں ہوا۔''

غزوہ احد میں خالی درے سے کفار کے اچانک حملہ کے نتیجہ میں مسلمانوں کے پاؤں اکھڑ گئے تھے اور وہ تتر بتر ہو گئے مگر حضرت سعد بن ابی وقاصؓ ان معدودے چند صحابہ میں سے تھے جو ثابت قدم رہے۔ آپؓ تیر اندازی کے ماہر تھے جب کفار نبی کریم ﷺ کو ہدف بنا کر ہجوم کر کے حملہ آور ہوئے تو آنحضرتؐ اپنے ترکش سے حضرت سعدؓ کو تیر عطا فرماتے اور کہتے اِرمِ یَا سَعدُ فِدَاکَ اَبِی وَ اُمِّی! یعنی اے سعدؓ تیر چلاؤ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں۔ حضرت علیؓ فرمایا کرتے تھے کہ حضرت سعدؓ ہی وہ سعادت مند ہیں جن کے سوا اور کسی کیلئے میں نے آنحضورؐ سے اس طرح فِدَاکَ اَبِی وَ اُمِّی کا جملہ نہیں سنا۔

معلوم ہوتا ہے حضرت علیؓ کی مراد غزوہ احد سے ہوگی ورنہ حضرت طلحہؓ و زبیرؓ کے بارہ میں بھی نبی کریمؐ نے بعض اور مواقع پر یہ کلمات استعمال فرمائے۔

غزوہ احد ہی کا واقعہ ہے جب ایک مشرک حملہ آور ناپسندیدہ نعرے لگاتا بلند بانگ دعاوی اور تعلّی کرتا ہوا آگے بڑھ رہا تھا۔ نبی کریم ﷺ نے اس سے نبٹنے کا اشارہ فرمایا۔ حضرت سعدؓ کا ترکش تیروں سے خالی تھا آپ نے تعمیل ارشاد کی خاطر زمین پر سے ایک بے پھل کا تیر اٹھایا اور تاک کر اس مشرک کا نشانہ لیا۔ تیر عین اس کی پیشانی میں اس زور سے لگا کہ وہ بدحواسی میں برہنہ ہو کر وہیں ڈھیر ہو گیا۔ چند لمحے قبل اس کی تعلّیوں کے مقابل پر قدرت خداوندی سے اس کا یہ انجام دیکھ کر اور اس کے شر سے محفوظ ہو کر نبی کریمؐ خوش ہو کر مسکرانے لگے۔ احد میں دشمن اسلام طلحہ بن ابی طلحہ بھی حضرت سعدؓ کے تیر کا نشانہ بنا۔ ابوعثمانؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ہونے والی بعض جنگوں میں آپؐ کے ساتھ بعض مواقع پر حضرت طلحہؓ اور حضرت سعدؓ کے سوا کوئی بھی موجود نہیں رہ سکا تھا۔ اس کے بعد حضرت سعدؓ فتح مکہ، حنین اور تبوک کے غزوات میں رسول اللہ ﷺ کے ہمرکاب رہے اور انہیں اپنی بہادری کے جوہر کھل کر دکھانے کا موقع ملتا رہا۔ ایک دفعہ رسول کریم ﷺ نے حضرت سعدؓ کو دشمن کی خبر لانے کیلئے بھجوایا وہ دوڑتے ہوئے گئے اور واپس آہستہ چلتے ہوئے آئے رسول کریمؐ نے وجہ دریافت کی تو حضرت سعدؓ نے عرض کیا کہ واپسی پر میں اس لئے نہیں بھاگا کہ دشمن یہ نہ سمجھے

کہ میں ڈر گیا ہوں اس پر نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ سعدؓ بڑا تجربہ کار آدمی ہے۔(10)

حضرت سعدؓ بجا طور پر اپنی ان خدمات کو ایک سعادت جانتے تھے۔جس کا اظہار انہوں نے اپنے ان اشعار میں بھی کیا ہے۔

اَلا ھَلْ اَتیٰ رَسُولَ اللّٰہ اَنِّیْ حَمَیْتُ صَحَابَتِی بِصُدُوْرِ نَبْلِیْ

اَذُوْدُ بِھَاعَدُوَّھُمْ زِیَادًا بِکُلِّ حَزُوْنَۃٍ وَ بِکُلِّ سَھْلِ

فَمَا یَعْتَدُّ رَامٍ مِنْ مَعَدٍّ بِسَھْمٍ مَعَ رَسُولِ اللّٰہِ قَبْلِیْ

(ترجمہ) سنو! رسول اللہ ﷺ پر جب بھی کوئی مشکل وقت آیا میں نے اپنے تیروں کی نوک سے اپنے ساتھیوں کا دفاع کیا۔ان تیروں سے میں نے خوب خوب ان کے دشمن کو میدانوں اور پہاڑوں میں پسپا کیا۔معدّ قبیلہ کے کسی قابل ذکر تیرانداز کو مجھ سے پہلے رسول اللہ ﷺ کی معیت کی ایسی سعادت عطا نہیں ہوئی۔(11)

رسول اللہ ﷺ کی دعا اور باعمر ہونے کی پیشگوئی

فتح مکہ کے موقع پر حضرت سعدؓ شدید بیمار ہوگئے۔بچنے کی کوئی امید نہ رہی۔آپ مالدار انسان تھے اور اولاد صرف ایک بیٹی تھی،آپ نے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں اپنا پورا مال خدا کی راہ وقف کرنے کی اجازت چاہی۔حضور ﷺ نے فرمایا کہ یہ بہت زیادہ ہے۔حضرت سعدؓ نے کہا نصف مال ہی قبول کرلیں۔حضور نے وہ بھی قبول نہ فرمایا تو حضرت سعدؓ نے ایک تہائی کی وصیت کی اجازت طلب کی۔حضورؐ نے فرمایا کہ ”ٹھیک ہے ایک تہائی مال کی وصیت کردیں اگرچہ یہ بھی بہت ہے۔اس سے زیادہ کی اجازت نہیں۔“اس موقع پر نبی کریم ﷺ ان کی عیادت کیلئے تشریف لائے،اللہ تعالیٰ نے حضرت سعدؓ کیلئے رسول اللہ ﷺ کی تشریف آوری کے نتیجہ میں عجب رحمت و برکت کے سامان پیدا فرمادئے۔انہوں نے نہایت حسرت بھری اشکبار آنکھوں کے ساتھ یہ عرض کیا ۔یا رسولؐ اللہ اپنے وطن کی جس سرزمین کو خدا کی خاطر ہمیشہ کیلئے ترک کردیا تھا اب میں اسی میں خاک ہوجاؤں گا۔کیا میری ہجرت ضائع ہوجائے گی؟ حضرت سعدؓ کے اس انداز نے رسول اللہ ﷺ کے دل میں دعا کی بے اختیار تڑپ پیدا کردی۔

آپ نے اسی وقت بڑے اضطراب سے تکرار کے ساتھ یہ دعا کی اَللّٰھُمَّ اشْفِ سَعْداً! اے اللہ سعدؓ کو شفا عطا فرما یہ دعا ایسی قبول ہوئی کہ اس کی قبولیت کا علم پا کر نبی کریمؐ نے فرمایا'' اے سعدؓ خدا تجھے لمبی عمر عطا کرے گا اور تجھ سے بڑے بڑے کام لے گا اور تجھ پر موت نہیں آئے گی جب تک کہ کچھ قومیں تجھ سے نقصان اور کچھ فائدہ نہ اٹھالیں'' پھر آپ نے یہ دعا کی کہ'' اے اللہ میرے صحابہ کی ہجرت ان کیلئے جاری کردے۔''(12) رسولؐ اللہ کی دعا اور پیشگوئی کی برکت سے حضرت سعدؓ نے لمبی عمر پائی اور عظیم الشان اسلامی فتوحات کے ہیرو ثابت ہوئے۔ عراق وایران کی فتوحات میں اہم کردار ادا کیا۔

حضرت ابو بکرؓ کے زمانہ میں آپ ہوازن کے عامل رہے۔ حضرت عمرؓ کے زمانہ میں ایرانیوں سے جنگیں لڑیں اور ان کے اکثر علاقے فتح کئے۔ قادسیہ کے میدان میں ایرانیوں سے تاریخی جنگ میں سپہ سالار رستم اور ہاتھیوں کی زبردست فوج کا مقابلہ کیا۔ حضرت سعدؓ اس وقت عرق النساء کی تکلیف سے بیمار تھے مگر آپ میدان جنگ کے قریب ایک قصر کے بالا خانے پر رونق افروز ہو کر جنگ میں اپنے قائمقام خالد بن عرطفہ کی رہنمائی فرماتے رہے وہ کاغذ پر ضروری ہدایات لکھ کر بھجواتے ایک دفعہ ایرانی ہاتھیوں کا ریلہ حملہ آور ہوا تو قریب تھا کہ بجیلہ قبیلہ کے سواروں کے پاؤں اکھڑ جائیں حضرت سعدؓ نے قبیلہ اسد کو پیغام بھجوایا کہ ان کی مدد کرو۔ جب قبیلہ اسد پر حملہ ہوا تو قبیلہ تمیم کو جو نیزہ بازی میں کمال رکھتے تھے کہلا بھیجا کہ تمہاری موجودگی میں ہاتھی آگے نہ بڑھنے پائیں وہ اپنے لئے امیر لشکر کا یہ پیغام سن کر اس جوش سے لڑے کہ جنگ کا نقشہ بدل کر رکھ دیا۔

جنگ قادسیہ کے دوسرے روز شام کی امدادی فوجوں کے پہنچنے سے مسلمانوں کا جوش وجذبہ اور بڑھ گیا۔ جنگ کے تیسرے روز حضرت سعدؓ نے اپنے چند بہادروں کو حکم دیا کہ اگر تم دشمن کے ہاتھیوں کو ختم کردو تو یہ جنگ جیتی جاسکتی ہے۔ چنانچہ انہوں نے چند بڑے بڑے ہاتھیوں کو مار ڈالا جس کے نتیجے میں باقی ہاتھی بھاگ نکلے۔ یوں بالآخر میدان حضرت سعدؓ کے ہاتھ رہا۔ مشہور زمانہ پہلوان رستم میدان سے بھاگتا ہوا مارا گیا۔

جنگ قادسیہ کے بعد حضرت سعدؓ نے تمام عراقِ عرب کو زیرنگین کرنے کا فیصلہ کرلیا۔ اس جنگ کے بعد ایرانیوں پر آپ کا اتنا رعب طاری تھا کہ جس علاقے سے گزرے بڑے بڑے سرداروں نے

خود آ کر صلح کر لی۔ حضرت سعدؓ نے بابل کو ایک ہی حملہ میں فتح کر لیا۔ پایہ تخت کے قریب بہرہ شیر مقام پر کسریٰ کا شکاری شیر مقابلہ پر چھوڑا گیا جسے حضرت سعدؓ کے بھائی ہاشم نے تلوار سے کاٹ کر رکھ دیا۔ یہ قلعہ دو ماہ کے محاصرہ کے بعد فتح ہوا۔ اب بہرہ شیر اور پایہ تخت مدائن کے درمیان صرف دریائے دجلہ حائل تھا۔ ایرانیوں نے سب پل توڑ کر بیکار کر دئے تب حضرت سعدؓ اپنی فوج کو مخاطب ہوئے کہ ''اے برادران اسلام دشمن نے ہر طرف سے مجبور ہو کر دریا کے دامن میں پناہ لی ہے آؤ اسے بھی عبور کر جائیں تو فتح ہماری ہے۔'' یہ کہا اور اپنا گھوڑا دریائے دجلہ میں ڈال دیا۔

دشت تو دشت دریا بھی نہ چھوڑے ہم نے

بحر ظلمات میں دوڑا دئے گھوڑے ہم نے

فوج نے اپنے سپہ سالار کی بہادری دیکھی تو سب نے اپنے گھوڑے دریا میں ڈال دئے اور دوسرے کنارے پر جا پہنچے۔ ایرانی یہ غیر متوقع حملہ کو دیکھ کر بھاگے اور معمولی مقابلے کے بعد مسلمانوں نے مدائن فتح کر لیا۔ مدائن کے ویران محلات دیکھ کر حضرت سعدؓ کی زبان پر یہ آیات جاری ہو گئیں۔(13)

كَمْ تَرَكُوْا مِنْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ وَّزُرُوْعٍ وَّمَقَامٍ كَرِيْمٍ وَّنَعْمَةٍ كَانُوْا فِيْهَا فٰكِهِيْنَ كَذٰلِكَ وَاَوْرَثْنٰهَا قَوْمًا اٰخَرِيْنَ۔ (الدخان:26،27)

فتح مدائن عراق عرب پر تسلط قائم ہونے کی آخری کڑی تھی بڑے بڑے سرداروں سے صلح کے بعد تمام ملک میں امن وامان کی منادی کروادی گئی۔ اس کے بعد حضرت سعدؓ نے جلولاء اور تکریت پر اسلامی جھنڈا لہرایا۔ اس سے آگے بڑھنے سے حضرت عمرؓ نے آپؓ کو روک دیا اور حکم دیا کہ پہلے مفتوح علاقوں کا نظم ونسق درست کیا جائے۔

حضرت سعدؓ نے اس کی تعمیل کی اور نہایت عمدگی سے انتظام سلطنت چلایا۔ ایرانیوں سے اس قدر محبت والفت اور اعلیٰ اخلاق کا مظاہرہ کیا کہ ان کے دلوں میں گھر کر لیا۔ بڑے بڑے امراء اس وجہ سے مسلمان ہوئے۔ دیلم کی چار ہزار فوج جو شاہی رسالہ کے نام سے مشہور تھی حلقہ بگوش اسلام ہو گئی۔

مدائن میں کچھ عرصہ قیام کے بعد حضرت سعدؓ نے فاتح فوج کیلئے حضرت عمرؓ کے حکم پر سرحدی علاقہ میں ایک نئے شہر کوفہ کی بنیاد رکھی ۔ جہاں مختلف قبائل کو الگ الگ محلوں میں آباد کیا۔ وسط شہر میں ایک عظیم الشان مسجد بنوائی جس میں چالیس ہزار نمازیوں کی گنجائش تھی ۔ اب کوفہ ایک لاکھ مسلمان سپاہیوں سے ایک فوجی چھاؤنی میں تبدیل ہو چکا تھا، حضرت سعدؓ کے بارہ میں کچھ انتظامی شکایات پیدا ہونے لگیں ۔ حضرت عمرؓ نے تحقیق کروائی ۔ حضرت جریرؓ بن عبداللہ نے حضرت عمرؓ کو آ کر بتایا کہ حضرت سعدؓ اپنی رعایا سے شفیق ماں کی طرح سلوک کرتے ہیں اور عوام کو قریش میں سے سب سے زیادہ محبوب شخصیت ہے۔'' حضرت عمرؓ نے یہ معلوم کر لینے کے باوجود کہ الزام بے بنیاد ہے کوفہ کی امارت کی تبدیلی کرنا ہی مناسب سمجھی اور حضرت سعدؓ مدینہ آ کر آباد ہو گئے ۔ حضرت عمرؓ نے دوبارہ انکو والی کوفہ مقرر کرنا چاہا تو انہوں نے اہل کوفہ کی ناروا شکایات کی وجہ سے معذوری ظاہر کی جو حضرت عمرؓ نے قبول کی اور فرمایا کہ ''میں نے سعدؓ کو ان کی کمزوری یا خیانت کی وجہ سے معزول نہیں کیا تھا اور آئندہ ان کو والی مقرر کرنے میں کوئی روک نہیں ۔'' حضرت عمرؓ کو آخر عمر تک آپ کی خاطر ملحوظ رہی ۔ چنانچہ آپ نے انتخاب خلافت کمیٹی مقرر کی جو چھ افراد پر مشتمل تھی ۔ ان میں حضرت سعدؓ کو بھی نامزد کیا اور فرمایا کہ اگر سعدؓ خلیفہ منتخب ہوئے تو ٹھیک ورنہ جو بھی خلیفہ ہو گا وہ بے شک ان سے خدمت لے ۔(14)

حضرت عثمانؓ خلیفہ ہوئے تو حضرت سعدؓ دوبارہ کوفہ کے والی مقرر ہوئے اور تین سال یہ خدمت انجام دی ۔ اس کے بعد حضرت سعدؓ نے مدینہ میں گوشہ نشینی کی زندگی اختیار کر لی ۔ حضرت عثمانؓ کے بعد حضرت علیؓ کے ہاتھ پر بیعت کی مگر امور مملکت سے بے تعلق رہے ۔ اس زمانہ کی شورش اور جنگوں میں حصہ نہ لیا ۔ اسی زمانے میں ایک دفعہ اونٹ چرا رہے تھے ۔ بیٹے نے کہا کیا یہ مناسب ہے لوگ حکومت کیلئے زور آزمائی کریں اور آپ جنگل میں اونٹ چرائیں ۔ آپؓ نے اسے یہ کہہ کر خاموش کرا دیا کہ میں نے رسولؐ اللہ سے سنا ہے کہ ''خدا مستغنی اور متقی انسان سے محبت کرتا ہے ۔''

زہد و تقویٰ کا یہ عالم تھا کہ ایک آزمودہ کار جرنیل ہونے کے باوجود فتنے کے زمانہ میں کنج تنہائی اختیار کرنے کو ترجیح دی ۔ کوئی پوچھتا تو فرماتے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا ''میرے بعد ایک فتنہ

برپا ہوگا جس میں بیٹھنے والا کھڑے ہونے والے سے اور کھڑا ہونے والا چلنے والے سے بہتر ہوگا۔''
امارت کی خواہش نہ تھی۔حضرت عثمانؓ کی وفات کے بعد آپؓ کے بیٹے عمرؓ اور بھائی نے کہا کہ اپنے لئے بیعت لیں۔اس وقت ایک لاکھ تلواریں آپ کی منتظر اور ساتھ دینے کو تیار ہیں۔آپؓ نے فرمایا ''مجھے ان میں سے صرف ایک ایسی تلوار چاہیے جو مومن پر کوئی اثر نہ کرے صرف کافر کو کاٹے۔''
آپ اس فتنہ کے زمانہ میں گھر بیٹھ رہے اور فرمایا ''مجھے اس وقت کوئی خبر بتانا جب امت ایک امام پر اکٹھی ہو جائے۔'' امیر معاویہ نے بھی انہیں مدد کو بلایا تو انہوں نے انکار کر دیا۔

حضرت عمرؓ نے حضرت سعدؓ کے بارے میں عمرو بن معدی کرب سے (جو انکے علاقہ سے آئے تھے) رائے لی تو انہوں نے بتایا کہ ''سعدؓ اپنے خیمہ میں متواضع ہیں۔اپنے لباس میں عربی ہیں، اپنی کھال میں شیر ہیں۔اپنے معاملات میں عدل کرتے ہیں، تقسیم برابر کرتے ہیں اور لشکر میں دور رہتے ہیں، ہم پر مہربان والدہ کی طرح شفقت کرتے ہیں اور ہمارا حق ہم تک چیونٹی کی طرح (محنت سے) پہنچاتے ہیں۔''

حضرت سعدؓ بیان کرتے تھے کہ ایک زمانہ تھا جب عسرت اور تنگی سے مجبور ہو کر ہمیں درختوں کے پتے بھی کھانے پڑے اور کوئی چیز کھانے کو میسر نہ ہوتی تھی۔اور ہم بکری کی طرح مینگنیاں کرتے تھے۔(15)

جب حکومتوں کے مالک ہوئے تو خدا تعالیٰ نے ان مخلص خدام دین کو خوب نوازا۔مختلف وقتوں میں نو بیویاں کیں سترہ لڑکے اور سترہ لڑکیاں ہوئیں۔غذا اور لباس کی سادگی میں کوئی فرق نہ آیا۔کبھی تکبر یا غرور پیدا نہیں ہوا۔بلکہ سپہ سالاری اور گورنری کے اہم مناصب سے سبکدوش ہونے کے بعد بھی بکریاں چرانے میں تامل نہیں کیا۔

رسول کریم ﷺ نے آپ کے حق میں ایک اور دعا مستجاب الدعوات ہونے کیلئے کی تھی کہ ''اے اللہ سعدؓ جب دعا کرے اس کی دعا کو قبول کرنا'' یہ دعا مقبول ٹھہری اور حضرت سعدؓ کی دعائیں بہت قبول ہوتی تھیں لوگ آپ سے قبولیت دعا کی امید رکھتے اور بد دعا سے ڈرتے تھے۔(16)

عامر بن سعد سے روایت ہے ایک دفعہ حضرت سعدؓ ایک ایسے شخص کے پاس سے گزرے جو

حضرت علیؓ، حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ کو برا بھلا کہہ رہا تھا۔ حضرت سعدؓ نے اسے کہا کہ تم ایسے لوگوں کو برا بھلا کہہ رہے ہو جن کے ساتھ اللہ کا معاملہ گزر چکا۔ خدا کی قسم تم ان کی گالی گلوچ سے باز آؤ ورنہ میں تمہارے خلاف بددعا کروں گا۔ وہ کہنے لگا یہ مجھے ایسے ڈراتا ہے جیسے نبی ہو۔ حضرت سعدؓ نے کہا ''اے اللہ! اگر یہ ایسے لوگوں کو برا بھلا کہتا ہے جن کے ساتھ تیرا معاملہ گزر چکا تو اسے آج عبرت ناک سزا دے۔'' اچانک ایک بدکی ہوئی اونٹنی آئی لوگوں نے اسے راستہ دیا اور اس اونٹنی نے اس شخص کو روند ڈالا۔ راوی کہتے ہیں میں نے لوگوں کو دیکھا وہ سعدؓ کے پیچھے جا کر بتا رہے تھے کہ اے ابواسحاق! اللہ نے تیری دعا قبول کر لی۔

امارت کوفہ کے زمانہ میں جس شخص نے آپ پر جھوٹے الزام لگائے تھے اس کے بارے میں بھی آپ کی دعا قبول ہوئی اور وہ خدائی گرفت میں آیا۔ (17)

وفات

آپ مدینہ سے دس میل دور عقیق مقام پر ستر سال کی عمر میں 55ھ میں فوت ہوئے۔ جنازہ مدینہ لایا گیا۔ ازواج مطہرات کی خواہش پر اس بزرگ صحابی کا جنازہ کندھوں پر مسجد نبوی میں لایا گیا اور امہات المومنین بھی نماز جنازہ میں شریک ہوئیں۔ مروان بن حکم نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی۔ آپؓ جنت البقیع میں دفن ہوئے اور اپنے عظیم الشان کارناموں کی یادیں باقی چھوڑ گئے۔ آپ عشرہ مبشرہ میں سے تھے یعنی ان دس صحابہ میں سے جن کو رسول اللہ ﷺ نے اپنی زندگی میں جنت کی بشارت عطا فرمائی۔ رسول اللہ ﷺ کی دعا کی برکت سے لمبی عمر پائی اور عشرہ مبشرہ میں سے سب سے آخر میں فوت ہوئے۔ آپ کا علمی پایہ بہت بلند تھا حضرت عمرؓ بھی فرمایا کرتے تھے کہ ''جب سعدؓ رسول اللہ ﷺ سے کوئی حدیث بیان کریں تو پھر اس بارہ میں کسی اور سے مت پوچھو۔''

حضرت سعدؓ نہایت اعلیٰ اخلاق کے مالک تھے۔ خوف خدا اور عبادت گزاری کا یہ عالم تھا کہ رات کے آخری حصے میں مسجد نبوی میں آکر نمازیں ادا کرتے تھے، طبیعت رہبانیت کی طرف مائل تھی۔ مگر فرماتے تھے کہ ''رسول اللہ ﷺ نے اگر اس سے روکا نہ ہوتا میں اسے ضرور اختیار کر لیتا۔'' نظر بہت تیز تھی ایک دفعہ دور سے کچھ ھیولا سا نظر آیا تو ہمراہیوں سے پوچھا کیا ہے؟ انہوں نے کہا

پرندے جیسی کوئی چیز۔ حضرت سعدؓ نے کہا مجھے تو اونٹ پر سوار نظر آتا ہے، کچھ دیر بعد واقعی سعدؓ کے چچا اونٹ پر آئے۔

آپ بہت نڈر اور جری انسان تھے۔ جس بات کو حق سمجھتے اس کا اظہار فرماتے۔ ایک دفعہ نبی کریم ﷺ نے کچھ لوگوں میں مال تقسیم کیا اور ایک ایسے شخص کو کچھ عطا نہ فرمایا جو سعدؓ کے نزدیک مخلص مومن تھا۔ انہوں نے آنحضور ﷺ سے اس کا ذکر کیا تو آپؐ نے ٹال دیا جب دوسری یا تیسری مرتبہ سعدؓ نے باصرار اپنا سوال دہرایا کہ یہ شخص میرے نزدیک مخلص مومن ہے اور عطیہ کا حقدار ہے تو حضورؐ نے فرمایا کہ اے سعدؓ! بسا اوقات میں ان کو عطا کرتا ہوں جن سے تالیف قلبی کی ضرورت ہوتی ہے اور ان کو چھوڑ دیتا ہوں جو مجھے زیادہ عزیز ہوتے ہیں۔ تب حضرت سعدؓ کی تسلی ہوئی۔

حضرت سعدؓ ان بزرگ صحابہ میں سے تھے جن سے بوقت وفات رسولؐ اللہ راضی تھے۔ رسول کریم ﷺ نے حجۃ الوداع سے واپسی پر مدینہ میں ایک خطبہ میں عشرہ مبشرہ کے نام لے کر ذکر فرمایا کہ آپ ان سے راضی ہیں۔ ان کا مقام پہچانو اور ان سے حسن سلوک کرو۔ ان میں حضرت سعدؓ کا بھی لیا۔

کتنے خوش نصیب تھے سعدؓ اور اسم بامُسَمّٰی بھی کہ خدا کے رسولؐ نے ان سے راضی ہونے کا اعلان کر کے رضائے الٰہی کی کلید ان کو عطا فرما دی۔ (18)

حوالہ جات

1- ترمذی کتاب المناقب باب مناقب سعدؓ، اسد الغابہ جلد 2 ص 390
2- بخاری کتاب المناقب باب مناقب سعدؓ، اسد الغابہ جلد 3 ص 390 تا 392
3- ابن سعد جلد 3 ص 139
4- مسلم کتاب الفضائل باب فضل سعدؓ، اسد الغابہ جلد 3 ص 292
5- اسد الغابہ جلد 2 ص 391

6- منتخب کنز العمال بر حاشیہ مسند جلد 5 ص 71

7- مسلم کتاب الفضائل باب فضل سعدؓ، ابن سعد جلد 3 ص 141-140، اصابہ جز 3 ص 84

8- ابن سعد جلد 3 ص 142

9- اسد الغابہ جلد 2 ص 392

10- بخاری کتاب المناقب باب مناقب سعدؓ، ابن سعد جلد 3 ص 141

11- مسلم کتاب الفضائل باب فضل سعدؓ، ابن سعد جلد 3 ص 142، مجمع الزوائد جلد 9 ص 155

12- بخاری کتاب المغازی وابن سعد جلد 3 ص 144

13- بخاری کتاب المناقب باب مناقب سعدؓ، استیعاب جلد 3 ص 172،
کامل ابن اثیر مترجم جلد 3 ص 198 تا 295 وص 251 تا ص 254

14- اصابہ جز 3 ص 84، استیعاب جلد 3 ص 173

15- ابن سعد جلد 3 ص 140، اصابہ جز 3 ص 84، استیعاب جلد 3 ص 173، اسد الغابہ ذکر سعدؓ

16- مستدرک حاکم جلد 3 ص 500، مجمع الزوائد جلد 9 ص 154

17- اصابہ جز 3 ص 83، استیعاب جلد 3 ص 172

18- اصابہ جز 3 ص 84، مجمع الزوائد جلد 9 ص 157

حضرت سعید بن زیدؓ

نام ونسب

آپ کا نام سعید والدہ کا نام فاطمہ اور والد زید بن عمرو بن نُفیل تھے۔قد لمبا اور بال بڑے اور گھنے تھے۔حضرت سعیدؓ کا نسب دسویں پشت میں نبی کریمﷺ سے اور تیسری پشت میں حضرت عمرؓ سے مل جاتا ہے۔(1)

ان کے والد زید وہ خوش قسمت انسان تھے جو جاہلیت کے تاریک دور میں بھی روشنی کا ایک چراغ تھے۔اُس زمانے میں بھی وہ خالص دینِ ابراہیمی اور توحید پر قائم اور جاہلیت کی تمام بدرسوم سے محفوظ تھے حتی کہ بتوں کے نام پر ذبح ہونے والے جانوروں کا گوشت بھی آپ نہیں کھایا کرتے تھے۔

توحید پرست خاندان

ایک دفعہ آنحضرتﷺ کی اپنی بعثت سے قبل وادیٔ بلدح میں زید سے ملاقات ہوئی آنحضورؐ کے سامنے کھانا پیش کیا گیا۔آپ نے مشرکین کا کھانا پسند نہیں فرمایا۔حضرت زیدؓ کے سامنے بھی جب یہ کھانا پیش ہوا تو انہوں نے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ ''میں تمہارے بتوں کا چڑھاوا اور ان کے نام کا ذبیحہ نہیں کھاتا۔''(2)

حضرت سعیدؓ کے والد زید نے اپنے علاقہ میں شرک کی تاریکی سے نجات حاصل کرنے اور نورِ ہدایت کی تلاش میں دُور دراز کے سفر کئے۔شام میں ایک یہودی خداترس عالم سے ملاقات ہوئی۔اس نے کہا کہ ''خدا کے غضب سے حصہ لینا ہے تو ہمارا مذہب اختیار کرلو'' زید نے کہا کہ خدا کے غضب ہی سے تو میں بھاگ کر آیا ہوں۔کوئی اور مذہب بتادو۔اس نے کہا کہ ''دین حنیف اختیار کرلو جو موٴحد ابراہیم کا مذہب تھا جو یہودی تھے نہ عیسائی۔'' وہاں سے چلے تو تلاش حق میں وہ ایک خداترس عیسائی عالم سے جا کر ملے اس نے صاف کہہ دیا کہ ''خدا کی لعنت کا طوق چاہتے ہو تو ہمارے مذہب میں آجاوٴ۔'' زید نے کہا ''پھر مجھے کوئی ایسا مذہب بتاوٴ جس پر خدا کی لعنت نہ ہو۔''

اس نے بھی مشورہ دیا کہ ''دین ابراہیمی کی پیروی کرو۔'' انہوں نے کہا ''اس کا مجھے علم ہے اور اسی دین پر میں قائم ہوں۔ رہی ان پتھروں اور لکڑی کی صلیب کی عبادت جن کو خود ہاتھ سے تراشا جائے ان کی کیا حقیقت ہو سکتی ہے؟'' (3)

تب زید شام سے واپس لوٹے اور ہاتھ اُٹھا کر دعا کی کہ ''خدایا! تو گواہ رہ میں دین ابراہیمی کا پیرو ہوں'' اور زید کو بجا طور پر اپنی اس سعادت پر فخر تھا۔

حُجیر بن ابی اھاب سے روایت ہے کہ سفر شام سے واپسی پر میں نے زید بن عمرو کو بُوانہ بت کے پاس دیکھا کہ وہ غروب آفتاب کا انتظار کرتے رہے پھر انہوں نے خانہ کعبہ کی طرف منہ کر کے دو رکعت نماز ادا کی۔ پھر کہا ''یہ ابراہیمؑ و اسماعیلؑ کا قبلہ ہے۔ میں بتوں کی پرستش نہیں کرتا، نہ ان کی خاطر نماز پڑھتا ہوں نہ ہی ان کے لئے قربانی دیتا ہوں۔ نہ ان پر چڑھائی گئی قربانی کا گوشت کھاتا ہوں۔ نہ تیروں سے قسمت معلوم کرتا ہوں۔'' زید حج میں عرفات میں ٹھہرتے اور یہ تلبیہ پڑھتے تھے لَبَّیْکَ لَاشَرِیْکَ لَکَ وَلَا نِدَّلَکَ۔ میں حاضر ہوں تیرا کوئی شریک نہیں نہ تیرا کوئی ہمسر ہے۔ پھر عرفہ سے واپس آتے ہوئے کہتے میں حاضر ہوں تیری عبادت کرنے والا۔ تیرا غلام۔ (4)

زید ہی تھے جنہوں نے جاہلیت اور شرک کے اس گہوارہ مکّہ میں یہ نعرہ بلند کیا تھا۔

اَرَبًّا وَّاحِدًا أَمْ اَلْفُ رَبٍّ أَدِیْنُ اِذَا تَقَسَّمَتِ الْأُمُوْرُ
تَرَکْتُ اللَّاتَ وَالْعُزّٰی جَمِیْعًا کَذَالِکَ یَفْعَلُ الرَّجَلُ الْبَصِیْرُ

یعنی کیا میں ایک خدا پر ایمان لاؤں یا ایک ہزار ایسے بتوں کو خدا مانوں۔ جنہوں نے معاملات میں تقسیم کار کی ہوئی ہے ہرگز نہیں۔ میں نے لات و عزیٰ کو چھوڑ دیا ہے اور ہر صاحب بصیرت انسان ایسا ہی کرے گا۔

حضرت اسماء بنت ابی بکرؓ بیان کرتی ہیں کہ ایک دفعہ میں نے زید کو کعبہ کے پاس یہ کہتے سنا۔ ''اے گروہ قریش خدا کی قسم! میرے سوا تم میں سے کوئی بھی دینِ ابراہیمی پر قائم نہیں۔''

عامر بن ربیعہ بیان کرتے ہیں کہ زید شرک اور بت پرستی کے برخلاف ہو کر اپنی قوم سے کنارہ

کش تھے ایک دفعہ مجھ سے کہا کہ ''میں بنی اسماعیل میں سے ایک نبی کا منتظر ہوں۔ نا معلوم مجھے اس کا زمانہ میسر آسکے گا یا نہیں؟ مگر میں اس پر ایمان لاتا ہوں کہ وہ نبی ہے۔ تمہاری زندگی میں اگر وہ آ گیا تو تم اسے میرا اسلام پہنچانا۔'' عامر کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ کے دعویٰ کے بعد میں مسلمان ہوا تو حضورؐ کو زید کا سلام پہنچایا۔'' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''اس پر بھی سلام ہو اور اللہ اس پر رحم کرے۔'' پھر فرمایا کہ ''میں نے زید کو جنت میں اپنی چادر گھسیٹ کر چلتے دیکھا ہے۔''(5)

بعض عربوں میں جاہلیت کی ایک بد رسم لڑکیوں کو زندہ درگور کرنا تھی۔ زید نے معصوم بچیوں کے حق میں آواز بلند کی۔ آپ ایسی بچیوں کی کفالت اپنے ذمہ میں لے کر ان کی جان کے لئے اَمان مہیا کیا کرتے تھے۔ بچی کے جوان ہونے پر والدین سے کہتے کہ چاہو تو تمہیں واپس کر دیتا ہوں کہو تو اس کے سارے انتظام (شادی بیاہ وغیرہ) خود کرتا ہوں۔(6)

زید کے بیٹے سعید بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میرا باپ اگر آپ کا زمانہ پاتا تو ضرور ایمان لے آتا آپ اس کے لئے خدا سے بخشش طلب کریں۔ نبی کریم ﷺ نے زید کے لئے بخشش کی دعا کی اور فرمایا ''وہ قیامت کے دن ایک امت ہوگا۔''(7)

نبی کریم ﷺ کے ارشاد کے بعد مسلمان جب بھی سعید کے والد کا ذکر کرتے تو ان کے لئے بخشش اور رحم کی دعا کرتے۔(8)

قبول اسلام کے بعد استقامت اور اسکی برکت

حضرت سعیدؓ بن زید ایسے مؤحد انسان کی اولاد تھے۔ جب رسول اللہ ﷺ نے توحید کی آواز بلند کی تو حضرت سعیدؓ اوّلین لبیک کہنے والوں میں سے ہوئے۔ ان کی بیوی فاطمہؓ جو حضرت عمرؓ کی سگی بہن تھیں ساتھ ہی مسلمان ہو گئیں۔ حضرت عمرؓ کو خبر ہوئی تو سخت ردّ عمل دکھایا انہیں قید و بند کی صعوبت دی۔(9) حضرت عمرؓ ایک دفعہ غصے میں ان کے پاس پہنچے اور مار مار کر لہولہان کر دیا۔ حضرت فاطمہؓ نے کہا اے عمر جو چاہو کر لو اب اس دل سے اسلام تو نہیں نکل سکتا۔ زخمی ہو کر ان کے پائے ثبات میں کوئی لغزش نہ دیکھ کر حضرت عمرؓ کا دل پسیجا اور انہوں نے وہ کلام سننے کی خواہش کی جو یہ دونوں پڑھ

رہے تھے۔ کلام پاک کی عظمت وشوکت کا ایسا اثر ہوا کہ حضرت عمرؓ کی کایا پلٹ گئی۔ اور رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوکر اسلام قبول کرلیا۔ (10)

غزوات میں شرکت

ہجرت مدینہ کے وقت حضرت سعیدؓ ابتدائی مہاجرین کے ساتھ مدینہ پہنچے رسول اللہ ﷺ نے حضرت رافع بن مالک انصاریؓ کے ساتھ ان کی مؤاخات قائم فرمائی۔

۲ ہجری میں حضرت سعیدؓ اور حضرت طلحہؓ کو آنحضرت ﷺ نے ایک مہم کے سلسلے میں شام کی طرف بھجوایا۔ ان کا مقصد قریش کے تجارتی قافلے کے بارے میں معلومات حاصل کرنا تھیں۔ اس مہم سے واپسی تک غزوہ بدر کا معرکہ سَر ہوچکا تھا۔ رسول اللہ ﷺ فتح کے ساتھ بدر سے واپس لوٹ رہے تھے۔ حضرت سعیدؓ کو چونکہ دینی خدمت پر مامور ہونے کے باعث بدر کی شرکت سے محروم رہنا پڑا تھا اس لئے آنحضرت ﷺ نے انہیں بدر کی غنیمت سے حصّہ عطا فرمایا اور جہاد کے ثواب کی نوید بھی سنائی۔ حضرت سعیدؓ کو تمام غزوات میں آنحضرت ﷺ کے ہمرکاب رہنے کی توفیق نصیب ہوئی۔ (11)

شوق جہاد

حضرت عمرؓ کے زمانہ خلافت میں حضرت ابوعبیدہؓ کے ذریعہ شام فتح ہوا۔ حضرت سعیدؓ ان کی پیدل فوج کے افسر تھے۔ محاصرہ دمشق اور جنگ یرموک میں انہیں نمایاں شجاعت کے مواقع عطا ہوئے۔ آپ کچھ عرصہ دمشق کے گورنر بھی رہے۔ مگر شوق جہاد کا یہ عالم تھا کہ حضرت ابوعبیدہؓ کو لکھا کہ میں جہاد سے محروم رہنا نہیں چاہتا اس لئے میرا یہ خط پہنچتے ہی کسی کو میری جگہ دمشق میں بھجوانے کی ہدایت فرمائیں تاکہ میں جہاد کے لئے آپ کی خدمت میں حاضر ہوسکوں۔ چنانچہ ان کی جگہ یزید بن ابی سفیان کو دمشق کا گورنر مقرر کیا گیا۔

حضرت سعیدؓ نہایت نیک طبع اور مستغنی مزاج انسان تھے۔ عقیق کی جاگیر پر گزر بسر تھی۔ ایک

عورت اروٰی نے جس کی زمین آپ کے رقبہ کے ساتھ ملتی تھی ان کی زمین پر اپنی ملکیت کا دعویٰ کردیا تو آپ اپنی جاگیر سے دستبردار ہوگئے اور کہا کہ یہ اس عورت کو دے دو۔ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ جو شخص ناحق کسی کی زمین ایک بالشت بھی لیتا ہے اسے قیامت کے دن سات زمینوں کا بوجھ اُٹھانا ہوگا۔(12)

قبولیت دعا

حق و باطل میں فرق کی خاطر اس عورت کے بارہ میں حضرت سعیدؓ نے دعا کی کہ ''اے اللہ اگر یہ مظلوم نہیں ظالم ہے تو یہ اندھی ہوکر اپنے کنوئیں میں گرے اور میرا حق ظاہر کردے تا مسلمانوں پر روشن ہو کہ میں ظالم نہیں ہوں۔'' خدا کی شان کہ وادی عقیق میں سیلاب آنے سے زمین کی حدیں بھی ظاہر ہوگئیں اور وہ بڑھیا اسی طرح اندھی ہوکر ہلاک ہوئی اور عبرت کا ایسا نشان بنی کہ مدینہ کے لوگوں میں ضرب المثل بن گئی۔ لوگ جس کو بددعا دیتے کہتے کہ خدا اُسے اروٰی کی طرح اندھا کرے۔(13)

حضرت سعیدؓ اپنے زہد و ورع کے باعث فتنوں اور شورشوں سے محفوظ رہے۔ وہ فتنوں کے بارے میں رسول کریم ﷺ کی یہ حدیث بیان فرماتے تھے کہ آپؐ نے فرمایا تاریک رات کی طرح فتنے ہونگے جن میں لوگ بہت تیزی سے داخل ہونگے۔ پوچھا گیا کیا وہ سب ہلاک ہونگے یا بعض۔ سعیدؓ کہنے لگے ان کے لئے قتل کافی ہے۔(14)

حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد حضرت سعیدؓ مسجد کوفہ میں فرمایا کرتے کہ ''خلیفۂ وقت کے ساتھ جو سلوک ہوا اُس سے اگر اُحد کا پہاڑ بھی لرز اُٹھے تو تعجب کی بات نہیں۔''(15)

حضرت سعیدؓ عشرہ مبشرہ میں سے تھے۔ یعنی اُن دس صحابہ میں جنہیں رسول کریم ﷺ نے اُن کی زندگی میں جنت کی خوش خبری دی تھی۔ بلاشبہ یہ عظیم الشان اعزاز تھا۔

حق گوئی

آپ حق گو اور بے باک تھے۔ حضرت مغیرہؓ بن شعبہ امیر معاویہؓ کی طرف سے کوفہ کے گورنر

تھے۔ایک روز وہ جامع مسجد میں تشریف فرما تھے کہ حضرت سعیدؓ تشریف لائے۔انہوں نے نہایت عزت وتکریم کے ساتھ ان کا استقبال کیا اوراپنے پاس بٹھایا۔دریں اثناء اہل کوفہ میں سے ایک شخص آیا اور حضرت علیؓ کو برا بھلا کہنا شروع کر دیا۔حضرت سعیدؓ اس پر سخت ناراض ہوئے اور کہا کہ میں نے رسول کریمؐ کو فرماتے سنا اور مجھے ہرگز اس کی کوئی ضرورت نہیں کہ میں وہ کہوں جو رسول اللہؐ نے نہیں فرمایا اور کل جب میں آپؐ سے ملوں تو میری باز پُرس ہو۔آپؐ نے فرمایا تھا۔ابوبکرؓ،عمرؓ،عثمانؓ،علیؓ،طلحہؓ، زبیرؓبن العوام،سعدؓاورعبدالرحمانؓ بن عوف جنت میں ہونگے اور اگر میں چاہتا تو دسویں کا بھی نام لے دیتا۔پوچھا گیا وہ کون ہے آپ خاموش رہے پھر پوچھا گیا تو کہا میں یعنی سعیدؓ بن زید۔پھر کہنے لگے ان میں سے کسی ایک شخص کا رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کسی غزوہ میں شامل ہونا جس میں آپؐ کا چہرہ غبار آلودہ ہوا تمہارے عمر بھر کے اعمال سے بہتر ہے خواہ تمہیں عمر نوحؑ عطا کی جائے۔(16)

روایات حدیث

حضرت سعیدؓ کی روایات حدیث اگرچہ بہت قلیل ہیں مگر ان سے آپ کے ذوق کا اندازہ ضرور ہوتا ہے۔یہ روایات وضو اور اس کے آداب،ایمانیات اور حب انصار سے متعلق ہیں۔حضرت سعیدؓ بیان کرتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو وضوء نہیں کرتا اس کی نماز نہیں ہوتی اور جو وضوء کرتے ہوئے اللہ کا نام نہیں لیتا اس کا وضوء نہیں ہوتا۔اور وہ اللہ پر ایمان نہیں لاتا جو مجھ پر ایمان نہیں لاتا اور جو انصار سے محبت نہیں کرتا۔(17)

بنی نوع انسان کے حقوق کی ادائیگی کے لحاظ سے بھی حضرت سعیدؓ اعلیٰ مقام پر تھے اور اکثر یہ حدیث سنایا کرتے تھے کی سب سے بڑا سود یعنی حرام چیز مسلمان کی عزت پر ناحق حملہ ہے۔اسی طرح بیان کیا کہ رِحم مادر کا لفظ اللہ کی صفت رحمان سے نکلا ہے جو قطع رحمی کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر جنت حرام کر دیتا ہے۔(18)

ایک اور روایت آپؓ سے مروی ہے کہ جو شخص اپنے مال و جان،اہل وعیال اور دین کی حفاظت میں مارا جائے وہ شہید ہے۔(19)

وفات

حضرت سعیدؓ خاموش طبع اور گوشہ نشین قسم کے بزرگ تھے۔اس لئے ان کے بہت کم حالات کتابوں میں ملتے ہیں۔ بلاشبہ آپ کی زندگی جنتیوں کی طرح پرسکون زندگی تھی۔تبھی تو خداذوالعرش کی طرف سے آپ کو جنتی ہونے کی عظیم الشان بشارت آنحضرتؐ کے ذریعہ سے عطا ہوئی۔آپ کی وفات عقیق میں 50 یا 51ھ میں جمعہ کے روز ہوئی۔ستر سال سے زائد عمر پائی۔(20)

حضرت عبداللہؓ بن عمر نے نماز جمعہ کی تیاری کرتے ہوئے جب یہ المناک خبر سنی تو فوراً عقیق روانہ ہو گئے۔ جہاں حضرت سعدؓ بن ابی وقاص نے حضرت سعیدؓ کو غسل دیا۔حضرت عبداللہؓ بن عمر نے نماز جنازہ پڑھائی۔مدینہ لاکر حضرت سعیدؓ کو سپردِ خاک کیا گیا۔(21)

حضرت سعیدؓ نے مختلف وقتوں میں نوشادیاں کیں۔ان بیویوں اور لونڈیوں سے کثیر اولاد ہوئی۔آپ کے تیرہ لڑکوں اور سولہ لڑکیوں کے نام ملتے ہیں۔

حوالہ جات

-1 اسد الغابہ جلد 2 ص 306
-2 بخاری کتاب مناقب الانصار باب حدیث زید بن عمرو
-3 ابن سعد جلد 3 ص 379
-4 ابن سعد جلد 3 ص 380
-5 ابن سعد جلد 3 ص 379
-6 ابن سعد جلد 3 ص 381
-7 مسند احمد بن حنبل جلد 1 ،مسند سعید ص
-8 ابن سعد جلد 3 ص 381
-9 بخاری کتاب المناقب باب اسلام سعیدؓ بن زید
-10 ابن سعد جلد 3 ص 268
-11 الاصابہ جز 3 ص 97
-12 مسلم کتاب المساقاہ باب تحریم الظلم
-13 اصابہ جز 3 ص 97

14- مسند احمد جلد 1 ص 189

15- بخاری کتاب المناقب باب اسلام سعیدؓ بن زید

16- ابوداؤد کتاب السنۃ فضائل العشرۃ

17- مسند احمد جلد 6 ص 382

18- مسند احمد جلد 1 ص 190

19- مسند احمد جلد 1 ص 187

20- الاصابہ جلد 3 ص 97 ومسند احمد جز 1 ص 221

21- ابن سعد جلد 3 ص 384

حضرت زبیرؓ بن العوام

نام ونسب

آپ کا نام زبیرؓ والد کا نام عوام اور والدہ کا نام صفیہ تھا کنیت ابوعبداللہ تھی۔نسب پانچویں پشت میں نبی کریم ﷺ سے مل جاتا ہے۔آپ کی والدہ حضرت صفیہؓ آنحضرت ﷺ کی پھوپھی تھیں۔اور ام المومنین حضرت خدیجہؓ کے آپ حقیقی بھتیجے تھے۔حضرت ابوبکرؓ کے داماد ہونے کے لحاظ سے آنحضرت ﷺ سے ہم زلف ہونے کی نسبت بھی تھی۔

آپ ہجرت نبوی سے 28 سال قبل پیدا ہوئے۔والد بچپن میں انتقال کر گئے تھے۔والدہ نے تربیت میں تادیب اور سختی سے کام لیا۔آپ کہا کرتی تھیں کہ اس کا مقصد زبیر کو ایک دانا اور بہادر انسان بنانا ہے۔لڑکپن کا واقعہ ہے مکہ میں ایک نوجوان کے ساتھ آپ کا جھگڑا ہو گیا۔اس کو ایسا مکّہ مارا کہ اس کا ہاتھ ٹوٹ گیا۔حضرت صفیہؓ کو خبر پہنچی تو اس زمانہ کے حالات کے لحاظ سے انہوں نے بڑا دلچسپ تبصرہ کیا۔شکایت کرنے والوں سے پوچھا پہلے بتاؤ کہ تم نے زبیر کو کیسا پایا۔بہادر یا بزدل؟(1)

حضرت زبیرؓ کا قد لمبا تھا سواری پر بیٹھتے تو پاؤں زمین کو چھوتے اور رنگ سفید،جسم ہلکا پھرتیلا،رخسار ہلکے،داڑھی بھی ہلکی اور سرخی مائل تھی۔(2)

قبول اسلام اور تکالیف

حضرت زبیرؓ نے سولہ برس کی عمر میں پانچویں یا چھٹے نمبر پر اسلام قبول کیا۔اور قبول اسلام میں سبقت لینے والوں میں آپ کا ممتاز مقام تھا۔کم سن ہونے کے باوجود بہادری اور جانثاری آپ کا طرّہ امتیاز تھی۔مکہ میں ابتداء میں آپ کی مؤاخات حضرت عبداللہؓ بن مسعود سے ہوئی۔قبول اسلام کے بعد کوئی ایسا غزوہ نہیں ہوا جس میں انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ شرکت نہ کی ہو۔(3)

اسلام کے ابتدائی زمانہ مخالفت کی بات ہے کسی نے مشہور کر دیا کہ نبی کریمؐ کو مشرکین نے

گرفتار کرلیا ہے۔ حضرت زبیرؓ نے سنتے ہی تلوار سونتی اور فوراً رسول اللہؐ کے پاس پہنچے۔ حضور نے دیکھ کر پوچھا یہ کیا۔ عرض کیا کہ حضورؐ میں تو آپؐ کی گرفتاری کا سن کر دیوانہ وار آپ کی طرف چلا آیا ہوں۔ رسول اللہؐ نے نہ صرف اس جانثار فدائی کیلئے دعا کی بلکہ آپ کی تلوار کیلئے بھی دعا کی۔(4)

ابتدائے اسلام میں حضرت زبیرؓ پر بھی بہت سختیاں ہوئیں ان کا چچا ان کو چٹائی میں باندھ کر دھوئیں کی دھونی دیتا آپ کا دم گھٹنے لگتا۔ مگر آپ کلمۂ توحید کو چھوڑنے کے لئے تیار نہ ہوئے۔ اور ہمیشہ یہی کہتے رہے کہ جو چاہو کرلو میں اس دین سے انکار نہیں کرسکتا۔(5)

ظلم وستم انتہا کو پہنچا تو حبشہ ہجرت کی اور پھر کچھ عرصہ کے بعد مدینہ ہجرت کی سعادت پائی۔ مکّے میں قیام کے دوران بعد میں رسول اللہ ﷺ نے حضرت طلحہؓ کو بھی آپ کا بھائی قرار دیا۔

شجاعت

ہجرت مدینہ کے بعد حضرت سلمہؓ بن سلامہ سے بھائی چارہ ہوا جو بیعت عقبہ میں شریک ہونے والے انصار میں سے معزز بزرگ تھے۔ آپ کی شجاعت و بہادری ضرب المثل تھی۔ غزوہ بدر میں زرد رنگ کا عمامہ سر پہ باندھ رکھا تھا۔ مسلمانوں کے پاس کل دو گھوڑوں میں سے ایک پر وہ سوار تھے۔ اس جنگ میں وہ اس جانبازی اور دلیری سے لڑے کہ جس طرف نکل جاتے دشمن کی صفیں تہہ و بالا کر کے رکھ دیتے۔ مشہور تھا کہ اس روز فرشتے بھی زبیرؓ کی پگڑی جیسی زرد پگڑیاں پہنے نازل ہوئے تھے۔(6)

ایک مشرک نے بلند ٹیلے پر کھڑے ہو کر دعوتِ مبارزت دی حضرت زبیرؓ لپک کر اس پر حملہ آور ہوئے۔ مگر تھوڑی دیر میں قلابازیاں کھاتے ہوئے ٹیلے سے نیچے آنے لگے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ دونوں میں سے جو پہلے زمین پر آرہے گا وہی ہلاک ہوگا۔ اور ایسا ہی ہوا وہ مشرک پہلے زمین پر گرا اور مارا گیا۔

میدان بدر میں ایک اور سُورما عبیدہ بن سعید سر سے پاؤں تک زرہ بند تھا اور صرف آنکھیں کھلی ہوئی تھیں۔ حضرت زبیرؓ اس کے مقابلے میں بھی نکلے اور تاک کر اُس کی آنکھ میں ایسا نیزہ مارا کہ وہ

دوسری طرف سے باہر نکل گیا۔ اس کی لاش پر بیٹھ کر بمشکل کھینچ کر نیزہ نکالا گیا تو پھل ٹیڑھا ہو چکا تھا۔ آنحضرتؐ نے زبیر کی بہادری کے نشان کے طور پر وہ نیزہ حضرت زبیرؓ سے مانگ کر اپنے پاس رکھ لیا تھا۔ حضورؐ کی وفات کے بعد خلفائے راشدین میں یہ امانت بطور تبرک منتقل ہوتی رہی۔ یہاں تک کہ حضرت عثمانؓ کے بعد حضرت زبیرؓ کے بیٹے حضرت عبداللہؓ کے پاس یہ نیزہ پہنچا۔ جو ان کی وفات تک ان کے پاس رہا۔

حضرت زبیرؓ نے جس بے جگری سے میدان بدر میں دادشجاعت دی اس کا اندازہ اس سے کیا جاسکتا ہے کہ سارا بدن زخموں سے چھلنی تھا۔ ایک زخم تو اتنا گہرا تھا کہ ہمیشہ کے لئے بدن میں گڑھا پڑ گیا۔ آپؓ کی تلوار میں بدر کے دن گردنیں مارتے مارتے دندانے پڑ گئے تھے۔ بلاشبہ آپ کی اس بہادری پر عرب کے شاعر کا یہ شعر صادق آتا ہے

وَلَا عَیبَ فِیهِم غَیرَ أَنَّ سُیُوفَهُم بِهِنَّ فُلُولٌ مِن کِرَا عِ الکَتَائِبِ

کہ ان بہادروں میں کوئی عیب نہیں۔ اگر ہے تو بس یہ کہ ان کی تلواروں میں لڑائی اور جنگ آزمائی کے باعث بہت دندانے پڑ چکے ہیں۔ اور یوں عرب شاعر نے بظاہر مذمت میں لپٹی ہوئی ان بہادروں کی مردانگی کی ایسی اعلیٰ درجہ کی تعریف کر دی کہ اس سے بڑھ کر اور کیا تعریف ہوگی۔ (7)

غزوہ احد اور خندق میں جانثاری

غزوہ احد میں مشرکین کے اچانک حملے کے وقت جب بڑے بڑے غازیوں کے پاؤں اکھڑ گئے اور جو چودہ صحابہؓ ثابت قدم رہے ان میں جانثار حواری رسول حضرت زبیرؓ بھی تھے۔

جنگ احد میں مشرکین کے واپس جانے کے بعد رسول کریم ﷺ نے جب بعض اطلاعات کی بناء پر یہ خطرہ محسوس کیا کہ دشمن پھر پلٹ کر حملہ آور ہونے کا ارادہ رکھتا ہے تو آپؐ نے فرمایا ہم ان کا تعاقب کریں گے کون ساتھ دے گا۔ تب ستر صحابہ آپ کے ساتھ اس تعاقب میں شریک ہوئے۔ حضرت عائشہؓ حضرت عروہؓ سے فرماتی تھیں ان میں تمہارے نانا ابوبکرؓ اور دادا حضرت زبیرؓ بھی تھے۔ (8)

غزوہ خندق میں حضرت زبیرؓ کی ڈیوٹی خواتین کی حفاظت پر تھی جس کا حق آپ نے خوب ادا کیا۔ مدینہ کے یہود بنوقریظہ کے ساتھ اگرچہ مسلمانوں کا معاہدہ تھا لیکن مشرکین عرب کا چاروں طرف سے مدینہ پر ہجوم دیکھ کر وہ بھی بدعہدی پر اتر آئے۔ یہ شدید سردی کے دن تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کو آواز دی کہ کوئی ہے جو بنوقریظہ کی خبر لائے؟ مارے سردی کے ان کی آواز نہیں نکل رہی تھی۔ تین مرتبہ حضورؐ کے آواز دینے پر ہر دفعہ ایک ہی آواز آئی اور یہ آواز جس بہادر اور جری پہلوان کی تھی وہ زبیرؓ تھے۔ انہوں نے ہر دفعہ لبیک کہا اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میرے ماں باپ آپؐ پر قربان! میں اس خدمت کے لئے حاضر ہوں۔ پھر زبیرؓ جا کر دشمن کی خبریں لے آئے۔ جب آپ واپس لوٹے تو رسول اللہ ﷺ نے آپ کی فدائیت سے خوش ہو کر فرمایا ''ہر نبی کا ایک حواری یعنی خاص مددگار ہوتا ہے اور میرا حواری زبیر ہے۔'' (9) اس طرح فرمایا ''اے زبیرؓ! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں!'' حضرت زبیرؓ کو حدیبیہ میں بھی شرکت کی توفیق ملی اور رسول کریمؐ نے بدر اور حدیبیہ میں شرکت کرنے والوں کے بارہ میں فرمایا تھا کہ ان میں سے کوئی آگ میں داخل نہ ہوگا۔

غزوہ خیبر میں بہادری

پھر غزوۂ خیبر کا موقع آیا تو یہود خیبر کا رئیس اور بہادر مرحب حضرت علیؓ سے مقابلہ کرتے ہوئے مارا گیا۔ اس کا بھائی یاسر نہایت غضبناک ہو کر اپنے بھائی کا انتقام لینے کیلئے میدان میں نکلا۔ اور کہا کہ کوئی ہے جو میرے مقابلے پہ آئے حضرت زبیرؓ نے آگے بڑھ کر اس کا مقابلہ کیا۔ اور اس دیوہیکل انسان کے مقابلے پر حضرت زبیرؓ کو جاتے دیکھ کر ماں کی ممتا جاگی۔ آپ کی والدہ صفیہؓ پریشان ہو کر کہنے لگیں کہ آج زبیرؓ کی خیر نہیں۔ مگر رسول خدا ﷺ نے فرمایا نہیں ایسا نہیں ہوگا۔ زبیرؓ اس پر لازماً غالب آئے گا۔ چنانچہ انہوں نے چند ہی لمحوں میں اس بہادر کو زیر کر لیا۔

فتح مکہ اور حنین میں خدمات

فتح مکہ کے موقع پر بھی حضرت زبیرؓ کو کلیدی خدمات کی توفیق ملی۔ پہلے آپ کو حضرت علیؓ کے ساتھ اس مہم میں شامل ہونے کا شرف حاصل ہوا۔ جو ایک مخبری کرنے والی شُتر سوار عورت کو گرفتار

کرنے کے لئے رسول خدا ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے علم پا کر بھجوائی تھی۔ اوراس سے آپ کامیاب و کامران واپس لوٹے۔ مکّے میں داخلے کا وقت آیا دس ہزار قدوسیوں کے لشکر کے چھوٹے چھوٹے دستے بنائے گئے۔ آخری دستہ وہ تھا جس میں خود آنحضرت ﷺ موجود تھے اوراس دستہ کے علمبردار حضرت زبیرؓ تھے۔ مکہ میں فاتحانہ شان سے داخل ہونے کے بعد حضرت زبیرؓ اور حضرت مقدادؓ گھوڑوں پر سوار آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضور ﷺ نے خود بڑی محبت کے ساتھ اپنے دست مبارک سے ان مجاہدوں کے چہروں سے گردوغبار صاف کی اوران کے مالِ غنیمت کے حصے کا اعلان کرتے ہوئے فرمایا کہ گھوڑسواروں کے لئے ہم نے عام مجاہدین سے دوگنے حصے مقرر کئے ہیں۔ یہ گویا حضرت زبیرؓ کی شاندار خدمات پر حضورؐ کی طرف سے انعام کا اعلان تھا۔ (10)

فتح مکہ کے بعد حنین کا معرکہ پیش آیا۔ حنین کی گھاٹیوں میں چھپے ہوئے تیرانداز مسلمان مجاہدین کی نقل وحرکت دیکھ رہے تھے۔ حضرت زبیرؓ کی بہادری اتنی زبان زدعام اورضرب المثل تھی کہ کمین گاہوں میں چھپے ہوئے دشمنوں پر جب آپ نے حملے کا ارادہ کیا تو دشمنوں میں سے ایک شخص نے آپ کو پہچان لیا۔ وہ بے اختیار اپنے ساتھیوں کو پکار کر کہنے لگا۔ لات وعُزّی کی قسم یہ طویل القامت شہ سوار یقیناً زبیرؓ ہے۔ اس کا حملہ بڑا خطرناک ہوتا ہے تیار ہو جاؤ۔ اس اعلان کی دیر تھی کہ حضرت زبیرؓ پر ایک دستے نے تیروں کی بوچھاڑ کردی۔ حضرت زبیرؓ نے نہایت جرأت اور دانشمندی کے ساتھ اس حملے کا مقابلہ کیا اور یہ گھاٹی دشمنوں سے بالکل خالی کروا کر دم لیا۔

جنگ یرموک میں شجاعت

جنگ یرموک میں بھی حضرت زبیرؓ کی غیر معمولی شجاعت دیکھنے میں آئی دورانِ جنگ ایک دفعہ چند نوجوانوں نے زبیرؓ سے کہا کہ اگر آپ دشمن کے قلب لشکر میں گھس کر حملہ کریں تو ہم آپ کا ساتھ دیں گے۔ حضرت زبیرؓ کو تائید الٰہی سے اپنی قوتِ بازو پر ایسا اعتماد تھا فرمانے لگے تم میرا ساتھ نہیں دے سکتے مگر جب ان سب نوجوانوں نے اصرار کیا تو آپؓ نے ان نوجوان بہادروں کے دستے کو ساتھ لیا اور دشمن کے قلب لشکر پر حملہ کر دیا۔ رومی فوج کے قلب کو چیرتے ہوئے تنہا لشکر کے اس پار نکل گئے تمام ساتھی پیچھے رہ گئے تھے پھر آپؓ حملہ کرتے ہوئے واپس لوٹے تو رومیوں نے گھوڑے کی

باگ پکڑلی اور گھیرا ڈال کر ہر طرف سے آپ پر حملہ آور ہو گئے اور سخت زخمی کر دیا۔ آپ کی گردن پر تلواروں کے اتنے کاری زخم آئے کہ اچھے ہونے کے بعد بھی اس میں گڑھے باقی رہ گئے۔

حضرت عروہؓ کہا کرتے تھے حضرت زبیرؓ کی پشت پر بدر کے زخم کے بعد یرموک کے زخم کا گڑھا تھا جس میں انگلیاں داخل کر کے میں بچپن میں کھیلا کرتا تھا۔ (11)

موصل کے ایک بزرگ کی روایت ہے کہ ایک سفر میں میں حضرت زبیرؓ کے ہمراہ تھا انہیں غسل کی ضرورت پیش آئی۔ میں نے ان کیلئے پردہ کیا میری نظر ان کے جسم پر پڑی تو وہ تلواروں کے نشانوں سے جگہ جگہ کٹا ہوا تھا۔ میں نے کہا کہ ایسے زخموں کے نشان میں نے کسی شخص پر نہیں دیکھے انہوں نے فرمایا ان میں ہر زخم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ خدا کی راہ میں لگا۔ (12)

ایسے حیرت انگیز مجاہدوں کی شجاعت اور قربانیوں کا ہی نتیجہ تھا کہ رومی فوج بھاگ گئی اور یرموک کے میدان میں مسلمانوں کو فتح ہوئی۔ اور وہ ملک شام کے تاج و تخت کے وارث بنے۔

فتح شام کے بعد حضرت عمرو بن العاصؓ نے مصر کا قصد کیا۔ حضرت عمرؓ نے ان کی مدد کے لئے دس ہزار کی فوج اور چار افسروں کی کمک بھیجی اور لکھا کہ ان افسروں میں سے ایک ایک ہزار سوار کے برابر ہے۔ ان میں سے ایک کمانڈر حضرت زبیرؓ بھی تھے۔ حضرت عمرو بن العاصؓ نے محاصرہ فسطاط کے جملہ انتظامات ان کے سپرد فرمائے تھے۔ سات ماہ ہو گئے محاصرہ ٹوٹنے کو نہ آتا تھا۔ حضرت زبیرؓ نے ایک دن تنگ آ کر کہا کہ آج میں مسلمانوں پر اپنی جان فدا کرتا ہوں۔ یہ کہہ کر ننگی تلوار ہاتھ میں لئے اور قلعہ کی دیوار کے ساتھ سیڑھی لٹکائی اور اوپر چڑھ گئے تاکہ فصیل کو پھلانگ کر قلعے میں داخل ہو جائیں۔ چند اور صحابہ نے بھی ساتھ دیا۔ فصیل پر پہنچ کر سب نے ایک ساتھ نعرہ ہائے تکبیر بلند کئے۔ تمام فوج نے جواباً ساتھ دیا۔ فسطاط کی سرزمین نعرہ ہائے تکبیر سے دہل اُٹھی۔ عیسائی سمجھے کہ مسلمان قلعے کے اندر گھس آئے ہیں وہ بدحواس ہو کر بھاگے۔ دریں اثناء حضرت زبیرؓ نے موقع پا کر قلعے کا دروازہ کھول دیا۔ اسلامی فوج اندر داخل ہو گئی اور مقوقس شاہ مصر کی درخواست پر ان کے ساتھ صلح کا معاہدہ طے پایا۔

خلفاء کا اعتماد

حضرت عمرؓ نے حضرت زبیرؓ کی ذہانت وفراست اور آپ کی خدمات کے باعث انتخاب خلافت کمیٹی میں آپ کا بھی نام مقرر فرمایا تھا۔ حضرت عثمانؓ کے زمانہ میں حضرت زبیرؓ بڑھاپے کی عمر میں داخل ہو چکے تھے، اس لئے خاموشی سے باقی زندگی بسر کر دی۔ حضرت عثمانؓ آپؓ پر بہت اعتماد کرتے تھے۔ چنانچہ اپنی خلافت کے زمانہ میں حضرت عثمانؓ جب شدید نکسیر پھوٹنے سے بہت زیادہ بیمار ہو گئے۔ اس سال حج پر بھی نہیں جا سکے اور اپنی نازک حالت کی بناء پر ذاتی وصیت تک بھی کر دی تو قریش کے بعض لوگوں نے عرض کیا کہ اپنے بعد جانشین مقرر کر دیں۔ آپؓ نے مشورہ کرتے ہوئے فرمایا کسے جانشین کروں؟ اس سلسلہ میں حضرت زبیرؓ کا نام آنے پر حضرت عثمانؓ نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے جہاں تک میرا علم ہے وہ سب سے بہتر ہے اور وہ رسول اللہ ﷺ کو بھی بہت زیادہ پیارے تھے۔ (13)

۳۵ ہجری میں فتنہ پردازوں نے حضرت عثمانؓ کے گھر کا محاصرہ کر لیا۔ تو حضرت زبیرؓ نے اپنے صاحبزادے حضرت عبداللہؓ کو خلیفہ وقت کی حفاظت کے لئے بھجوایا۔ حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد حضرت زبیرؓ نے رات کے وقت نماز جنازہ ادا کر کے ان کی وصیت کے مطابق مضافاتِ مدینہ میں سپرد خاک کیا۔

جنت کی بشارت

آپ نہایت اعلیٰ اخلاق کے مالک انسان تھے حضرت زبیرؓ کو رسول اللہ ﷺ نے آپ کی زندگی میں جنت کی بشارت دی تھی اور وہ عشرہ مبشرہ میں سے تھے۔

حضرت زبیرؓ نے ۳۶ ھ میں ۶۴ برس کی عمر میں جام شہادت نوش فرمایا۔ ایک دفعہ رسول کریم ﷺ، ابو بکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ، علیؓ، طلحہؓ اور زبیرؓ کے ساتھ حراء پہاڑ پر تھے۔ اس میں حرکت پیدا ہوئی رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے حراء! ٹھہر جا کہ تجھ پر سوائے نبی، صدیق اور شہید کے کوئی نہیں۔ (14)

حضرت زبیرؓ فرمایا کرتے تھے کہ میرے جسم کا کوئی عضو ایسا نہیں جو رسول اللہ ﷺ کی معیت

میں زخمی نہ ہوا ہو۔(15)

خشیّت الٰہی

حد درجہ احتیاط اور خشیّت الٰہی کا یہ عالم تھا کہ آپ آنحضرت ﷺ کی روایات بھی کثرت سے بیان نہیں کرتے تھے۔ایک دفعہ آپ کے صاحبزادے حضرت عبداللہؓ نے عرض کیا کہ دیگر صحابہ کی طرح کثرت سے احادیث کیوں بیان نہیں کرتے فرمایا جب سے اسلام لایا ہوں رسول اللہ ﷺ سے جدا نہیں ہوا۔مگر رسول اللہ ﷺ کی اس تنبیہہ سے ڈرتا ہوں۔کہ" جس نے میری طرف غلط بات منسوب کی وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالے۔"(16)

خدا خوفی، حق پسندی، بے نیازی، سخاوت اور ایثار حضرت زبیرؓ کے خاص اوصاف تھے۔آپ کی شجاعت اور مردانگی کا ذکر گزر چکا ہے۔اسکندریہ کے محاصرہ نے طول کھینچا تو آپ نے سیڑھی لگا کر قلعے کی فصیل پار کرنا چاہی ساتھیوں نے کہا کہ قلعے میں سخت طاعون کی وَبا ہے؟ آپ نے بے دھڑک فرمایا کہ ہم بھی طعن وطاعون کے لئے ہی آئے ہیں۔پھر موت کا کیا خوف یہ کہا اور سیڑھی لگا کر دیوار پر چڑھ گئے۔(17)

حضرت زبیرؓ کو رسول اللہ ﷺ نے جو حواری رسول کا لقب عطا فرمایا تھا۔آپؐ کے اس ساتھی میں آنحضور ﷺ کے پاکیزہ اخلاق جلوہ گر تھے۔امانت و دیانت کا یہ عالم تھا کہ لوگ کثرت سے امانتیں آپ کے پاس رکھتے تھے۔

فیاضی و عطا

حضرت زبیرؓ مالدار انسان تھے۔مگر اس سے کہیں بڑھ کر وہ فیاض تھے۔آپؓ کے ایک ہزار غلام تھے جو روزانہ اجرت پر کام کر کے خاص رقم لے کر آتے تھے مگر کبھی آپؓ نے یہ مال اپنے اوپر خرچ کرنا پسند نہ کیا بلکہ جو آتا وہ خدا کی راہ میں صدقہ کر دیتے۔

اصل ذریعہ معاش تجارت تھا۔مال غنیمت سے بھی اس بہادر مجاہد نے بہت حصّے پائے۔آپ کے تمام اموال کا تخمینہ اس زمانے میں پانچ کروڑ دو لاکھ درہم مکانات اور جائیداد غیر منقولہ کی

صورت میں تھا۔ رسول کریم ﷺ نے بھی آپ کو مدینہ میں ایک وسیع قطعہ برائے مکان اور بنی نضیر کی اراضی میں سے بھی ایک قطعہ زمین عطا فرمایا تھا۔(18) مقام جُرف اور وادی عقیق میں بھی آپ کی جاگیر تھی۔ جو حضرت ابوبکرؓ نے عطا کی تھی۔

تربیت اولاد

اولاد سے بہت محبت تھی۔ اوران کی تربیت کا بہت خیال رکھتے تھے۔ اپنے نو بیٹوں کے نام بدر اور احد میں شہید ہونے والے بزرگ صحابہ کے نام پر رکھے جیسے عبداللہؓ، حمزہؓ، جعفرؓ۔ اس تمنا کے اظہار کیلئے کہ خدا کی راہ میں قربان ہو جائیں۔(19) اوران میں بھی اپنی طرح شجاعانہ رنگ پیدا کرنا چاہتے تھے۔ جنگ یرموک کے وقت حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کی عمر صرف دس سال تھی۔ حضرت زبیرؓ انہیں جنگ بدر میں ساتھ لے گئے اور گھوڑے پر سوار کر کے میدان جنگ میں ایک آدمی کے سپرد کیا۔ تاکہ جنگ کے ہولناک مناظر دیکھ کر ان میں جرأت پیدا ہو۔ اسی تربیت کا اثر تھا کہ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ اپنے وقت کے بہادر اور شجاع انسان ٹھہرے۔

آپ کی طبیعت میں سادگی تھی۔ مال و دولت کی فراوانی کے باوجود اسراف کی طرف مائل نہیں ہوئے۔ البتہ آلاتِ حرب کا بہت شوق تھا۔ جو یقیناً جہاد کی محبت کی وجہ سے تھا۔ حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد جو شورش ہوئی اس میں آپ کی رائے بھی قاتلین عثمانؓ سے قصاص کے حق میں تھی۔ جبکہ بلوہ کی صورت میں ہونے والی اس شہادت کے قاتلوں کی تعیین اور بارِ ثبوت اپنی جگہ ایک مسئلہ تھی۔ اس اختلاف رائے میں ہی حضرت عائشہؓ اور حضرت علیؓ کے مابین جنگ جمل میں آمنا سامنا ہوا۔ حضرت زبیرؓ اور حضرت طلحہؓ حضرت عائشہؓ کے ہمراہ تھے۔ حضرت علیؓ نے حضرت زبیرؓ سے کہا کہ اگر آپ ہمارا ساتھ نہیں دیتے تو ہمارے خلاف بھی کسی کی مدد نہ کریں حضرت زبیرؓ نے عرض کیا آپ پسند کرتے ہیں کہ میں آپؓ کے مقابلہ سے دستبردار ہو جاؤں۔ حضرت علیؓ نے کہا کہ میں کیسے نہ پسند کروں گا جبکہ آپؓ رسول اللہ ﷺ کے پھوپھی زاد ہیں اور دیگر فضائل بیان کئے جس پر زبیرؓ راضی ہو گئے۔ (20) پھر حضرت ابن عباسؓ وغیرہ نے بھی توجہ دلائی تو آپ نے رائے بدل لی اور میدان جنگ سے واپس لوٹ آئے اس دوران ایک ظالم نے آپ پر حملہ کر کے شہید کر دیا۔ حضرت علیؓ کو اس کی اطلاع

ہوئی تو انہوں نے فرمایا کہ زبیرؓ کے قاتل کو جہنم کی خبر دے دو۔

اس طرح حضرت علیؓ نے فرمایا کہ میں امید کرتا ہوں کہ طلحہؓ اور زبیرؓ اُن لوگوں میں سے ہیں جن کے حق میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی ہے کہ۔**وَ نَزَعْنَا مَا فِیْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ اِخْوَاناً عَلٰی سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِینَ** (الحجر:47) کہ ہم ان (جنتیوں) کے سینوں سے کینہ نکال باہر کریں گے۔وہ آمنے سامنے تختوں پر بیٹھے بھائی بھائی ہوں گے۔

جنگ جمل میں کنارہ کشی کے باوجود بعض فتنہ پردازوں نے آپ کو سازش سے شہید کیا۔ نیزہ کے پہلے حملہ کے بعد حضرت زبیرؓ نے دفاع کیا تو حملہ آور کو اندازہ ہو گیا کہ وہ بچ نہیں سکے گا تب اس نے اللہ کا واسطہ دے کر امان چاہی تو آپ نے تلوار روک لی۔اس نے پھر ساتھیوں کی مدد سے آپؓ کو شہید کیا۔(21)

حضرت زبیرؓ کی وفات پر حضرت حسانؓ بن ثابت نے اپنے اشعار میں ان کو خوب خراج تحسین پیش کیا ہے۔

اَقَامَ عَلیٰ عَهْدِ النَّبِیّ وَهَدْیِهٖ حَوَارِیُّه وَالقَولُ بِا لفِعْلِ یَعْدِلُ

هُوَالفَارِسُ المَشْهُورُ وَالبَطَلُ الَّذِی یَصُوْلُ اِذَا مَا کَانَ یَوْمٌ مُحَجَّلٗ

اِذَا کَشَفَتْ عَنْ سَا قِهَا الحَرْبُ حَشَّهَا بَاَ بیَضَ سَبَّا قٌ اِلَیْ الْمَوتِ یَر مُلٗ (22)

یعنی کہ حواری رسول ﷺ حضرت زبیرؓ نے نبی کریم ﷺ کی سنت اور آپ کے عہد پر خوب قائم رہ کر دکھا دیا اور وہ قول کو فعل کے برابر کرتے تھے یعنی جو کہتے تھے اس پر عمل کرتے۔وہی مشہور شہ سوار اور بہادر انسان تھے کہ جب دن روشن ہوتا تو وہ حملہ آور ہوتے تھے۔(رات کو حملہ نہ کرتے) جب جنگ میں گھمسان کا رن ہوتا تو وہ اسے دہکا کر سفید کرتے اور دوڑتے ہوئے پہلے موت کی طرف بڑھنے کی کوشش کرتے۔

حضرت زبیرؓ بیان کرتے تھے کہ رسول کریم ﷺ نے میرے لئے اور میری اولاد کیلئے بھی دعا کی تھی ۔ رسولؐ اللہ نے فرمایا ”تم میں سے جس کا واسطہ زبیرؓ سے پڑے تو زبیرؓ اسلام کا ستون

ہے۔(23)

حضرت عمرؓ فرماتے تھے اگر میں کوئی عہد کروں یا ترکہ کی وصیت کسی کے حق میں کروں تو پسند کروں گا کہ زبیرؓ کے حق میں کروں کہ وہ ارکان دین میں سے ہے۔

حوالہ جات

1- اصابہ جز 3 ص 6
2- ابن سعد جلد 3 ص 107، مجمع الزوائد جلد 9 ص 150، منتخب کنز العمال بر حاشیہ مسند جلد 5 ص 70
3- ابن سعد جلد 3 ص 102
4- اسد الغابہ جلد 2 ص 197
5- مجمع الزوائد جلد 9 ص 151
6- اسد الغابہ جلد 2 ص 197، ابن سعد جلد 3 ص 102
7- بخاری کتاب المغازی باب غزوہ بدر
8- منتخب کنز العمال بر حاشیہ مسند جلد 5 ص 69، بخاری کتاب المغازی
9- بخاری کتاب المناقب باب مناقب زبیرؓ، استیعاب جلد 2 ص 91
10- ابن ہشام جلد 3 ص 385
11- ابن سعد جلد 3 ص 104
12- بخاری کتاب المناقب باب مناقب زبیرؓ
13- مجمع الزوائد جلد 9 ص 150
14- فتوح البلدان ص 220
15- بخاری کتاب المناقب باب مناقب الزبیرؓ
16- مسلم کتاب الفضائل باب فضائل طلحہ والزبیرؓ واسد الغابہ جلد 2 ص 197
17- ترمذی کتاب المناقب باب منی عضو اللہ الا وقد جرح
18- ابن سعد جلد 3 ص 107
19- ابن سعد جلد 3 ص 107
20- استیعاب جلد 2 ص 92، ابن سعد جلد 3 ص 110
21- ابن سعد جلد 3 ص 110 تا 113
22- مجمع الزوائد جلد 9 ص 151
23- منتخب کنز العمال بر حاشیہ مسند جلد 5 ص 68

حضرت طلحہ بن عبید اللہؓ

نام ونسب

طلحہؓ کے والد عبید اللہ بن عثمان اور والدہ صعبہ بنت عبد اللہ تھیں ساتویں پشت میں مرہ بن کعب پر آپ کا نسب رسول کریم ﷺ سے مل جاتا ہے۔آپ کے والد آپ کے قبول اسلام سے قبل ہی وفات پا گئے تھے۔البتہ والدہ صاحبہ نے اسلام قبول کیا اور لمبی عمر پائی۔شہادت عثمانؓ کے وقت بھی وہ زندہ تھیں۔چنانچہ محاصرہ کے وقت یہ غیور خاتون اپنے گھر سے باہر آئیں اور اپنے بیٹے طلحہؓ سے کہا کہ وہ اپنے اثر سے معاندوں کو دور کریں حضرت صعبہؓ قریباً ۸۰ سال تک زندہ رہیں۔حضرت طلحہؓ دعویٰ نبوت سے کوئی ۲۵ برس قبل پیدا ہوئے۔ان کا رنگ گندمی اور چہرہ خوبصورت تھا۔بال زیادہ تھے مگر بہت گھنگھریالے نہ تھے۔بالوں کو خضاب نہیں لگاتے تھے۔

قبول اسلام اور تکالیف

عرب دستور کے مطابق ہوش سنبھالتے ہی تجارتی مشاغل میں مصروف ہوئے۔جوانی میں دور دراز کے تجارتی سفروں کے مواقع میسر آئے اپنے تجارتی سفروں کے دوران شام کے شہر بصرہ میں ایک راہب سے ان کی ملاقات ہوئی اس نے پوچھا کہ کیا ''احمد'' ظاہر ہو گیا ہے۔انہوں نے کہا کون احمد؟اس نے کہا ابن عبد اللہ بن عبد المطلب۔''اس نے اسی مہینہ میں ظاہر ہونا تھا اور وہ آخری نبی ہے اور اس نے حرم سے ظاہر ہو کر کھجوروں والی جگہ کی طرف ہجرت کرنی ہے۔پس تم اس سے محروم نہ رہنا۔'' حضرت طلحہؓ کہتے ہیں اسی وقت سے یہ بات میرے دل میں گڑ گئی۔واپس مکہ آیا تو رسول کریمؐ کی بعثت کا علم ہوا۔صدیق اکبرؓ کی صحبت اور دوستی کے ذریعہ سے ایک روز رسول کریم ﷺ کی خدمت میں باز یابی کا موقع ملا اور حضرت ابو بکر صدیقؓ کی دعوت الی اللہ کے نتیجہ میں آپؓ نے اسلام قبول کرلیا۔(1)انہیں آغاز اسلام میں ابتدائی آٹھ ایمان لانے والوں میں شامل ہونے کا اعزاز حاصل ہے۔قبولِ اسلام کے بعد آپ بھی دیگر مسلمانوں کی طرح کفار کے مظالم کا تختۂ مشق ستم بنتے رہے۔آپ کا بھائی عثمان آپ کو اور آپ کے مسلمان کرنے والے ساتھی حضرت ابو بکرؓ کو ایک ہی

رسی میں باندھ کر مارا کرتا مگر یہ ظلم و استبداد استقامت کے ان شہزادوں میں کوئی لغزش پیدا نہ کر سکا۔(2) مکہ میں قیام کے دوران رسول کریم ﷺ نے حضرت طلحہؓ کو حضرت زبیرؓ کا بھائی بنا کر روحانی اخوت کا نیا رشتہ عطا کیا۔ذریعہ معاش تجارت تھا۔ہجرت مدینہ کے وقت آپ ملک شام اپنے تجارتی قافلے کے ساتھ گئے ہوئے تھے۔واپسی پر رسول کریم ﷺ اور حضرت ابوبکرؓ سے ملاقات ہوئی اور حضرت طلحہؓ کو ان کی خدمت میں کچھ شامی لباسوں کا تحفہ پیش کرنے کی سعادت بھی حاصل ہوئی۔آپ نے اہل مدینہ کے یہ احوال بھی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں عرض کئے کہ وہ کس طرح بے چینی سے سراپا انتظار ہیں۔خود حضرت طلحہؓ نے مکہ پہنچ کر تجارتی امور سمیٹے،اور پروگرام کے مطابق حضرت ابوبکرؓ کے اہل وعیال کو لے کر مدینہ روانہ ہوئے۔مدینہ پہنچ کر آپ حضرت اسعدؓ بن زرارہ کے مہمان ٹھہرے اور رسول کریمؐ نے حضرت ابیؓ بن کعب انصاری کے ساتھ آپ کا بھائی چارہ کروایا۔(3)

غزوات میں شرکت اور فدائیت

ہجرت کے دوسرے سال سے غزوات کا سلسلہ شروع ہوا تو غزوہ بدر میں حضرت طلحہؓ شامل نہ ہو سکے رسول اللہ ﷺ نے آپ کو مدینہ میں شام کی طرف قافلہ قریش کی اطلاعات لینے کیلئے بھجوایا تھا۔مگر رسول اللہ ﷺ نے نہ صرف آپ کو بدر کے مال غنیمت سے حصہ عطا فرمایا بلکہ یہ ارشاد فرمایا کہ آپ جہاد کے ثواب سے بھی محروم نہیں ہیں۔کیونکہ آپ خدا کی خاطر جہاد کی نیت اور ارادے رکھتے تھے (4) ایک سال بعد میدان احد میں آپ کو اپنی دلی تمنائیں پوری کرنے کے خوب خوب مواقع ملے۔چنانچہ احد کے میدان میں کفار کے دوسرے حملہ کے نتیجے میں جب مسلمانوں کی صفوں میں بھگدڑ مچی تو صرف چند صحابہ ثابت قدم رہ سکے۔حضرت طلحہؓ ان میں سرفہرست تھے جو رسول خدا ﷺ کے آگے وہاں سینہ سپر ہو رہے تھے، جہاں بلا کا رَن پڑ رہا تھا۔کفار اپنی تمام تر قوت جمع کر کے بانی اسلام کو نشانہ بنا رہے تھے۔چاروں طرف سے تیروں کی بارش ہو رہی تھی۔نیزے اور تلواریں چمک رہی تھیں۔بہادر اور جانباز طلحہؓ نے جیسے عہد کر رکھا تھا کہ خود قربان ہو جائیں گے مگر اپنے آقا پر کوئی آنچ نہیں آنے دیں گے وہ تیروں کو اپنے ہاتھوں پہ لیتے تو نیزوں اور تلواروں کے

سامنے اپنا سینہ تان لیتے۔احد میں صحابہ کی ایک جماعت نے رسول کریم ﷺ کے ہاتھ پر موت پر بیعت کی تھی ان میں طلحہؓ بھی شامل تھے جنہوں نے اس عہد کا حق ادا کر دکھایا۔(5)

نبی کریم ﷺ جنگ کا نقشہ ملاحظہ فرمانے کے لئے ذرا اونچا ہو کر حالات جنگ کو دیکھنا چاہتے تو حضرت طلحہؓ گھمسان کے اس رَن میں اپنے آقا کے لئے بے چین و بے قرار ہو جاتے اور عرض کرتے **لَا تُشْرِفْ يُصِيبُكَ سَهْمٌ مِنْ سِهَامِ الْقَوْمِ**۔رسول اللہ ﷺ آپ دشمن کی طرف جھانک کر بھی مت دیکھیے کہیں کوئی ناگہانی تیر آ کے آپ کو لگ جائے **نَحْرِي دُوْنَ نَحْرِكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ**۔میرے آقا میرا سینہ آپ کے سینہ کے آگے سپر ہے۔(6) کبھی دشمن ہجوم کر کے آپ پر حملہ آور ہوتے تو آپ شیروں کی طرح ایسے جھپٹتے کہ دشمن کو پیچھے ہٹنے پر مجبور کر کے آپ رسولؐ اللہ کو ان کے نرغے سے نکال لاتے۔ایک دفعہ ایک ظالم نے کسی ہلّہ میں موقع پا کر رسول کریم ﷺ پر تلوار کا بھرپور وار کیا۔حضرت طلحہؓ نے اپنے ہاتھ پر لیا اور انگلیاں کٹ کر رہ گئیں تو زبان سے کوئی آہ نہیں نکلی بلکہ کہا کہ بہت خوب ہوا کہ طلحہؓ رسول خدا ﷺ کی حفاظت میں 'ٹنڈا'' ہو گیا۔''طلحۃ الشلاء'' کے نام سے آپؓ مشہور تھے(7) یعنی ٹنڈا طلحہ اور بجا طور پر آپ کو حفاظت رسولؐ میں ٹنڈا ہونے پر فخر تھا۔الغرض حضرت طلحہؓ اسی جانبازی اور بہادری سے رسول اللہ ﷺ کی حفاظت پر کمر بستہ رہے۔یہاں تک کہ دیگر صحابہ بھی مدد کو آ پہنچے تو مشرکین کے حملہ کی شدت میں کچھ کمی آئی۔رسول خداؐ کو حضرت طلحہؓ نے اپنی پشت پر سوار کیا اور اُحد پہاڑی کے دامن میں ایک محفوظ مقام پر پہنچا دیا اس موقع پر رسولؐ اللہ نے فرمایا کہ طلحہؓ نے آج جنت واجب کر لی۔حضرت طلحہؓ کا سارا بدن زخموں سے چھلنی ہو گیا تھا۔حضرت ابوبکرؓ صدیق نے آپ کے بدن پر ستر سے زیادہ زخم شمار کئے آپ کہا کرتے تھے کہ احد کا دن تو طلحہؓ کا دن تھا۔خود رسولؐ اللہ نے آپ کی جانبازی کو دیکھ کر آپ کو''طلحۃ الخیر'' کا لقب عطا فرمایا کہ طلحہؓ تو سراسر خیر و بھلائی کا پتلا نکلا اور یہ تو مجسم خیر ہے۔حضرت عمرؓ آپ کو صاحب احد کہہ کر خراج تحسین پیش کیا کرتے تھے کیونکہ احد کے روز حفاظتِ رسولؐ کا سہرا آپ ہی کے سر تھا۔ نیز آپ کو خود اپنی اس غیر معمولی خدمت پر بجا طور پر فخر تھا اور خاص انداز سے یہ واقعہ سنایا کرتے تھے۔رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ احد میں ایسا وقت بھی آیا کہ دائیں جبریلؑ اور بائیں طلحہؓ کے سوا کوئی

نہ تھا۔(8)غزوہ احد کے بعد کے غزوات میں بھی حضرت طلحہؓ نمایاں خدمات کی توفیق پاتے رہے۔

حدیبیہ فتح مکہ اور حنین میں بھی آپ شریک تھے اور غزوہ احد کی طرح حنین میں بھی جب لوگوں کے پاؤں اکھڑ گئے تو طلحہؓ ثابت قدم رہے۔۹ ہجری میں قیصر روم کے حملہ کی خبر سن کر رسول کریم ﷺ نے صحابہ کو غزوہ تبوک کی تیاری کا حکم دیا۔حضرت طلحہؓ نے اس موقع پر اپنی استطاعت سے بڑھ کر ایک بیش بہا رقم پیش کردی اور بارگاہِ رسالت سے فیاض کا لقب پایا۔اسی دوران منافقین نے مسلمانوں کے خلاف ایک یہودی کے مکان پر جمع ہوکر ریشہ دوانیاں شروع کردیں تو رسول کریم ﷺ نے حضرت طلحہؓ کو یہ فرض سونپا کہ وہ صحابہ کی ایک جماعت کے ساتھ جا کر ان لوگوں کا قلع قمع کریں۔ آپ کو کامیابی کے ساتھ یہ خدمت سَرانجام دینے کی توفیق ملی۔(9)

وصال رسول ﷺ اور خلافت ابوبکرؓ

حجۃ الوداع میں بھی حضرت طلحہؓ اپنے آقا کے ہمرکاب تھے۔حج سے واپسی پر مدینہ پہنچ کر رسول کریم ﷺ کا وصال ہوا۔دیگر صحابہ کی طرح اس عظیم سانحہ سے حضرت طلحہؓ کو جو صدمہ پہنچا اس کا اندازہ اس امر سے لگایا جاسکتا ہے کہ جب سقیفہ بنوساعدہ میں خلافت کیلئے مشورہ ہورہا تھا، عاشق رسول ﷺ حضرت طلحہؓ جیسا جری انسان اپنے آقا کی جدائی میں دل گرفتہ کسی گوشہ تنہائی میں آنسوؤں کا نذرانہ پیش کررہا تھا۔

خلافت سے اخلاص ووفا

حضرت ابوبکرؓ خلیفہ الرسول منتخب ہوئے تو طلحۃ الخیر ان کے دست و باز و ثابت ہوئے۔آپؓ محض للہ جس بات کو حق سمجھتے بے لاگ اپنی رائے پیش کردیا کرتے تھے۔چنانچہ جب حضرت ابوبکرؓ نے اپنی آخری بیماری میں حضرت عمرؓ کو خلیفہ منتخب کیا۔تو یہ حضرت طلحہؓ ہی تھے جنہوں نے حضرت عمرؓ کی طبیعت کی سختی کا اندازہ کرتے ہوئے حضرت ابوبکرؓ سے یہ عرض کی کہ آپ خدا کو کیا جواب دیں گے کہ اپنا جانشین کسے مقرر کرآئے ہیں؟ حضرت ابوبکرؓ کا فیصلہ بھی چونکہ خالصتاً تقویٰ پر مبنی تھا آپؓ نے بھی کیا خوب جواب دیا فرمایا ''میں خدا سے کہوں گا کہ میں تیرے بندوں پر اس شخص کو امیر مقرر کرآیا

ہوں جوان میں سب سے بہتر تھا۔“ واقعات نے یہی فیصلہ درست ثابت کیا کہ حضرت عمرؓ ہی اس منصب کے لئے سب سے زیادہ اہل تھے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت طلحہؓ کو ان کی بھرپور اعانت اور نصرت کی توفیق عطا فرمائی۔(10)

حضرت عمرؓ نے اپنے زمانہ خلافت میں مفتوح علاقوں کی زمینیں مجاہدین میں تقسیم کرنے کی بجائے بیت المال کی ملکیت قرار دینے کی تجویز دی اور مفتوح لوگوں سے لگان وصول کرنے کی رائے سامنے آئی تا کہ اس کے ذریعہ مجاہدین کی ضرورتیں پوری کی جائیں۔ بظاہر یہ ایک نئی رائے تھی اس لئے صحابہ کی ایک بڑی جماعت اس کے حق میں نہیں تھی اور انھوں نے زمینوں کی تقسیم کی تائید کی تھی۔ تین روز تک اس مسئلہ پر بحث ہوئی۔ بالآخر حضرت طلحہؓ نے حضرت عمرؓ کے موقف کی بھرپور حمایت کی اور آخری فیصلہ یہی ہوا کہ زمینیں تقسیم نہ کی جائیں بلکہ بیت المال کی ہی ملکیت رہیں۔

معرکہ ”نہاوند“ کے موقع پر حضرت عمرؓ نے ایرانی ٹڈی دل سے مقابلہ کرنے کے لئے مسلمانوں سے مشورہ چاہا تو حضرت طلحہؓ نے حضرت عمرؓ کی خدمت میں عرض کیا تھا کہ ”آپ امیر المؤمنین ہیں بہتر جانتے ہیں ہم غلام تو آپ کے حکم کے منتظر ہیں۔ جو حکم ہوگا ہم اس کی تعمیل کریں گے۔ ہم نے بار بار آزمایا کہ اللہ تعالیٰ انجام کار آپ کو کامیابی عطا فرماتا ہے۔“

حضرت عمرؓ بھی آپ کی اصابت رائے کے قائل تھے۔ چنانچہ حضرت عمرؓ نے جن چھ اراکین پر مشتمل ایک کمیٹی انتخاب خلافت کے لئے مقرر فرمائی تھی کہ وہ اپنے میں جس پر اتفاق کریں اسے خلیفہ منتخب کرلیں۔ اس کمیٹی میں حضرت طلحہؓ بھی شامل تھے۔ حضرت طلحہؓ کی بے نفسی، تواضع اور ایثار کا یہ عالم تھا کہ آپ نے اپنی رائے حضرت عثمانؓ کے حق میں دے کر انہیں اپنے اوپر ترجیح دی اور اُن کا نام اس منصب کے لئے پیش کردیا۔ چنانچہ حضرت عبدالرحمانؓ بن عوف کی رائے اور حضرت طلحہؓ کی تائید سے حضرت عثمانؓ ہی خلیفہ منتخب ہوئے۔

حضرت عثمانؓ کے عہد خلافت کے آخری سالوں میں جب شورش عام ہوئی۔ تو حضرت طلحہؓ نے مشورہ دیا کہ اس فتنے کی تحقیق کے لئے پورے ملک میں وفود بھیجے جائیں۔ یہ رائے بہت صائب تھی۔ چنانچہ ۳۵ ھجری میں محمدؓ بن مسلمہ، اسامہؓ بن زید، عمارؓ بن یاسر اور عبداللہؓ بن عمرو ملک کے مختلف حصوں

میں تفتیش کے لئے روانہ کئے گئے۔ ان تحقیقات کا خلاصہ یہ تھا کہ کوئی قابل اعتراض بات انہوں نے نہیں پائی۔(11) اس سلسلہ میں ابھی کچھ عمل درآمد نہ ہونے پایا تھا کہ مفسدین نے مدینہ آکر قصر خلافت کا محاصرہ کرلیا۔ حضرت عثمانؓ ذاتی طور پر منافقین کے مقابلہ پر کوئی مدافعانہ کاروائی پہلے کرنے کے حق میں نہیں تھے۔ البتہ وعظ و نصیحت کرتے رہے۔ اس موقع پر حضرت طلحہؓ خلیفہ وقت کی اخلاقی مدد کر سکتے تھے وہ انہوں نے کی۔ مثلاً ایک موقع پر حضرت عثمانؓ نے باغیوں کے سامنے اپنے فضائل و مناقب بیان کر کے طلحہؓ جیسے کبار صحابہ سے اس کی تائید چاہی تو محاصرین کی مخالفت کی پرواہ نہ کرتے ہوئے حضرت طلحہؓ نے اعلانیہ اور کھلم کھلا محاصرین کے سامنے حضرت عثمانؓ کی تائید کی۔ جب محاصرہ زیادہ خطرناک ہوگیا تو حضرت علیؓ اور حضرت زبیرؓ کی طرح حضرت طلحہؓ نے بھی اپنے صاحبزادے محمدؒ کو خلیفہ وقت کی حفاظت کے لئے قصرِ خلافت بھجوایا۔ جب مفسدین نے حملہ کرنے میں پہل کردی تو محمد بن طلحہؓ نے بھی اپنی طاقت اور ہمت کے مطابق ان کا مقابلہ کیا۔(12) اور دوسرے معدود چند محافظین کے ساتھ مل کر مفسدین کے سیلاب کو روکے رکھا مگر چند بد بخت دوسری طرف سے حضرت عثمانؓ کے گھر میں گُھس گئے اور خلیفہ راشد پر حملہ کر کے ان کی دردناک شہادت کا واقعہ سامنے آیا۔ دیگر صحابہ کی طرح حضرت طلحہؓ کو بھی اس سانحہ سے سخت صدمہ پہنچا۔ وہ جہاں حضرت عثمانؓ کے لئے عفو و رحم کی دعائیں کرتے وہاں مفسدین کے مظالم دیکھ کر خدا کی بارگاہ میں ان کی گرفت کیلئے التجا کرتے۔

حضرت طلحہؓ نہایت اعلیٰ اخلاق کے مالک تھے۔ خشیّت الٰہی اور محبت رسول سے آپ کا پیمانہ لبریز تھا۔ حضرت طلحہؓ نے اپنے مال و جان سے خدمت دین میں جس طرح سے اپنی دلی تمنائیں اور مرادیں پوری کیں اس پر خدائے ذوالعرش نے بھی گواہی دی۔ چنانچہ جب آیت **رِجَالٌ صَدَقُوا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيهِ فَمِنْهُمْ مَنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَنْ يَّنْتَظِرُ** (الاحزاب:24) نازل ہوئی۔ اس میں ان مردان خدا کا تذکرہ تھا جنہوں نے اللہ سے اپنے عہد سچ کر دکھائے اور اپنی منتیں پوری کیں اور کچھ ہیں جو انتظار میں ہیں۔ رسول خدا ﷺ نے حضرت طلحہؓ سے فرمایا کہ اے طلحہؓ! تم بھی ان خوش نصیب مردان وفا میں شامل ہو جو اپنی قربانی پوری کرنے کی انتظار میں ہیں۔(13) حضرت طلحہؓ بڑے مالدار تاجر تھے۔ اس کے ساتھ فراخ دل اور سخی انسان بھی تھے۔

انفاق فی سبیل اللہ

غزوہ تبوک کے موقع پر آپ کو دل کھول کر خرچ کرنے کی توفیق ملی تھی اور اسی موقع پر آنحضور ﷺ نے آپ کو فیاض کے لقب سے یاد فرمایا تھا۔(14) آپ کے ہم عصر قیس بن ابی حاضم کہا کرتے تھے کہ میں نے طلحہؓ سے زیادہ کسی کو خدا کی راہ میں بے لوث مال خرچ کرنے میں پیش پیش نہیں دیکھا۔غزوہ ذی القرد میں چشمۂ بیسان کے پاس سے مجاہدین کے ساتھ گزرتے ہوئے حضرت طلحہؓ نے اسے خرید کر خدا کی راہ میں وقف کر دیا تھا۔اپنی جائیداد سات لاکھ درہم میں حضرت عثمانؓ کو فروخت کی اور سب مال خدا کی راہ میں خرچ کر دیا۔آپ کی بیوی سودہؓ فرمایا کرتی تھیں کہ ایک دفعہ حضرت طلحہؓ کو اُداس دیکھ کر وجہ پوچھی کہ کہیں مجھ سے تو کوئی خطا سرزد نہیں ہوگئی تو فرمانے لگے نہیں ایسی تو کوئی بات نہیں دراصل میرے پاس ایک بہت بڑی رقم جمع ہوگئی ہے اور میں اس فکر میں ہوں کہ اُسے کیا کروں۔میں نے کہا اسے تقسیم کروا دیجیئے۔آپ نے اسی وقت اپنی لونڈی کو بلایا اور چار لاکھ کی رقم اپنی قوم کے مستحقین میں تقسیم کرادی۔(15) حضرت طلحہؓ بنو تمیم کے تمام محتاجوں اور تنگ دست خاندانوں کی کفالت کیا کرتے تھے۔لڑکیوں اور بیوگان کی شادیوں میں ان کی مدد کرتے۔مقروضوں کے قرض ادا کرے۔ایک دفعہ حضرت علیؓ نے کسی کو یہ شعر پڑھتے سنا

فَتًى كَانَ يُدْنِيهِ الغِنىٰ مِنْ صَدِيقِهٖ　　اِذَ امَّاهُوَا اسْتَغنىٰ وَيُبْعِدُهُ الفَقْرُ

یعنی میرا ممدوح ایسا شخص تھا کہ دولت و امارت اسے اپنے دوست کے اور قریب کر دیتی تھی جب بھی اسے دولت و فراخی نصیب ہوتی۔اور غربت و فقر اسے اپنے دوستوں سے دور رکھتے یعنی کبھی تنگی میں بھی کسی سے سوال نہ کرتے۔حضرت علیؓ نے یہ شعر سنا تو فرمایا ’’خدا کی قسم! یہ صفت حضرت طلحہؓ میں خوب پائی جاتی تھی۔‘‘(16)

ایثار و مہمان نوازی

مہمان نوازی حضرت طلحہؓ کا خاص وصف تھا۔ایک دفعہ بنی عُذرہ کے تین مفلوک الحال افراد نے اسلام قبول کیا۔رسول کریم ﷺ نے پوچھا کہ صحابہؓ میں سے کون ان کی کفالت اپنے ذمہ لیتا

ہے۔حضرت طلحہؓ نے بخوشی حامی بھر لی اور ان تینوں نو مسلموں کو اپنے گھر میں لے گئے اور وہیں ٹھہرایا اور ان کی میزبانی کرتے رہے۔ یہاں تک کہ موت نے انہیں آپ سے جدا کیا۔اُن میں سے دو ساتھی تو یکے بعد دیگرے دو غزوات میں شہید ہوئے اور تیسرے طلحہؓ کے گھر میں ہی وفات پا گئے۔طلحہؓ کو جو خدا کے رسول ﷺ کے ان مہمانوں سے دلی محبت اور اخلاص پیدا ہو چکا تھا اس کا نتیجہ تھا کہ مہمانوں کی وفات کے بعد بھی خواب میں آپ کی اُن سے ملاقاتیں ہوئی۔ایک دفعہ رؤیا میں دیکھا کہ وہ تینوں آپ کے ساتھ ہی جنت کے دروازے پر کھڑے ہیں۔مگر جو ساتھی جو سب سے آخر میں فوت ہوا وہ سب سے آگے ہے۔اور سب سے پہلے مرنے والا سب سے پیچھے ہے۔انہوں نے تعجب سے رسول کریمؐ سے اس خواب کی تعبیر پوچھی تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ جو بعد میں مرا اُسے زیادہ نیک اعمال کی توفیق ملی اس لئے وہ پہلوں سے بڑھ گیا۔اس سے یہ بھی ظاہر ہے کہ حضرت طلحہؓ نے اپنی صحبت سے بھی ان نو مسلموں کی تربیت اپنے روحانی دسترخوان کے علاوہ انہیں خوب فیض عطا کیا اور وہ جنتی ٹھہرے۔(17)

حضرت طلحہؓ دوستی اخوت کے رشتے میں بھی کمال رکھتے تھے۔حضرت کعب بن مالک انصاریؓ کو غزوہ تبوک میں شامل نہ ہو سکنے کے باعث مقاطعہ کی سزا ہوئی تھی۔ جب رسول اللہ ﷺ نے ان کی معافی کا اعلان کیا اور وہ آنحضرتؐ کی خدمت میں ملاقات کے لئے حاضر ہوئے تو مجلس میں سے حضرت طلحہؓ دیوانہ وار دوڑتے ہوئے ان کے استقبال کو آگے بڑھے اور مصافحہ کر کے انہیں مبارکباد عرض کی۔حضرت کعبؓ انصاری نے بھی حضرت طلحہؓ کا اس اعلیٰ خلق کو کبھی فراموش نہیں کیا۔وہ ہمیشہ یاد کیا کر کے کہتے تھے کہ اس موقع پر مہاجرین میں سے کسی صحابی نے اس والہانہ گرمجوشی کا میرے ساتھ مظاہرہ نہیں کیا جس طرح حضرت طلحہؓ وفورِ جذبات میں اُٹھ کر دوڑے آئے۔(18)

شادی اور اولاد

حضرت طلحہؓ کی پہلی شادی حضرت حمنہ بنت جحش سے دوسری حضرت ام کلثوم بنت ابی بکر سے تیسری شادی فارعہ بنت ابوسفیان سے اور چوتھی رقیہ بنت ابی امیہ سے ہوئی۔ان چاروں بیویوں کی بہنیں رسول اللہ ﷺ کی ازواج تھیں۔یوں آپ رسول اللہ ﷺ کے ہم زلف تھے۔آپ کے اخلاق کا ایک خوب صورت نقشہ آپ کی اہلیہ اُم ابان نے کھینچا ہے۔انہیں بہت رشتے آئے تھے مگر

انہوں نے حضرت طلحہؓ کی کئی شادیوں کے باوجود ان کے ساتھ نکاح کو ترجیح دی ان سے اس کی وجہ پوچھی گئی تو انہوں نے فرمایا کہ اس کی وجہ حضرت طلحہؓ کے اخلاقِ فاضلہ ہیں۔ وہ فرماتی تھیں کہ میں طلحہؓ کے ان اوصاف کریمانہ سے واقف تھی کہ وہ ہنستے مسکراتے گھر واپس آتے ہیں اور خوش وخرم باہر جاتے ہیں۔ کچھ طلب کرو تو بخل نہیں کرتے اور خاموش رہو تو مانگنے کا انتظار نہیں کرتے۔ نیکی کرو تو شکر گزار ہوتے ہیں اور غلطی ہو جائے تو معاف کر دیتے ہیں۔(19) بلاشبہ یہی وہ اخلاق ہیں جن کے بارہ میں ہمارے آقا و مولیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ نے فرمایا تھا کہ **خَیْرُکُم اَحَاسِنُکُمْ اَخلاقاً** کہ تم میں سے سب سے بہتر وہ ہیں جو اپنے اخلاق میں سب سے اچھے ہیں۔ حضرت طلحہؓ کی کئی بیویوں سے اولاد تھی ۔ حضرت حمنہ بنت جحش سے ایک بیٹا محمد نامی بہت عبادت گزار تھا اور سجاد لقب سے مشہور تھا۔ ایک بیٹا یعقوب بہت زبردست شہ سوار تھا جو واقعہ حرّہ میں شہید ہو گیا۔ حضرت ام کلثومؓ بنت ابوبکرؓ سے دو بیٹے اور ایک بیٹی عائشہ تھی۔ آپؓ کی ایک بیٹی ام اسحاق سے حضرت امام حسنؓ نے شادی کی جس سے طلحہ نامی بیٹا ہوا۔ حضرت حسنؓ کی وفات کے بعد حضرت امام حسینؓ نے ان سے شادی کی اور ایک بیٹی فاطمہ ان سے ہوئیں۔(20)

شہادت اور فضائل

حضرت طلحہؓ عشرہ مبشرہ میں سے تھے یعنی ان دس اصحاب رسول ﷺ میں سے جن کو آپؐ نے ان کی زندگی میں جنت کی بشارت دی اور بوقت وفات انہیں پروانہ خوشنودی عطا فرمایا۔ رسول اللہ ﷺ نے آپؓ کی شہادت کی پیشگوئی کرتے ہوئے فرمایا ”جو کوئی زمین پر چلتے پھرتے شہید کو دیکھنا چاہے وہ طلحہؓ کو دیکھ لے۔“

شہادت عثمانؓ کے بعد حضرت طلحہؓ بھی ان اصحاب میں شامل تھے جو قتل عثمانؓ کا فوری انتقام لینے کے حق میں تھے۔ اسی جذباتی دور میں وہ حضرت عائشہؓ کے ساتھ جنگ جمل میں بھی شامل ہو گئے۔ لیکن جب حضرت علیؓ نے انہیں بلا کر ان کے فضائل اور سبقتوں کا ذکر کیا تو حضرت طلحہؓ بھی حضرت زبیرؓ کی طرح مقابلہ سے دستبردار ہو گئے۔ لشکر سے جدا ہو کر پچھلی صفوں میں چلے گئے اس دوران کوئی تیر ٹانگ میں لگا جس سے عرق النساء کٹ گئی اور اس قدر خون جاری ہوا کہ وفات

ہوگئی۔اس وقت آپؓ کی عمر 64 برس تھی یہ 75ھ کا واقعہ ہے۔(21)

غزوہ احد میں جب حضرت طلحہؓ رسول اللہ ﷺ کو پشت پر اٹھا کر چٹان پر لے گئے تو رسول کریمؐ نے فرمایا اے طلحہؓ! جبریلؑ آئے ہیں وہ تمہیں سلام کہتے ہیں اور وہ یہ خوشخبری دے رہے ہیں کہ قیامت کے دن تمہیں کوئی خوف نہیں ہوگا اور ہر خوف سے تمہاری حفاظت ہوگی۔(22)

حوالہ جات

1- اصابہ جز 3 ص 290، اصابہ جز 8 ص 125، استیعاب جلد 2 ص 320
2- اسد الغابہ جلد 3 ص 59
3- ابن سعد جلد 3 ص 216
4- اسد الغابہ جلد 3 ص 59
5- الاصابہ جز 3 ص 290
6- بخاری کتاب المغازی باب غزوۃ احد
7- اسد الغابہ جلد 3 ص 59
8- منتخب کنز العمال بر حاشیہ مسند جلد 5 ص 65، اسد الغابہ جلد 3 ص 59
9- ابن ہشام جلد 4 ص 171
10- ابن سعد جلد 3 ص 274
11- کامل ابن اثیر مترجم جلد 3 ص 233، طبری جلد 6 ص 2930
12- طبری جلد 6 ص 3010
13- اسد الغابہ جلد 3 ص 61
14- اسد الغابہ جلد 3 ص 59
15- ابن سعد جلد 3 ص 220
16- اسد الغابہ جلد 3 ص 61
17- ابن ماجہ کتاب تعبیر الرؤیا باب تعبیر رؤیا
18- بخاری کتاب المغازی غزوہ تبوک
19- منتخب کنز العمال بر حاشیہ مسند احمد جلد 5 ص 66
20- ابن سعد جلد 3 ص 214، اصابہ جز 3 ص 292
21- استیعاب جلد 2 ص 20-319
22- منتخب کنز العمال بر حاشیہ مسند جلد 5 ص 67

حضرت حمزہ بن عبدالمطلبؓ

نام ونسب

حضرت حمزہؓ خاندان قریش کے معزز اور صاحب وجاہت نوجوان تھے۔ سردار قریش عبدالمطلب کے صاحبزادے اور رسول اللہ ﷺ کے چچا تھے۔ آپ کی والدہ ہالہ بنت اُھیب بنوزھرہ قبیلہ سے تھیں اور رسول اللہ ﷺ کی والدہ حضرت آمنہ کی چچازاد بہن تھیں۔ حضرت حمزہؓ رسول کریمؐ کے رضاعی بھائی بھی تھے۔ ثُوَیبہ لونڈی نے دونوں کو دودھ پلایا تھا۔

حضرت حمزہؓ رسول اللہ ﷺ سے دو یا چار سال قبل پیدا ہوئے۔ اور آنحضرتؐ کے دعویٰ نبوت کے بعد ابتدائی پانچ سالوں میں دارارقم کے زمانہ میں اسلام قبول کرنے کی توفیق پائی۔ (1)

قبول اسلام

حضرت حمزہؓ کے قبول اسلام کا واقعہ بھی دلچسپ ہے۔ یہ ابتدائی مکی دور کی بات ہے وہ زمانہ مسلمانوں کیلئے سخت ابتلاؤں اور مصائب کا زمانہ تھا جس میں نبی کریم ﷺ کی ذات بھی کفار کے مظالم سے محفوظ نہ تھی۔ ایک روز تو بدبخت ابوجہل نے حد ہی کر دی۔ کوہ صفا کے نزدیک آنحضرتؐ کو دیکھ کر سخت مشتعل ہوا اور گالی گلوچ کے بعد ایذاء دہی پر اتر آیا۔ آپؐ کو ذلت اور کمزوری کے طعنے دیتا رہا اور دست درازی کی۔ رسول کریم ﷺ نے یہ سب کچھ خاموشی اور صبر سے برداشت کیا اور اپنے گھر تشریف لے گئے۔ اتفاق سے عبداللہ بن جدعان کی لونڈی یہ سارا واقعہ دیکھ رہی تھی۔ ابو جہل تو سیدھا خانہ کعبہ چلا گیا۔ تھوڑی دیر بعد حضرت حمزہؓ تیر کمان اٹھائے شکار سے واپس لوٹے۔ وہ بڑے ماہر تیر انداز اور شکار کے بہت شوقین تھے۔ بالعموم شکار سے واپس آکر وہ خانہ کعبہ کا طواف کرتے پھر کچھ دیر سرداران قریش کی مجلس میں بیٹھتے اور گھر واپس آتے۔ اس روز کوہ صفا کے پاس پہنچے ہی تھے کہ عبداللہ بن جدعان کی لونڈی نے رسول کریم ﷺ کی مظلومیت کا یہ واقعہ بڑے درد سے سنایا اور کہا کہ ابھی تھوڑی دیر پہلے آپ کے بھتیجے محمدؐ کے ساتھ ابوالحکم بن ہشام نے جو ظالمانہ

سلوک کیا کاش آپ اسے دیکھتے تو آپ کو ضرور ان پر ترس آتا۔اس نے حضورؐ کو یہاں بیٹھے دیکھا تو آپؐ کو گالیاں دینی شروع کر دیں اور جسمانی اذیت پہنچائی اور (حضرت) محمدؐ نے جواب میں کچھ بھی تو نہ کہا۔ یہ سن کر حضرت حمزہؓ کا خون کھولنے لگا وہ اسی وقت سیدھے خانہ کعبہ پہنچے اور طیش میں آکر اپنی کمان ابوجہل کے سر پر دے ماری اور اسے کہنے لگے کہ تم آنحضرتؐ کو برا بھلا کہتے اور ان پر ظلم کرتے ہو تو سن لو آج سے میں بھی اس کے دین پر ہوں اور آپؐ کا مسلک میرا مسلک ہے اگر ہمت ہے تو مجھے اس دین سے لوٹا کر دکھاؤ۔ابوجہل اس حملے سے کچھ زخمی بھی ہو گیا تھا، بنومخزوم کے بعض لوگ اس کی مدد کیلئے اٹھے لیکن ابوجہل نے انہیں روک دیا کہ مبادا اس سے کوئی بڑا فتنہ پیدا ہو۔

حضرت حمزہؓ کے قبول اسلام کے بعد قریش نے سمجھ لیا کہ اب مسلمان مضبوط ہو گئے ہیں اور وہ کچھ عرصہ ایک حد تک مسلمانوں کی ایذاء رسانی سے رکے رہے۔(2)

ہجرت مدینہ اور پہلے اسلامی علم بردار

حضرت حمزہؓ نے دیگر مسلمانوں کے ساتھ مدینہ کی طرف ہجرت فرمائی اور پہلے کلثومؓ بن ہدم کے مکان پر اور پھر سعدؓ بن خیثمہ کے ہاں قیام کیا۔ مکہ میں رسول اللہ ﷺ نے حضرت زیدؓ بن حارثہ کو حمزہؓ کا اسلامی بھائی بنایا تھا۔ مدینہ میں بھی یہ رشتہ اخوت قائم رہا۔غزوۂ احد پر جاتے ہوئے حضرت حمزہؓ نے حضرت زیدؓ کے حق میں وصیت فرمائی تھی۔(3)

مدینہ میں قریش کی نقل وحرکت اور ریشہ دوانیوں سے باخبر رہنے کیلئے نبی کریم ﷺ کو مہمات کی ضرورت پیش آئی جن میں حضرت حمزہؓ کو غیر معمولی خدمت کی توفیق ملتی رہی۔ چنانچہ اسلام کی پہلی مہم آپ کی سرکردگی میں ساحل سمندر کی طرف بھجوائی گئی تھی جس کا مقصد ابوجہل کی سرکردگی میں شام سے آنے والے قریش کے قافلہ کی نقل وحرکت کا جائزہ لینا تھا جو تین صد سواروں پر مشتمل تھا۔اس مہم میں تیس صحابہؓ حضرت حمزہؓ کی کمان میں تھے۔اسی طرح اسلام کا پہلا جھنڈا بھی حضرت حمزہؓ کو ہی عطا کیا گیا۔غزوۂ بنوقینقاع میں بھی اسلام کے علمبردار حضرت حمزہؓ ہی تھے۔(4)

خودداری اور دعا کی برکت

ہجرت مدینہ کے بعد دیگر مسلمانوں کی طرح حضرت حمزہؓ کے مالی حالات بھی دگرگوں تھے۔ حضرت عبداللہؓ بن عمر بیان کرتے ہیں کہ ایک روز انہی ایام میں حضرت حمزہؓ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ کوئی خدمت میرے سپرد فرما دیجئے تاکہ ذریعہ معاش کی کوئی صورت بھی پیدا ہو۔ نبی کریم ﷺ نے یہ پسند نہ فرمایا کہ آپ کے اقارب اس تنگی کے زمانہ میں مسلمانوں پر بوجھ ہوں۔ آپؐ نے حضرت حمزہؓ سے فرمایا کہ ''اپنی عزت نفس قائم اور زندہ رکھنا زیادہ پسند ہے یا اسے مار دینا۔'' حضرت حمزہؓ نے عرض کیا ''میں تو اسے زندہ رکھنا ہی پسند کرتا ہوں۔'' آپؐ نے فرمایا ''پھر اپنی عزت نفس کی حفاظت کرو گویا محنت وغیرہ کے ذریعہ سے کام لو۔''(5)

نبی کریم ﷺ نے اس دور میں آپ کو دعاؤں پر زور دینے کی بھی تحریک فرمائی اور بعض خاص دعائیں سکھائیں۔ چنانچہ حضرت حمزہؓ کی روایت ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا تھا کہ اس دعا کو لازم پکڑو۔ **اَللّٰھُمَّ اِنِّی اَسئَلُکَ بِاسْمِکَ الاَعظَمِ وَرِاضْوَانِکَ الاَکبَرِ** ۔یعنی اے اللہ میں تجھ سے تیرے اسم اعظم (سب سے بڑے نام) کا واسطہ دے کر سوال کرتا ہوں اور تجھ سے تیری سب سے بڑی رضامندی چاہتا ہوں۔(6)

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت حمزہؓ کو دعاؤں پر کتنا ایمان اور یقین تھا اور کیوں نہ ہوتا جبکہ ان دعاؤں ہی کی برکت سے بظاہر اس تہی دست اور تہی دامن مہاجر کو اللہ تعالیٰ نے گھر بار اور ضرورت کا سب کچھ عطا فرمایا کچھ عرصہ بعد حضرت حمزہؓ نے بنی نجّار کی ایک انصاری خاتون خولہؓ بنت قیس کے ساتھ شادی کی۔ نبی کریم ﷺ ان کے گھر میں حضرت حمزہؓ سے ملاقات کے لئے تشریف لے جایا کرتے تھے۔ حضرت خولہؓ بعد میں نبی کریم ﷺ کی اس دور کی محبت بھری باتیں سنایا کرتی تھیں۔ فرماتی تھیں ایک دفعہ آنحضرتؐ ہمارے گھر تشریف لائے میں نے عرض کیا اے خدا کے رسولؐ مجھے پتہ چلا ہے کہ آپؐ فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن آپ کو حوض کوثر عطا کیا جائے گا جو بہت

وسعت رکھتا ہوگا۔ حضور ﷺ نے فرمایا ''ہاں یہ سچ ہے۔ اور یہ بھی سن لو کہ مجھے عام لوگوں سے کہیں زیادہ تمہاری قوم انصار کا اس حوض سے سیراب ہونا پسند ہے۔'' خولہؓ کہتی تھیں میں نے حضور ﷺ کی تواضع کرتے ہوئے اپنا وہ برتن جس میں کھانا یا شائد کچھ میٹھا تیار کیا گیا تھا۔ حضور ﷺ کی خدمت میں گرم گرم پیش کر دیا۔ حضورؐ نے اس برتن میں اپنا ہاتھ ڈالا تو گرم کھانے سے آپ کا ہاتھ جل گیا۔ اس پر آپؐ نے فرمایا ''خوب!'' پھر فرمانے لگے کہ ''انسان کا بھی عجیب حال ہے اگر اسے ٹھنڈک پہنچے تو بھی کہتا ہے خوب ہے اور اگر گرمی پہنچے تو بھی ایسا ہی اظہار کرتا ہے''۔(7)

اس حدیث سے نبی کریم ﷺ کے صبر و رضا کی وہ خاص کیفیت ظاہر ہوتی ہے جو عام لوگوں میں پائی نہیں جاتی۔

غزوہ بدر میں بہادری

حضرت حمزہؓ بڑے قد آور وجیہہ اور بہادر نوجوان تھے اور انہی صفات سے آپ اپنے ماحول میں پہچانے جاتے تھے۔ حضرت حمزہؓ کی شجاعت اور بہادری کے جوہر اسلامی غزوات میں خوب کھل کر سامنے آئے۔ حضرت علیؓ غزوہ بدر کے بارے میں بیان کرتے ہیں کہ اس میں کفار کی تعداد مسلمانوں سے بہت زیادہ تھی۔ رات بھر رسول اللہ ﷺ خدا کے حضور عاجزانہ دعاؤں اور تضرعات میں مصروف رہے۔ جب کفار کا لشکر ہمارے قریب ہوا اور ہم ان کے سامنے صف آرا ہوئے تو ناگاہ ایک شخص پر نظر پڑی جو سرخ اونٹ پر سوار تھا اور لوگوں کے درمیان اس کی سواری چل رہی تھی۔ رسول کریم ﷺ نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا اے علیؓ حمزہؓ جو کفار کے قریب کھڑے ہیں انہیں بلا کر پوچھو کہ یہ سرخ اونٹ والا ان سے کیا کہہ رہا ہے۔ پھر حضور ﷺ نے فرمایا اگر ان لوگوں میں کوئی شخص انہیں خیر بھلائی کی نصیحت کر سکتا ہے تو وہ سرخ اونٹ والا شخص ہے۔ اتنی دیر میں حضرت حمزہؓ بھی آ گئے۔ انہوں نے آ کر بتایا کہ وہ سرخ اونٹ والا شخص عتبہ بن ربیعہ تھا جو کفار کو لڑائی سے منع کر رہا تھا۔ جس کے جواب میں ابوجہل نے اسے کہا کہ تم تو بزدل ہو اور لڑائی سے ڈرتے ہو۔ عتبہ

نے جوش میں آ کر کہا کہ آج دیکھتے ہیں بزدل کون ہے؟ پھر عتبہ نے مسلمانوں کو دعوت مبارزت دیتے ہوئے کہا کہ کوئی ہے جو دست بدست جنگ میں میرا مقابلہ کرے۔اب انصار مدینہ کی وفا کا بھی امتحان تھا اور انہوں نے جو عہد اپنے پیارے آقا سے باندھا تھا آج اس کی خوب لاج رکھی اور سب سے پہلے انصار عتبہ کے مقابلہ کیلئے آگے بڑھے۔(8)

عتبہ کے ساتھ اس کا بھائی شیبہ اور بیٹا ولید بھی تھا جب انصار انکے مقابلے میں آئے تو عتبہ نے پوچھا تم کون لوگ ہو انہوں نے بتایا ہم انصار مدینہ ہیں۔عتبہ کہنے لگا ہمیں تم سے کچھ غرض نہیں۔ ہم تو اپنے قبیلے کے لوگوں سے لڑنے کیلئے آئے ہیں۔اس موقع پر ہمارے آقا مولیٰ حضرت محمد مصطفیٰؐ نے قائدانہ بصیرت،کمال دانش مندی اور عالی حوصلگی کا مظاہرہ کرتے ہوئے فوراً اپنے عزیز و اقارب کو مقابلہ پر آنے کیلئے حکم فرمایا تو سب سے پہلے حضرت حمزہؓ اور حضرت علیؓ کا نام لیا۔آپؐ نے فرمایا اے حمزہؓ کھڑے ہو جاؤ اور اے علیؓ! اٹھو،اے عبیدہ! آپ مقابلے کیلئے نکلو۔حضرت حمزہؓ ارشاد رسول ﷺ کی تعمیل میں عتبہ کے مقابلے میں آگے بڑے اور اسے وہیں ڈھیر کر دیا۔(9)

حضرت ابوذرؓ قسم کھا کر کہا کرتے تھے کہ حضرت حمزہؓ اور ان کے ساتھیوں نے جس شان کے ساتھ اس دعوت مبارزت کا جواب دیا تھا۔اس کی طرف اشارہ کلام الٰہی میں بھی ہے کہ یہ دو قسم کے مدمقابل ہیں جو خدا تعالیٰ کی ذات کے بارہ میں برسر پیکار تھے۔(10)

حضرت حمزہؓ کی بہادری کا یہ عالم تھا کہ غزوہ بدر میں کفار میں دہشت ڈالنے کیلئے آپ نے شتر مرغ کا ایک پر کلغی کی طرح اپنی پگڑی میں سجا رکھا تھا جس کی وجہ سے وہ ہر جگہ نمایاں نظر آتے تھے۔حضرت عبد الرحمٰنؓ بن عوف سے روایت ہے کہ امیہ بن خلف نے مجھ سے پوچھا کہ یہ شتر مرغ کی کلغی والا شخص بدر میں کون تھا میں نے کہا رسول اللہ ﷺ کے چچا حمزہؓ بن عبد المطلب۔ وہ بولے یہی وہ شخص ہے جو ہم پر عجیب طرح تباہی و بربادی لے کر ٹوٹ پڑا تھا۔(11)

چنانچہ سر ولیم میور نے بھی اپنی کتاب لائف آف محمد میں اس کا بطور خاص ذکر کیا ہے۔کہ

حضرت حمزہؓ نے اس روز خوب بہادری کے جوہر دکھائے۔ یہ بہادرسور ما جدھر کا رخ کرتا ادھر موت کو بکھیرتا جاتا۔ بدر میں قید ہونے والے مشرک قیدیوں نے بھی گواہی دی کہ ہمارے لشکر کا سب سے زیادہ نقصان اس شتر مرغ کی کلغی والے شخص یعنی حضرت حمزہؓ نے کیا ہے۔(12)

غزوہ احد میں شجاعت

غزوہ احد میں بھی حضرت حمزہؓ نے شجاعت کے کمالات دکھائے۔ آپ کی یہ بہادری قریش مکہ کی آنکھوں میں سخت کھٹکی تھی۔ یوں بھی غزوہ بدر میں حضرت حمزہؓ کے ہاتھوں قریش کا سردار طعیمہ بن عدی مارا گیا تھا۔ اس کے عزیزوں نے اپنے غلام وحشی سے یہ وعدہ کیا کہ اگر تم ہمارے چچا کے بدلے حمزہ کو قتل کردو تو تمہیں آزاد کر دیا جائے گا۔ غزوہ احد میں سب سے پہلے مشرکین قریش کے نمائندے سباع بن عبدالعزیٰ نے دست بدست جنگ کی دعوت دی۔ سب سے پہلے خدا کا شیر حمزہؓ ہی اس کے مقابلے کیلئے آگے بڑھا اور اسے مخاطب کر کے کہا ''اے سباع! ختنے کرنے والی ام انمار کے لڑکے! کیا تو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا دشمن ہو کر آیا ہے'' اور پھر پوری قوت سے اس پر حملہ آور ہو کر اس کا کام تمام کر دیا۔(13)

الغرض احد میں عام لوگ ایک ایک تلوار سے لڑ رہے تھے مگر حضرت حمزہؓ کے ہاتھ میں دو تلواریں تھیں اور وہ آنحضرت ﷺ کے سامنے کھڑے ہو کر آپؐ کا دفاع کر رہے تھے اور یہ نعرہ بلند کر رہے تھے کہ میں خدا کا شیر ہوں۔ کبھی آپ دائیں اور بائیں حملہ آور ہوتے تو کبھی آگے اور پیچھے۔ اس حال میں آپ نے تیس کفار کو ہلاک کیا۔ حضرت جابرؓ بیان کرتے ہیں جنگ احد میں جب اچانک حملہ سے لوگ پسپا ہوئے اور اس دوران میں نے حضرت حمزہؓ کو فلاں درخت کے پاس دیکھا۔ آپؓ کہہ رہے تھے میں اللہ کے شیروں میں سے ایک شیر ہوں۔ اے اللہ! ان دشمنوں نے جو کچھ کیا میں اس سے براءت کا اظہار کرتا ہوں اور مسلمانوں کی پسپائی کیلئے معذرت خواہ ہوں۔ اچانک ایک موقعہ پر آپ کو ٹھوکر لگی اور آپ پشت کے بل گر گئے۔ وحشی آپ کی تاک میں تھا اسی وقت وہ آپ پر

حملہ آور ہوا۔(14)وحشی کا اپنا بیان ہے کہ میں ایک چٹان کے پیچھے چھپ کر حمزہؓ پر حملہ کرنے کی تاک میں تھا جونہی وہ میرے قریب ہوئے میں نے تاک کر انہیں نیزہ مارہ جوان کی ناف میں سے گزرتا ہوا پشت سے نکل گیا۔(15)

نعش کی بے حرمتی

عتبہ بن ربیعہ کی بیٹی ہند نے اپنے باپ کا انتقام لینے کیلئے (جو بدر میں حضرت حمزہؓ کے ساتھ مقابلہ کرتے ہوئے مارا گیا تھا) یہ نذر مان رکھی تھی کہ مجھے موقع ملا تو میں حمزہ کا کلیجہ چباؤں گی۔ چنانچہ حضرت حمزہؓ کی شہادت کے بعد اس نے واقعی ایسا کیا اور حضرت حمزہؓ کا کلیجہ چبا چبا کر پھینک دیا۔(16)

حضرت عبداللہؓ بن مسعود بیان کرتے ہیں کہ جنگ احد کے بعد ابوسفیان نے مسلمانوں سے مخاطب ہوکر بآواز بلند یہ اعلان کیا کہ ’’آج بدر کے دن کا بدلہ ہم نے لے لیا ہے اور تم کچھ نعشوں کا مثلہ کیا ہوا دیکھو گے، اگرچہ میں نے اس کا حکم نہیں دیا تھا لیکن یہ بات مجھے کوئی ایسی بری بھی نہیں لگی۔‘‘(17)

چنانچہ جب حضرت حمزہؓ کو دیکھا گیا تو ان کا کلیجہ نکال کر چبایا گیا تھا۔ نبی کریمؐ اس حال میں جب حضرت حمزہؓ کی نعش پر آ کر کھڑے ہوئے تو فرمانے لگے۔’’اے حمزہؓ! تیری اس مصیبت جیسی کوئی مصیبت مجھے کبھی نہیں پہنچے گی۔ میں نے اس سے زیادہ تکلیف دہ منظر آج تک نہیں دیکھا‘‘ پھر آپؐ نے فرمایا’’جبرائیل نے آ کر مجھے خبر دی ہے حمزہؓ بن عبدالمطلب کو سات آسمانوں میں ’اللہ اور اس کے رسول کا شیر‘ لکھا گیا ہے۔‘‘(18)

آپؐ نے حضرت حمزہؓ کو مخاطب کر کے فرمایا’’اللہ کی رحمتیں تجھ پر ہوں جہاں تک میرا علم ہے آپ بہت ہی صلہ رحمی کرنے والے اور نیکیاں بجالانے والے تھے اور آج کے بعد تجھ پر کوئی غم نہیں۔‘‘(19)

یہ بھی فرمایا۔ کہ قیامت کے دن حمزہؓ شہداء کے سردار ہوں گے۔ میں نے فرشتوں کو حمزہؓ کو غسل دیتے دیکھا ہے۔(20)

حضرت علیؓ اور زبیرؓ متذبذب تھے کہ حمزہؓ کی بہن صفیہؓ کو اس اندوہناک صدمے کی اطلاع کیسے کی جائے تب رسول کریم ﷺ نے حضرت صفیہؓ کے صبر کیلئے دعا کی چنانچہ انہوں نے کمال صبر کا مظاہرہ کیا۔(21)

حضرت حمزہؓ کا کفن

حضرت زبیرؓ بیان کرتے ہیں کہ احد کے دن جنگ کے بعد میں نے دیکھا کہ ایک عورت بڑی تیزی سے شہداء کی نعشیں دیکھنے کیلئے جارہی ہے۔ نبی کریم ﷺ نے پسند نہ فرمایا کہ وہ عورت یہ وحشت ناک منظر دیکھے اور ارشاد فرمایا کہ اسے روکو۔ زبیرؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے غور سے دیکھا میری والدہ صفیہ تھیں۔ میں دوڑتے ہوئے انکے شہداء تک پہنچنے سے پہلے ان تک پہنچ گیا۔ وہ ایک تنومند بہادر خاتون تھیں مجھے دیکھتے ہی دھکا دے کر پیچھے ہٹا دیا اور کہا پیچھے ہٹو میں تمہاری کوئی بات نہیں مانوں گی۔ میں نے عرض کیا کہ خدا کے رسول ﷺ نے آپ کو روکنے کیلئے فرمایا ہے۔ زبیرؓ کہتے ہیں تب وہ وہیں رک گئیں اور دو چادریں جو اپنے ساتھ لائیں تھیں نکال کر مجھے دیں اور کہنے لگیں یہ دو کپڑے میں اپنے بھائی حمزہؓ کے کفن کیلئے لائی ہوں، ان میں اسے کفن دینا۔ ہم ان چادروں میں حمزہؓ کو کفن دینے لگے۔ تو اچانک ہماری نظر حمزہؓ کے پہلو میں پڑے ہوئے اپنے ایک مسلمان انصاری بھائی پر پڑی جو جنگ میں شہید ہوا تھا اور اس کی نعش کا بھی مثلہ کیا ہوا تھا۔ ہمیں اس بات سے بہت حیاء آئی کہ ہم حمزہؓ کو تو دو چادروں کا کفن دیں اور انصاری کو بے کفن ہی دفن کر دیں۔ چنانچہ ہم نے فیصلہ کیا کہ ایک چادر سے انصاری کو کفن دیتے ہیں۔ اب مشکل یہ آن پڑی کہ ایک چادر بڑی تھی اور ایک چھوٹی تھی چنانچہ ہم نے قرعہ ڈالا اور جس کے قرعہ میں جو چادر نکلی اس میں اس کو کفن دیا۔(22)

کفن کے بعد نبی کریمؐ نے سب سے پہلے حضرت حمزہؓ کیلئے دعائے مغفرت کی۔(23)

حضرت حمزہؓ کے ساتھ ایک انصاری کا جنازہ رکھا گیا تھا۔ پھر ان کو اٹھا کر ایک اور میت کو ان کے پہلو میں رکھا گیا اور نبی کریم ﷺ ان کیلئے دعائے مغفرت کرتے رہے۔ پھر ان کو اٹھا کر ایک اور میت کو حمزہؓ کے پہلو میں رکھا گیا اور نبی کریم ﷺ ان کیلئے دعائے مغفرت کرتے رہے۔ اس طرح اس روز ستر مرتبہ رسول کریم ﷺ نے دعائے مغفرت کی اور حضرت حمزہؓ کی میت ہر دفعہ حضورؐ کے سامنے رہی۔(24)

رسول اللہ ﷺ کے چچا اور مسلمانوں کے اس بہادر سردار حضرت حمزہؓ کی تدفین جس بے کسی اور کسمپرسی کے عالم میں ہوئی۔ صحابہ بڑے دکھ کے ساتھ اس کا تذکرہ کیا کرتے تھے۔ حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ جس چادر میں حمزہؓ کو کفن دیا گیا تھا وہ اتنی چھوٹی تھی کہ سر کو ڈھانکتے تھے تو ان کے پاؤں ننگے ہو جاتے تھے جب پاؤں پر ڈالتے تھے تو سر ننگا ہو جاتا تھا۔ بعد میں فراخی کے دور میں حضرت خبابؓ وہ تنگی کا زمانہ یاد کر کے کہا کرتے تھے کہ حضرت حمزہؓ کا کفن ایک چادر تھی وہ بھی پوری نہ ہوتی تھی چنانچہ سر کو ڈھانک کر پاؤں پر گھاس ڈالی گئی تھی۔(25)

حضرت عبدالرحمان بن عوفؓ کا بھی اسی قسم کا واقعہ ہے کہ ایک دفعہ روزہ سے تھے افطاری کے وقت پر تکلف کھانا پیش کیا گیا جسے دیکھ انہیں عسرت کا زمانہ یاد آ گیا اور کہنے لگے حمزہؓ ہم سے بہتر تھے مگر انہیں کفن کی چادر بھی میسر نہ آسکی تھی، اب یہ آسائشیں دیکھ کر اندیشہ ہوتا ہے کہ کہیں ہمارے اجر ہمیں اسی دنیا میں تو نہیں دے دیئے گئے۔ یہ کہہ کر رونے لگے اور کھانا ترک کر دیا۔(26)

حضرت حمزہؓ کی شہادت کا غم اور دعائے رسول ﷺ

حضرت حمزہؓ کی جدائی مسلمانوں کے لئے یقیناً ایک بہت بڑا صدمہ تھا لیکن غزوۂ احد میں تو ستر انصاری اور مہاجر شہید ہوئے تھے۔(27) اور یوں انصار مدینہ کے گھروں میں صف ماتم بچھی ہوئی تھی۔ آنحضرت ﷺ نے اس موقع پر کمال حکمت عملی اور علم النفس کے باریک نکتہ سے انصار مدینہ کو ان کے اپنے صدمے بھلا کر ان کے رخ حضرت حمزہؓ کی شہادت کے عظیم قومی صدمے

کی طرف موڑ دیئے اور پھر اپنے صبر کا نمونہ دکھاتے ہوئے انہیں نہایت خوبصورت انداز میں صبر کی تلقین بھی فرمادی۔

حضرت عبداللہؓ بن عمر کی روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ جب احد سے واپس لوٹے تو آپ نے سنا کہ انصار کی عورتیں اپنے خاوندوں پر روتی اور بین کرتی ہیں۔ آپؐ نے فرمایا کہ ''کیا بات ہے؟ حمزہؓ کو کوئی رونے والا نہیں۔'' انصار کی عورتوں کو پتہ چلا کہ وہ حضرت حمزہؓ کی شہادت پر بین کرنے کیلئے اکٹھی ہوگئیں۔ تب نبی کریم ﷺ نے ان کو ہدایت فرمائی کہ ''وہ اپنے گھروں کو واپس لوٹ جائیں اور آج کے بعد کسی مرنے والے کا ماتم اور بین نہ کریں۔'' (28)

اس طرح آنحضرت ﷺ نے نہایت پر حکمت طریق سے انصار کی عورتوں کے جذبات کا بھی خیال رکھا اور انہیں اپنے خاوندوں اور بھائیوں کی جدائی پر ماتم سے روکنے کی بجائے حضرت حمزہؓ کے عظیم اور قومی صدمہ کی طرف توجہ دلائی جس کا سب سے بڑھ کر غم آپؐ کو تھا اور پھر حمزہؓ پر ماتم اور بین نہ کرنے کی تلقین فرما کر اپنا نمونہ پیش کر کے انہیں صبر کی مؤثر تلقین فرمائی۔

جہاں تک حضرت حمزہؓ کی جدائی کے غم کا تعلق ہے وہ آنحضرت ﷺ کو آخر دم تک رہا۔ چنانچہ حضرت حمزہؓ کا قاتل وحشی جب طائف کے سفارتی وفد میں شامل ہو کر آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اسلام قبول کیا تو حضورؐ نے اس سے پوچھا کہ تمہارا نام وحشی ہے اس نے اثبات میں جواب دیا۔ آپؐ نے فرمایا کیا ''تم نے حضرت حمزہؓ کو قتل کیا تھا۔'' وحشی نے عرض کیا کہ یہ بھی درست ہے۔ اس پر حضرت رسول اللہ ﷺ نے صرف اتنا فرمایا کہ ''کیا یہ ممکن ہے کہ تم میرے سامنے نہ آیا کرو'' (کہ تمہیں دیکھ کر مجھے اپنے محبوب چچا کی یاد آئے گی) (29)

بوقت شہادت حضرت حمزہؓ کی عمر انسٹھ سال تھی (30) رسولؐ اللہ نے خدا اور اس کے رسول کے شیر کا خطاب دیا اور بلاشبہ وہ اس لائق تھے جیسا کہ کعبؓ بن مالک نے ان کی شہادت پر اپنے مرثیہ میں کہا تھا۔ ''میری آنکھیں آنسو بہاتی ہیں اور حمزہؓ کی موت پر انہیں رونے کا بجا طور پر حق بھی

ہے مگر خدا کے شیر کی موت پر رونے دھونے اور چیخ وپکار سے کیا حاصل ہوسکتا ہے وہ خدا کا شیر حمزہؓ کہ جس صبح وہ شہید ہوا دنیا کہہ اٹھی کہ شہید تو یہ جواں مرد ہوا ہے۔'' اور آج ہمارے دل کی یہ آواز ہے۔

شہید حق کی نعش پہ نہ سر جھکا کے رویئے
وہ آنسوؤں کو کیا کرے لہو سے منہ جو دھو چکا

اے خدا کے شیر! اے شہید حق وصداقت آپ پر سلام، ہزاروں سلام!

حوالہ جات

1- الاصابہ جز نمبر 2 ص 37
2- مجمع الزوائد جلد 9 ص 267، سیرت ابن ہشام جلد نمبر 2 ص 48
3- ابن سعد جلد نمبر 3 ص 9
4- ابن سعد جلد نمبر 3 ص 9,10
5- مسند احمد جلد نمبر 2 ص 175
6- اصابہ جز نمبر 2 ص 37
7- مسند احمد جلد نمبر 2 ص 410
8- مسند احمد جلد نمبر 1 ص 117
9- ابوداؤد کتاب الجہاد باب فی المبارزہ
10- بخاری کتاب المغازی باب قتل ابوجہل
11- ابن سعد جلد 3 ص 10، مجمع الزوائد جلد 6 ص 81
12- اسد الغابہ فی جلد 2 ص 46 بیروت
13- بخاری کتاب المغازی باب قتل حمزہؓ
14- ابن سعد جلد نمبر 3 ص 12، مستدرک حاکم جلد 3 ص 199
واصابہ جز نمبر 2 ص 37

15- بخاری کتاب المغازی باب قتل حمزہؓ

16- ابن سعد جلد نمبر 3 ص 12

17- مسند احمد جلد نمبر 1 ص 463 بیروت

18- ابن ہشام جلد نمبر 3 ص 171

19- منتخب کنز العمال بر حاشیہ مسند جلد 5 ص 169 ابن سعد جلد نمبر 3 ص 13

20- منتخب کنز العمال بر حاشیہ مسند جلد 5 ص 169 ابن سعد جلد نمبر 3 ص 16

21- ابن سعد جلد نمبر 3 ص 14

22- مسند احمد جلد نمبر 1 ص 117

23- ابن سعد جلد نمبر 3 ص 11

24- مسند احمد جلد نمبر 1 ص 3,4

25- مسند احمد جلد 2 ص 396

26- بخاری کتاب الجنائز باب اذا لم یوجد الثوب

27- ابن سعد جلد 3 ص 17

28- مسند احمد جلد 2 ص 84

29- بخاری کتاب المغازی باب قتل حمزہ

30- ابن سعد جلد 3 ص 10

حضرت عباسؓ بن عبدالمطلب

نام ونسب

دراز قد خوبصورت شکل گورا رنگ ، یہ تھے رسول خداﷺ کے چچا حضرت عباسؓ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبدمناف، جوعمر میں آپؐ سے دوتین سال ہی زیادہ تھے۔ان کی والدہ نتیلہ بنت خباب بن کلیب وہ پہلی خاتون تھیں جنہوں نے خانہ کعبہ کوریشمی غلاف چڑھایا۔کنیت ابوالفضل تھی۔ زمانہ جاہلیت سے قریش کے رؤسأ میں سے تھے۔ بنو ہاشم کے سپرد بیت اللہ کی ''خدمت سقایہ''یعنی حاجیوں کو پانی پلانا اور''عمارۃ المسجد الحرام''یعنی بیت اللہ کی آبادی اور قیام امن انہوں نے ورثہ میں پائی۔ دیگر تمام سرداران قریش اس خدمت میں حسب معاہدہ ان کے معاون و مددگار ہوتے تھے۔اس لحاظ سے مکہ میں ایک شرف کا مقام انہیں حاصل تھا۔(1)

قبول اسلام اور تائید ونصرت

بالعموم حضرت عباسؓ کا زمانہ اسلام ان کی ہجرت مدینہ کے وقت خیال کیا جاتا ہے جو فتح مکہ سے معاً پہلے ہوئی لیکن فی الواقعہ انہوں نے مکہ میں بہت ابتدائی زمانہ میں اپنی بیوی ام الفضلؓ کے ساتھ ہی اسلام قبول کر لیا تھا۔مگر بیت اللہ کی اہم خدمات کی سعادت اور مکہ میں مسلمانوں کے مفادات کی حفاظت کیلئے حضرت عباسؓ کا مکہ رہنا ایک دینی ضرورت تھی۔ چنانچہ وہ رسول اللہﷺ کے ارشاد کے مطابق مکہ میں ہی رہ کر اہم خدمات بجالاتے رہے۔

حضرت عباسؓ کے صاحبزادے حضرت عبداللہؓ کی روایت ہے کہ ان کے والد حضرت عباسؓ ہجرت مدینہ سے قبل اسلام قبول کر چکے تھے دوسری روایت کے مطابق ام الفضلؓ کے ساتھ حضرت عباسؓ نے اسلام قبول کیا تھا۔

اس دوسری روایت کی تائید رسول اللہﷺ کے آزاد کردہ غلام ابورافعؓ نے بھی کی ہے میں حضرت عباسؓ کا غلام تھا اور ان کے سارے گھرانے بشمول حضرت عباسؓ ان کی بیوی ام الفضلؓ اور میں نے آغاز میں اسلام قبول کر لیا تھا۔مگر عباسؓ کو(اپنے منصب کی وجہ سے) قوم قریش سے

خدشات تھے اور وہ ان کی اعلانیہ مخالفت پسند نہیں کرتے تھے اس لئے انہوں نے اپنا اسلام مخفی رکھا۔(2)

ام الفضلؓ مکہ میں حضرت خدیجہؓ کے معاً بعد اسلام لائی تھیں۔ رسول اللہ ﷺ ان کے گھر تشریف لے جاتے اور آرام فرماتے تھے۔(3)

ابتدائی زمانہ میں حضرت عباسؓ کے قبول اسلام کیلئے حضرت عمرؓ کی کوششوں کا بھی ذکر ملتا ہے جو بالآخر کامیاب ہوئیں۔ حضرت عمرؓ ان سے اپنی دوستی کی وجہ سے کہتے تھے کہ ''آپ مسلمان ہو جائیں آپ کا قبول اسلام مجھے اپنے باپ خطاب کے اسلام سے بھی زیادہ محبوب ہے۔'' چنانچہ جب حضرت عباسؓ نے اسلام قبول کیا تو رسول اللہ ﷺ بھی بہت خوش ہوئے۔ آپ کے آزاد کردہ غلام ابورافعؓ کا بیان ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو حضرت عباسؓ کے قبول اسلام کی خبر دی جس پر خوش ہو کر رسول کریم ﷺ نے انہیں آزاد کر دیا۔(4)

پس رسول اللہ ﷺ کی ہجرت مدینہ کے بعد مکہ میں حضرت عباسؓ کا قیام رسول کریم ﷺ کی اجازت خاص کے ماتحت تھا۔ چنانچہ حضرت ابن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ ہجرت کے بعد مکہ میں کوئی خبر رسول اللہ ﷺ پر مخفی نہیں رہتی تھی۔ حضرت عباسؓ سب حالات آپ کو لکھ کر بھجواتے تھے۔ نیز ان کی موجودگی سے مکہ میں پیچھے رہ جانے والے مسلمانوں کو مدد اور تقویت حاصل ہوتی تھی۔ حضرت عباسؓ رسول اللہ ﷺ سے مدینہ آنے کی اجازت طلب کرتے رہتے تھے۔ مگر رسول کریم ﷺ نے آپ کو یہی لکھا کہ ''آپ کا وہاں ٹھہرنا عمدہ جہاد ہے'' چنانچہ وہ رسولؐ اللہ کے ارشاد پر مکہ ٹھہرے رہے۔(5)

رسول اللہ ﷺ کی ہجرت مدینہ سے قبل حضرت عباسؓ کے قبول اسلام کی روایت دیگر تاریخی شواہد کی روشنی میں زیادہ قرین قیاس معلوم ہوتی ہے۔

چنانچہ شعب ابی طالب کے زمانہ میں حضرت عباسؓ نے رسول کریم ﷺ کا کھل کر ساتھ دیا اور آپ کے ساتھ تین سال تک وہاں محصور رہے جبکہ بنو ہاشم میں سے بعض دیگر ابولہب وغیرہ کھل کر مخالفت کرتے رہے۔ شعب ابی طالب کے دوران رسول کریم ﷺ نے اپنی چچی ام الفضلؓ کو بیٹے

کی بشارت دی انہوں نے حضرت عباسؓ کو جا کر بتایا تو وہ نبی کریمؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔حضورؐ نے ان کی پیشانی کا بوسہ لیا اپنے دائیں بٹھایا اور فرمایا ''یہ میرے چچا ہیں جو چاہے وہ اپنا ایسا چچا مقابلہ پر لائے۔'' حضرت عباسؓ نے جھینپتے ہوئے عرض کیا یا رسولؐ اللہ! حضورؐ نے فرمایا ''میں یہ کیوں نہ کہوں جبکہ آپ میرے چچا اور میرے والد کی نشانی ہیں اور چچا بھی والد ہوتا ہے'' پھر محاصرہ شعب ابی طالب کے دوران ہی ام الفضلؓ کے ہاں جو بیٹا پیدا ہوا،اس کا نام آپؐ نے عبداللہ رکھا اور خود اسے گڑتی دی۔(6)

ابو طالب کی وفات کے بعد مدینہ ہجرت سے قبل رسول اللہ ﷺ کا قابل اعتماد ٹھکانہ حضرت عباسؓ کا گھر تھا جہاں ذوالحجہ 12ھ میں انصار کے نمائندوں نے آکر ملاقات کی اور حضرت عباسؓ کے مشورہ سے ہی حج کے بعد منیٰ کی رات ایک پہاڑی گھاٹی میں مخفی اور محدود ملاقات طے ہوئی۔عقبہ میں بارہ انصار کی اس پہلی بیعت سے قبل رسولؐ اللہ کے خیر خواہ اور نمائندہ کے طور پر حضرت عباسؓ ہی شریک ہوئے۔انہوں نے انصار سے کھل کر یہ بات کی کہ آپ لوگ رسول کریمؐ کو اپنے ہاں آنے کی دعوت دے رہے ہیں،اور محمدؐ ہم میں سب سے معزز اور قابل احترام ہیں۔قبیلہ ان کی مکمل حفاظت کرتا ہے۔اب تمہارا ان کو مدینہ لے کر جانا پورے عرب سے کھلم کھلا اعلان جنگ ہوگا۔کیا تم اس کی طاقت رکھتے ہو۔ جب انصار مدینہ نے اپنے دلی جذبات کا مخلصانہ اظہار کیا اور رسولؐ اللہ کی اطاعت ووفا اور حفاظت کا یقین دلایا تو نبی کریمؐ نے کچھ وعظ کرنے کے بعد ان کی بیعت لی۔اس بیعت میں بھی حضرت عباسؓ نہ صرف شامل ہوئے بلکہ ابن سعد کی روایت ہے کہ انہوں نے اس تاریخی بیعت کے وقت رسولؐ اللہ کا ہاتھ میں ہاتھ دے کر اپنا عہد بیعت از سرنو تازہ کیا۔

بعد کے زمانہ میں جب انصار مدینہ میں یہ سوال اٹھا کہ اس موقع پر سب سے پہلے کس نے بیعت کی تھی؟ تو سب کی رائے ہوئی کہ حضرت عباسؓ سے پوچھا جائے انہوں نے اپنے ساتھ جن انصار کے حق میں بالترتیب رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ میں ہاتھ دینے کی گواہی دی وہ حضرت براءؓ، حضرت ابوالہیثمؓ اور حضرت اسعدؓ تھے۔(7)

اگلے سال حج کے موقع پر پھر ستر انصار جب اسی گھاٹی میں اکٹھے ہوئے اور بیعت عقبہ ثانیہ

ہوئی تو صرف حضرت عباسؓ رسول کریم ﷺ کے ہمراہ تھے۔ آپؐ نے انصار سے فرمایا کہ ''مشرکین کے جاسوس تمہارے پیچھے ہیں۔ اس لئے تمہارے نمائندے مختصر بات کریں تا کہ مشرک تمہیں کوئی نقصان نہ پہنچا سکیں۔''(8)

حضرت عباسؓ کے اخفائے اسلام کی حکمت عملی

ابن اسحاق کی کعب بن مالکؓ سے یہ روایت محل نظر ہے کہ بیعت عقبہ کے وقت حضرت عباسؓ اپنے دین پر تھے اور محض اپنے بھتیجے کی تائید کیلئے آئے تھے۔(9) امر واقعہ یہ ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی تائید کیلئے آئے تھے اور ابن اسحاق کی یہ رائے حضرت عباسؓ کے اسلام مخفی رکھنے کی وجہ سے ہے۔ کیونکہ اس شدید مخالفت کے زمانہ میں ان کی یہی حکمت عملی رہی، انہوں نے اہل مدینہ کو عقبہ کی رات بھی توجہ دلاتے ہوئے کہا تھا کہ ''آج رات مکے والوں نے جاسوس چھوڑ رکھے ہیں تم اپنی سواریوں کی گھنٹیاں بھی اتار دینا اور بیعت کے بعد اپنا معاملہ مخفی رکھنا۔ ورنہ مجھے تمہارے بارے میں خوف ہے۔'' چنانچہ اہل مدینہ نے حضرت عباسؓ سے یہ سب کچھ مخفی رکھنے کا وعدہ کیا۔(10)

عقبہ ثانیہ کے بعد کفار مکہ کے سخت ردعمل سے بھی حضرت عباسؓ کے اخفاء کی حکمت سمجھ آجاتی ہے۔ رسول کریمؐ نے لیلۃ العقبہ میں حضرت عباسؓ کی مکمل تائید وحمایت کو ہمیشہ یاد رکھا۔ آپؐ فرماتے تھے ''اس رات میرے چچا عباسؓ کے ذریعہ میری تائید ونصرت کی گئی۔''(11)

حضرت عباسؓ اپنے مخفی اسلام کی وجہ سے ہی جنگ بدر میں پہلے پہل لشکر کفار میں شامل نہیں ہوئے جب لشکر مرّ الظہر ان مقام پر پہنچا تو ابوجہل نے کہا کہ بنو ہاشم کے لوگوں کا اس لشکر میں شامل نہ ہونا فتح یا شکست دونوں صورتوں میں تمہارے لئے نقصان دہ ہے۔ پس جیسے بھی ہو ان کو اس جنگ میں ضرور شامل کرو خواہ زبردستی نکال کر ساتھ لے آؤ۔ چنانچہ اہل مکہ واپس جا کر حضرت عباسؓ اور دیگر افراد بنو ہاشم کو ساتھ لائے اور انہیں لشکر کفار میں شامل کیا۔(12)

ادھر رسول کریم ﷺ کو بھی اس کی اطلاع ہوگئی۔ چنانچہ حضرت عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے بدر کے دن اپنے اصحاب سے فرمایا ''مجھے خوب علم ہے کہ بنی ہاشم وغیرہ کے بعض لوگ مجبوراً جنگ کیلئے مکہ سے نکالے گئے ہیں۔ ہمیں ان سے جنگ کی ضرورت نہیں۔ اسلئے جو

عباس، طالب، عقیل اور نوفل کو جنگ میں پائے انہیں قتل نہ کرے۔" (13)

بنو ہاشم کے مجبوراً جنگ میں شامل ہونے کے باوجود قریش کو اندیشہ ہائے دور و دراز تھے کہ وہ کہیں رسولؐ اللہ کی تائید کرتے ہوئے انہیں نقصان نہ پہنچا دیں۔ چنانچہ انہوں نے دوران جنگ بنو ہاشم کو حکیم بن حزام کے زیر نگرانی ایک الگ خیمہ میں رکھنے کا احتیاطی انتظام کیا تھا۔ پھر جنگ کے دوران جب حضرت عباسؓ اور عقیلؓ کو عبیدؓ بن اوس انصاری نے گرفتار کیا تو رسول کریم ﷺ نے اس پر خوشی کا اظہار کیا کہ ان کی جانیں بچ گئیں اور عبیدؓ کو فرمایا کہ ان دونوں کی (صحیح سالم) گرفتاری کیلئے فرشتے نے تمہاری مدد کی ہے۔ (اس سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول کریم ﷺ ان کی حفاظت کیلئے دعائیں کر رہے تھے)۔

جنگ کے بعد حضرت عباسؓ نے پھر واپس مکہ جا کر اپنے مفوضہ فرائض انجام دینے تھے۔ اسلئے ضروری تھا کہ ان کے اخفائے اسلام کی حکمت عملی جاری رکھتے ہوئے ان سے دیگر کفار قیدیوں جیسا معاملہ کیا جائے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت عباسؓ سے دیگر قیدیوں کا سا سلوک کرتے ہوئے رسیوں میں جکڑ کر باندھا گیا۔ رسول کریم ﷺ کو اپنے مسلمان چچا کے قید میں جکڑے ہونے کی حالت میں کراہنے کی آواز سن کر بے چینی سے نیند نہیں آ رہی تھی۔ صحابہ کو خبر ہوئی تو انہوں نے حضرت عباسؓ کے بندھن ڈھیلے کر دئے۔ رسول کریم ﷺ کو پتہ چلا تو فرمایا کہ سب قیدیوں کے بندھن ڈھیلے کر دو۔ رہائی کیلئے حضرت عباسؓ سے فدیہ کا مطالبہ بھی اسی لئے تھا کہ انہیں دیگر قیدیوں جیسا ہی سمجھا جائے۔ اس پر وہ خود تعجب سے کہہ اٹھے "یا رسولؐ اللہ! میں تو دل سے مسلمان ہوں۔ مجھے مجبوراً جنگ میں لایا گیا ہے۔" نبی کریمؐ نے کیا پر حکمت جواب دیا فرمایا "اللہ آپ کے اسلام کو جانتا ہے اور اگر یہ سچ ہے تو اللہ تعالیٰ آپؓ کو ضرور اس کی جزا عطا کرے گا۔ مگر ہم تو ظاہر پر فیصلہ کریں گے اسلئے آپ اپنا فدیہ ادا کریں۔" چنانچہ ان سے 20 اوقیہ سونا فدیہ لیا گیا۔ یہ ایک مضبوط حکمت عملی تھی تا کہ اس کے بعد بھی حضرت عباسؓ مکہ میں رہ کر رسول اللہ ﷺ کیلئے کام کر سکیں۔ بعض صحابہ نے اس حکمت کو نہ سمجھتے ہوئے، حضرت عباسؓ کے مسلمان ہونے کے ناطہ سے رسول کریمؐ سے درخواست بھی کی کہ حضرت عباسؓ کا فدیہ معاف کر دیا جائے لیکن رسول کریمؐ نے بوجوہ یہ درخواست قبول نہیں

فرمائی۔(14)

اللہ تعالیٰ کی عجیب شان ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے مذکورہ بالا فرمان کے مطابق اس کے بعد حضرت عباسؓ کو اس فدیہ سے کئی گنا زیادہ مال عطا کرنے کے سامان ہوئے۔جیسا کہ اسیران بدر کے بارہ میں سورۃ انفال کی آیت 71 میں بھی وعدہ تھا۔حضرت ابن عباسؓ کی روایت ہے کہ یہ آیت حضرت عباسؓ اور دیگر اسیران بدر کے بارہ میں اتری تھی کہ ''اے نبی! تمہارے ہاتھ میں جو قیدی ہیں انہیں کہہ دے کہ اگر اللہ تمہارے دلوں میں ''خیر'' معلوم کرے گا تو جو (فدیہ) تم سے لیا گیا ہے اس سے بہتر تمہیں عطا کرے گا اور تمہیں بخش دے گا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

خود حضرت عباسؓ بیان کرتے تھے کہ مجھ سے بیس اوقیہ سونا فدیہ لیا گیا تھا اس کی جگہ اللہ تعالیٰ نے مجھے بیس غلام عطا کئے جن میں سے ہر ایک کی قیمت بیس اوقیہ تھی۔پھر اللہ تعالیٰ نے مجھے زمزم عطا کیا جو مکہ کے سب اموال سے بڑھ کر مجھے عزیز ہے۔(ابولہب کی موت کے بعد یہ ذمہ داری براہ راست حضرت عباسؓ کے حصہ میں آئی تھی) اور اب میں اپنے رب سے اس آیت میں کئے گئے آخری وعدہ مغفرت کا امیدوار ہوں۔

فتح بحرین کے بعد جب اموال غنیمت آئے تو رسول کریم ﷺ نے حضرت عباسؓ سے کہا کہ اس میں سے جتنا چاہیں لے لیں حضرت عباسؓ نے ایک گٹھڑی بنالی جو اتنی بھاری تھی کہ اکیلے اٹھا نہ سکے اور رسول کریمؐ سے کہا کہ اٹھوا دیں۔حضورؐ مسکرائے اور فرمایا کہ گٹھڑی کو ہلکا کر کے جتنی طاقت ہے اتنا خود ہی اٹھائیں۔حضرت عباسؓ یہ مال لے کر کہتے جاتے تھے کہ اللہ کا وعدہ تھا جو پورا ہوا کہ ''جو تم سے لیا اس سے بہتر دے گا۔''(15)

غزوات میں شرکت

بدر کا بدلہ لینے کیلئے کفار مکہ نے اگلے سال پھر جنگ کی تیاری کی اور احد کا معرکہ پیش آیا۔جس کیلئے تین ہزار کا لشکر لے کر وہ مکہ سے نکلے جس میں تین ہزار اونٹ سات سو زرہ پوش اور دو سو گھڑ سوار تھے،حضرت عباسؓ نے یہ تیاریاں دیکھیں تو بنی غفار کا ایک شخص اس شرط سے اجرت پر لیا کہ وہ ان کا خط تین دن کے اندر رسول کریم ﷺ کو مدینہ پہنچائے۔اس میں اطلاع تھی کہ قریش کا تین ہزار کا

مسلح لشکر مدینہ کی طرف روانہ ہو چکا ہے آپ اپنا انتظام کرلیں قباء میں حضورؐ کو یہ خط ملا آپ نے فوری طور پر صحابہؓ سے مشورہ کیا۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے نواح مدینہ کے حالات معلوم کرنے کیلئے کچھ لوگ مقرر کر دئے جو آپؐ کو تازہ خبر پہنچاتے رہیں اور مدینہ کی حفاظت اور پہرہ کا سلسلہ شروع کر دیا گیا اور بالآخر مسلمانوں کے مشورے سے مدینہ کے باہر جا کر دشمن کے مقابلہ کا فیصلہ کیا گیا اور احد میں یہ معرکہ پیش آیا۔ اس طرح حضرت عباسؓ کی بروقت اطلاع سے مدینہ اچانک حملہ سے محفوظ رہا۔(16)

فتح خیبر کے موقع پر حضرت عباسؓ مکہ میں ہی تھے۔ ایک شخص حجاج نامی نے مسلمانوں کی شکست کی خبر اڑا دی۔ حضرت عباسؓ سخت پریشان ہوئے۔ بعد میں خیبر کی فتح کا علم ہوا تو رسول کریمؐ سے ملاقات کیلئے مکہ سے روانہ ہوئے۔ چنانچہ رسول کریم ﷺ سے جحفہ مقام پر ان کی ملاقات ہوئی۔ نبی کریمؐ نے حضرت عباسؓ کو غنیمت خیبر سے حصہ عطا فرمایا اور دوسو وسق (قریباً نو صد من) کھجور سالانہ بھی مقرر فرمائی۔ اس کے بعد حضرت عباسؓ جملہ غزوات فتح مکہ، حنین، طائف اور تبوک میں رسول کریمؐ کے ساتھ شریک رہے۔(17)

سفر فتح مکہ میں جب حضرت عباسؓ کی جحفہ میں رسول کریم ﷺ سے ملاقات ہوئی تو آپ نے فرمایا **يَا عَمِّ اِنَّکَ خَاتَمُ الْمُهَاجِرِينَ فِي الْهِجْرَةِ كَمَا اَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّنَ فِي النُّبُوَّةِ**(18) کہ اے میرے چچا! آپ ہجرت میں اسی طرح خاتم المہاجرین ہیں جس طرح میں نبوت میں خاتم النبین ہوں۔ گویا حضرت عباسؓ کا ارادہ ہجرت کے باوجود رسولؐ اللہ کے ارشاد پر مکہ میں رہ کر اہم ذمہ داریاں ادا کرنا آپ کی ہجرت کی شان بڑھا گیا کہ آپ سب مہاجرین میں ہجرت کے لحاظ سے بلند مرتبہ اور افضل ٹھہرے۔ اس موقع پر خاتم کے معنے بھی خوب کھل کر سامنے آ گئے کہ اس سے محض زمانی لحاظ سے آخری فرد مراد نہیں ہوتا بلکہ فضیلت و مرتبت میں آخری کا مفہوم ہوتا ہے ورنہ حضرت عباسؓ کے بعد ہمیشہ کیلئے ہجرت کا خاتمہ اور مہاجر کا لقب ممنوع ماننا پڑے گا۔ جو خلاف واقعہ ہے۔

فتح مکہ کی رات جب حضرت عمرؓ گشت کے دوران ابوسفیان کو گرفتار کر لائے تو حضرت عباسؓ

نے اسے پناہ دی اور یوں مکہ کی قیادت اس طرح ٹوٹ گئی کہ فتح مکہ کے موقع پر کفار کی طرف سے کوئی بڑی مزاحمت نہ ہوسکی۔

غزوہ حنین میں حضرت عباسؓ رسول اللہ ﷺ کے شانہ بشانہ ہو کر لڑے۔ان کا اپنا بیان ہے کہ ''میں اور رسول اللہ ﷺ کے چچا ابوسفیان بن حارث آپؐ کے ساتھ چمٹے رہے اور آپؐ سے کسی حال میں جدا نہیں ہوئے۔حضورؐ سفید خچر پر سوار تھے۔حضرت عباسؓ نے اس کی لگام تھام رکھی تھی۔ بنوہوازن کے تیراندازوں کے اچانک حملہ سے مسلمانوں میں بھگدڑ مچ گئی۔حضرت عباسؓ جو بلند آواز تھے وہ کمال حکمت سے جوش دلا کر اصحاب رسول ﷺ کو آواز دینے لگے کہ کہاں ہیں حدیبیہ کے موقع پر بیعت کرنے والے؟ حضرت عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ میری اس آواز پر صحابہ میدان میں اس طرح واپس پلٹے جیسے گائے اپنے بچے کی آواز پر پلٹتی ہے۔وہ لبیک لبیک کہتے ہوئے آئے اور کفار سے ڈٹ کر مقابلہ کرنے لگے۔پھر حضرت عباسؓ نے انصار کو آواز دی۔پھر باری باری ان کے قبائل کے نام لے کر بلایا یہاں تک کہ میدان جم گیا اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ''اب میدان جنگ خوب تپ گیا ہے۔'' پھر آپؐ نے کنکروں کی مٹھی لے کر کفار پر پھینکی اور فرمایا ''محمد ﷺ کی قسم اب یہ پسپا ہو گئے۔''(19)

مقام وفضائل

رسول کریم ﷺ حضرت عباسؓ کی بہت عزت اور اکرام فرماتے تھے۔آپؐ نے فرمایا ''عباسؓ میرے بقیہ آباؤ اجداد میں سے ہیں۔جس نے انہیں اذیت دی اس نے مجھے اذیت دی اور چچا بھی باپ کے قائمقام ہوتا ہے۔''(20)

حضرت عباسؓ نہایت دانش منداور صائب الرائے تھے اور خاندان قریش کے رحمی رشتوں کے نمائندہ اور انکے ساتھ احسان کا سلوک کرنے والے تھے۔

رسول کریم ﷺ نے فرمایا عباسؓ قریش میں سے زیادہ سخی اور صلہ رحمی کرنے والے ہیں۔ چنانچہ حضرت عباسؓ نے ستر غلام آزاد کئے۔(21)

رسول اللہ ﷺ کے ہاں حضرت عباسؓ کا ایک خاص مقام ومرتبہ تھا اور صحابہؓ ان کی یہ فضیلت

خوب پہچانتے تھے۔ وہ ان سے مشورہ کرتے اور ان کی رائے پر عمل کرتے تھے۔(22)

ایک دفعہ حضرت عباسؓ بیمار ہوئے اور موت کی تمنا کرنے لگے۔ رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور فرمایا ''موت کی تمنا نہ کرو کیونکہ اگر تو تم نیک ہو اور تمہیں اور مہلت مل جائے تو مزید نیکیوں کی توفیق مل جائے گی اور اگر معاملہ برعکس ہے اور پھر تمہیں مہلت مل گئی تو شاید اپنی کوتاہیوں سے معافی کی توفیق مل جائے اس لئے موت کی خواہش نہ کرو۔'' چنانچہ حضرت عباسؓ رسول اللہ ﷺ کی دعا سے صحت یاب ہوئے اور حضرت عثمانؓ کی خلافت کا زمانہ پایا۔ صحبت رسول ﷺ کے نتیجہ میں انہیں دین کی گہری سمجھ عطا ہوئی اور وہ راضی برضا ہو گئے تھے۔ ان سے مروی احادیث سے بھی یہ بات جھلکتی ہے کہ ان کے رجحانات اور احساسات و خیالات کیسے پاکیزہ تھے۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا ''اس شخص نے ایمان کا مزا چکھ لیا جو اللہ کو رب، اسلام کو دین اور محمد ﷺ کو رسول ماننے پر راضی ہو گیا۔''(23)

حضرت عباسؓ نے ایک دفعہ رسول کریم ﷺ سے عرض کیا کہ ''میں آپ کا چچا ہوں اور عمر رسیدہ موت قریب ہے آپ مجھے کوئی ایسی چیز سکھائیں جو اللہ کے ہاں مجھے فائدہ دے۔'' رسول کریم ﷺ نے فرمایا ''اے عباسؓ! تو میرا چچا ہے اور میں اللہ کے مقابلہ میں تمہارے کچھ کام نہیں آ سکتا لیکن آپ اپنے رب سے یہ دعا کیا کرو۔ **اَللّٰھُمَّ اِنِّی اَسْئَلُکَ الْعَفْوَ وَالْعَافِیَۃَ** اے اللہ میں تجھ سے عفو و عافیت کا طلبگار ہوں۔ یہ بات حضورؐ نے تین بار فرمائی۔ سال گزرنے پر انہوں نے پھر یہ سوال کیا تو آپؐ نے انہیں یہی جواب دیا۔(24)

حضرت عباسؓ صاحب رؤیا و کشوف تھے۔ رسولؐ اللہ کی وفات کی پیشگی خبر انہیں بذریعہ رؤیا ہوئی جو انہوں نے خود رسول کریم ﷺ سے بیان کی کہ میں نے سورج یا چاند کو دیکھا کہ شاید اسے مضبوط رسیوں کے ساتھ زمین سے آسمان کی طرف اٹھا لیا گیا ہے۔ رسول کریم ﷺ نے فرمایا ''اس سے مراد تمھارا بھتیجا ہے۔''(25)

خلفائے راشدین کا حسن سلوک

رسول کریم ﷺ نے اپنے اہل بیت کے بارہ میں ارشاد فرمایا کہ ''کسی شخص کے دل میں ایمان

داخل نہیں ہوسکتا جب تک وہ میرے اہل بیت اوران کے قرابت داروں سے میری وجہ سے محبت نہ کرے۔''(26)

رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد حضرت ابوبکرؓ کی خلافت کے زمانہ میں جب حضرت عباسؓ اور دیگر اہل بیت کی طرف سے وراثت رسول کا سوال اٹھا تو انہوں نے فیصلہ کیا کہ ''رسول کریمؐ نے فرمایا تھا کہ ہمارا ترکہ صدقہ ہوگا اور محمدؐ کے اہل بیت اس میں سے اپنے گزارے کے اخراجات لیا کریں گے۔ میرا فیصلہ بھی یہی ہے باقی جہاں تک رسول اللہ ﷺ کے قرابت داروں کا تعلق ہے خدا کی قسم رسول اللہ ﷺ کے قرابت دار مجھے اپنے قریبی رشتہ داروں سے بڑھ کر پیارے ہیں۔''(27) حضرت عباسؓ اور دیگر اہل بیت نے یہ فیصلہ بسروچشم قبول کیا۔

حضرت عمرؓ حضرت عباسؓ کی بہت قدرومنزلت فرماتے تھے۔ جب مدینہ میں قحط ہوتا تو حضرت عمرؓ، حضرت عباسؓ کے نام کا واسطہ دے کر بارش کی دعا کرتے تھے۔ چنانچہ 17ھ میں حضرت عمرؓ کے زمانہ میں شدید قحط پڑا تو حضرت کعبؓ نے کہا اے امیر المومنین بنی اسرائیل میں جب اس قسم کی مصیبت آتی تھی تو وہ انبیاء کے کسی قریبی رشتہ کا واسطہ دے کر بارش کی دعا کرتے تھے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کے چچا ان کے والد کے قائمقام اور بنی ہاشم کے سردار موجود ہیں۔ چنانچہ وہ حضرت عباسؓ کے پاس تشریف لے گئے اور قحط کی شکایت کی، پھر حضرت عباسؓ کو ساتھ لے کر منبر رسول ﷺ پر آئے اور یہ دعا کی۔

''اے اللہ ہم اپنے نبی ﷺ کے چچا (جو اس کے باپ جیسے ہیں) کا واسطہ لے کر تیرے دربار میں حاضر ہیں تو ہم پر رحمت کی بارش نازل فرما اور ہمیں مایوس نہ کر۔ پھر حضرت عمرؓ نے حضرت عباسؓ سے کہا اے ابوالفضلؓ! اب آپ کھڑے ہو کر دعا کریں، چنانچہ حضرت عباسؓ نے اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کے بعد بڑی درد بھری دعا کی۔ اے اللہ! تیرے پاس بادل بھی ہیں اور پانی بھی، پس بادلوں کو بھیج اوران سے ہم پر پانی نازل فرما اوراس کے ذریعہ جڑوں کو مضبوط کر اور جانوروں کے تھنوں سے دودھ بھر دے۔ اے اللہ! تو کوئی مصیبت کسی گناہ کے بغیر نازل نہیں فرماتا اور سوائے توبہ کے اسے دور نہیں کرتا اور پوری قوم تیری طرف رخ کر کے آئی ہے پس ہم پر بارش برسا۔ اے اللہ!

ہمارے نفوس اور گھروں کے حق میں ہماری شفاعت قبول فرمالے، اے اللہ! ہم تجھے اپنے جانوروں اور چار پایوں میں سے ان کا بھی واسطہ دیتے ہیں جو بولنے کی طاقت نہیں رکھتے، اے اللہ! ہمیں خوب اطمینان بخش اور نفع رساں برسنے والے اور عام موسلا دھار بادل سے سیراب کر۔ اے اللہ! ہم سوائے تیرے کسی سے امید نہیں کرتے، نہ تیرے سوا کسی سے دعا کرتے ہیں اور نہ ہی تیرے سوا کسی سے رغبت رکھتے ہیں۔ اے اللہ! ہم ہر بھوکے کی بھوک کا شکوہ اور ہر ننگے کے ننگ کی شکایت تجھ سے کرتے ہیں۔ ہر خوف زدہ کے خوف اور ہر کمزور کی کمزوری تیرے حضور پیش کرتے ہیں۔

الغرض حضرت عباسؓ نے خدا کے رحم کو جوش دلانے والی ایسی دعائیں کیں جن کا مختلف احادیث میں ذکر ہے کہ اس کے نتیجہ میں پہاڑوں جیسے بادل اُمڈ آئے اور آسمان برسا اور خوب برسا۔ زمین کی زرخیزی لوٹ آئی اور لوگوں کو نئی زندگی نصیب ہوئی۔ (28)

حضرت حسانؓ بن ثابت نے اس تاریخی واقعہ کا ذکر یوں فرمایا۔

سَاَ لَ الاِمَامُ وَ قَدْ تَتَابَعَ جَدْبُنَا فَسَقَی الغَمَا مُ بِغُرَّ ةِ العَبّاسِ

عَمُّ النّبیِّ وَضَوءُ وَالِدِ ہِ الَّذیُ وَرِثَ النَّبیَّ بِذَ اکَ دُوْنَ النَّاسِ

اَحیٰیَ الاِلٰہُ بِہِ الْبِلاَ دَ فَاَ صْبَحَت مُخضَرَّةَ الاَ جْنَابِ بَعْدَالْیَاْسِ

(ترجمہ) امام نے مسلسل قحط سالی کے بعد حضرت عباسؓ کی پیشانی کا واسطہ دے کر دعا کی تو باران رحمت کا نزول ہو گیا ہاں وہ عباسؓ جو رسول اللہ ﷺ کے چچا اور اپنے اس والد کی روشنی ہیں جو نبی کریمؐ کا باقی لوگوں سے بڑھ کر وارث ہے۔ خدا تعالیٰ نے اس بارش سے شہروں کو زندہ کر دیا اور ایک مایوسی کے بعد ان کی اطراف سرسبز ہو گئیں۔ بارش ہونے کے بعد لوگ حضرت عباسؓ سے ملتے اور کہتے اے مکہ اور مدینہ کو بارش سے سیراب کرنے والے! تجھے مبارک ہو۔ حضرت عمرؓ نے اس موقع پر یہ اصولی وضاحت بھی فرمائی کہ ''خدا کی قسم! یہ اللہ تعالیٰ کی طرف وسیلہ چاہنے اور اس کے ہاں مقام و مرتبہ کا معاملہ ہے۔'' (29)

ایک دفعہ حضرت عمرؓ جمعہ پڑھانے کیلئے تشریف لا رہے تھے۔ حضرت عباسؓ کے گھر کے پرنالے کے پاس سے گزر ہوا۔ جہاں دو چوزے ذبح کر کے ان کا خون پانی سے بہایا جا رہا تھا۔ اس

کے چھینٹے حضرت عمرؓ پر بھی پڑے۔ انہوں نے گزرگاہ کے بیچ اس پرنالے کے اکھیڑنے کی ہدایت فرمائی۔ گھر واپس جا کر جمعہ کیلئے لباس بدل کر تشریف لائے اور جمعہ پڑھایا۔ حضرت عباسؓ آئے اور عرض کیا کہ اس جگہ پر یہ پرنالہ خود نبی کریمؐ نے لگایا تھا۔ حضرت عمرؓ نے حضرت عباسؓ سے کہا اب میرا آپ کو حکم ہے کہ میری پشت پر سوار ہو کر وہ پرنالہ دوبارہ اسی جگہ رکھیں جہاں رسول کریمؐ نے رکھا تھا۔ چنانچہ حضرت عباسؓ نے ایسا ہی کیا۔(30)

حضرت عباسؓ آخری عمر میں نابینا ہو گئے تھے۔ حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ ان کا خاص احترام کرتے تھے۔ آپ کو دیکھ کر وہ گھوڑے سے اتر آتے اور کہتے رسول اللہ ﷺ کے چچا ہیں۔(31)

32ھ میں حضرت عثمانؓ کی شہادت سے دو سال قبل 88 سال کی عمر میں حضرت عباسؓ کی وفات ہوئی۔ حضرت عثمانؓ نے جنازہ پڑھایا اور جنت البقیع میں دفن ہوئے۔

آپ کی تین شادیوں سے کئی بیٹیوں کے علاوہ دس بیٹے تھے۔ جن میں سے حضرت عبداللہؓ بن عباس معروف عالم باعمل بزرگ ہوئے۔ آپ کے اخلاق فاضلہ میں شجاعت، بہادری، صلہ رحمی خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔(32)

حوالہ جات

1- اسد الغابہ جلد 3 ص 109
2- ابن سعد جلد 4 ص 31، ابن سعد جلد 4 ص 10
3- ابن سعد جلد 8 ص 277
4- مجمع الزوائد جلد 9 ص 268
5- ابن سعد جلد 4 ص 31
6- مجمع الزوائد جلد 9 ص 275
7- ابن سعد جلد 4 ص 8
8- ابن سعد جلد 1 ص 221 و ابن سعد جلد 4 ص 7 تا۔۔۔
9- ابن ہشام جلد 2 ص 49
10- ابن سعد جلد 4 ص 8
11- ابن سعد جلد 4 ص 31
12- ابن سعد جلد 4 ص 9

13- ابن سعد جلد 4 ص 10

14- ابن سعد جلد 4 ص 9 تا 14

15- ابن سعد جلد 4 ص 14 تا 16

16- الواقدی جلد 1 ص 203

17- ابن سعد جلد 4 ص 18

18- سیرۃ الحلبیہ جلد 3 ص 90

19- مسلم کتاب الجہاد باب غزوہ حنین

20- اسد الغابہ جلد 3 ص 110

21- اسد الغابہ جلد 3 ص 110، استیعاب جلد 2 ص 360

22- الاصابہ جز 4 ص 30

23- مسلم کتاب الایمان

24- مسند احمد جلد 1 ص 210

25- دارمی کتاب الرؤیا باب فی القمص والبر

26- ابن ماجہ المقدمہ باب فضل العباس

27- بخاری کتاب المغازی باب حدیث النضیر

28- استیعاب جلد 2 ص 260

29- اسد الغابہ جلد 3 ص 111

30- مسند احمد جلد 1 ص 206

31- الاستیعاب جلد 2 ص 360

32- اسد الغابہ جلد 3 ص 112

حضرت جعفرؓ بن ابی طالب

نام و نسب

خاندان بنی ہاشم کے چشم و چراغ حضرت جعفرؓ رسول کریم ﷺ کے چچازاد بھائی تھے۔ حضرت علیؓ کے برادر حقیقی اور عمر میں ان سے دس سال بڑے تھے۔ مگر حضرت علیؓ کو رسول اللہ ﷺ کی تربیت کی برکت اور خود اپنی فطری سعادت کے طفیل قبول اسلام میں اولیت عطا ہوئی۔

قبول اسلام

حضرت جعفرؓ کے اسلام قبول کرنے کی تقریب یوں پیدا ہوئی کہ ایک روز نبی کریم ﷺ محو عبادت تھے۔ حضرت علیؓ بھی آپ کے ساتھ عبادت میں شریک تھے کہ رسول اللہ ﷺ کے چچا ابو طالبؓ اپنے بیٹے جعفر کے ساتھ تشریف لائے اور اپنے بیٹے علیؓ کو رسولؐ اللہ کے ساتھ مصروف عبادت دیکھ کر جعفرؓ سے بھی فرمایا کہ تم بھی اپنے بھائیوں کے ساتھ عبادت میں شریک ہو جاؤ۔ حضرت علیؓ رسول اللہ ﷺ کے دائیں جانب تھے۔ جعفرؓ نے بائیں جانب کھڑے ہو کر نماز ادا کی اور یوں یہ دونوں بھائی اسلام کے ابتدائی کمزوری کے زمانہ میں رسول اللہ ﷺ کے مضبوط دست و بازو بن گئے۔ آنحضرتؐ کو اس سے بہت تقویت پہنچی۔ آپ بہت خوش ہوئے اور اللہ تعالیٰ سے علم پا کر حضرت جعفرؓ کو یہ خوشخبری سنائی کہ جس طرح تم نے آج اپنے اس بھائی کے پہلو اور ہاتھ مضبوط کئے ہیں، اللہ تعالیٰ اس کی جزا کے طور پر آپ کو جنت میں پرواز کیلئے دو پر عطا فرمائے گا۔ تب سے حضرت جعفر "طیّار" اور "ذوالجناحین" کے لقب سے ملقّب ہوئے۔ (1) جس کا مطلب ہے دونوں پروں کے ساتھ پرواز کرنے والا (روحانی) پرندہ۔

مقام و مرتبہ

حضرت جعفرؓ کیلئے رسولؐ اللہ کی اس خوشخبری میں دراصل اس روحانی مقام کی طرف بھی اشارہ تھا جو آئندہ شہادت کے بلند مرتبہ سے انہیں کو حاصل ہونیوالا تھا۔ جس کا ذکر کرتے ہوئے ایک اور موقع پر آپؐ نے فرمایا کہ میں نے حضرت جعفرؓ کو جنت میں فرشتوں کے ساتھ محو پرواز دیکھا ہے۔ (2)

حضرت جعفرؓ اپنی بعض منفرد خصوصیات کے لحاظ سے یگانہ روزگار تھے۔ چنانچہ ایک موقع پر ہمارے آقا و مولا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے بہت ہی پیاروں حضرت زیدؓ، حضرت علیؓ اور حضرت جعفرؓ کے مابین یہ سوال پیدا ہو گیا کہ حضورؐ کو زیادہ پیار کس سے ہے؟ کیونکہ حضورؐ کے کمال لطف و کرم کی بدولت ہر ایک ان میں سے اپنے آپ کو حضورؐ کی محبتوں کا مورد اور زیادہ پیارا جانتا تھا۔ حضورؐ سے پوچھا گیا تو آپؐ نے کمال شفقت سے سب پیاروں سے ہی دلداری فرمائی کہ سب ہی آپؐ کو محبوب تھے۔ مگر حضرت جعفرؓ سے جو فرمایا اسے سن کر بے محابا حضرت جعفرؓ پر پیار آتا ہے۔ آپ نے فرمایا:۔

''اے جعفرؓ تو تو خَلق و خُلق یعنی صورت و سیرت میں میرے سب سے زیادہ مشابہ اور قریب ہے''(3)

ہجرت حبشہ

بلاشبہ یہ ارشاد رسول ﷺ حضرت جعفرؓ کیلئے دین و دنیا میں سند امتیاز سے کم نہیں۔ حضرت جعفرؓ نے ابتدائی زمانہ میں قبول اسلام کی سعادت پائی تھی۔ مسلمانوں کیلئے مکہ میں حالات ناموافق تھے۔ ان کو مصائب و آلام کا نشانہ بنایا جاتا تھا۔ حضرت جعفرؓ نے بھی دیگر مسلمان مہاجرین کے ساتھ ملک حبشہ کی طرف ہجرت کا فیصلہ کیا۔ اس سفر ہجرت میں آپؐ کی عظیم الشان قائدانہ صلاحیتیں ظاہر ہوئیں۔ انہوں نے شاہ حبشہ کے شاہی دربار میں اسلامی وفد کی نمائندگی کا حق خوب ادا کیا۔

حضرت ام المومنین ام سلمہؓ بیان فرماتی ہیں کہ ''جب ہم نے حبشہ کی طرف ہجرت کی اور شاہ حبشہ نجاشی کی پناہ حاصل کی تو یہ بہت خیر و برکت کی پناہ ثابت ہوئی۔ ہمیں مکمل مذہبی آزادی نصیب تھی اور ہم بلا روک ٹوک عبادت کرتے تھے۔ کسی قسم کی ناپسندیدہ زبانی یا جسمانی ایذا رسانی کا سوال تک نہیں تھا۔ جب قریش کو اس صورتحال کا علم ہوا تو انہوں نے دو معتبر قریشی سرداروں عبداللہؓ بن ربیعہ اور عمروؓ بن العاص کو سفیر بنا کر مکہ کی عمدہ چیزوں کے تحائف کے ساتھ حبشہ بھجوایا۔

اس زمانہ میں اہل حبشہ مکہ سے چمڑا منگوایا کرتے تھے۔ چنانچہ مکہ والوں نے چمڑے کی کئی عمدہ مصنوعات حاصل کر کے حبشہ کے تمام بڑے بڑے سرداروں اور جرنیلوں کیلئے تحائف بھجوائے۔ اپنے سفراء کو ہدایت کی کہ نجاشی سے ملاقات سے پہلے ہر بڑے سردار اور جرنیل کو یہ تحائف پیش کر

کے انہیں بتائیں کہ ہمارے کچھ ناسمجھ نوجوان اپنا دین چھوڑ کر ایک نیا دین اختیار کر چکے ہیں اور تمہارے دین میں بھی داخل نہیں ہوئے اور ایک بالکل نئے دین کے ساتھ جسے نہ ہم جانتے ہیں نہ آپ۔ یہ لوگ آپ کے ملک میں آ کر پناہ گزیں ہو گئے ہیں اور ہم جو اپنی قوم کے فہمیدہ اور دانا سردار ہیں، شاہ حبشہ سے ملاقات کر کے انہیں واپس لے جانے کیلئے درخواست کرنا چاہتے ہیں اس لئے جب بادشاہ آپ حضرات سے مشورہ کرے تو آپ لوگ بھی یہی سفارش کریں کہ وہ ان کا موقف سنے بغیر ہمارے سپرد کر دے۔ ہم لوگ ان کے عیوب ونقائص کو خوب جانتے ہیں۔ جرنیلوں نے بالاتفاق ان سفیروں سے یہی کہا کہ ہم ایسا ہی کریں گے۔

سفرائے مکہ نے شاہ نجاشی کو بھی تحائف پیش کئے اور اپنا موقف پیش کر کے یہ کہا کہ یہ ناسمجھ نوجوان ہمارے عزیز واقارب میں سے ہیں۔ انہیں ہمارے سپرد کر دیں تا کہ ہم انہیں مناسب سرزنش کر سکیں۔ ان سفیروں کی تمام تر کوشش یہ تھی کہ کسی طرح نجاشی سے مسلمانوں کی بات سنے بغیر یہ فیصلہ کروالیا جائے۔ بادشاہ نے جب اپنے جرنیلوں سے مشورہ کیا تو انہوں نے بھی یہی کہا کہ ''اہل مکہ کے سفیر سچ کہتے ہیں۔ یہ واقعی عقلمند اور صاحب بصیرت لوگ ہیں اور ان نوجوانوں کے نقص وعیب کو خوب جانتے ہیں۔ انہیں ان کے ملک میں واپس لوٹا دینا چاہیئے۔''

منصف مزاج شاہ نجاشی اس پر سخت غضبناک ہو کر کہنے لگا۔ ''خدا کی قسم! ہرگز ہرگز ایسا نہیں ہو گا کہ وہ لوگ جو میرے ملک میں آ کر میرے پاس پناہ گزیں ہوئے اور خاص میری پناہ حاصل کرنے کیلئے آئے۔ میں اُن کی بات سنے بغیر کیسے ان کے حوالے کر دوں۔''

مسلمانوں کو نجاشی کے دربار میں بلایا گیا۔ وہ سخت مضطرب اور پریشان تھے کہ نہ جانے ان کے ساتھ کیا سلوک ہو۔ مگر وہ خدا تعالیٰ پر کامل توکل کرتے ہوئے شاہی دربار میں پیش ہوئے۔ درباری پادری اپنے صحائف کے ساتھ موجود تھے۔ نجاشی نے مسلمانوں سے پوچھا کہ ''تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم نے اپنی قوم کا دین چھوڑ دیا۔ نہ ہی پہلی کسی امت کا دین اختیار کیا نہ ہمارا دین۔''

اس موقع پر بادشاہ کے ساتھ گفتگو کرتے ہوئے مسلمانوں کی طرف سے ان کی نمائندگی کا حق حضرت جعفرؓ بن ابی طالب نے خوب ادا کیا۔ انہوں نے اس موقع پر نہایت مدلّل اور عمدہ اور

خوبصورت تقریر کی اور کہا ''اے بادشاہ! ہم ایک جاہل قوم تھے۔ بتوں کی پرستش کرتے اور مردار کھاتے تھے۔ بدکاری اور رشتہ داروں سے بدسلوکی ہمارا معمول تھا۔ ہم میں سے طاقتور کمزور کو دبا لیتا تھا۔ اس حال میں اللہ تعالیٰ نے ہم میں سے ایک رسول ہماری طرف مبعوث فرمایا جس کی خاندانی شرافت اور صدق و امانت اور پاکدامنی سے ہم خوب واقف تھے۔ اس نے ہمیں خدا کی توحید اور عبادت کی طرف بلایا اور یہ تعلیم دی کہ اس کے ساتھ ہم کسی اور کو شریک نہ ٹھہرائیں۔ نہ ہی پتھروں اور بتوں کی پرستش کریں اس نے ہمیں صدق و امانت، صلہ رحمی، پڑوسیوں سے حسن سلوک اور کشت وخون سے بچنے کی تعلیم دی بے حیائیوں، جھوٹ، یتیم کا مال کھانے اور پاکدامنوں پر الزام لگانے سے منع کیا۔ ہمیں حکم دیا کہ ہم خدائے وحدہ لاشریک کی عبادت کریں۔ ہمیں نماز روزہ اور زکوۃ کی تعلیم دی۔''

حضرت جعفرؓ نے نجاشی کے سامنے اسلامی تعلیم کا خلاصہ نہایت عمدہ اور خوبصورت رنگ میں پیش کیا اور کہا ''ہم اس نبی پر ایمان لائے ہیں۔ اس کی تصدیق کی ہے۔ اس کی تعلیم کو مانا اور قبول کیا ہے۔ ہم خدائے وحدہٗ لاشریک کی عبادت کرتے ہیں۔ جن چیزوں سے اس نے روکا ہے اس سے رکتے ہیں اور جو چیزیں اس نے ہمارے لئے جائز قرار دی ہیں ان کو جائز سمجھتے ہیں۔ بس یہی ہمارا جرم ہے جس کی بناء پر ہماری قوم نے ہم پر زیادتیاں کیں اور ہمیں سخت اذیتوں اور تکلیفوں میں مبتلا کر کے ہمارے دین سے برگشتہ کرنا چاہا تا کہ ہم خدائے واحد کی عبادت کی بجائے بتوں کی پوجا کریں اور گندی اور ناپاک چیزوں کو حلال جانیں۔ جب ان کے ظلم اور زیادتیاں انتہا کو پہنچ گئیں۔ انہوں نے ہمیں اپنے دین پر آزادی سے عمل کرنے سے روک دیا تو ہم اپنا وطن چھوڑ کر آپ کے ملک میں پناہ لینے چلے آئے۔ ہم آپ کے عدل و انصاف کی شہرت کی وجہ سے کسی اور کی بجائے آپ کی پناہ حاصل کرنے کی اُمید پر یہاں چلے آئے۔ اے بادشاہ! ہمیں پوری اُمید ہے کہ اس ملک میں ہم پر کوئی ظلم یا زیادتی روا نہیں رکھی جائے گی۔''

نجاشی حضرت جعفرؓ کی اس تقریر سے بہت متاثر ہوا اور کہنے لگا کہ وہ دعویدار اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو کلام لے کر آیا ہے، اس میں سے کچھ تمہارے پاس موجود ہے؟ حضرت جعفرؓ نے اثبات میں

جواب دیا نجاشی نے کہا کہ "اچھا مجھے اس میں سے کچھ کلام پڑھ کر سناؤ۔" حضرت جعفرؓ کی ذہانت و فطانت پر رشک آتا ہے کہ انہوں نے فوری طور پر عین موقع کے محل اور مناسبت سے سورۃ مریم کی آیات کی تلاوت ایسی دلآویزی اور خوش الحانی سے کی کہ خدا ترس نجاشی بے اختیار رونے لگا۔ وہ رویا اور اتنا رویا کہ اس کی داڑھی آنسوؤں سے تر ہوگئی۔ ساری محفل پر قرآن شریف کے اس پرتاثیر اور برحق کلام کا ایسا اثر ہوا کہ درباری پادری بھی رونے لگے۔ ان کے صحیفے ان کے آنسوؤں سے تر ہوگئے۔

نجاشی یہ کلام الٰہی سن کر بے اختیار یہ کہہ اٹھا "خدا کی قسم ایسے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کلام اور موسیٰ کا کلام ایک ہی منبع اور سرچشمہ سے پھوٹے ہیں۔" پھر اس منصف مزاج بادشاہ نے اپنا فیصلہ سناتے ہوئے کہا "اے مکہ کے سفیرو! تم واپس لوٹ جاؤ۔ خدا کی قسم میں ان لوگوں کو ہرگز تمہارے حوالے نہیں کرسکتا۔" مکہ کے ان سفراء نے مزید مشورے کئے اور کہا کہ وہ بادشاہ کے سامنے مسلمانوں کے خراب عقائد اور عیوب بیان کر کے اس نیک اثر کو زائل کر کے ہی دم لیں گے اور اسے بتائیں گے کہ حضرت عیسیٰؑ کو یہ عیسائیوں کے اعتقاد کے برخلاف محض ایک انسان مانتے اور اس کی تنقیص اور توہین کے مرتکب ہوتے ہیں۔ اگلے روز انہوں نے بادشاہ کے سامنے یہ مؤقف رکھا تو بادشاہ نے پھر مسلمانوں کو بلوا بھیجا۔ بلاشبہ ان کے لئے یہ سخت پریشانی کی بات تھی۔

حضرت ام سلمہؓ کا بیان ہے کہ "اس نئی مصیبت سے ہم بہت فکرمند ہوئے۔ ایسی مصیبت سے اس سے پہلے کبھی واسطہ نہ پڑا تھا۔ مسلمانوں نے باہم اکٹھے ہوکر مشورے کئے اور کہا کہ اگر بادشاہ نے حضرت عیسیٰؑ کے مقام کے بارہ میں دریافت کیا تو ہم وہی بیان کریں گے جیسا کہ قرآن شریف میں مذکور ہے۔" چنانچہ جب بادشاہ نے ان سے سوال کیا کہ عیسیٰؑ بن مریم کے بارہ میں تمہارا کیا عقیدہ ہے؟ تو حضرت جعفرؓ نے کہا کہ "اس بارہ میں ہمارے نبیؐ پر یہ کلام اترا ہے کہ عیسیٰ اللہ کا بندہ اور اس کا رسول روح اللہ اور اس کا کلمہ ہے جو اس نے کنواری مریم کو عطا فرمایا۔"

نجاشی نے زمین پر ہاتھ مارا اور ایک تنکا اٹھا کر کہنے لگا کہ "حضرت عیسیٰؑ کا مقام اس تنکے کے برابر بھی اس سے زیادہ نہیں جو تم نے بیان کیا ہے۔" اس پر اس کے سردار اور جرنیل بڑبڑائے۔ مگر

نجاشی نے کمال جلالت شان کے ساتھ یہ عادلانہ فیصلہ صادر فرمایا کہ ''جاؤ اے مسلمانو! تمہیں میری سرزمین میں مکمل امان ہے اگر تمہیں کوئی برا بھلا کہے گا تو اسے سزا دی جائے گی۔ مجھے یہ ہرگز پسند نہیں کہ مال و دولت کے عوض میں تم میں سے کسی کو تکلیف پہنچاؤں''

پھر شاہ حبشہ نے حکم دیا ''عرب سفراء کے تحائف واپس لوٹا دیئے جائیں۔ ان کی ہمیں کوئی حاجت نہیں۔ خدا کی قسم! جب اللہ نے میرا ملک مجھے عطا فرمایا تو اس نے مجھ سے کوئی رشوت نہیں لی تھی جو میں عدل و انصاف کے قیام کے لئے رشوت لوں۔''

الغرض یوں حضرت جعفرؓ نے ایک زمانہ دیگر مسلمانوں کے ساتھ اپنے ملک و وطن اور اپنے آقا و مولا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ سے دور حبشہ کی سرزمین میں گزارا۔

ہجرت مدینہ

جب حالات سازگار ہوئے تو حضرت جعفرؓ کو حبشہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کرنے کی سعادت بھی نصیب ہوئی۔ فتح خیبر کے موقع پر مہاجرین حبشہ کا قافلہ حضرت جعفرؓ کے ساتھ واپس آیا۔ اس وقت حضورؐ خیبر میں تھے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضرت جعفرؓ کی آمد پر آپؐ نے خود آگے بڑھ کر ان کا استقبال کیا۔ انہیں گلے لگایا، وفور محبت سے ان کی پیشانی چوم لی اور فرمایا کہ ''آج میں اتنا خوش ہوں کہ نہیں کہہ سکتا کہ فتح خیبر کی خوشی زیادہ ہے یا جعفرؓ کی ملاقات کی خوشی بڑھ کر ہے۔''(4)

مدینہ آنے پر رسول اللہ ﷺ نے حضرت معاذؓ بن جبل انصاری سے حضرت جعفرؓ کی مواخات قائم فرمائی۔ جہاندیدہ اور گرم و سرد چشیدہ حضرت جعفرؓ رسول اللہ ﷺ کے مشیروں اور وزیروں میں شامل ہو گئے۔ حضرت علیؓ کی روایت ہے کہ رسول کریمؐ نے فرمایا ''اللہ تعالیٰ ہر نبی کو کچھ معزز ساتھی عطا فرماتا ہے مجھے چودہ ایسے ساتھی عطا ہوئے ان میں آپؐ نے حضرت جعفرؓ کا نام بھی لیا کہ وہ بھی میرے معزز وزراء میں شامل ہیں۔''(5)

غزوہ مُوتہ میں شرکت

الٰہی تقدیر میں حضرت جعفرؓ کیلئے اس سے بھی بڑا مقام یعنی شہادت کا بلند مرتبہ مقدر تھا۔ انہیں

حبشہ سے واپسی کو ابھی ایک سال بھی گزرنے نہ پایا تھا کہ رومی سرحدوں پر شورش ہوئی۔ غسانی ریاست کے سردار شرجیل بن عمرو نے مسلمان سفیر کو قتل کروادیا جو شاہ بصریٰ کی طرف رسول اللہ ﷺ کا مکتوب گرامی لے کر جارہے تھے یہ مسلمانوں کے ساتھ کھلا اعلان جنگ تھا۔

نبی کریم ﷺ نے اس کے لئے اسلامی لشکر کو تیاری کا حکم دیا۔ تین ہزار سپاہ کا لشکر تیار ہوا۔ اب اس کے امیر کے تقرر کا سوال تھا۔ اس لشکر میں بزرگ صحابی حضرت عبداللہؓ بن رواحہ انصاری، مشہور جنگی کمانڈر حضرت خالدؓ بن ولید کے علاوہ رسول اللہ ﷺ کے عم زاد اور مشیر خاص حضرت جعفرؓ بن ابی طالب بھی شامل تھے جو شاہ حبشہ کے دربار میں بھی اسلامی وفد کی شاندار قیادت کر چکے تھے اور خاندانی وجاہت بھی رکھتے تھے۔ مگر رسول کریم ﷺ جہاں ان کی اعلیٰ روحانی قدروں کو مزید صیقل فرمانا چاہتے تھے وہاں خواص وعوام کو شرف انسانی کا عملی سبق دینے اور کئی حکمتوں کے پیش نظر آپؐ نے اپنے آزاد کردہ غلام حضرت زیدؓ کو اس لشکر کا سالار اول مقرر کیا۔ حضرت جعفرؓ کو نائب مقرر کرتے ہوئے فرمایا ''زیدؓ بن حارثہ کی شہادت کی صورت میں حضرت جعفرؓ قائد لشکر ہوں گے اور ان کے بعد عبداللہؓ بن رواحہ علمِ امارت سنبھالیں گے۔''

حضرت جعفرؓ نے کمال اطاعت کا نمونہ دکھاتے ہوئے اس فیصلہ پر سر تسلیم خم تو کرنا ہی تھا۔ صرف اتنا عرض کیا کہ ''اے اللہ کے نبی میرے ماں باپ آپؐ پر قربان ہوں مجھے اپنے اوپر زیدؓ کے امیر بنائے جانے کا ہرگز خیال نہ تھا۔'' رسولؐ اللہ نے فرمایا ''خدا کے نام کے ساتھ روانہ ہو جاؤ تمہیں کیا معلوم کہ بہتر کیا ہے؟۔''(6)

لشکر روانہ ہوا۔ موتہ کے مقام پر ایک لاکھ رومی فوج سے سخت مقابلہ ہوا، جس میں تینوں اسلامی سالار یکے بعد دیگر شہید ہوئے۔ بالآخر حضرت خالد بن ولیدؓ نے قیادت سنبھالی۔ عین اس روز اللہ تعالیٰ نے رسول کریم ﷺ کو اس لشکر کے سارے احوال کی اطلاع فرمادی۔(7)

دادشجاعت اور شہادت

رسول کریم ﷺ نے اہل مدینہ کو اکٹھا کرنے کیلئے منادی کروائی۔ پھر آپ منبر پر چڑھے اور خطبہ ارشاد فرمایا۔ آپؐ نے اس کشف کا ذکر کرتے ہوئے جس میں آپ کو غزوہ موتہ کا نظارہ کرایا گیا

تھا، ارشاد فرمایا ''ایک بہت تکلیف دہ خبر آئی ہے۔کیا میں تمہیں اس غزوہ پر جانے والے تمہارے لشکر کے بارہ میں خبر دوں؟ ان مجاہدین نے میدان جنگ میں دشمن سے خوب مقابلہ کیا۔سب سے پہلے امیر لشکر حضرت زیدؓ شہید ہو گئے۔آپ سب ان کی بخشش کی دعا کرو۔'' اس پر صحابہ نے ان کی بخشش کی دعا کی۔آپؐ نے فرمایا۔'' پھر علم لشکر حضرت جعفرؓ بن ابی طالب نے سنبھالا اور دشمن پر ٹوٹ پڑے اور بہادری سے لڑتے ہوئے جام شہادت نوش کیا۔ میں ان کی عظیم الشان شہادت کا گواہ ہوں۔پس ان کی بھی بخشش کی دعا کرو۔'' تمام اصحاب رسول ﷺ نے حضرت جعفرؓ کی بخشش کی بھی دعا کی۔رسول کریم ﷺ نے ان امراءِ لشکر کے نیک انجام کی خبر دیتے ہوئے فرمایا کہ ''مجھے جعفرؓ، زیدؓ اور عبداللہؓ کے بارہ میں یہ نظارہ بھی دکھایا گیا کہ وہ ایک موتی کے خیمہ میں ہیں۔ان میں سے ہر ایک الگ پلنگ پر ہے۔''(8)

غزوہ موتہ میں اسلامی لشکر اور امرائے لشکر کی شہادتوں سے جو حالات ظاہر ہوئے اس سے ہمارے آقا و مولا کے فیصلہ کی حکمت بھی کھل جاتی ہے۔اس جنگ میں پہلی مرتبہ آپ نے بالترتیب تین امراء کا تقرر فرمایا۔ بعد میں غزوہ موتہ سے واپس لوٹنے والے مجاہدین کی بیان کردہ تفاصیل سے بھی رسول اللہ ﷺ کی ان پیشگی بیان فرمودہ خبروں کی تائید و تصدیق ہوئی۔ چنانچہ قبیلہ بنی مرہ بن عوف کے ایک شخص عباد کے والد عبداللہ غزوہ موتہ میں شامل تھے۔وہ حضرت جعفرؓ کے لمحات شہادت کا آنکھوں دیکھا حال یوں بیان کرتے ہیں ''خدا کی قسم حضرت جعفرؓ کی بہادری کا وہ نظارہ اب بھی میری نظروں کے سامنے ہے جب وہ گہری سرخ رنگ کی گھوڑی سے چھلانگ لگا کر نیچے اترے اور تلوار کے ایک ہی وار سے اس کا کام تمام کر کے دشمن کی صفوں میں گھس گئے اور پھر واپس نہیں آئے یہاں تک کہ شہید ہو گئے۔'' جعفرؓ پہلے شخص تھے جنہوں نے اللہ کی راہ میں اپنے گھوڑے کی ٹانگیں اس عزم سے کاٹ دیں کہ اب خود بھی لڑ کر جان قربان کرنی ہے۔اس وقت ان کی زبان پر یہ اشعار تھے۔''اے جنت پاکیزہ! تجھے اور تیرے اتنے قریب آجانے کو خوش آمدید۔رومیوں کا عذاب قریب آچکا ہے۔جو کافر ہیں اور ہم سے دور کا رشتہ رکھتے ہیں۔اب میرا یہی کام ہے کہ ان سے تلوار زنی کر کے مقابلہ کروں۔'' رسول کریم ﷺ نے حضرت جعفرؓ کی بیوی حضرت اسماءؓ سے فرمایا کہ ''جعفرؓ ابھی

جبرائیل، میکائیل اور اسرافیل کے ساتھ میرے سامنے سے گزرے ہیں۔ انہوں نے نے مجھے سلام کے بعد بتایا کہ فلاں دن میرا مشرکوں سے مقابلہ ہوا تھا اور مجھے تہتر کے قریب زخم جسم کے اگلے حصے میں تیر، تلوار اور نیزے کے آئے۔ جھنڈا میرے دائیں ہاتھ میں تھا وہ کٹ گیا تو میں نے بائیں ہاتھ میں جھنڈا لے لیا وہ بھی کٹ گیا۔ اس کے عوض اللہ نے مجھے دو پر عطا کئے ہیں جن سے میں فرشتوں کے ساتھ محو پرواز ہوں۔ (9)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ (جو اس غزوہ میں شریک تھے) کی روایت سے بھی پتہ چلتا ہے کہ حضرت جعفرؓ نے کس بے جگری سے داد شجاعت دیتے ہوئے عظیم الشان شہادت پائی انکا بیان ہے ''جنگ کے بعد میدان موتہ میں ہم نے اپنے امیر حضرت جعفرؓ کی نعش تلاش کی تو دیگر شہداء میں ان کو اس حال میں پایا کہ ان کے جسم میں تلواروں اور نیزوں کے ستر سے بھی زائد زخم تھے اور ان میں سے کوئی ایک زخم بھی پشت پر نہ تھا'' مسلمانوں کے اس بہادر جرنیل نے ہر وار اپنے سینہ پر لیا تھا۔ (10)

یوں اپنی سپاہ کی طرف سے حق امارت ادا کر دکھایا تھا۔ اس طرح رسول اللہ ﷺ کی وہ بات بھی پوری ہوگئی جو آپ نے انہیں امیر مقرر کرتے ہوئے فرمائی تھی کہ کیا معلوم کس کی امارت کب اور کہاں مناسب ہے؟

شہید کے خاندان سے حسن سلوک

نبی کریم ﷺ کے حضرت جعفرؓ سے تعلق محبت اور ان کے جذبہ فدائیت کی قدر دانی کا اندازہ ان واقعات سے بخوبی ہوتا ہے جو ان کے اہل وعیال کے ساتھ حضورؐ کی شفقتوں کی صورت میں ظاہر ہوئے۔ آپ بنفس نفیس حضرت جعفرؓ کے گھر ان کی شہادت کی خبر دینے تشریف لے گئے۔

حضرت جعفرؓ کی بیوہ اسماءؓ بنت عمیس کا بیان ہے ''جب حضرت جعفرؓ اور ان کے ساتھیوں کی شہادت کی خبر آئی تو رسول کریمؐ ہمارے گھر تشریف لائے۔ میں گھر کے کام کاج آٹا وغیرہ گوندھنے کے بعد بچوں کو نہلا دھلا کر فارغ ہوئی ہی تھی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جعفرؓ کے بچوں کو میرے پاس لاؤ۔ میں انہیں حضورؐ کے پاس لے آئی۔ آپؐ نے ان کو گلے لگایا اور پیار کیا آپؐ کی آنکھوں میں آنسو اُمڈ آئے۔ اسماءؓ کہتی ہیں میں نے گھبرا کر عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میرے ماں باپ آپؐ پر

قربان۔ آپؐ کس وجہ سے روتے ہیں؟ کیا جعفرؓ اور ان کے ساتھیوں کے بارہ میں کوئی خبر آئی ہے؟ آپؐ نے فرمایا ہاں وہ آج شہید ہوگئے۔ اسماءؓ کہتی ہیں میں اس اچانک خبر کو سن کر چیخنے لگی۔ دیگر عورتیں بھی افسوس کے لئے ہمارے گھر اکٹھی ہوگئیں۔ رسول کریم ﷺ اپنے گھر تشریف لے گئے اور ہدایت فرمائی کہ ''جعفرؓ کے گھر والوں کا خیال رکھنا اور انہیں کھانا وغیرہ بنا کر بھجوانا کیونکہ اس صدمہ کی وجہ سے انہیں مصروفیت ہوگئی ہے۔'' حضرت شعبیؒ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ حضرت اسماءؓ کو شہادت جعفرؓ کی اطلاع دے کر ان کے حال پر چھوڑ دیا تا کہ وہ آنسو بہا کر غم غلط کرلیں پھر آپ دوبارہ ان کے ہاں تشریف لائے اور تعزیت فرمائی اور بچوں کیلئے دعا کی۔ (11)

بلاشبہ چالیس سالہ حضرت جعفرؓ کی جوانی کی ناگہانی موت کا صدمہ بہت بھاری تھا اور ہمارے آقا و مولا پر سب سے گراں تھا کہ جعفرؓ انہیں بہت عزیز تھے۔ آپؐ نے کمال صبر و ضبط کا نمونہ دکھاتے ہوئے اپنے اصحاب سے فرمایا ''جو مقام شہادت ان شہداء کو مل چکا ہے اس کی بناء پر خود ان کو بھی آج ہمارے پاس موجود ہونے سے زیادہ اُس مقام بلند کی خوشی حاصل ہے۔'' (12)

صبر و رضا

حضرت جعفرؓ اور دیگر شہداء کی اچانک شہادتوں پر مدینہ میں رنج و الم کا جو فوری طبعی و جذباتی ردعمل ہوسکتا تھا اسے ممکنہ حد تک ہی روکا جا سکتا تھا۔ چنانچہ حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ ''شہدائے غزوۂ موتہ کی اطلاع ملنے پر خود نبی کریم ﷺ مجلس میں تشریف فرما ہوئے۔ آپؐ کے چہرے سے حزن و ملال کے آثار صاف ظاہر تھے۔ ایک شخص نے آکر خاندان جعفرؓ کی خواتین کی آہ و بکا کی شکایت کی۔ (اب ظاہر ہے زبردستی تو خواتین کو اس سے روکا نہیں جا سکتا تھا وعظ و تلقین ہی کی جا سکتی تھی) آپؐ نے اس شخص سے یہی فرمایا کہ ''واپس جا کر ان عورتوں کو سمجھاؤ کہ آہ و بکا سے باز رہیں۔'' وہ گیا اور تھوڑی دیر کے بعد پھر واپس لوٹا اور کہنے لگا میں نے انہیں روکا تو ہے مگر وہ بات نہیں مانتیں۔ حضورؐ خود سخت صدمہ کی حالت میں تھے۔ آپؐ نے پھر فرمایا ''پھر انہیں جا کر سمجھاؤ۔'' وہ گیا اور تھوڑی دیر بعد واپس آکر کہنے لگا کہ وہ کسی طرح بھی باز نہیں آتیں۔ آپؐ نے بیزاری سے فرمایا ''تو پھر ان کے منہ میں مٹی ڈالو'' یعنی انہیں ان کے حال پر چھوڑ دو۔ حضرت عائشہؓ فرماتی تھیں میں یہ سارا نظارہ دیکھ کر دل ہی دل میں کہہ رہی

تھی کہ یہ بھی عجیب شخص ہے نہ تو عورتوں کو سمجھا سکتا ہے اور نہ ہی نبی کریمؐ کو صدمہ کی حالت میں بار بار تکلیف دینے سے ہی رکتا ہے۔(13)

بہر حال نبی کریم ﷺ نے حضرت جعفرؓ کے اہل خانہ کے جذبات کا مناسب خیال رکھا جو آہ و بکا اضطراری حالت میں ان سے ظاہر ہوئی اس پر انہیں کچھ مہلت بھی دی۔ تیسرے روز آپ پھر حضرت جعفرؓ کے گھر تشریف لے گئے اور فرمایا کہ ''بس اب آج کے بعد میرے بھائی پر مزید نہیں رونا۔'' پھر ان کے یتیم بچوں کی کفالت کا انتظام و انصرام اپنے ذمہ لیا اور فرمایا کہ میرے بھائی کے بیٹے میرے پاس لاؤ۔ حضرت جعفرؓ کے بیٹے عبداللہ کا بیان ہے کہ ''ہمیں حضورؐ کے پاس اس طرح لایا گیا جیسے مرغی کے چوزے پکڑ کر لائے جاتے ہیں۔ آپؐ نے حجام کو بلوایا ہمارے بال وغیرہ کٹوائے اور ہمیں تیار کروایا۔ بڑی محبت و پیار کا سلوک کیا اور فرمایا طیارؓ کا بیٹا محمد تو ہمارے چچا ابو طالب سے خوب مشابہ ہے اور دوسرا بیٹا اپنے باپ کی طرح شکل اور رنگ ڈھنگ میں مجھ سے مشابہ ہے۔ پھر میرا ہاتھ پکڑا اور گویا خدا تعالیٰ کے سپرد کرتے ہوئے درد دل سے یہ دعا کی۔ ''اے اللہ جعفرؓ کے اہل و عیال کا خود حافظ و ناصر ہو'' اور میری (عبداللہ) تجارت کی برکت کیلئے بھی دعا کی۔

ہماری والدہ اسماءؓ نے آکر ہماری یتیمی کا ذکر کیا تو آپؐ نے انہیں تسلی دلاتے ہوئے فرمایا ان بچوں کے فقر و فاقہ کا خوف مت کرنا میں نہ صرف اس دنیا میں ان کا ذمہ دار ہوں بلکہ اگلے جہاں میں بھی ان کا دوست اور ولی ہوں گا۔''(14)

نبی کریم ﷺ نے جو اپنے پاکیزہ اخلاق و عادات سے حضرت جعفرؓ کی مشابہت کا ذکر فرمایا ہے اس کی ایک عمدہ مثال حضرت جعفرؓ کی ہمدردی بنی نوع انسان اور خدمت خلق میں نظر آتی ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ غریب الوطنی اور مسافرت کے آرام و مصائب نے ان کے خلق میں اور بھی چمک پیدا کر دی تھی۔ حضرت جعفرؓ مساکین و غرباء سے بہت محبت کیا کرتے تھے۔ وہ نہ صرف ان کی ضروریات بلکہ ان کے جذبات کا بھی خیال رکھتے۔ ان کی مجالس میں تشریف فرما ہو کر ان کے مسائل سنتے۔ الغرض ان کا یہ خلق ایسا نمایاں تھا کہ نبی کریمؐ نے ان کی کنیت بیٹوں کی بجائے غرباء کی نسبت سے ''ابوالمساکین'' رکھ دی یعنی مساکین کا باپ۔ (15)

حضرت ابو ہریرہؓ فتح خیبر کے زمانہ میں یمن سے ہجرت کر کے مدینہ آئے۔ وہ بھی ان غرباء و مساکین اصحاب صفہ میں شامل تھے جو دین کی تعلیم تربیت کی غرض سے مسجد نبویؐ سے گویا چمٹے رہتے تھے۔ حضرت جعفرؓ کو ان مسکینوں کا کتنا خیال ہوتا تھا اس کا اندازہ حضرت ابو ہریرہؓ کی بپتا سے بآسانی کیا جا سکتا ہے۔ وہ بیان کرتے ہیں ''ان دنوں میں بھوکا پیاسا در رسول ﷺ سے چمٹا رہتا تھا اور بھوک اور فاقہ کی شدت سے نڈھال ہوتا۔ بسا اوقات خالی پیٹ ہونے کے باعث کنکریوں کے اوپر اوندھے منہ لیٹ کر اس تکلیف کو کم کرنے کی کوشش کرتا تھا گاہے کسی صحابی رسولؐ سے کسی خاص آیت کے بارہ میں استفسار کرتا (جو غرباء کو کھانا وغیرہ کھلانے کے مضمون پر مشتمل ہوتی) حالانکہ وہ آیت مجھے یاد ہوتی تھی۔ مگر میری غرض احسن رنگ میں توجہ دلانا ہوتی تھی کہ شاید اس طرح وہ مجھے کھانا کھلا دیں۔ میں نے اس زمانہ میں دیکھا کہ مسکینوں کے حق میں سب لوگوں سے بہتر اگر کوئی شخص تھا تو وہ حضرت جعفرؓ تھے۔ وہ ہمیں اپنے گھر لے جاتے۔ گھر میں جو موجود ہوتا ہمیں کھلاتے تھے۔ بعض اوقات تو وہ چمڑے کا مشکیزہ نما برتن جس میں شہد یا گھی ہوتا تھا اٹھا کر لے آتے اور ہم بھوک کے مارے اسے چیر پھاڑ کر اندر جو کچھ ہوتا وہ بھی چاٹ لیتے تھے۔'' (16)

غالباً یہی وجہ تھی کہ ابوھریرہؓ برملا اپنی اس رائے کا اظہار کیا کرتے تھے کہ ''رسول کریمؐ کے بعد حضرت جعفر طیارؓ سے بہتر اور افضل انسان ہم نے کوئی نہیں دیکھا۔'' (17)

شاعر دربار نبویؐ حضرت حسانؓ بن ثابت نے حضرت جعفرؓ کی شہادت کے موقع پر کیا خوب مرثیہ کہا:۔

وَكُنَّا نَرىٰ فِيْ جَعْفَرٍ مِنْ مُحَمَّدٍ
وَفَاءً وَاَمْرًا صَارَ مَاحَيْثُ يُؤمَرُ
فَلاَ زَالَ فِيْ الْاِسلاَمِ مِنْ آلِ هَاشِمٍ
دَعَائِمُ عِزٍّ لَا يَزُولُ و مُفْخَرُ

یعنی ہم حضرت جعفر طیارؓ کے نمونے میں وفا کا عظیم الشان نمونہ دیکھتے ہیں کہ جہاں جو فرمان ملا انہوں نے سر تسلیم خم کر دیا اور آل ہاشم تو ہمیشہ ہی عزت کے ستون بن کر قابل فخر اسلامی خدمات بجا

لاتے رہے ہیں۔(18)

اللہ تعالیٰ ہمیں ان بزرگ اسلاف کی اعلیٰ صفات واقدار زندہ رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

حوالہ جات

1۔ الاکمال مع مشکوۃ:صفحہ:1589
2۔ ترمذی ابواب المناقب
3۔ مسند احمد جلد 5 صفحہ 204
4۔ ابن سعد جلد 4 صفحہ 123، استیعاب جلد ص313
5۔ مسند احمد جلد 1 صفحہ 148
6۔ مسند احمد جلد 5 صفحہ 229
7۔ بخاری کتاب المغازی
8۔ مسند احمد جلد 5 صفحہ 229، استیعاب جلد 1 ص314
9۔ ابوداؤد کتاب الجہاد، استیعاب جلد 1 ص314، منتخب کنز العمال برحاشیہ مسند جلد 5 ص155
10۔ بخاری کتاب المغازی
11۔ مسند احمد جلد 6 صفحہ 372، منتخب کنز العمال برحاشیہ مسند جلد 5 ص156
12۔ بخاری کتاب المغازی
13۔ بخاری کتاب المغازی
14۔ مسند احمد جلد 1 ص204
15۔ اصابہ جز 2 ص218
16۔ بخاری کتاب المناقب باب جعفرؓ
17۔ ترمذی ابواب المناقب
18۔ الاصابہ جز2 ص249

حضرت مصعب بن عمیرؓ

حلیہ و خاندان

درمیانہ قد، حسین نقش، گورا رنگ، روشن چہرہ، دراز زلفیں، چہرہ سے ملاحت اور ملائمت عیاں۔ یہ نوجوان رعنا خاندان قریش کے خوبرو چشم و چراغ مصعب بن عمیرؓ ہیں۔ نسب تیسری پشت میں نبی کریم ﷺ سے جا ملتا ہے۔ والدہ حناس بنت مالک مکہ کی مالدار خاتون تھیں۔ انہوں نے مصعبؓ کی پرورش بہت ناز و نعمت سے کی۔ آپ بہترین پوشاک اور اعلیٰ لباس پہنتے۔ مکہ کی اعلیٰ درجہ کی خوشبو استعمال کرتے اور حضرم کے علاقہ کا بنا ہوا مشہور جوتا منگوا کر پہنتے تھے۔(1)

آنحضرت ﷺ مصعبؓ بن عمیر کو دیکھ کر فرمایا کرتے تھے کہ میں نے مصعبؓ سے زیادہ حسین وجمیل اور ناز و نعمت اور آسائش میں پروردہ کوئی شخص نہیں دیکھا۔(2)

اسلام میں سبقت لے جانے کے لحاظ سے آپ کا شمار صاحب فضیلت صحابہؓ میں ہوتا ہے۔ مدینہ میں پہلی بار اسلام کا پیغام پہنچانے اور وہاں دعوت و تبلیغ کے ذریعہ انصار مدینہ کو منظّم کرنے کی تاریخی سعادت آپ کے حصہ میں آئی۔ حبشہ و مدینہ دو ہجرتوں کی توفیق پائی۔ بدر و احد میں اسلام کے علم بردار ہونے کا اعزاز پایا۔(3)

قبول اسلام اور آزمائش

آغاز اسلام میں جب آنحضرت ﷺ دارارقم میں تھے۔ حضرت مصعب بن عمیرؓ نے عین عالم جوانی میں بعمر 27 سال اسلام قبول کیا۔ مگر ابتداءً اپنی والدہ اور قوم کی مخالفت کے اندیشہ سے اسے مخفی رکھا۔(4) چھپ چھپا کر نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتے رہے۔ ایک دفعہ عثمان بن طلحہ (کلید بردار کعبہ) نے انہیں نماز پڑھتے دیکھ لیا اور ان کے گھر والوں کو خبر کر دی۔ والدین نے ان کو قید کر دیا۔ بڑی مشکل سے بھاگ کر قید سے چھٹکارا حاصل کیا اور ہجرت کر کے حبشہ چلے گئے۔ کچھ عرصہ بعد جب بعض مہاجرین حبشہ سے مکے میں بہتر حالات کی افواہیں سن کر واپس آئے تو ان میں مصعب بن عمیرؓ بھی تھے۔ اگرچہ غریب الوطنی، سفر کی صعوبتوں اور مصائب و آلام نے ناز و نعم کے

پروردہ اس حسین وجمیل شہزادے کی رعنائیاں چھین لی تھیں۔ پھر بھی صبر واستقامت کے پیکر مصعبؓ اسلام پر پختگی سے قائم تھے۔ ماں نے لختِ جگر کی حالت زار دیکھی تو ممتا تڑپ اٹھی۔ اس نے آئندہ سے مخالفت ترک کر دی اور بیٹے کو اس کے حال پر چھوڑ دیا۔(5)

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ بیان کرتے ہیں کہ مصعب بن عمیرؓ کو میں نے آسائش کے زمانہ میں بھی دیکھا اور مسلمان ہونے کے بعد بھی، راہ مولیٰ میں آپ نے اتنے سارے دکھ جھیلے کہ میں نے دیکھا آپ کے جسم سے جلد اس طرح اترنے لگی تھی جیسے سانپ کی کینچلی اترتی اور نئی جلد آتی ہے۔(6)

ایک دن ہمارے آقا و مولا حضرت محمد مصطفیؐ نے دیکھا مصعبؓ بن عمیر اس حال زار میں آپ کی مجلس میں آئے کہ پیوند شدہ کپڑوں میں ٹاکیاں بھی چمڑے کی لگی ہیں۔ صحابہؓ نے دیکھا تو سر جھکا لئے کہ وہ بھی مصعبؓ کی کوئی مدد کرنے سے معذور تھے۔ مصعبؓ نے آکر سلام کیا۔ آنحضرتؐ نے دلی محبت سے وعلیکم السلام کہا اور اس امیر کبیر نوجوان کی آسائش کا زمانہ یاد کر کے آپؐ کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ پھر مصعبؓ کا حوصلہ بڑھاتے ہوئے اور نصیحت کرتے ہوئے فرمایا ''الحمد للہ دنیاداروں کو ان کی دنیا نصیب ہو۔ میں نے مصعبؓ کو اس زمانے میں بھی دیکھا ہے جب شہر مکہ میں ان سے بڑھ کر صاحب ثروت و نعمت کوئی نہ تھا۔ یہ ماں باپ کی عزیز ترین اولاد تھی اسے کھانے پینے کی ہر اعلیٰ نعمت وافر میسر تھی۔ مگر خدا اور اس کے رسولؐ کی محبت و نصرت نے اسے آج اس حال تک پہنچایا ہے اور اس نے وہ سب کچھ خدا اور اس کی رضا کی خاطر چھوڑ دیا۔ پھر خدا نے اس کے چہرہ کو نور عطا کیا ہے۔''(7)

پھر حضورؐ نے صحابہؓ سے فرمایا ''تمہارا کیا حال ہوگا جب صبح و شام تمہیں نئی پوشاک عطا ہوگی اور تمہارے سامنے ایک کے بعد کھانے کا دوسرا طشت رکھا جائیگا اور گھروں میں پردے لٹکے ہوں گے۔ صحابہؓ نے عرض کیا حضورؐ وہ کیا ہی خوش وقت ہوگا۔ ہم عبادت کے لئے تو فارغ ہوں گے۔ حضورؐ نے فرمایا ''نہیں تم آج جس حال پر ہو وہ زیادہ بہتر ہے اور زیادہ اجر و ثواب کا موجب ہے۔''(8)

مدینہ میں کامیاب دعوت الی اللہ

11 نبوی کے موسم حج میں رسول خدا ﷺ کا تعارف دعوت الی اللہ کے دوران مدینہ کے قبائل اوس و خزرج سے ہوا اور عقبہ مقام پر ان میں سے بارہ افراد نے آپ کی بیعت بھی کی جو بیعت اولیٰ

کے نام سے مشہور ہے۔ جب یہ لوگ مدینہ واپس جانے لگے تو ان کی تعلیم و تربیت اور مدینہ میں دعوت اسلام کی مہم جاری کرنے کے لئے نبی کریم ﷺ نے مصعب بن عمیرؓ کو ساتھ بھجوایا۔(9)

ابن سعد کے مطابق اہل مدینہ کے نومسلموں کے مطالبہ پر دینی تعلیم کے لئے حضرت مصعبؓ کو بعد میں بھجوایا گیا۔ بہرحال حضرت مصعبؓ وہاں پہنچ کر مدینہ کے سردار اسعد بن زرارہؓ کے گھر قیام کیا۔ مدینہ جاتے ہی تعلیم القرآن کا سلسلہ شروع کیا اور مقری یعنی استاد کے نام سے مشہور ہوئے۔آپ نمازوں میں امامت کے فرائض بھی انجام دینے لگے۔(10)

مدینہ میں باقاعدہ نماز جمعہ جاری کرنے کی تاریخی سعادت بھی حضرت مصعبؓ کے حصے میں آئی۔آپ نے نبی کریمؐ کی خدمت میں لکھا کہ اگر حضور ﷺ اجازت عطا فرمائیں تو مدینہ میں نماز جمعہ شروع کردی جائے۔حضور ﷺ نے اجازت دیتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ جس روز یہودی اپنے سبت کا اعلان کرتے ہیں۔اس روز سورج کے ڈھلنے کے بعد دو رکعت نماز ادا کر کے خطبہ جمعہ دیا کرو۔حضرت مصعب بن عمیرؓ نے مدینہ میں نماز جمعہ کا آغاز کردیا۔

حضرت سعد بن خیثمہؓ کے گھر جو پہلا جمعہ پڑھا گیا۔اس میں مدینہ کے بارہ افراد شامل ہوئے۔اسلام کے اس پہلے جمعہ کے موقعہ پر مسلمانوں نے خوشی میں ایک بکری ذبح کی۔اور یوں جمعہ میں شامل اپنے بھائیوں کی ضیافت کا بھی اہتمام کیا۔(11)

حضرت مصعبؓ نے اسلام کے پہلے مبلغ کے طور پر بھی تبلیغ کا حق خوب ادا کیا۔آپ نے دعوت الی اللہ کے جذبہ سے سرشار ہوکر کمال محنت، اخلاص اور حکمت و محبت کے ساتھ مدینہ کے اجنبی لوگوں سے رابطہ اور اثر ورسوخ پیدا کر کے انہیں اسلام سے روشناس کرایا اور تھوڑے ہی عرصہ میں مدینہ کے ہر گھر میں اسلام کا بیج بو دیا۔ایک کامیاب داعی الی اللہ کے طور پر ان کا کردار یقیناً آج بھی ہمارے لئے عمدہ نمونہ ہے۔آپ نے بالکل اجنبی شہر مدینہ میں تبلیغ کا آغاز اس طرح کیا کہ اپنے میزبان حضرت اسعد بن زرارہؓ کو ساتھ لے کر انصار کے مختلف محلوں میں جانے لگے۔ وہاں وہ مسلمانوں اور ان کے عزیزوں کے ساتھ مجلس کرتے انہیں تعلیم دین دیتے اور وہاں آنے والوں کو اسلام کا پیغام پہنچاتے۔مگر جب لوگوں میں اسلام کا چرچا ہونے لگا تو ایک محلّہ کے سردار سعد بن معاذؓ

اور اسید بن حضیرؓ نے ان دونوں داعیان الی اللہ کو اس نئے دین سے باز رکھنے کا فیصلہ کیا۔ جس کے بعد اسید بن حضیرؓ مصعبؓ کی مجلس میں نیزہ تھامے داخل ہوئے۔ اسعد بن زرارہؓ نے یہ دیکھتے ہی مصعبؓ سے سرگوشی کی کہ یہ اپنی قوم کا سردار آتا ہے اسے آج خوب تبلیغ کرنا۔ مصعبؓ بولے کہ اگر یہ چند لمحے بیٹھ کر بات سننے پر آمادہ ہو جائے تو میں ضرور اس سے بات کروں گا۔ ادھر اسیدؓ بن حضیر سخت کلامی کرتے ہوئے آگے بڑھے اور کہا کہ جان کی امان چاہتے ہو تو آئندہ سے ہمارے کمزوروں کو آ کر بے وقوف بنانے کا یہ طریقہ واردات ختم کرو۔

حضرت مصعبؓ نے نہایت محبت سے کہا کیا آپ ذرا بیٹھ کر ہماری بات سنیں گے؟ اگر تو آپ کو بات بھلی لگے تو مان لیجئے اور بری لگے تو بے شک اس سے گریز کریں۔ اُسید منصف مزاج آدمی تھے، بولے بات تو تمہاری درست ہے۔ اور پھر نیزہ وہیں گاڑ کر بیٹھ گئے۔ حضرت مصعبؓ نے انہیں قرآن پڑھ کر سنایا اور ان تک پیغام حق پہنچایا۔ قران کی سچی تعلیم سن کر اُسید بے اختیار کہہ اٹھے کہ یہ کیسا خوبصورت کلام ہے! اچھا یہ بتاؤ اس دین میں داخل ہونے کے لئے کیا کرنا پڑتا ہے؟ اسعدؓ اور مصعبؓ نے انہیں بتایا کہ نہا دھو کر اور صاف لباس پہن کر حق کی گواہی دو پھر نماز پڑھو۔ انہوں نے ایسا ہی کیا۔ پھر اُسید خود ہی کہنے لگے کہ میرا ایک اور بھی ساتھی ہے۔ یعنی سعد بن معاذ، اگر وہ مسلمان ہو جائے تو اس کی ساری قوم سے ایک شخص بھی قبول اسلام سے پیچھے نہیں رہے گا۔ اور میں ابھی اسے تمہارے پاس بھیجتا ہوں۔ اور انہوں نے سعد کو نہایت حکمت کے ساتھ مصعبؓ کے پاس بھیجا۔ حضرت مصعبؓ بن عمیر نے ان کو بھی نہایت محبت اور شیریں گفتگو سے رام کر لیا۔ انہیں قرآن سنا کر اسلام کا پیغام پہنچایا۔ چنانچہ حضرت سعدؓ نے بھی اسلام قبول کر لیا۔ بلاشبہ یہ دن مدینہ میں اسلام کی فتح کے بنیاد رکھنے والا دن تھا۔ جس روز ایسے عظیم الشان بااثر سرداروں نے اسلام قبول کیا جنہوں نے اپنی قوم کو یہ کہہ دیا میرا کلام کرنا تم سے حرام ہے جب تک مسلمان نہ ہو جاؤ۔ اس طرح عبدالاشہل کا سارا قبیلہ مسلمان ہو گیا۔ (12) اور یوں مدینہ کے گھرانوں میں اسلام تیزی سے پھیلنے لگا۔

حضرت مصعبؓ نے ایک سال تک مدینہ میں اشاعت اسلام کے لئے خوب سرگرمی سے کام کیا اور دعوت الی اللہ کے شیریں پھل آپ کو عطا ہوئے چنانچہ اگلے سال سن ۱۲ نبوی میں حج کے موقع

پر آپ مدینہ سے ۷۵ انصار کا وفد لے کر مکہ روانہ ہوئے۔ حضرت اسعدؓ بن زرارہ بھی ساتھ تھے۔ اس وفد کی رسول اللہ ﷺ سے ملاقات کا انتظام بھی عقبہ مقام پر کیا گیا۔ جہاں اس وفد نے آپؐ کی بیعت کی جو بیعت عقبہ ثانیہ کے نام سے مشہور ہے۔

محبت رسول ﷺ اور استقامت

اس سفر میں حضرت مصعبؓ کی محبت رسولؐ کا ایک عجب نمونہ دیکھنے میں آیا۔ آپؓ مکہ پہنچتے ہی اپنی والدہ کے گھر (جو مخالفت چھوڑ چکی تھیں) جانے کی بجائے سیدھے نبی کریم ﷺ کے پاس پہنچے۔ حضور ﷺ کی خدمت میں وہاں کے حالات عرض کئے اور مدینہ میں سرعت کے ساتھ اسلام پھیلنے کی تفصیلی مساعی کی رپورٹ دی۔ حضورؐ ان کی خوشکن مساعی کی تفاصیل سن کر بہت خوش ہوئے۔

ادھر مصعبؓ کی والدہ کو پتہ چلا کہ مصعبؓ مکہ آئے ہیں اور پہلے انہیں آکر ملنے کے بجائے رسول اللہ ﷺ کے پاس چلے گئے ہیں تو انہوں نے بیٹے کو پیغام بھیجا کہ او بے وفا! تو میرے شہر میں آکر پہلے مجھے نہیں ملا۔ عاشق رسول ﷺ حضرت مصعبؓ کا جواب بھی کیسا خوبصورت تھا کہ اے میری ماں! میں مکہ میں نبی کریم ﷺ سے پہلے کسی کو ملنا گوارا نہیں کرسکتا۔ (13)

حضور ﷺ سے ملاقات کے بعد والدہ کے پاس حاضر ہوئے۔ انہوں نے پھر مصعبؓ کو صابی مذہب کا طعنہ دے کر راہ راست سے ہٹانے کی کوشش کی۔ حضرت مصعبؓ نے سمجھایا کہ میں خدا اور رسول کے دین پر ہوں جسے خدا نے اپنے اور اپنے رسول کیلئے پسند کیا ہے۔ والدہ نے محبت و پیار کے واسطے دیکر کہا کہ ''تمھیں کیا معلوم کہ میں نے تمہاری جدائی میں کتنے دکھ اٹھائے۔ جب تم حبشہ گئے تو ایک دفعہ اس وقت میں نے تمہاری خاطر بین کئے اور دوسری مرتبہ تمہارے یثرب جانے پر ماتم کیا مگر تم ذرا احسان شناسی سے کام نہیں لیتے۔'' مصعبؓ نے کہا کہ ''ماں! میں اپنے دین کو تو کسی حالت میں نہیں چھوڑ سکتا۔ جتنا مرضی مجھے آزمالو۔'' والدہ نے قید و بند کی دھمکی دی تو اب کے مصعبؓ نے بھی ذرا سختی سے جواب دیا کہ ''وہ کسی دھمکی میں نہیں آئیں گے'' مجبور ہوکر والدہ رونے لگیں اور کہا جاؤ بچے تمہاری مرضی! مصعبؓ کا دل بھی پسیج گیا انہوں نے بہت پیار سے سمجھایا کہ ''اے میری ماں! میں آپ کا سچا ہمدرد ہوں اور مجھے آپ سے بے حد محبت ہے۔ میری دلی خواہش اور تمنا ہے کہ

آپ اسلام قبول کر لیں میری یہ آرزو پوری کر دیں اور خدا کے ایک ہونے اور محمد رسول اللہ ﷺ کو اس کا رسول ہونے کی گواہی دے دیں۔''

مصعبؓ کی ماں نے کہا ''ستاروں کی قسم میں تمہارے دین میں ہرگز داخل نہ ہونگی۔ کیا آباؤ اجداد کا دین چھوڑ دوں؟ اور سب لوگ مجھے پاگل کہیں؟ پس جاؤ تمہیں تمہارے حال پر چھوڑا اور میں اپنے دین پر قائم ہوں۔''(14) آہ! مصعبؓ کے لئے کتنی کڑی تھی یہ آزمائش مگر انہوں نے بھی خوب استقامت دکھائی آخر چند ماہ حضور ﷺ کی صحبت میں گزارنے کے بعد حضرت مصعبؓ 12 ربیع الاول کو مدینہ واپس لوٹے۔ مدینہ پہنچ کر آپ پھر اپنی دینی اور تبلیغی سرگرمیوں میں ہمہ تن مصروف ہو گئے۔ آپ ہی ہیں جنہوں نے مدینہ کو دارالہجرت کے طور پر رسولؐ خدا کے لئے تیار کیا۔ یہاں تک کہ اگلے سال نبی کریمؐ ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لائے۔ تو مصعبؓ کی دلی تمنائیں پوری ہوئیں۔

بہادری اور شجاعت

دشمنان اسلام نے مدینہ میں بھی مسلمانوں کو چین کا سانس نہ لینے دیا اور جلد ہی بدر کا معرکہ پیش آیا۔ اس موقع پر نبی کریم ﷺ نے حضرت مصعب بن عمیرؓ کو یہ شاندار اور اعلیٰ اعزاز بخشا کہ مہاجرین کا بڑا جھنڈا انہیں کو عطا فرمایا۔(15)

غزوہ احد میں بھی نہ صرف صاحب لواء (علمبردار اسلام) ہونیکی سعادت ان کے حصے میں آئی بلکہ نہایت دلیری اور بہادری سے جان کی بازی لگا کر انہوں نے اسلامی جھنڈے اور نبی کریم ﷺ کی حفاظت کی شاندار مثال قائم کر دکھائی جو تاریخ اسلام میں ہمیشہ سنہری حروف میں لکھی جاتی رہے گی۔ جب احد میں کفار مکہ کے دوبارہ غیر متوقع حملہ کے دوران مسلمانوں کو پسپا ہونا پڑا تو اسلامی علمبردار مصعب بن عمیرؓ دشمن کے تابڑتوڑ حملوں کے مقابل پر میدان جنگ میں اسلامی علم تھامے ہوئے ڈٹ گئے۔ ابن اسحاق کے بیان کے مطابق وہ، رسول اللہ ﷺ کی حفاظت کرتے ہوئے آپؐ کے آگے پیچھے لڑ رہے تھے کہ عبداللہؓ بن قمیہ کے ہاتھوں شہید ہوئے۔ ابن قمیہ کے حملہ سے آنحضور ﷺ بھی گر گئے تو وہ سمجھا کہ آنحضرت ﷺ کو شہید کر دیا گیا ہے اور اس کا اعلان کر کے اس نے یہ خبر میدان احد میں مشہور کر دی۔(16)

علم اسلام کی حفاظت

ابن سعد نے مصعبؓ کی شہادت کی مزید تفصیل اس طرح دی ہے کہ عبداللہ بن قمیہ نے جو گھوڑے پر سوار تھا حملہ آور ہوکر آپ کے بازو پر (جس سے آپ نے جھنڈا تھام رکھا تھا) ایسا وار کیا کہ اسے کاٹ کر رکھ دیا۔ مصعبؓ نے بازو کی پرواہ نہ کرتے ہوئے جھنڈا بائیں ہاتھ سے تھام لیا۔ ابن قمیئہ نے بائیں ہاتھ پر وار کر کے اسے بھی کاٹ ڈالا تو اس شیر خدا نے دونوں ٹنڈے بازوؤں سے اسلامی پرچم کو اپنے سینے سے لگا لیا۔ اور اسے سرنگوں نہیں ہونے دیا اور بآوازِ بلند اس آیت کی تلاوت کرنے لگے

وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ط اَفَائِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ وَمَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْئًا ط

(آل عمران 145)

(ترجمہ) محمدؐ ایک رسول ہیں اور آپ سے پہلے سب رسول فوت ہو گئے ہیں۔ اگر آپ فوت ہو جائیں یا قتل ہو جائیں تو کیا تم ایڑیوں کے بل پھر جاؤ گے اور جو تم میں سے اپنی ایڑیوں کے بل پھر جائے وہ اللہ کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا۔

آنحضرت ﷺ کی شہادت کی خبر مشہور ہو جانے کے بعد جب مسلمان سراسیمگی کے عالم میں تھے اور مارے غم کے انہیں کچھ سجھائی نہیں دیتا تھا۔ بعض گھبرا کر اور بددل ہو کر پیچھے بھی ہٹے۔ اس وقت مصعبؓ کا یہ آیت پڑھتے ہوئے جان قربان کر دینا آپ کی کمال بہادری اور شجاعت ظاہر کرتا ہے۔ دوسرے لفظوں میں آپ اپنے آخری سانسوں میں بھی انس بن نضرؓ جیسے صحابہ کی طرح مسلمانوں کو یہ پیغام دے رہے تھے کہ اگر نبی کریمؐ شہید بھی ہو گئے ہیں تو محض گھبرانے یا پیچھے ہٹنے سے کیا حاصل؟ آگے بڑھو اور اسی راہ میں اپنی جانیں نچھاور کر دو جس راہ میں ہمارا آقا اپنی جان قربان کر گیا۔ خود مصعبؓ نے اپنی جان کی قربانی پیش کر کے اس پیغام کو عملاً بھی سچا کر دکھایا۔

مصعبؓ کے دونوں ہاتھ قلم دیکھ کر اور انہیں مقابلہ سے عاجز پا کر عبداللہ بن قمیہ گھوڑے سے اتر آیا۔ تیسری مرتبہ اپنے نیزہ کے ساتھ آپؓ پر پوری قوت سے حملہ آور ہوا۔ نیزہ آپؓ کے بدن کے

پار ہو کر ٹوٹ گیا ساتھ ہی مصعبؓ بھی گر پڑے اسلامی جھنڈا گرنے کو تھا کہ لپک کر آپ کے بھائی ابوالروم بن عمیرؓ اور سویبط بن سعدؓ نے پکڑ لیا اور یوں حضرت مصعبؓ نے میدان احد میں آخری دم تک اسلامی جھنڈا کی حفاظت کرتے ہوئے جان دے دی۔(17)

ابن اسحاق میں یہ روایت بھی ہے کہ حضرت مصعب بن عمیرؓ کی شہادت پر نبی کریم ﷺ نے جھنڈا حضرت علیؓ کو دیا۔ بوقت شہادت حضرت مصعبؓ کی عمر چالیس سال تھی۔(18)

وفاءِ عہد

اسلامی جھنڈے کا حق ادا کرنیوالا اور اپنے مسلمان ساتھیوں کو استقامت اور ثبات قدم کی آخری وصیت کرنیوالا یہ مجاہد اپنی شہادت کے وقت بھی پشت کے بل نہیں بلکہ چہرہ کے بل گرا۔ اور رسولؐ اللہ جب ان کی نعش کے پاس پہنچے تو وہ چہرہ کے بل پڑے تھے۔ گویا دم واپسیں بھی اپنے مولیٰ کی رضاء پر راضی اور سجدہ ریز۔ حضورؐ نے ان کی نعش کے پاس کھڑے ہو کر یہ آیت تلاوت فرمائی:۔

مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ ۖ وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلًا (الاحزاب24)

ان مومنوں سے کچھ ایسے ہیں جنہوں نے اپنی نیت کو پورا کر دیا (یعنی لڑتے لڑتے مارے گئے) اور ان میں سے بعض ایسے بھی ہیں جو ابھی انتظار کر رہے ہیں اور اپنے ارادہ میں کوئی تزلزل انہوں نے نہیں آنے دیا۔

اس کے بعد نبی کریم ﷺ نے اپنے اس عاشق صادق کو مخاطب کر کے فرمایا ”اے مصعبؓ! خدا کا رسول تم پر گواہ ہے (کہ واقعی تم اس آیت کے مصداق اور ان مردان وفا میں سے ہو جنہوں نے اپنے وعدے پورے کر دکھائے) اور روز قیامت تم دوسروں پر گواہ بنائے جاؤ گے“۔ پھر آپؐ نے اپنے علمبردار حضرت مصعبؓ کو اس آخری ملاقات میں ایک اور اعزاز بھی بخشا۔ صحابہؓ کو مخاطب کر کے فرمایا کہ:۔

”اے میرے صحابہؓ! مصعبؓ کی نعش کے پاس آ کر اس کی زیارت کر لو اور اس پر سلام بھیجو۔ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے روز قیامت تک جو بھی ان پر سلام کرے گا

یہ اس کے سلام کا جواب دیں گے''۔(19)

اے مصعب بن عمیرؓ! تجھ پر سلام اے مبلغ اسلام اور اسلامی جھنڈے کے وفا شعار محافظ تجھ پر ہزاروں سلام۔

شہید احد، ماں باپ کے ناز ونعم کے پالے مصعبؓ کا اس عالم بے ثبات سے رخصتی کا منظر بھی دیدنی تھا۔ مکہ میں بہترین لباس زیب تن کرنیوالے مصعبؓ کو آخری دم پورا کفن بھی میسر نہیں آیا۔

فتوحات کے بعد جب مسلمانوں کو مالی کشائش اور فراخی عطا ہوئی صحابہؓ رسولؐ مصعبؓ کی قربانیوں اور اپنی اس بے چارگی کا عالم یاد کر کے اکثر رو پڑتے تھے کہ ہم اپنے بھائی مصعبؓ کو پورا کفن بھی مہیا نہ کر سکے تھے۔ چنانچہ حضرت خبابؓ کہا کرتے تھے کہ ہم نے نبی کریمؐ کے ساتھ محض رضائے الٰہی کی خاطر ہجرت کی اور ہمارا اجر اللہ کے ذمہ ہو گیا۔ مگر ہم میں سے بعض فوت ہو گئے اور انہوں نے اس اجر سے دنیا میں کوئی حصہ نہیں پایا۔ ان میں ایک مصعب بن عمیرؓ بھی تھے جو احد کے دن شہید ہوئے اور ہمیں ان کے کفن کے لئے سوائے ایک چادر کے کچھ میسر نہ آیا۔ اور چادر بھی اتنی مختصر کہ اس سے مصعبؓ کا سر ڈھانکتے تو پاؤں نظر آنے لگتے اور پاؤں ڈھانکتے تو چہرہ ننگا رہتا۔ چنانچہ نبی کریمؐ نے فرمایا کہ سر ڈھانک دو اور پاؤں پر اذخر گھاس ڈال کر انہیں دفن کیا۔(20)

حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کے سامنے ایک دفعہ جب روزہ کی افطاری کے وقت اعلیٰ قسم کا کھانا پیش کیا گیا۔ (شاید انہیں مسلمانوں کی کم مائیگی کا وہی وقت یاد آگیا)۔ تو کہنے لگے مصعب بن عمیرؓ شہید ہوئے وہ مجھ سے بدرجہا بہتر تھے۔ مگر انکے کفن کیلئے صرف ایک چادر میسر آئی۔ مگر ہمارے لئے دنیا اتنی فراخ کر دی گئی کہ ڈر لگتا ہے کہیں ہماری نیکیوں کے بدلے اسی دنیا میں ہی نہ دے دیئے جائیں۔ پھر آپؓ رونے لگ پڑے اور کھانا نہیں کھایا۔(21)

جب میں ان پوشاکوں اور خلعتوں کا سوچتا ہوں جو اس شہید احد کو رب العزت کے دربار میں عطا ہوئی ہونگی تو بے اختیار دل سے پھر یہ صدا بلند ہوتی ہے کہ آفرین صد آفرین۔ اے اسلام کے عظیم الشان بطل جلیل مصعبؓ بن عمیر تجھ پر آفرین! کہ تو نے خصوصاً نوجوانوں کے لئے اپنے خوبصورت نمونے سے، ماں باپ کی قربانی، مال و دولت کی قربانی، سادگی، وفا ایثار اور کامیاب دعوت الی اللہ کے

شاندار سبق رقم کر کے دکھا دیئے۔

بنا کر دند خوش رسمے بخاک و خون غلطیدن
خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

حوالہ جات

1- اسد الغابہ جلد 4 صفحہ 368
2- ابن سعد جلد 3 صفحہ 116
3- اسد الغابہ جلد 4 صفحہ 368
4- الاصابہ جز 6 صفحہ 101
5- ابن سعد جلد 3 صفحہ 116
6- اسد الغابہ جلد 4 صفحہ 370
7- ابن سعد جلد 3 صفحہ 117 ومنتخب کنز العمال برحاشیہ مسند جلد 5 ص 267
8- اصابہ جلد 3 صفحہ 315
9- ابن ہشام جلد 2 صفحہ 187-186 مع الروض الانف
10- ابن سعد جلد 3 صفحہ 118، ابن ہشام جلد 1 صفحہ 185، اسد الغابہ جلد 4 صفحہ 370
11- ابن سعد جلد 3 صفحہ 118
12- ابن ہشام جلد 3 صفحہ 153
13- ابن سعد جلد 3 صفحہ 120
14- ابن سعد جلد 3 صفحہ 120
15- ابن سعد جلد 3 صفحہ 120
16- ابن ہشام جلد 3 صفحہ 153
17- ابن سعد جلد 3 صفحہ 120
18- ابن ہشام مع الروض الانف جلد 3 صفحہ 153، اکمال فی اسماء الرجال ذکر مصعب بن عمیرؓ
19- اسد الغابہ جلد 4 صفحہ 370
20- بخاری کتاب الجنائز و کتاب المغازی
21- بخاری کتاب الجنائز

حضرت ابوسلمہ بن عبدالاسدؓ

نام ونسب

آپ کا تعلق قبیلہ بنی مخزوم سے تھا اصل نام عبداللہ بن عبدالاسداور کنیت ابوسلمہ تھی۔ والدہ برّہ بنت عبدالمطلب آنحضرت ﷺ کی پھوپھی تھیں۔ اس لحاظ سے حضرت ابوسلمہؓ آنحضرت ﷺ کے پھوپھی زاد تھے۔ آنحضرت ﷺ، حضرت حمزہؓ اور ابوسلمہؓ نے ابولہب کی لونڈی ثویبہ کا دودھ پیا تھا اسلئے ابوسلمہؓ حضور ﷺ کے رضاعی بھائی بھی تھے اور قریباً ہم عمر تھے۔

آپ کی بیوی ھند بنت ابی امیہ قبیلہ بنی مخزوم میں سے تھیں اور ام سلمہؓ کے نام سے معروف تھیں جو احد میں حضرت ابوسلمہؓ کی شہادت کے بعد آنحضرت ﷺ کے عقد میں آئیں اور اُم المومنین کا مرتبہ پایا۔(1)

قبول اسلام اور صبر واستقامت

حضرت ابوسلمہؓ نے بہت ابتدائی زمانے میں گیارہویں نمبر پر اسلام قبول کیا تھا۔ اس وقت آنحضرت ﷺ ابھی دار ارقم میں نہیں گئے تھے اور وہاں تبلیغ کا سلسلہ بھی شروع نہیں ہوا تھا۔ قبول اسلام کے بعد مکہ میں جس طرح دیگر تمام صحابہ کو دکھوں اور اذیتوں اور مصائب کا سامنا کرنا پڑا کچھ یہی حال حضرت ابوسلمہؓ کا ہوا۔ آپ نے اپنے ماموں حضرت ابوطالبؓ کی پناہ لی۔ قبیلہ بنی مخزوم کے لوگ حضرت ابوطالبؓ کے پاس آئے کہ آپ نے ان کو کیوں پناہ دی؟ جب لوگوں کا اصرار بڑھا تو ابولہب نے (باوجودیکہ ساری عمر اسلام کی مخالفت میں ہی گذاری) پہلی دفعہ کسی مسلمان کی طرف داری کرتے ہوئے کہا کہ اگر ابوطالب ان کو پناہ دیتا ہے تو اسے کچھ نہ کہو ورنہ میں بھی اس کا ساتھ دوں گا۔(2) چنانچہ ابوسلمہؓ ابوطالب کی پناہ میں ایک عرصے تک رہے۔ اس کے بعد جب ہجرت حبشہ کا موقعہ آیا تو ابوسلمہؓ ابتدائی مہاجرین میں شامل تھے۔ اپنی بیوی حضرت ام سلمہؓ کو ساتھ لے کر انہوں نے حبشہ ہجرت فرمائی۔ وہاں سے واپسی ہوئی تو آنحضرت ﷺ کے مدینہ ہجرت کرنے سے پہلے ہی ابوسلمہؓ نے مدینہ ہجرت کرنے کی سعادت حاصل کی۔ آپ اولین ہجرت کرنے والوں میں

سے تھے(3)ان کی ہجرت کا واقعہ نہایت دردناک ہے۔

داستان ہجرت

حضرت ام سلمہؓ بیان کرتی ہیں کہ ’’مکہ میں جب اذیتوں کا سامنا کرنا پڑا تو ابوسلمہؓ نے اور میں نے اپنے بیٹے کے ساتھ مدینہ ہجرت کا ارادہ کیا۔اپنی سواری کا اونٹ تیار کیا،ابوسلمہؓ نے مجھے اور میرے بیٹے سلمہ کو جو میری گود میں تھا سوار کروایا اور یوں یہ چھوٹا سا قافلہ ہجرت کیلئے روانہ ہوا۔جب بنومغیرہ کے قبیلے نے دیکھا کہ یہ لوگ ہجرت کر کے مدینہ جاتے ہیں تو وہ اور بنومخزوم کے لوگ کہنے لگے کہ اے ابوسلمہؓ اپنی جان کے تو تم خود مالک ہو لیکن ہمارے قبیلے کی عورت ام سلمہؓ کو تم کیوں کر اپنے ساتھ لے کر جاتے ہو کہ یہ دنیا کا سفر کر کے خاک چھانتی پھرے اور ذلیل ورسوا ہو ہم تو اپنی اس بیٹی کو تمہارے ساتھ جانے نہ دیں گے۔خود جاتے ہو تو جاؤ۔‘‘اس طرح ام سلمہؓ کے گھر والوں نے انہیں ابوسلمہؓ سے الگ کر لیا اور ابوسلمہؓ مدینہ روانہ ہو گئے۔

ام سلمہؓ کہتی ہیں’’ان کے پیچھے میرا برا حال ہوا ابوسلمہؓ کے قبیلہ کے لوگ آ گئے۔انہوں نے کہا کہ سلمہ ہمارا بیٹا اور ہمارا خون ہے۔یہ ہمارے حوالے کر دو۔الغرض اس خاندان کے بکھرنے کی عجیب صورت پیدا ہوئی۔ابوسلمہؓ پہلے ہی مدینہ جا چکے تھے،ام سلمہؓ کو والدین اپنے ہاں لے گئے اور ان کے معصوم کم سن بچے سلمہ کو ددھیال والے چھین کر لے گئے۔حضرت ابراہیمؑ،حضرت ہاجرہؑ اور اسماعیلؑ کی قربانی کی یاد ایک دفعہ پھر تازہ ہو گئی۔حضرت ام سلمہؓ کا بیان ہے کہ’’عجیب پریشانی کی کیفیت میرے لئے پیدا ہوئی۔میرے بیٹے اور خاوند کے درمیان ایسی جدائی پڑی کہ میں تنہا سخت بے چین ہو کر ہر صبح باہر میدان میں نکل جایا کرتی اور وہاں بے اختیار رویا کرتی تھی۔ایک سال تک میرا یہ حال رہا جسے دیکھ کر لوگوں کو بھی ترس اور رحم آنے لگا یہاں تک کہ ایک سال کے بعد میرے ایک چچا زاد بھائی نے میرے قبیلے کے لوگوں سے کہا خدا کے بندو! تم کیوں اس عاجز مسکین عورت کو آزاد نہیں کرتے،تب انہیں کچھ رحم آیا انہوں نے کہا اگر تم چاہتی ہو تو اپنے خاوند کے پاس مدینہ چلی جاؤ۔ اسی دوران ددھیال کو بھی کچھ احساس ہوا اور انہوں نے میرا بیٹا بھی میرے حوالے کر دیا اور میں مدینے جانے کیلئے تیار ہو گئی مگر میں تنہا تھی میرے ساتھ مدینہ جانے والا کوئی بھی نہ تھا،تنہا عورت

معصوم بچے کے ساتھ تین سو میل کا سفر کر کے مدینہ کیسے جاتی ؟ لیکن اللہ نے ایک عجب عزم حوصلہ اور ہمت حضرت ام سلمہؓ کو عطا کیا وہ فرماتی ہیں کہ میں ہجرت کا عزم کر کے سواری پر بیٹھی اور مکے سے کوئی دو میل کے فاصلے پر تنعیم پہنچی ہونگی ، کہ عثمانؓ بن ابی طلحہ کلید بردار کعبہ سے سامنا ہوا جو نہایت شریف النفس انسان تھے۔ کہنے لگے کہ بنت ابو امیہ کہاں کا قصد ہے؟ میں نے کہا اپنے شوہر کے پاس مدینے جاتی ہوں اس نے کہا کہ تمہارے ساتھ کوئی اور بھی ہے میں نے کہا ''تنہا ہوں یا میرا یہ کم سن بچہ ہے'' وہ کہنے لگے خدا کی قسم ! تمہاری جیسی عورت کو تنہا نہیں چھوڑا جا سکتا۔ تین چار دن بیابان کا سفر ہے۔ پھر انہوں نے میرے اونٹ کی مہار تھام لی اور میرے ساتھ مدینہ روانہ ہو گئے۔ خدا کی قسم میں نے عربوں میں کوئی شریف النفس عثمان بن ابی طلحہؓ جیسا نہیں پایا۔ وہ میرے اونٹ کی مہار پکڑ کر روانہ ہوئے جب پہلے پڑاؤ پر پہنچے جہاں رات قیام کرنا تھا تو انہوں نے اونٹ بٹھایا اور پھر خود ایک طرف ہٹ کر کھڑے ہوئے میں نے ایک درخت کے نیچے آرام کیا اور وہ ذرا فاصلے پر دوسرے درخت کے نیچے آرام کرنے کیلئے چلے گئے۔

پھر صبح ہوئی تو وہ آئے ،اونٹ کو تیار کیا۔ میں سوار ہو گئی انہوں نے اونٹ کی مہار تھامی اور پھر اس قافلے کو لے کر روانہ ہوئے۔ اس طرح تین دن رات میں انہوں نے مجھے بنی عمرو بن عوف کی بستی قباء میں پہنچایا۔ جب دور سے آبادی کے آثار نظر آئے تو کہنے لگے تمہارا شوہر اسی بستی میں رہتا ہے۔ یہ کہہ کر وہیں سے واپس مکہ روانہ ہو گئے۔ حضرت ام سلمہؓ فرماتی تھیں کہ اس وقت عثمان بن ابی طلحہؓ بھی مسلمان نہیں ہوئے تھے مگر میں نے ان سے زیادہ معزز شریف النفس انسان نہیں دیکھا (4)

حضرت ام سلمہؓ فرمایا کرتی تھیں کہ خدا کی قسم ! جتنی تکلیفیں اور اذیتیں اسلام قبول کرنے کے بعد ابوسلمہؓ کے خاندان نے اٹھائی ہیں۔ خدا تعالیٰ کی راہ میں میں نے ایسا کوئی اور خاندان نہیں دیکھا کہ جس نے ایک سال تک ایسی اذیتیں اور دکھ برداشت کئے ہوں کہ میاں بیوی اور بچے کو آپس میں جدا کر کے ایک سخت اذیت میں مبتلا رکھا گیا ہو۔

حضرت ابوسلمہؓ نے مدینہ آنے کے بعد قبا میں حضرت مبشرؓ بن منذر کے پاس قیام کیا۔ آنحضرت ﷺ نے ابوسلمہؓ کی مواخات حضرت سعد بن خیثمہؓ کے ساتھ فرمائی تھی۔ اور ابوسلمہؓ کو ان کا

اسلامی بھائی بنایا تھا بعد میں نبی کریم ﷺ نے ان کو ایک مکان بھی مدینہ میں عطا فرمایا۔

غزوات میں شرکت اور قربانی

رسول کریم ﷺ نے 2 ہجری میں غزوہ عشیرہ کے موقع پر حضرت ابوسلمہؓ کو مدینہ کا امیر مقرر فرمایا تھا۔حضرت ابن عباسؓ بیان کرتے تھے کہ ابوسلمہؓ کے حق میں قرآن کی یہ آیت ہے فَاَمَّا مَنْ اُوْتِیَ کِتٰبَهٗ بِیَمِیْنِهٖ ۙ فَیَقُوْلُ هَآؤُمُ اقْرَءُوْا کِتٰبِیَهْ (الحاقہ:20) گویا ابوسلمہؓ ان لوگوں میں سے ہیں جن کو اس آیت کے مطابق دائیں ہاتھ میں اعمال نامہ دیا جائے گا اور کہا جائے گا یہ تمہارا نیکیوں کا اعمال نامہ ہے اس کو پڑھو! اور ان کا بھائی سفیان بن عبدالاسد جو اسلام کی دشمنی میں پیش پیش تھا اس کے بائیں ہاتھ میں اعمال نامہ دیا جائے گا(5)

حضرت ابوسلمہؓ بڑی بہادری کے ساتھ بدر میں شریک ہوئے،احد میں بہادری سے لڑے اور زخمی ہو گئے بازو میں شدید قسم کا زخم آیا جس کا علاج مہینہ بھر جاری رہا بظاہر زخم مندمل ہوتا ہوا نظر آیا لیکن ہجرت کے قریباً پندرہ ماہ بعد آپ کو بنی اسد کی طرف ایک اور مہم پر قطن مقام کی طرف جانا پڑا۔(6)اس سفر سے چند دن کے بعد جب واپس لوٹے تو زخم دوبارہ ہرا ہو چکا تھا اس کے چند ماہ بعد ہی آپ کی وفات ہوگئی۔آنحضرت ﷺ کو ان سے بہت دلی محبت اور پیار تھا ان کی بیماری میں ان کی عیادت کیلئے حضور ﷺ ان کے پاس تشریف لے جاتے رہے بلکہ ان کے آخری وقت بھی آنحضرت ﷺ عیادت کیلئے ان کے ہاں تشریف لے کر گئے ہوئے تھے۔

شفقت رسولؐ اور تلقین صبر

روایات میں ذکر ہے کہ ابوسلمہؓ کے گھر موجود خواتین اور حضورؐ کے مابین پردہ حائل تھا،بعض عورتوں کے رونے کی آوازیں آرہی تھیں۔آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ ''اے عورتو! کیوں روتی ہو اور کیوں نامناسب کلمے اپنی زبان سے نکالتی ہو،یاد رکھو ایسے وقت میں فرشتے بھی موجود ہوتے ہیں اور تم لوگ جو کچھ اپنی زبان سے کہتے ہو اس پر وہ آمین کہتے ہیں اس لئے بےصبری کی کوئی بات یا کلمہ زبان سے نکالنا مناسب نہیں۔''

آنحضرت ﷺ ابو سلمہؓ کے آخری لمحات میں اپنی محبت اور پیار کا اس طرح اظہار کیا کہ جب ان کی روح قفس عنصری سے پرواز کر رہی تھی اور آنکھیں پھٹی پھٹی نظر آرہی تھیں۔ آپؐ نے آگے بڑھ کر خود اپنے دست مبارک سے اپنے اس رضاعی بھائی اور ساتھی کی آنکھیں بند کیں اور دعا کی کہ اے اللہ ابو سلمہؓ کو بخش دے اور اس کا درجہ ہدایت یافتہ لوگوں میں بلند کر اور بعد میں اس کے اچھے جانشین پیدا فرما اور اے رب العالمین اسے اور ہم سب کو بخش دے۔ حضرت ابو سلمہؓ کی تدفین مدینہ میں ہوئی۔ ان کی وفات کا سانحہ احد کے بعد 4 ہجری میں بیان کیا جاتا ہے۔ آپ کی اولاد میں سلمہ کے علاوہ عمر، زینب اور درہ تھیں زینب آپ کی وہ بیٹی ہے جو حبشہ کی ہجرت کے زمانہ میں پیدا ہوئی۔ (7)

حضرت ام سلمہؓ بیان کیا کرتی تھیں کہ ایک دفعہ ابو سلمہؓ آنحضور ﷺ کی مجلس سے لوٹے تو بہت خوش تھے کہنے لگے میں نے آنحضرت ﷺ سے ایک حدیث سنی ہے کہ کسی بھی شخص کو جب کوئی مصیبت پہنچتی ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کے حضور یہ دعا کرتا ہے کہ اے اللہ! اس مصیبت کا اجر اور بہترین بدلہ مجھے عطا فرما تو اللہ تعالیٰ اس کا بہترین بدلہ اسے عطا کرتا ہے۔ اور حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہیں کہ یہ دعا میں نے حضرت ابو سلمہؓ سے سنی ہوئی تھی۔ جب حضرت ابو سلمہؓ فوت ہو گئے تو مجھے ان کی یہ بات یاد آئی۔ دوسری طرف آنحضرتؐ نے بھی تشریف لا کر مجھے تحریک کی کہ اس موقع پر یہ دعا کرو کہ "اے اللہ! اس مصیبت میں مجھے صبر کی توفیق دے اور اس کا بہتر بدلہ مجھے عطا کر۔" مگر ابو سلمہؓ مجھ سے ایسا حسن سلوک کرنے والے تھے کہ یہ دعا کرتے ہوئے میں نے دل میں سوچا کہ کیا ابو سلمہؓ سے بہتر بھی کوئی شخص ہو سکتا ہے؟ لیکن آنحضرت ﷺ کے ارشاد کی تعمیل میں میں نے یہ دعا کی اور پھر واقعۃً اس کے بدلے میں اللہ تعالیٰ نے ان سے کہیں بہتر وجود یعنی آنحضرت ﷺ مجھے عطا فرما دئے۔ جب آنحضرت ﷺ کی طرف سے ام سلمہؓ کو نکاح کا پیغام گیا تو انہوں نے کچھ تردّد کے ساتھ بعض عذر پیش کئے کہ میں ایک غیور اور عمر رسیدہ عورت ہوں مجھے سوکن کو برداشت کرنا مشکل ہوگا۔ دوسرے میری اولاد زیر کفالت ہے حضور ﷺ نے فرمایا کہ عمر آپ کی زیادہ ہے تو میری بھی زیادہ ہے۔ اور غیور ہونے کی جہاں تک بات ہے تو اللہ تعالیٰ وہ ناواجب غیرت دعا سے دور کر دے گا۔ باقی رہی آپ کی اولاد تو وہ ہماری بھی اولاد ہوگی آنحضور ﷺ نے جب انہیں ہر پہلو سے تسلی کرا دی تو بالآخر

حضور ﷺ کے ساتھ ان کی شادی ہوگئی۔(8)

اوران کے چاروں بچے رسول کریم ﷺ کے ربیب بن کر آپ کے زیرسایہ پرورش پانے لگے۔(9)

حوالہ جات

1- اسدالغابہ جلد 3 ص 195

2- ابن ہشام جلد 2 صفحہ 121

3- ابن سعد جلد 3 صفحہ 24

4- ابن ہشام جلد 3 صفحہ 112

5- اسدالغابہ جلد 3 صفحہ 196، اصابہ جز 4 ص 95، استیعاب جلد 3 ص 71

6- ابن سعد جلد 3 صفحہ 240

7- اسدالغابہ جلد 3 ص 196-197

8- مسند احمد و ابن ماجہ

9- استیعاب جلد 3 ص 71، اسدالغابہ جلد 3 ص 196-197

حضرت شماس بن عثمان قریشیؓ

نام ونسب

حضرت شماسؓ کا اصل نام تو اپنے والد کے نام پر عثمان تھا۔مگر سرخ وسفید رنگ میں اتنے حسین اور خوبصورت تھے کہ چہرہ سورج کی طرح دمکتا تھا۔ یہاں تک کہ ان کا لقب ہی شمس اور پھر شماس پڑ گیا یعنی سورج کی طرح روشن چہرہ والے۔آپ قبیلہ بنی مخزوم میں سے تھے۔ والدہ صفیہ بنت ربیعہ بنوعبد شمس میں سے تھیں۔اہلیہ اُم حبیب ابتدائی ہجرت کرنے والی مسلمان خواتین میں سے تھیں۔ انہوں نے ابتدائی زمانے میں ہی قبول اسلام کی سعادت حاصل کی ہے۔(1) اہل مکہ کی مخالفت کا سامنا کرنے کے بعد بالآخر حبشہ ہجرت کرنا پڑی۔حبشہ ہجرت کرنے والے دوسرے گروہ میں حضرت شماسؓ بھی شامل تھے۔(2) بعد میں انہوں نے مدینہ ہجرت کی بھی توفیق پائی۔ یہاں آ کر محلّہ بنی عمرو بن عوف میں ٹھہرے اور حضرت مبشرؓ بن عبدالمنذر کے پاس قیام کیا۔غزوہ بدر کا موقع آیا تو اس میں شامل ہوئے، پھر غزوہ اُحد میں شرکت کی اور جام شہادت نوش کیا۔آخر وقت تک بنی عمرو بن عوف میں ہی قیام رہا۔آنحضرت ﷺ نے حنظلہؓ بن ابی عامر کے ساتھ ان کی مواخات قائم کر کے اسلامی اخوت کے رشتے میں منسلک فرمایا تھا۔

حفاظت رسولؐ میں جان کی قربانی

حضرت شماسؓ بدر اور احد میں نہایت دلیری اور بہادری کے ساتھ شریک ہوئے تھے۔مگر ان کی غیر معمولی خدمت جو ان کے روشن چہرے کی طرح انکے سیرت اور کردار کو چار چاند لگا گئی اور ہمیشہ کے لئے تاریخ میں ان کا نام زندہ کرنے والی بن گئی وہ ان کا احد کے میدان میں آنحضرت ﷺ کی حفاظت کرتے ہوئے قربان ہو جانا ہے۔میدان احد میں آنحضرت ﷺ کے آگے پیچھے اور دائیں بائیں لڑنے والوں میں جہاں مشہور تیرانداز حضرت ابوطلحہؓ انصاری تھے اور حضرت طلحہؓ بن عبید اللہ ہاشمی بھی تھے جنہوں نے اپنا ہاتھ بطور ڈھال آنحضرت ﷺ کے چہرے کے سامنے کر رکھا تھا اور ہر آنے والا تیر اپنے ہاتھ پر لیتے تھے۔وہاں حضرت شماسؓ بھی ہیں جو آنحضرت ﷺ کے آگے اس

طرح سینہ سپر ہو گئے کہ خود حضورؐ نے خصوصیت کے ساتھ اس کا ذکر کیا۔ آپؐ نے فرمایا کہ ''شماسؓ کو اگر میں کسی چیز سے تشبیہ دوں تو اسے ڈھال سے تشبیہ دے سکتا ہوں کہ وہ احد کے میدان میں میرے لیے ایک ڈھال ہی تو بن گیا تھا اور میرے آگے پیچھے دائیں اور بائیں ہو کر حفاظت کرتے ہوئے آخر دم تک لڑتا رہا۔'' آنحضرت ﷺ جدھر نظر ڈالتے شماسؓ آپ کو نہایت بہادری اور دلیری سے لڑتے ہوئے دکھائی دیتے تھے۔ آپؐ نے دیکھا کہ جو حملہ آور بھی آگے بڑھنے کی کوشش کرتا شماسؓ اپنی تلوار کے ساتھ مقابلہ کر کے ان کو پیچھے ہٹاتا ہے۔

ظاہر ہے دشمن کا ہدف رسول کریم ﷺ کی ذات تھی۔ جب وہ آنحضور ﷺ پر حملہ میں کامیاب ہوئے اور زخمی ہونے کے بعد رسول کریم ﷺ پر غشی کی کیفیت طاری ہوگئی، تب بھی شماسؓ آگے ڈھال بن کر کھڑے رہے یہاں تک کہ خود شدید زخمی ہو گئے۔ اس حالت میں ان کو مدینے لایا گیا اور حضرت عائشہؓ کے گھر میں تیمارداری کے لئے رکھا گیا۔ حضرت اُم سلمہؓ نے اس خواہش کا اظہار کیا کہ یہ میرے چچا کے بیٹے ہیں میرے گھر میں ان کی تیمارداری ہونی چاہیے۔ چنانچہ وہیں ان کی تیمارداری ہوئی۔ اس شدید زخمی حالت میں ایک دن اور ایک رات اس طرح گذارا کہ وہ کچھ کھا پی نہ سکتے تھے۔ اسی حال میں ان کی وفات ہوگئی۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ شماسؓ کو بھی اس کے کپڑوں میں ہی دفن کیا جائے، جس طرح دوسرے شہداء کو بھی انکے لباس میں دفن کیا گیا۔ نیز فرمایا کہ شہداء کی طرح ان کی کوئی الگ نماز جنازہ بھی نہیں ہوگی۔ اور تدفین بھی میدان اُحد میں کی جائے جہاں دیگر شہداء اُحد کی تدفین ہوئی۔ گویا حضور ﷺ نے انکو ہر پہلو سے شہداء اُحد کے زمرے میں شامل فرمایا۔ اس خوش بخت حسین و جمیل جوان رعنا کی عمر صرف چونتیس برس تھی جب وہ اپنے آقا و مولا حضرت محمد رسول اللہ ﷺ پر فدا ہو گیا۔(3)

اس جوان موت سے حضرت شماسؓ کے اہل و عیال اور بہن بھائیوں کو صدمہ ہونا طبعی امر تھا۔ حضرت حسان بن ثابتؓ نے اس پر مرثیہ کہا جس میں ان کی بہن کو تعزیت کرتے ہوئے وہ یوں مخاطب ہوتے ہیں کہ ''اے شماسؓ کی بہن! صبر کرو، دیکھو شماسؓ بھی تو ایک انسان تھا۔ وہ بھی حضرت حمزہؓ کی طرح آنحضرت ﷺ پر فدا ہو گیا ہے۔ پس یہ ایک صبر کا معاملہ ہے تم بھی اس پر صبر کرو۔'' یہ

تھے حضرت شماسؓ کہ بظاہر جن کا نام روایات میں بہت معروف نہیں ہے مگر آنحضرت ﷺ نے اپنے آگے اور پیچھے، حفاظت کرنے والوں میں انکو بطور ڈھال قرار دے کر انہیں وفا کی سند عطا فرمادی اور اُحد کے میدان میں شہادت پاکر اللہ تعالیٰ کے حضور انہوں نے شہادت کا بلند مرتبہ پایا۔

یہ مرتبہ بلند ملا جس کو مل گیا

حوالہ جات

1- اسد الغابہ جلد 3 صفحہ 3
ابن سعد جلد 3 صفحہ 245
2- ابن سعد جلد نمبر 3 صفحہ 246

حضرت ابّان بن سعید الاموی قریشیؓ

حضرت ابّانؓ کے والد سعید بن العاص الاموی کنیت ابو احیحہ تھی۔ دادا عاص بدر میں حضرت علیؓ کے ہاتھوں مارے گئے تھے۔ ان کی والدہ ھند بن مغیرہ مخزومیہ یا صفیہ خالدؓ بن ولید کی پھوپھی تھیں۔ پانچویں پشت میں عبد مناف پر رسول اللہ ﷺ سے ان کا نسب مل جاتا ہے۔ ابان کے دو بھائیوں خالد اور عمرو مسلمانوں کے مقابلہ میں ابتدائی زمانہ میں اسلام قبول کر لیا تھا اور حبشہ کی طرف ہجرت کی سعادت پائی۔ جبکہ دو بھائی عاص اور عبیدہ بدر میں مارے گئے۔

ابانؓ بھی آغاز میں اسلام کے سخت مخالف تھے۔ بھائیوں کے قبول اسلام پر ابّان کو سخت صدمہ پہنچا جس کا اظہار انہوں نے اپنے اشعار میں یوں کیا۔

اَ لَالَیتَ مَیتاً بالظریبة شاهدٗ لِمَایفترِی فِی الدِّینِ عَمْرٗو وَّ خَالِدٗ

اَطَاعَامَعاً اَمرَا لِنّسَاءِ فَاَصْبَحَا یُصِیْبَانِ مِن اَعْدَا ئِنَا مَن یُکَایِدٗ

یعنی اے کاش! ظریبہ مقام پر مدفون ہمارے آباؤ اجداد اس جھوٹ وافتراء کو دیکھ لیتے جو عمرو اور خالد نے کیا ہے تو کتنا برا مناتے۔ ان دونوں نے عورتوں والا کمزور دین قبول کر لیا اور ہمارے دشمنوں کے معاون و مددگار ہو گئے جو مخالفانہ تدبیریں کرتے رہتے ہیں۔

اس کے جواب میں ان کے مسلمان ہونے والے بھائی عمروؓ نے بھی کیا خوب کہا

یَقُولُ اِذَا شَکَت عَلَیهِ اُمُورُہ اَ لَالَیتَ مَیتًا بِالظَّرِیْبَةِ یَنشُرٗ

فَدَع عَنکَ مَیْتاً قَدمَضٰی لِسَبِیْلِہٖ وَاقبَلْ عَلَیٰ الحَیِّ الَّذِی ھُوَاَقفرٗ

یعنی جب ہمارے بھائی کے حالات اس کے مخالف ہوتے ہیں تو وہ کہہ اٹھتا ہے کہ کاش! ظریبہ میں مدفون شخص زندہ ہو کر دیکھے۔ اے ہمارے بھائی! ان مردوں کے ذکر کو چھوڑ و جو اپنی راہ پر روانہ ہو چکے اور ان زندوں پر توجہ کرو جو وطن سے بے وطن ہو چکے ہیں۔

حضرت ابانؓ نے حدیبیہ اور خیبر کے درمیان اسلام قبول کیا۔ اس کا سبب یہ واقعہ ہوا کہ وہ تجارت کے لئے ملک شام کو گئے۔ وہاں ایک راہب سے ملاقات ہوئی اس سے رسول اللہ ﷺ کے بارہ میں مشورہ کیا اور بتایا کہ میں قریش سے ہوں اور ہم میں سے ایک شخص ظاہر ہوا ہے جو موسیٰؑ

اور عیسیٰؑ کی طرح رسول اللہ ﷺ ہونے کا دعویدار ہے۔اس نے پوچھا تمہارے صاحب کا کیا نام ہے؟ انہوں نے کہا محمدؐ۔راہب نے رسول اللہ ﷺ کی تمام صفات آپ کی عمر اور نسب سب بیان کر دیئے تو ابان نے کہا یہ درست ہے۔اس پر راہب نے کہا کہ یہ شخص پہلے عرب پر پھر ساری دنیا پر غالب آئے گا پھر ابان سے کہا کہ اس نیک شخص کو میرا اسلام کہنا۔ابانؓ جب مکہ آئے تو رسول اللہ ﷺ کے بارہ میں تازہ احوال پوچھے مگر خلاف معمول آپ کی مخالفت میں کوئی بات نہیں کی۔یہ حدیبیہ کے قریب کا واقعہ ہے پھر حضور ﷺ حدیبیہ تشریف لائے اور واپس مدینہ گئے تو ابانؓ بھی پیچھے مدینہ پہنچے اور اسلام قبول کر لیا۔(1)

فتح خیبر کے بعد رسول کریم ﷺ نے حضرت ابانؓ کی سرکردگی میں ایک مہم نجد کی طرف بھجوائی۔یہ دستہ فتح خیبر کے بعد واپس لوٹا تو حضرت ابو ہریرہؓ نے رسول کریم ﷺ کی خدمت میں اپنی رائے پیش کی کہ فتح خیبر کے مال غنیمت سے ان لوگوں کو حصہ نہیں ملنا چاہیے۔جس پر ابانؓ ناراض ہوئے۔رسول کریم ﷺ نے منع فرمایا اور پھر ان کیلئے غنائم خیبر سے حصہ نہیں نکالا۔(2)

دوسری روایت میں یہ تفصیل ہے کہ حضرت ابانؓ بن سعید رسول کریم ﷺ کی خدمت میں فتح خیبر کے بعد حاضر ہوئے۔نبی کریم ﷺ کی خدمت میں سلام عرض کیا۔حضرت ابو ہریرہؓ نے رسول اللہ ﷺ سے شکایت کے رنگ میں عرض کیا کہ ابانؓ ایک مسلمان ابن قوقلؓ کا قاتل ہے۔(ابن قوقلؓ بدر میں ابان کے ہاتھوں شہید ہوئے تھے) حضرت ابانؓ نے جواب صدق دل سے اسلام قبول کر چکے تھے کمال سردارانہ ذہانت اور حاضر جوابی سے اپنا موقف یوں پیش کیا کہ مضمون الٹ کر رکھ دیا۔حضرت ابو ہریرہؓ سے کہنے لگے تمہارے جیسے شکایت کرنے والے شخص پر مجھے تعجب ہے جو دور کہیں ضان کے پہاڑ سے اتر کر آیا ہے اور مجھ پر ایک ایسے کی موت کا الزام لگا رہا ہے جسے اللہ تعالیٰ نے میرے ہاتھوں مرتبہ شہادت عطا کر کے عزت و کرامت عطا فرمائی اور اسے اس بات سے روک دیا کہ میں اس کے ہاتھ سے ہلاک ہو کر ذلیل ہوں۔‘‘(3)

غزوۂ حدیبیہ کے موقع پر اہل مکہ کو صلح پر آمادہ کرنے کیلئے رسول کریم ﷺ نے حضرت عثمانؓ کو اپنا سفیر بنا کر مکہ بھجوایا۔اس موقع پر حضرت ابانؓ بن سعید نے حضرت عثمانؓ کو اپنی امان میں لیا اور

پورے اعزاز واکرام سے مکہ لائے۔ وہ اپنی خاندانی اور ذاتی شرافت کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنی سواری سے اتر آئے۔ حضرت عثمانؓ کو زین پر اپنے آگے سوار کیا اور خود انکے پیچھے بیٹھے اور انہیں پیشکش کی کہ مکہ میں آپ جہاں چاہیں جائیں۔ اب آپ بنوسعید کی امان میں ہیں جنہیں حرم میں عزت کا مقام حاصل ہے۔ حضرت ابانؓ کی پناہ میں حضرت عثمانؓ نے رسول کریم ﷺ کا پیغام اہل مکہ کو پہنچایا۔ ابوسفیان اور دیگر سرداران قریش سے ملاقاتیں کیں۔ انہوں نے حضرت عثمانؓ کو طواف کعبہ کی بھی پیشکش کی مگر حضرت عثمانؓ نے کہا میں رسول اللہ ﷺ کے بغیر طواف نہیں کر سکتا۔(4)

رسول کریم ﷺ نے فتح بحرین کے بعد جب وہاں کے حاکم علاء بن حضرمی کی معزولی کے بعد حضرت ابانؓ کو وہاں حاکم مقرر فرمایا۔ رسول کریم ﷺ کی وفات تک یہ وہاں حاکم رہے پھر مدینہ واپس آ گئے۔

حضرت ابوبکرؓ نے دوبارہ وہاں بھجوانا چاہا تو پہلے عرض کیا کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد مجھے اس کام پر نہ لگائیں تو بہتر ہے۔ مگر پھر خلیفہ وقت کی خواہش پر یمن کے ایک حصہ کے والی کے طور پر کام کیا۔ حضرت عمرؓ کے زمانہ تک یہ خدمت انجام دیتے رہے۔(5)

وہ ایک ذہین اور عادل حاکم تھے۔ ولایت یمن کے زمانہ کا واقعہ ہے۔ ان کے پاس فیروز نامی ایک شخص نے اپنے کسی عزیز ''دادویہ'' کے قتل کا مقدمہ پیش کیا جسے قیس بن مکشوح نے قتل کیا تھا۔ حضرت ابانؓ نے قیس کو طلب کر کے پوچھا کہ کیا تم نے کسی مسلمان شخص کو قتل کیا ہے۔ اس نے بتایا کہ ''اول تو دادویہ مسلمان نہیں تھا۔ دوسرے میں نے اسلام سے پہلے اسے اپنے والد اور چچا کے قتل کے بدلے میں مارا تھا۔''

اس پر حضرت ابانؓ نے اپنی تقریر میں یہ مسئلہ کھول کر لوگوں کے سامنے بیان کیا کہ رسول کریمؐ نے جاہلیت کے تمام خون بہا معاف اور کالعدم قرار دے دئے تھے۔ اب اسلام کے زمانہ میں جو شخص کسی جرم کا مرتکب ہوگا ہم اس پر گرفت کریں گے۔ پھر حضرت ابانؓ نے قیس سے کہا کہ میں یہ فیصلہ تمہیں لکھ کر دیتا ہوں۔ یہ تحریری فیصلہ امیر المومنین حضرت عمرؓ کی خدمت میں پیش کر کے توثیق کروالو۔ چنانچہ حضرت عمرؓ کی خدمت میں یہ معاملہ پیش ہوا تو انہوں نے اس کی توثیق فرمائی۔(6)

حضرت عثمانؓ کی ہدایت پر حضرت ابانؓ کے سپرد یہ اہم خدمت بھی ہوئی کہ وہ حضرت زیدؓ بن ثابت کو مصحف عثمانؓ کے مطابق قرآن شریف کی املاء کرائیں۔ یہ خدمت بھی انہوں نے احسن رنگ میں انجام دی۔(7)

حضرت ابانؓ کی وفات کے بارہ میں اختلاف ہے۔ ایک روایت کے مطابق 13ھ میں جنگ اجنادین میں، دوسری روایت کے مطابق 15ھ میں جنگ یرموک میں اور تیسری روایت کے مطابق 29ھ میں حضرت عثمانؓ کی خلافت میں وفات ہوئی۔ یہ آخری روایت نسبتاً زیادہ قرین قیاس ہے۔ کیونکہ حضرت عثمانؓ کے زمانہ میں انہیں قرآن شریف کی خدمت کی سعادت ملنے کا ذکر موجود ہے۔(8)

حوالہ جات

1- اسد الغابہ جلد 1 ص 36
2- ابن حبان جلد 4 ص 336
3- بخاری کتاب المغازی
4- استیعاب جلد 1 ص 159، مسند احمد حدیث مسور
5- اصابہ جز 1 ص 10، اسد الغابہ جلد 1 ص 37
6- اصابہ جز 1 ص 10,11
7- استیعاب جلد 1 ص 160
8- اسد الغابہ جلد 1 ص 37

حضرت صہیب بن سنان رومیؓ

نام ونسب

حضرت صہیب کے والد سنان بن مالک اور والدہ سلمیٰ بنت قعید تھیں۔عرب کے ایک قبیلے سے آپ کا تعلق تھا۔اور آپ کے والد یا چچا اُبلہ شہر پر کسریٰ شاہ ایران کی طرف سے حاکم تھے۔ان کی رہائش موصل کے قریب دریائے فرات کے کنارے ایک بستی ثِنیٰ نامی میں تھی۔اس زمانے میں رومی فوجوں کی جنگ ایرانیوں سے جاری تھی۔رومیوں کے ایک ایسے ہی حملے کے دوران کم سنی کی عمر میں صہیب بھی گرفتار ہوکر رومی علاقے میں لے جائے گئے اور وہاں ایک عرصہ تک رہے۔اس دوران رومی زبان بھی سیکھی۔جس کی وجہ سے عربی میں لکنت ہوتی تھی۔

ایک روایت کے مطابق بعد میں قبیلہ بنوکلب نے انہیں خرید کر مکہ میں بیچ دیا اور عبداللہ بن جدعان التیمی نے انہیں خرید کر آزاد کر دیا۔دوسری روایت کے مطابق صہیب خود سن شعور کے بعد رومیوں کی قید سے فرار ہوکر مکے آئے اور عبداللہ بن جدعان کے حلیف بن گئے۔بعض اور روایات کے مطابق آپ کا اصل نام عمیرہ تھا،رومیوں نے آپ کا نام صہیب رکھا۔رسول کریم ﷺ نے آپ کی کنیت ابو یحییٰ تجویز فرمائی تھی۔(1) آپ کا رنگ سرخ تھا۔میانہ قد،سر کے بال گھنے تھے مہندی لگاتے تھے۔

قبول اسلام

گھر سے گمشدگی کے بعد آپ کی بہن امیہ اور چچا لبید نے عرب کے میلوں میں اور حج وغیرہ کے مواقع پر آپ کو بہت تلاش کروایا مگر صہیب کہیں نہ ملے۔عبداللہ بن جدعان کے پاس قیام کے دوران ہی آپ کی قسمت جاگی کہ آنحضرت ﷺ نے اعلان نبوت فرمایا۔انہیں بھی اس دعویٰ کی خبر ہوئی۔آنحضور ﷺ کا پیغام سننے کے لئے دارارقم میں پہنچے اور اسلام قبول کیا۔حضرت صہیبؓ اور حضرت عمارؓ بن یاسر نے ایک ہی زمانے میں اسلام قبول کیا۔(2)

حضرت عمار بن یاسرؓ کا بیان ہے کہ جب دارارقم ابتدائی زمانہ اسلام میں تبلیغ کا مرکز تھا اور ابھی

چند لوگوں نے ہی اسلام قبول کیا تھا۔ میں دارارقم کے دروازے پر پہنچا ہی تھا کہ صہیبؓ آ گئے میں نے پوچھا کس مقصد سے آئے ہو؟ صہیبؓ صاحب تجربہ، زیرک اور دانا انسان تھے کہنے لگے پہلے آپ بتاؤ کس ارادہ سے یہاں آئے ہو؟ عمار بن یاسرؓ کہتے ہیں میں نے کہا کہ میں تو محمدﷺ کا پیغام اور کلام سننے کیلئے آیا ہوں تب صہیبؓ نے کہا کہ میں بھی اسی ارادے سے آیا ہوں۔ ہم دونوں آنحضورﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے حضورﷺ نے اسلام کا پیغام سمجھایا اور ہم دونوں نے اسی موقع پر اسلام قبول کر کے حضورﷺ کی بیعت کی توفیق پائی۔

اس وقت تک جو لوگ اسلام قبول کر چکے تھے ان کی تعداد تیس بیان کی جاتی ہے۔ لیکن اسلام کا اعلان یا اظہار کرنے والے حضرت ابوبکرؓ کے علاوہ معدودے چند ہی تھے ایک تو خاندان یاسرؓ جس میں ان کی بیوی سمیہؓ اور بیٹے عمارؓ تھے پھر حضرت خبابؓ، حضرت بلالؓ اور حضرت صہیبؓ۔ یہ وہ چند لوگ تھے جن کا کمزور مسلمان گھرانوں سے تعلق تھا۔ آنحضرتﷺ اور حضرت ابوبکرؓ صدیق ہی بظاہر ان کی جائے پناہ تھے جو ان کے لئے غیرت رکھتے اور ڈھال بنتے تھے۔ ورنہ مختلف قبائل سے آ کر حلیف بننے والے کمزوروں اور غلاموں کا کوئی پرسان حال نہیں تھا کیونکہ ان کے اپنے کوئی خونی رشتہ دار تو تھے نہیں جو ان کی سپر بنتے۔ ان کے مالک ان کو کپڑے اور لوہے کی زرہیں پہنا کر تپتی ہوئی دھوپ میں لٹا دیتے اور یوں تکلیف اور اذیت سے وہ دن گزارتے۔(3)

روایت ہے کہ انہی مظلوموں کے بارہ میں یہ آیت اتری۔ **وَالَّذِينَ هَاجَرُوا فِي اللّٰهِ مِنْ بَعْدِ مَا فُتِنُوا ثُمَّ جَاهَدُوا وَصَبَرُوا اِنَّ رَبَّكَ مِن بَعْدِهَا لَغَفُور رَّحِيم**۔ (النحل:111) یعنی وہ لوگ جنہوں آزمائش میں پڑنے کے بعد ہجرت پھر جہاد کیا اور صبر سے کام کیا۔ تیرا رب اس کے بعد ضرور بخشنے والا اور مہربان ہے۔

ہجرت اور مال کی قربانی

حضرت صہیبؓ نے بھی انہی حالات میں مکے میں ابتلاؤں کا مقابلہ کرتے ہوئے وقت گزارا یہاں تک کہ آنحضرتﷺ کو ہجرت کی اجازت ہوئی تو انہوں نے بھی ہجرت کا قصد کیا۔ حضورﷺ اور حضرت ابوبکرؓ کے بعد آخری ہجرت کرنے والوں میں حضرت صہیبؓ شامل تھے۔ وہ مالدار تاجر

تھے اور تجارت کے ذریعہ کافی مال کمایا تھا جب ہجرت کر کے مدینہ جانے لگے تو اہل مکہ نے ان سے کہا کہ تم تو ایک مفلس غلام کے طور پر ہمارے شہر مکہ میں آئے تھے۔ہم تمہیں یہاں سے کمایا ہوا مال لے کر ہرگز جانے نہ دیں گے۔صہیبؓ نے کہا اگر مال یہیں چھوڑ دوں تو کیا پھر جانے دو گے؟ اور پھر انہوں نے اپنا نصف مال اہل مکہ کے حوالے کر دیا اور ہجرت مدینہ کا قصد کیا۔(4)

صہیبؓ اپنے بیوی بچوں کو لے کر مدینے کی جانب روانہ ہوئے تو بعض قریش نے آپ کا پیچھا کیا وہ سواری سے اتر آئے۔صہیبؓ بہت بہادر اور زبردست تیرانداز تھے۔انہوں نے اپنے ترکش کے تمام تیر نکال کر نیچے بکھیر دیئے اور کہا اے قریش! تم جانتے ہو کہ میں تم سب سے بہترین تیرانداز ہوں میرے ترکش کے آخری تیر کے ختم ہونے تک تم مجھ تک نہیں پہنچ سکتے۔اسکے بعد میری تلوار سے تم کو لڑنا ہوگا۔دوسری صورت یہ ہے کہ مجھے امن سے جانے دو اور اس کے عوض میں اپنے باقی مال کے بارے میں بھی تمہیں بتا دیتا ہوں وہ تم مکہ جا کر نکال لو۔اس طرح کمال حکمت عملی سے انہوں نے کفار کے ساتھ معاملہ کیا اور اپنا سارا مال دے کر اور اپنا ایمان اور خاندان بچا کر مدینہ آ گئے۔صحابہ بیان کیا کرتے تھے کہ یہ آیت اسی موقع کی مناسبت سے اتری

وَمِنَ النَّاسِ مَن یَّشْرِیْ نَفسَہُ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللّٰہِ (البقرۃ:208)

کہ لوگوں میں سے بعض ایسے ہیں جو اللہ تعالی کی رضا کی خاطر اپنا تمام مال قربان کر کے اپنے نفس کو بیچ دیتے ہیں۔الغرض حضرت صہیبؓ نے تمام مال اللہ تعالیٰ کی راہ میں قربان کر دیا۔حضرت صہیبؓ جب آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حضورؐ نے ان کے سفر کا حال سنا کہ کس طرح سارا مال دے کر جان اور ایمان بچا لیا تو فرمایا کہ یہ گھاٹے کا سودا نہیں ہے۔ رَبِحَ صُھَیْبُ رَبِحَ صُھَیبُ۔صہیبؓ نے وہ سودا کیا ہے جو بہت نفع والا ہے کیونکہ انہوں نے دین کو دنیا پر مقدم کیا تھا۔

صحبت رسول ﷺ اور دلداری

مکہ سے آنے والے آخری مہاجرین میں حضرت علیؓ اور حضرت صہیبؓ بیان کئے جاتے ہیں۔ ہجرت کر کے جب وہ قبا میں آئے تو پتہ چلا کہ آنحضرت ﷺ حضرت کلثوم بن ہدمؓ کے پاس قیام فرما ہیں۔وہاں ایسے وقت پہنچے تو حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ بھی موجود تھے۔اور کھجوریں تناول فرما رہے

تھے۔ادھر سفر کی صعوبتوں اور تکالیف کے بعد صہیبؓ کی ایک آنکھ دکھنے کو آئی تھی۔کفار نے ان کا سارا مال تو وہیں پر دھر لیا تھا۔صہیبؓ کہتے ہیں گندم کا تھوڑا سا آٹا جو زادراہ تھی،ابواء مقام پر گوندھ کر اس کی روٹیاں بنالی تھیں۔بھوک اور فاقے کی اس حالت سے گزر کر جب قبا پہنچے تو مدینہ کی تر و تازہ کھجوریں مجلس رسولؐ میں ماحضر تھیں۔بے تکلفی سے اس دعوت میں شریک ہوئے اور بے دھڑک وہ کھجوریں کھانے لگے۔حضرت عمرؓ کو صہیبؓ سے خاص لگاؤ تھا۔انہوں نے صہیبؓ کو چھیڑتے ہوئے آنحضورؐ کی خدمت میں عرض کیا کہ یارسولؐ اللہ آپ دیکھتے نہیں کہ صہیبؓ کی ایک آنکھ دکھنے کو آئی ہے پھر بھی یہ بے دھڑک کھجوریں کھاتے چلے جارہے ہیں۔گویا ان کی صحت کیلئے یہ مضر ہے۔ آنحضرتؐ نے حضرت صہیبؓ کو یہ توجہ دلائی کہ تمہاری آنکھ دکھنے کو آئی ہے اور پھر بھی بے دھڑک کھجوریں کھاتے جارہے ہو۔حضرت صہیبؓ نے بھی کیا پرمزاح جواب دیا کہ یارسولؐ اللہ میں اپنی دوسری تندرست آنکھ کی طرف سے کھا رہا ہوں۔اس حاضر جوابی پر نبی کریمؐ بے اختیار مسکرائے۔(5)

یہ ظرافت اپنی جگہ مگر اس میں بھی شک نہیں کہ صہیبؓ کو ایک فاقے کے بعد وہ کھجوریں میسر آئیں جو آنحضرت ﷺ کا تبرک بھی تھا اس لئے صہیبؓ سے رہا نہ گیا۔اس کے بعد آنحضرت ﷺ اور حضرت ابوبکرؓ سے محبت بھرے شکوے کرنے لگے کہ مجھے کیوں اپنے ساتھ سفر ہجرت میں شریک کر کے خدمت کا موقع نہ دیا۔پیچھے رہ کر مجھ پر یہ نوبت آئی کہ اپنا سارا مال اللہ تعالیٰ کی راہ میں قربان کر کے بمشکل اپنی جان اور خاندان آزاد کروا کے لایا ہوں۔حضور اکرم ﷺ نے اسی موقع پر فرمایا کہ ''یہ تو بہت ہی اعلیٰ اور نفع بخش تجارت ہے جو صہیبؓ نے کی۔''

غزوات میں شرکت

مدینہ میں حضرت سعدؓ بن خیثمہ کے پاس قیام رہا اور آنحضرت ﷺ نے حضرت حارث بن الصمہؓ کے ساتھ آپؓ کا بھائی چارہ قائم فرمایا۔اس کے بعد حضرت صہیبؓ تمام غزوات میں حضور اکرم ﷺ کے شانہ بشانہ شریک ہوئے۔بدر،احد،فتح خیبر اور فتح مکہ کے موقع پر بڑی بہادری کے ساتھ دشمن کا مقابلہ کیا۔

حضرت صہیبؓ طبعاً بہت زیادہ روایات بیان نہیں کرتے تھے تاہم کہا کرتے تھے کہ غزوات

رسولؐ کے بارے میں جتنی باتیں مجھ سے پوچھنی ہیں پوچھ سکتے ہو۔ کیونکہ آنحضرت ﷺ کے ساتھ تمام غزوات میں مجھے شامل ہونے کا موقع ملا ہے۔ دوسری روایت کے مطابق ان کا بیان ہے کہ ''بیعت کے بعد کی زندگی کے تمام اہم اور مشہور واقعات میں مجھے حاضر خدمت رہنے کی توفیق ملی ہے۔ آنحضور ﷺ نے جب بھی کوئی بیعت لی مجھے اس میں موجود ہونے کی سعادت عطا ہوئی۔ کوئی مہم حضور اکرم ﷺ نے نہیں بھجوائی مگر میں اس موقع پر حاضر تھا کوئی غزوہ آپؐ نے نہیں کیا مگر میں اس موقع پر موجود تھا بلکہ میں آپ کے دائیں اور کبھی بائیں ہو کر لڑتا تھا اور کبھی آگے سے اندیشہ ہوتا تو سامنے ہو کر لڑتا اور آنحضرت ﷺ کو کبھی اس حال میں نہیں چھوڑا کہ آپ میرے اور دشمن کے درمیان آ گئے ہوں۔ یہاں تک کہ آنحضور ﷺ کی وفات ہوگئی'' یعنی ہمیشہ رسول خدا ﷺ کے آگے سینہ سپر رہے اور کبھی دشمن کو آنحضرتؐ کے سامنے نہیں ہونے دیا کہ حضور کا دشمن سے آمنا سامنا ہو۔(6)

آنحضرت ﷺ حضرت صہیبؓ کی ان خوبیوں اور ان کے اعلیٰ اخلاق فاضلہ وصفات حسنہ کی وجہ سے ان کی تعریف فرماتے تھے۔ ایک موقع پر حضرت صہیبؓ کا ذکر کرتے ہوئے رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ قومی لحاظ سے سبقت لینے والے چار ہیں۔ عربوں میں سبقت لینے والا میں ہوں (اور اس میں کیا شک ہے کہ ہمارے نبیؐ اَوَّلُ الْمُؤْمِنِينَ کے مقام پر فائز تھے کہ اپنے خدا کی طرف سے نازل ہونے والے کلام پر سب سے پہلے آپؐ ہی ایمان لائے تھے) پھر فرمایا کہ صہیبؓ رومیوں میں سے سبقت لے جانے والے ہیں اور سلمانؓ فارسی ایرانیوں میں سے پہلا پھل ہے جو مسلمانوں کو ملا اور اہل حبشہ میں سبقت لینے والے بلالؓ ہیں۔ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص اللہ اور یوم آخرت پر ایمان لاتا ہے چاہیے کہ وہ صہیبؓ سے اسطرح محبت کرے جیسے ماں بیٹے سے محبت کرتی ہے۔ یہ ایک نو وارد غیر عرب کیلئے رسول اللہ ﷺ کا حسن سلوک تھا۔

ایک دفعہ حضرت ابوبکرؓ ایک مشرک قیدی کو لے کر جا رہے تھے حضرت صہیبؓ نے کہہ دیا کہ اس کی گردن میں تلوار کی جگہ تھی یعنی لائق گردن زدنی تھا۔ اس پر حضرت ابوبکرؓ ناراض ہوئے رسول کریمؐ نے سبب پوچھا تو انہوں نے صہیبؓ کی بات سنائی۔ آپؐ نے فرمایا ''تم نے صہیبؓ کو ناراض تو نہیں

کیا؟ خدا کی قسم! اگر تم اس کو ایذاء پہنچاتے تو اللہ اور اسکے رسولؐ کو ایذا پہنچانے والے ہوتے۔(7)

حضرت عمرؓ سے محبت اور دوستی

حضرت صہیبؓ کو رومیوں سے نسبت دینے کی وجہ یہ ہے ان کے بچپن کا زمانہ رومیوں میں گزرا۔ رومی زبان ان کو آتی تھی۔ اور عربی بولنے میں کچھ لکنت بھی پائی جاتی تھی۔

حضرت عمرؓ کے ساتھ حضرت صہیبؓ کی بے تکلفی اور خاص محبت کا ذکر آتا ہے۔ ایک دفعہ حضرت عمرؓ مدینہ کے نواح میں ان کی رہائش گاہ پر حضرت زیدؓ بن اسلم کے ساتھ گئے تو حضرت صہیبؓ آوازیں دینے لگے یاناس۔ یاناس۔ تو حضرت عمرؓ کہنے لگے صہیبؓ کو کیا ہوا کہ ہمیں دیکھتے ہی لوگوں کو پکارنے لگے ہیں۔ پتہ چلا کہ دراصل صہیبؓ اپنے غلام یحنس کو بلا رہے تھے اور لکنت کی وجہ سے یحنس کو یاناس کہہ رہے تھے۔ (ناس کے معنی ہیں لوگ)

حضرت عمرؓ نے اسی بے تکلفی میں ایک دفعہ صہیبؓ سے فرمایا کہ تمہارے ساتھ ایک دوستی اور محبت کا تعلق ہے۔ بہت قریب سے بھی دیکھنے کا موقع ملا اور تمہارے اندر کوئی عیب نہیں پایا۔ مگر دو تین باتیں عجیب سی لگتی ہیں۔ اگر یہ بھی نہ ہوتیں تو میں تم پر کسی کو مقدم نہ کرتا اور تم میرے انتہائی گرم جوش دوست ہوتے۔ پہلی بات یہ تمہاری اولاد کوئی نہیں مگر کنیت ابو یحییٰ رکھتے ہو جو ایک نبی کا نام ہے۔ حضرت صہیبؓ نے کہا دراصل نبی کریم ﷺ نے میری یہ کنیت خود تجویز فرمائی تھی۔ اب میں مرتے دم تک اسے چھوڑ نہیں سکتا۔ دوسری بات حضرت عمرؓ نے یہ فرمائی کہ تمہاری زبان عجمی ہے رومی زبان بولتے بھی ہو اور عربی میں کچھ لکنت بھی ہے پھر بھی تم اپنے آپ کو عرب سے نسبت دیتے ہو۔ حضرت صہیبؓ نے کہا کہ دراصل میں رومیوں میں سے نہیں البتہ بچپن میں وہاں رہنے کا موقع ضرور ملا دراصل میں عربی نژاد ہوں۔ چھوٹی عمر میں رومی مجھے قید کر کے لے گئے ورنہ عرب خاندان اور قبیلے سے ہی میرا تعلق ہے۔ تیسری بات حضرت عمرؓ نے یہ فرمائی کہ تم اس کثرت سے لوگوں کو کھانا وغیرہ کھلا دیتے ہو کہ مجھے ڈر لگتا ہے اس میں اسراف نہ ہو۔ حضرت صہیبؓ نے کہا کہ یہ جو میں لوگوں کو کھلاتا ہوں دراصل آنحضرت ﷺ کی ایک نصیحت کی وجہ سے ہے۔ آپؐ نے فرمایا ''تم میں سے بہترین لوگ وہ ہیں جو لوگوں کو کھانا کھلاتے اور سلام کو رواج دیتے ہیں۔'' حضور ﷺ کی یہ نصیحت جو

آپؐ نے مدینہ آنے پر فرمائی تھی میں نے پلے باندھ لی اور اس پر مسلسل عمل کرتا ہوں اور سوائے جائز حق کے مال خرچ نہیں کرتا۔(8)

جیسا کہ بعد کے واقعات سے ظاہر ہے اس کے بعد سے حضرت عمرؓ کا حضرت صہیبؓ کے ساتھ تعلق مزید گہرا ہوا۔ چنانچہ حضرت عمرؓ نے وصیت فرمائی تھی کہ ان کا جنازہ حضرت صہیبؓ پڑھائیں گے اور جب تک نیا خلیفہ منتخب نہیں ہو جاتا نمازوں کی امامت بھی وہی کروائیں گے۔

روایات حدیث

حضرت صہیبؓ روایت حدیث میں احتیاط سے کام لیتے تھے ایک دفعہ فرمایا کہ خدا کی قسم! میں تم کو حدیث سناتے ہوئے جب کہتا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تو وہی باتیں سناتا ہوں جو آپ نے فرمائیں اور جب آپ کی جنگوں کے حالات سناؤں جن میں شامل ہوا تو کچھ اپنے تاثرات بھی اس میں شامل ہوتے ہیں۔

حضرت صہیبؓ کی چند ایک روایات ذخیرہ احادیث میں ملتی ہیں جو حضرت عمرؓ سے مروی ہیں۔ جن سے آپؐ کی محبت الٰہی کا خاص طور پر اظہار ہوتا ہے۔ اہل جنت کو خدا تعالیٰ کا دیدار کروانے سے متعلق ہے۔

حضرت صہیبؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ آنحضرت ﷺ نے یہ آیت پڑھی۔

لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰى وَزِيَادَةٌ ؕ (یونس:27)

کہ وہ لوگ جو احسان کرتے ہیں ان کو نیکی کے بدلہ کے علاوہ کچھ زیادہ بھی ملے گا۔ آنحضرت ﷺ نے ایک موقع پر اس زیادہ کی تشریح کرتے ہوئے فرمایا جب جنتی جنت میں داخل ہو جائیں گے اور اہل نار دوزخ میں تو ایک اعلان کرنے والا اعلان کرے گا کہ اے جنت والو! اللہ تعالیٰ تم سے اپنا وعدہ پورا کرنے والا ہے۔ اہل جنت حیران ہونگے کہ وہ کونسا وعدہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہمارے اعمال کے بدلہ میں ہمیں جنت تو دے دی۔ ہمارے چہرے بھی روشن کر دئے۔ اور آگ سے بچالیا اس سے بڑھ کر اور کونسا وعدہ ہوگا؟ ابھی وہ یہ اظہار کر ہی رہے ہونگے کہ اللہ تعالیٰ اپنا حجاب ہٹائے گا اور جب وہ خدا تعالیٰ کا دیدار کریں گے تو لطف و محبت کی ایسی لہریں ان کے سینہ سے اٹھیں

گی کہ جن سے بڑھ کر کوئی چیز ان کی آنکھوں کو ٹھنڈا کرنے والی نہیں ہوگی۔(9)

راضی برضا

ایک اور روایت جو حضرت صہیبؓ بیان کرتے تھے اس کا تعلق بھی راضی برضا رہنے سے ہے۔ ان کا بیان ہے کہ آنحضرت ﷺ ایک موقع پر مسکرا رہے تھے جس کے بعد صحابہ سے فرمایا کہ کیا تم مجھ سے پوچھو گے نہیں کہ میں کیوں مسکرایا ہوں؟ صحابہ نے عرض کیا یا رسولؐ اللہ آپؐ ہی بیان فرمائیں۔ فرمایا کہ میں مومن کے حال پر ہنستا ہوں کہ اس کا حال بھی عجب ہے اس کے سب کام خیر ہی خیر ہوتے ہیں اور یہ بات مومن کے علاوہ اور کسی کو نصیب نہیں ہوتی کیونکہ مومن رضا بالقضاء کے مقام پر ہوتا ہے۔ جب اسے خوشی پہنچتی ہے تو وہ شکر کرتا ہے اور اس کا اجر پاتا ہے اور جب تکلیف پہنچتی ہے تو صبر کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ اسے اس کی جزا عطا کرتا ہے۔ گویا حالت عسر ہو یا حالت یسر، مومن کیلئے ہر حال میں خیر ہی خیر ہے۔(10)

خدا اور قرآن سے محبت

ایک اور روایت سے قرآن کے ساتھ حضرت صہیبؓ کی محبت کا اندازہ ہوتا ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا وہ شخص جو ان باتوں سے جن سے قرآن نے منع کیا ہے نہیں رکتا وہ حقیقی معنوں میں قرآن پر ایمان نہیں لاتا۔ اس سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ آپ خود کس حد تک قرآن کے احکامات کے پابند تھے۔

حضرت صہیبؓ ایک دعا رسول کریمؐ سے بیان کرتے تھے جو اللہ تعالیٰ پر توکل سے تعلق رکھتی ہے وہ دعا یہ ہے۔ اَللّٰھُمَّ بِکَ اَحُولُ وَبِکَ اَصُولُ وَ بِکَ اُقَاتِلُ ۔حضرت صہیبؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول کریمؐ دشمن سے مقابلہ کے وقت یہ دعا پڑھتے تھے۔ اے اللہ! تیری مدد سے میں تدبیر کرتا ہوں اور تیری تائید سے میں حملہ کا جواب دیتا ہوں اور تیرے نام سے ہی لڑتا ہوں۔(11)

حضرت عمرؓ کی وفات کے بعد ان کی وصیت کے مطابق حضرت صہیبؓ نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی اور انتخاب ہونے تک تین دن حضرت صہیبؓ مسجد نبوی میں نمازیں پڑھاتے رہے۔(12)

خود حضرت صہیبؓ شوال 38ھ میں فوت ہوئے۔ آپ کی عمر ستر یا بہتر سال بیان کی جاتی ہے۔ جنت البقیع میں دفن ہوئے۔ آپ کی وفات سے ایک اور روشن ستارہ ڈوب گیا۔ جو محبت الٰہی، صلہ رحمی، اخوت ومحبت، سخاوت اور صداقت کے اخلاق فاضلہ سے روشن تھا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو کروٹ کروٹ جنت نصیب کرے۔ اور ہمیں آپ کے پاکیزہ اخلاق قائم کرنے والا بنادے۔ آمین

حوالہ جات

1- ابن سعد جلد 3 ص 226
2- ابن سعد جلد 3 ص 227، اصابہ جز 3 ص 254
3- اسد الغابہ جلد 3 ص 33،
4- مجمع الزوائد جلد 9 ص 305
5- ابن سعد جلد 3 ص 228
6- مجمع الزوائد جلد 9 ص 306 الاصابہ جز 2 ص 255
7- منتخب کنز العمال برحاشیہ جلد 5 ص 202
8- اسد الغابہ جلد 3 ص 34-33، منتخب کنز العمال برحاشیہ مسند جلد 5 ص 202
9- ابن ماجہ مقدمہ
10- مسلم کتاب الزھد باب المؤمن امرہ خیر
11- مسند احمد حدیث صہیبؓ باقی مسند الانصار 22802
12- ابن سعد جلد 3 ص 229

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ بھی ہمارے آقا ومولیٰ حضرت محمد ﷺ کی قوت قدسیہ کا ایک عجیب نشان تھے۔ بظاہر پستہ قد اور سانولے رنگ کے اس چرواہے کو آنحضرت ﷺ نے اپنے فیض صحبت میں لیا اور آسمان روحانیت کا ایک روشن ستارہ بنا دیا۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے ایک طرف علم وعمل کی معراج حاصل کی تو دوسری طرف کوفہ کی گورنری کے منصب تک پہنچے۔

نام ونسب اور قبول اسلام

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ قبیلہ بنو ھذیل سے تعلق رکھتے تھے۔ کنیت ابوعبدالرحمان تھی۔ آپؓ کی والدہ ام عبداللہ بنت عبدود کو اسلام قبول کرنے اور صحابیہ ہونے کا شرف بھی حاصل ہوا۔(1)

حضرت عبداللہؓ کو بہت ابتدائی زمانے میں دارارقم میں ہی چھٹے نمبر پر اسلام قبول کرنے کی سعادت نصیب ہوئی۔ آپؓ خود اپنے قبول اسلام کا واقعہ اس طرح بیان کرتے ہیں کہ زمانہ جاہلیت میں عقبہ بن ابی مُعیط کی بکریاں چرایا کرتا تھا۔ اسی دوران نبی کریمؐ اور حضرت ابوبکرؓ میرے پاس تشریف لائے۔ ان کے اعلیٰ اخلاق اور بعض نشانات کو دیکھ کر اسلام قبول کرنے کی توفیق عطا ہوئی۔

شوق علم

حضرت عبداللہؓ نے حضور ﷺ کو کچھ قرآنی آیات پڑھتے سنا تو آپ سے عرض کیا کہ مجھے بھی یہ کلام سکھا دیں۔ نبی اکرم ﷺ نے آپؓ کا شوق علم دیکھ کر حوصلہ افزائی کی اور حوصلہ بڑھاتے ہوئے فرمایا کہ ”تمہارے اندر تو سیکھنے کی استعداد خوب ہے“ (2)

چنانچہ حضرت عبداللہؓ نے نبی کریم ﷺ سے کلام الٰہی کا درس لیا۔ خود بیان کرتے ہیں کہ اس کے بعد میں نے خود حضور ﷺ سے ستر سورتیں سیکھیں۔ اور ایک زمانہ تھا کہ صحابہ میں سے کسی کو اتنی سورتیں یاد نہ تھیں۔ حضرت علیؓ فرماتے تھے کہ اللہ کی کتاب کو سب سے پہلے زبانی یاد کر کے پڑھنے والے عبداللہؓ بن مسعود تھے۔(3)

دعوت الی اللہ کا جذبہ

حضرت عبداللہؓ بن مسعود کو مکے میں مخالفت کے ابتدائی دور میں سرداران قریش کو قرآن شریف کی تلاوت بآواز بلند سنانے کا اعزاز بھی حاصل ہے۔ یہ شرف وسعادت اخلاص وقربانی کے جس جذبے سے ان کے حصے میں آئی اس کا واقعہ بہت دلچسپ ہے۔ ہوا یوں کہ چند صحابہؓ رسولؐ جمع ہوئے اور دعوت الی اللہ کے حوالہ سے ذکر یہ چلا کہ ابھی تک ہم نے مخالفین کو قرآن شریف بلند آواز سے کبھی نہیں سنایا۔ حضرت عبداللہؓ بن مسعود نے بڑے شوق سے یہ پیش کش کی کہ وہ بذات خود اس خدمت کیلئے تیار ہیں۔ دیگر صحابہؓ کی یہ رائے تھی کہ اگر کوئی ایسا شخص یہ کام اپنے ذمہ لے جس کا قبیلہ دعوت الی اللہ کے اس متوقع مخالفانہ ردعمل کی صورت میں اس کا دفاع بھی کر سکے تو یہ زیادہ مناسب ہوگا۔ کیونکہ عبداللہؓ بن مسعود کے کمزور خاندان کے باعث انہیں زیادہ سخت ردعمل کا خدشہ تھا مگر عبداللہ بن مسعودؓ فرمانے لگے کہ آپ لوگ اس کی فکر نہ کریں۔ اللہ تعالیٰ خود میری حفاظت فرمائے گا۔ اور دوسرے دن چاشت کے وقت اس بہادر اور نڈر داعی الی اللہ نے خانہ کعبہ میں جا کر قریش کی مجلس کے قریب مقام ابراہیم پر سورۃ رحمان کی تلاوت شروع کر دی۔ پہلے تو وہ لوگ غور سے سنتے رہے پھر جب پتہ چلا کہ کلام پاک ان کو سنایا جا رہا ہے تو وہ اٹھے اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کو آن دبوچا اور خوب ان کی پٹائی کی۔ مگر ابن مسعودؓ ایک عجیب خداداد استقامت کے ساتھ تلاوت کرتے چلے گئے یہاں تک کہ سورۃ رحمان کی تلاوت مکمل کر کے ہی واپس آئے صحابہؓ نے کہا کہ ہمیں اسی مار پٹائی کا اندیشہ تھا۔ عبداللہؓ بن مسعود بولے خدا کی قسم جب میں قرآن شریف کی تلاوت کر رہا تھا تو دشمن مجھے سخت بے حقیقت معلوم ہوتے تھے اور گر کہو تو کل پھر سرداران قریش کے مجمع میں جا کر قرآن شریف کی تلاوت بآواز بلند سناؤں صحابہؓ نے کہا بس یہی کافی ہے۔ (4)

ہجرت اور خدمت رسولؐ

مکہ میں مخالفت زیادہ ہوئی تو پہلے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کو ملک حبشہ کی طرف ہجرت کرنے

کی توفیق ملی بعد میں آپ نے مدینہ ہجرت فرمائی۔(5) جب ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائے تو حضرت معاذ بن جبلؓ کے ہاں ٹھہرے مکے میں آپ کی مواخات حضرت زبیر بن العوامؓ سے ہوئی تھی اور مدینے میں معاذ بن جبلؓ آپ کے دینی بھائی بنے مدینہ کے ابتدائی زمانے میں آپ کے مالی حالات اچھے نہیں تھے۔ چنانچہ حضور ﷺ نے جب مہاجرین کیلئے مسجد نبوی کے قریب رہائش کا کچھ انتظام کیا تو بنوزہرہ کے بعض لوگوں نے عبداللہ بن مسعودؓ کو اپنے ساتھ رکھنے میں کچھ ہچکچاہٹ ظاہر کی۔ آنحضرت ﷺ کو علم ہوا تو آپ نے اپنے اس غریب اور کمزور خادم کے لئے غیرت دکھاتے ہوئے فرمایا کہ خدا نے مجھے اس لئے مبعوث فرمایا ہے یاد رکھو خدا تعالیٰ اس قوم کو کبھی برکت عطا نہیں کرتا جس میں کمزور کو اسکا حق نہیں دیا جاتا۔ اور پھر حضورؐ نے ابن مسعودؓ کو مسجد کے قریب جگہ عطا فرمائی جبکہ بنوزہرہ کو مسجد کے پیچھے ایک کونے میں جگہ دی۔(6)

حضرت عبداللہؓ بن مسعود آغاز اسلام سے ہی رسول کریم ﷺ کی ذاتی خدمت سے وابستہ ہو گئے تھے اور سفر و حضر میں حضور ﷺ کی خاطر بظاہر چھوٹی مگر بنیادی اور اہم خدمات بجالایا کرتے تھے۔ مثلاً رسولؐ اللہ کی مسواک وضو اور غسل کیلئے پانی کا بروقت مہیا کرنا۔ بیٹھنے کیلئے بچھونے اور آرام کیلئے بستر کا انتظام کرنا۔ وقت پر بیدار کرنا غسل کیلئے پردے کا اہتمام کرنا اور حضور ﷺ کے جوتے سنبھالنا وغیرہ۔ اسی بناء پر ابن مسعودؓ 'صاحب السواک'، 'صاحب الوسادہ' اور 'صاحب النعلین' کے القاب سے بھی یاد کئے جاتے تھے۔(7) ان خدمات کے باعث ان کا اکثر حضور ﷺ کے گھر میں آنا جانا رہتا تھا۔ اور رسول کریم ﷺ نے آپؓ کو اپنے گھر میں آنے کی خصوصی اجازت عطا کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ جب آپ میری آواز سن رہے ہوں اور دروازے کے آگے پردہ نہ ہو تو آپؓ کو گھر کے اندر آنے کی اجازت ہے سوائے اس کے میں خود کسی وقت روک دوں۔(8)

معلوم ہوتا ہے کہ یہ پردہ کے احکام کے نازل ہونے سے پہلے کی بات ہوگی جیسا کہ نبی کریمؐ کے ایک اور خادم حضرت انسؓ کا بیان ہے کہ میں حضور ﷺ کے گھر آیا جایا کرتا تھا۔(9) بہر حال

حضرت عبداللہؓ بن مسعود کا آنحضرت ﷺ کے گھر آنا جانا اس کثرت سے تھا کہ حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ بیان کرتے ہیں کہ میں اور میرا بھائی جب یمن سے مدینہ آئے تو ابتدائی زمانہ میں ہم عبداللہ بن مسعودؓ کو خاندان نبویؐ کا ہی ایک فرد سمجھتے رہے۔ کیونکہ ان کو اور ان کی والدہ کو ہم اکثر حضور ﷺ کے گھر آتے جاتے دیکھتے تھے۔(10)

الغرض عبداللہ بن مسعودؓ نے آنحضرت ﷺ کا دامن مضبوطی سے پکڑا اور آپؐ سے سیکھا اور خوب سیکھا۔

حسن تلاوت اور بے ریا سجدہ

حضرت ابن مسعودؓ رسول کریم ﷺ کی پاکیزہ صحبت اور تربیت کے نتیجہ میں ایک عبادت گزار راستباز اور عالم باعمل انسان بن گئے۔ حضرت عمرؓ ان کی عبادت گزاری اور حسن تلاوت کا ایک بہت ہی خوبصورت واقعہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ رات کے وقت حضرت ابوبکرؓ اور میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ مدینہ میں گشت کیلئے نکلے۔ دریں اثناء عبداللہؓ بن مسعود کے پاس سے ہمارا گزر ہوا وہ نفل نماز میں قرآن شریف کی تلاوت کررہے تھے۔ نبی کریم ﷺ کھڑے ہوکر ان کی تلاوت سنتے رہے۔ پھر عبداللہ بن مسعودؓ رکوع میں گئے اور سجدہ کیا اور یہ دعائیں کی کہ اے اللہ مجھے ایمان اور نہ ختم ہونے والا یقین عطا کر اور نبی کریم ﷺ کی رفاقت اگلے جہاں میں نصیب فرما۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اے عبداللہؓ اب جو مانگو گے وہ تمہیں عطا کیا جائے گا اور جو بھی دعا کرو گے قبول ہوگی گویا

چل رہی ہے نسیم رحمت کی جو دعا کیجئے قبول ہے آج

پھر نبی کریم ﷺ وہاں سے روانہ ہوئے تو یہ فرمایا ”جس شخص کو یہ بات خوش کرے کہ وہ قرآن شریف کو اس طرح تروتازہ پڑھے جس حال میں وہ نازل کیا گیا ہے۔ تو اسے عبداللہ بن مسعودؓ سے قرآن شریف سیکھنا چاہیے۔“

روح مسابقت

حضرت عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ میں صبح منہ اندھیرے اٹھا اور عبداللہؓ بن مسعود کو رسول اللہ ﷺ کی یہ بشارت سنانے ان کے گھر پہنچا اور دروازے پر دستک دی وہ بولے آپ کا رات کے اس وقت میں کیسے آنا ہوا؟ میں نے کہا آپؓ کو نبی کریم ﷺ کی ایک بشارت پہنچانے آیا ہوں عبداللہ بن مسعودؓ کہنے لگے کہ حضرت ابوبکرؓ آپ سے پہلے وہ بشارت مجھے پہنچا بھی چکے ہیں۔ حضرت عمرؓ کہتے ہیں کہ میں نے کہا اگر ابوبکرؓ نے ایسا کیا ہے تو یہ انہی کا حق تھا کیونکہ وہ تو نیکیوں میں بہت ہی سبقت لے جانے والے ہیں۔ کبھی بھی کسی نیکی کے بارے میں ہمارا مقابلہ نہیں ہوا مگر ہمیشہ ہی ابوبکرؓ ہم سے آگے بڑھ گئے۔(11)

عائلی زندگی

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی شادی بنوثقیف کے ایک اچھے گھرانے میں ہوئی۔ آپ کی اہلیہ حضرت زینبؓ بنت عبداللہ مدینہ کی ایک مخیرّ خاتون تھیں وہ حضرت عبداللہؓ پر اپنا مال خرچ کیا کرتی تھیں۔ ان کا اپنا بیان ہے کہ ایک دفعہ نبی کریم ﷺ نے خواتین کو صدقے کی تحریک فرمائی۔ میرے میاں عبداللہؓ کے مالی حالات کمزور تھے میں نے ان سے پوچھا کہ جو صدقہ میں نے کرنا ہے اگر میں وہ آپ پر خرچ کر دوں تو کیا اس کا مجھے ثواب ملے گا؟ انہوں نے کہا تم خود آنحضرت ﷺ سے پوچھ لو۔ وہ کہتی ہیں کہ میں حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی تو کیا دیکھتی ہوں کہ ایک اور انصاری عورت زینب نامی یہی مسئلہ پوچھنے آئی ہوئی تھی۔ ہم نے حضرت بلالؓ سے کہا کہ آپؓ ہی ہمیں آنحضور ﷺ سے اس سوال کا جواب لا دو مگر ہمارے نام کا ذکر نہ کرنا۔ بلالؓ نے جا کر جب حضورؐ سے دریافت کیا تو حضور ﷺ نے فرمایا پوچھنے والی کون ہیں؟ بلالؓ نے عرض کیا حضور زینب ہیں حضورؐ نے پوچھا کون سی زینب؟ بلالؓ نے عرض کیا ایک تو عبداللہ بن مسعودؓ کی بیوی زینبؓ اور دوسری زینبؓ انصاریہ۔ آپؐ نے فرمایا ہاں ان دونوں کو بتا دو کہ ان کو دوہرا اجر ملے گا۔ ایک رشتہ دار سے حسن

سلوک کا اجر دوسرا صدقے کا اجر۔(12)

میدان بدر کے غازی

مدنی دور میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کو جملہ غزوات النبیؐ میں حضور ﷺ کے ساتھ شرکت کی سعادت نصیب ہوئی۔ جنگ بدر میں دشمن اسلام ابوجہل کو ان کے آخری انجام تک پہنچانے میں آپ کا بھی حصہ ہے اور وہ اس طرح کہ جنگ ختم ہوئی تو رسول کریمؐ نے فرمایا کوئی ہے جو ابوجہل کے بارہ میں صحیح خبر معلوم کر کے آئے۔ عبداللہ بن مسعودؓ تعمیل ارشاد کیلئے گئے کیا دیکھتے ہیں کہ میدان بدر میں دشمن رسولؐ ابوجہل (جسے حضرت عفراءؓ کے بیٹوں نے تلواروں سے حملہ کر کے بری طرح زخمی کیا تھا) جان کنی کے عالم میں پڑا ہے۔ ابن مسعودؓ نے اس سے فرمایا کہ کیا تم وہی بدبخت اور گمراہ کرنے والے بوڑھے ابوجہل ہو۔ اس بدبخت کو آخری لمحات میں بھی اپنے فخر و غرور سے نجات نہ ملی تھی۔ کہنے لگا کیا مجھ سے بھی بڑا کوئی سردار تم نے مارا ہے؟ گویا یہ طعنہ دیا کہ مجھ سے بھی بڑا کوئی سردار ہو گا جسے اس کی قوم نے مار دیا ہو۔(13) عبداللہؓ بن مسعود کہتے ہیں تب میں نے اس کا کام تمام کر دیا۔

غزوہ احد میں بھی حضرت عبداللہؓ بن مسعود شامل تھے۔ بلکہ احد کے بعد کفار قریش کا تعاقب کرنے والے ان زخمی صحابہ میں بھی شامل تھے جن کی تعریف کر کے قرآن شریف میں ان کیلئے اجر عظیم کا وعدہ فرمایا گیا ہے۔(14)

امارت کوفہ اور اطاعت خلافت

حضرت نبی کریم ﷺ کی وفات کے بعد عبداللہؓ بن مسعود نے شام کی فتوحات میں شریک ہونے کی سعادت پائی اور پھر حمص میں قیام پذیر ہو گئے۔ حضرت عمرؓ نے آپ کو وہاں سے بلوا کر اہل کوفہ کی تعلیم و تربیت کیلئے بطور مربی مقرر فرمایا۔ اس وقت کوفہ کے امیر حضرت عمارؓ بن یاسر تھے(15)

حضرت عمرؓ نے اہل کوفہ کو لکھا کہ اس خدا کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں میں نے عبداللہؓ بن مسعود کو تمہاری تعلیم و تربیت کیلئے اپنی طرف سے ایثار کر کے بھیجا ہے۔ وگرنہ مرکز اسلام مدینہ میں

ایسے عالم دین کی زیادہ ضرورت تھی پس تم ان سے خوب علم سیکھو۔(16)

بعد میں حضرت عثمانؓ نے آپ کو کوفہ میں امیر مقرر فرما دیا اور قضاء اور بیت المال کی ذمہ داریاں بھی آپ کے سپرد رہیں۔ پھر جب بعض مصالح کی بناء پر حضرت عثمانؓ نے آپ کو امارت سے ہٹا کر مدینے واپس بلایا تو کوفہ والے آپ کو واپس جانے نہ دیتے تھے اور کہتے کہ آپ یہیں رہیں۔ یہ ہماری ذمہ داری ہے کوئی آپ کا بال بیکا نہیں کرسکتا۔ اس پر حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا کہ خلیفہ وقت حضرت عثمانؓ کی اطاعت مجھ پر واجب ہے اور میں ہرگز گوارا نہیں کرسکتا کہ ان کی نافرمانی کر کے فتنہ کا کوئی دروازہ کھولوں۔(17) اور یوں آپ خلیفہ وقت کی کامل اطاعت کا مظاہرہ کرتے ہوئے مدینہ واپس آ گئے۔

فکر عاقبت

حضرت ابن مسعودؓ مدینہ آ کر ایک دفعہ بیمار ہو گئے تو سخت گھبراہٹ طاری ہوئی صحابہؓ نے کہا کہ ہم نے تو کبھی کسی بیماری میں آپ کو ایسا پریشان نہیں دیکھا جیسا اس بیماری میں آپ فکرمند ہوئے ہیں۔ فرمانے لگے اس بیماری نے مجھے اچانک آن دبوچا ہے اور میں ابھی اپنے آپ کو آخرت کے سفر کیلئے تیار نہیں پاتا اسلئے زیادہ پریشان ہوں۔(18)

نبی کریم ﷺ نے آپؓ کو جنت کی بشارت دی تھی۔ پھر بھی خدا خوفی اور انکسار کا یہ عالم تھا کہ کہا کرتے تھے ''اے کاش مر جانے کے بعد اٹھایا نہ جاؤں اور حساب کتاب سے بچ جاؤں۔''(19)

فراخی میں سادگی

حضرت ابن مسعودؓ کے مالی حالات خدا تعالیٰ کے فضل سے اتنے اچھے ہو گئے تھے کہ آخری عمر میں آپ نے اپنا وظیفہ لینا بھی چھوڑ دیا تھا۔

اس فارغ البالی کی حالت میں جبکہ نوے ہزار درہم آپ کا ترکہ تھا۔ اپنے کفن کے بارے میں یہی وصیت کی کہ وہ سادہ چادروں کا ہو اور قیمتی نہ ہو۔ نیز یہ خواہش کی کہ عثمانؓ بن مظعون جو ابتدائی

زمانہ اسلام میں قربانی کرنے والے صحابی جو جوانی میں ہی اللہ کو پیارے ہوگئے تھے ان کے پہلو میں انہیں دفن کیا جائے۔(20)

سفرآخرت اور وصیت

حضرت ابن مسعودؓ کی وفات سے چند روز قبل ایک شخص نے مدینہ آکر انہیں اپنی خواب سنائی کہ نبی کریم ﷺ منبر پر تشریف فرما ہیں اور عبداللہؓ بن مسعود نیچے بیٹھے ہیں حضور ﷺ فرمارہے ہیں کہ اے ابن مسعودؓ اتنی بھی کیا بے مروتی ہے بس اب میرے پاس آجاؤ۔آپ نے اس شخص کو قسم دے کر پوچھا کہ کیا واقعی تم نے یہ خواب دیکھی ہے۔پھر فرمایا کہ اب میرا جنازہ پڑھے بغیر مدینہ سے واپس نہ جانا اور اس کے چند روز بعد ہی ان کی وفات ہوگئی۔(21)

یہ 32ھ کا واقعہ ہے جب کہ آپ کی عمر ساٹھ برس سے کچھ اوپر تھی۔حضرت عثمانؓ نے آپؓ کی نماز جنازہ پڑھائی اور جنت البقیع میں دفن ہوئے۔(22)

آپ نے اپنی آخری وصیت میں اپنے غلاموں کے ساتھ بھی احسان کی ہدایت کی کہ جو غلام پانچ سو درہم کی معمولی رقم ادا کردے اسے آزاد کردیا جائے۔اپنے دینی بھائی حضرت زبیرؓ بن العوام کے ساتھ نبی کریم ﷺ کی قائم فرمودہ مواخات کا حق بھی خوب ادا کیا۔ان پر کامل اعتماد کا اظہار کرتے ہوئے وصیت فرمائی کہ میرے جملہ مالی امور کی نگرانی اور سپرد داری حضرت زبیر بن العوامؓ اور ان کے صاحبزادے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے ذمہ ہوگی اور خاندانی معاملات میں ان کے فیصلے قطعی اور نافذ العمل ہوں گے۔کسی بیٹی کی شادی ان دونوں کے مشورے کے بغیر نہیں ہوگی البتہ ان کی بیوہ زینبؓ پر ایسی کوئی پابندی نہیں۔(23)

اخلاق فاضلہ

حضرت ابن مسعودؓ کی وفات پر حضرت ابوموسیٰؓ نے ابومسعودؓ سے کہا آپ کا کیا خیال ہے عبداللہ بن مسعودؓ نے اپنے بعد ایسی خوبیوں والا اور کوئی شخص پیچھے چھوڑا ہے۔ابومسعودؓ کہنے لگے کہ

بات یہ ہے کہ یہ شرف وسعادت تو واقعی انہیں حاصل ہے کہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں جب ہم حاضر نہیں ہو سکتے تھے تو یہ آپؐ کی خدمت کی توفیق پاتے اور آپؐ کی صحبتوں سے فیضاب ہوتے تھے۔(24)

حضرت عبداللہؓ بن مسعود بہت عابد وزاہد انسان تھے اور اس لحاظ سے صحابہ میں ان کا ایک خاص مقام تھا آپ کی صحبت میں بیٹھنے والے تمیم بن حرام کا کہنا ہے کہ میں کئی صحابہ کی مجالس میں بیٹھا ہوں مگر عبداللہ بن مسعودؓ کی دنیا سے بے رغبتی اور آخرت سے رغبت کی اپنی ہی شان تھی اور ان کا یہ انداز اور طریق مجھے بہت ہی بھلا معلوم ہوتا تھا۔(25)

حضرت عبداللہؓ کے علمی مرتبہ کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے جن چار بزرگ صحابہؓ سے قرآن کریم پڑھنے اور سیکھنے کی ہدایت فرمائی ان میں پہلے نمبر پر عبداللہ بن مسعودؓ کا نام تھا۔ حضرت عبداللہؓ بن عمر کہا کرتے تھے کہ جب سے میں نے نبی کریم ﷺ سے قرآن سکھانے والوں میں پہلے نمبر پر عبداللہ بن مسعودؓ کا نام سنا ہے اس وقت سے مجھے ان سے ایک دلی محبت ہے۔(26)

علمی مرتبہ

حضرت ابن مسعودؓ کے علمی مقام اور مرتبہ کا اندازہ اس امر سے لگایا جا سکتا ہے کہ جب معاذ بن جبلؓ کی وفات کا وقت آیا اور ان سے درخواست کی گئی کہ ہمیں کوئی نصیحت کریں تو انہوں نے فرمایا کہ علم اور ایمان کا ایک مقام ہے۔ جو بھی ان کو حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے کامیاب ہوتا ہے پھر علم اور ایمان سیکھنے کیلئے معاذ بن جبلؓ نے جن چار عالم باعمل بزرگوں کے نام لئے ان میں عبداللہ بن مسعودؓ کا نام بھی تھا۔(27)

اللہ تعالیٰ نے ابن مسعودؓ کو دین کی سمجھ اور اجتہاد کی بصیرت سے نوازا تھا اور اس کے ذریعہ وہ امت کی رہنمائی فرماتے تھے۔ حضرت عمرؓ جیسے بزرگ خلیفہ بھی آپ کی علمی مرتبت کی وجہ سے آپ کا

احترام فرماتے اور قدر کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ چنانچہ حضرت زیدؓ بن وہب بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ ہم امیر المومنین حضرت عمرؓ کی مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک دبلا پتلا پستہ قد شخص مجلس میں آیا ان کی طرف دیکھ کر حضرت عمرؓ کا چہرہ تمتما اٹھا اور فرمانے لگے علم سے بھرا ہوا برتن، علم سے بھرا ہوا برتن۔ آپ نے یہ الفاظ تین دفعہ فرمائے اور جب وہ بزرگ قریب آئے تو ہم نے دیکھا کہ وہ بزرگ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ تھے۔(28)

سنت رسول ﷺ کی پابندی

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سنت نبویؐ پر خوب کاربند تھے ایک دفعہ حضرت عائشہؓ سے پوچھا گیا کہ رسول کریم ﷺ کے دو صحابہ میں سے ایک صحابی روزہ افطار کرنے میں بھی جلدی کرتا ہے یعنی غروب آفتاب کے ساتھ ہی افطار کرتا ہے اور نماز بھی جلدی ادا کر لیتا ہے۔(یعنی غروب آفتاب کے معاً بعد)۔ جبکہ ایک دوسرے صحابی یہ دونوں کام نسبتاً تاخیر سے کرتے ہیں۔ حضرت عائشہؓ نے پوچھا کہ جلدی کون کرتا ہے بتایا گیا کہ عبداللہ بن مسعودؓ ایسا کرتے ہیں۔ حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ کا بھی یہی دستور تھا۔(29)

سنت رسول ﷺ پر عمل کرنے کے شوق وجذب کا یہ عالم تھا کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد صحابہؓ سے جب یہ سوال کیا جاتا کہ نبی کریم ﷺ سے عادات وخصائل اور سیرت وشمائل کے لحاظ سے آپؐ کے صحابہ میں سے قریب ترین کون ہے جس کا طریق ہم بھی اختیار کریں تو حضرت حذیفہؓ بیان فرماتے تھے کہ میرے علم کے مطابق چال ڈھال گفتگو اور اخلاق واطوار کے لحاظ سے عبداللہؓ بن مسعود نبی کریم ﷺ کے سب سے زیادہ قریب ہیں۔ شاید یہی وجہ ہے کہ نبی کریمؐ فرماتے تھے کہ مجھے اپنی امت کیلئے وہی باتیں پسند ہیں جو عبداللہؓ بن مسعود کو مرغوب ہیں۔(30)

بزرگ صحابہ کہا کرتے تھے کہ عبداللہ بن مسعودؓ اللہ تعالیٰ سے قرب اور تعلق میں غیر معمولی مقام رکھتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ اپنے جن صحابہ کے نمونہ کو مشعل راہ بنانے کیلئے بطور خاص ہدایت فرماتے

تھے ان میں حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ کے علاوہ عبداللہ بن مسعودؓ کا نام بھی شامل ہے۔آپ فرماتے عبداللہ بن مسعودؓ کا طریق مضبوطی سے پکڑلو۔(31)

طہارت و نفاست

نبی کریم علیہ وسلم کی پاکیزہ صحبت نے مکہ کے اس غریب چرواہے کو ایک نہایت نفیس اور ظاہری و باطنی دونوں لحاظ سے ایک پاک وصاف وجود بنا دیا تھا۔چنانچہ آپ صفائی پاکیزگی اور نفاست کا غیر معمولی خیال رکھتے تھے۔ان کے خادم نقیع بیان کرتے تھے کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ بہترین قسم کا سفید رنگ کا لباس زیب تن فرماتے اور اعلیٰ درجہ کی خوشبو استعمال فرماتے تھے۔اسی طرح حضرت طلحہؓ بیان کیا کرتے تھے کہ حضرت عبداللہؓ ایسی اعلیٰ درجہ کی منفرد خوشبو استعمال فرماتے تھے کہ رات کے اندھیرے میں بھی اپنی خاص قسم کی خوشبو سے پہچانے جاتے تھے۔(32)

عالم باعمل

باطنی لحاظ سے نبی کریم علیہ وسلم کی صحبت نے حضرت ابن مسعودؓ کو ایک متقی پرہیزگار اور عبادت گزار انسان بنا دیا تھا۔عبادت اور نوافل سے ایسی رغبت تھی کہ فرض نمازوں اور تہجد کے علاوہ چاشت کے وقت کی نماز کا اہتمام بھی فرماتے۔اسی طرح ہر سوموار اور جمعرات کو نفلی روزہ رکھتے تھے اور پھر بھی یہ احساس غالب رہتا تھا کہ وہ کم روزے رکھتے ہیں۔فرمایا کرتے تھے کہ اس سے زیادہ روزے اس لئے نہیں رکھتا کہ تہجد وغیرہ کی ادائیگی کیلئے بدن میں کمزوری محسوس ہونے لگتی ہے۔اسلئے نماز کو روزے پر ترجیح دیتے ہوئے نسبتاً کم نفلی روزوں کا اہتمام کرتا ہوں۔(33)

حسن خطابت

سنت رسول علیہ وسلم کے مطابق حضرت ابن مسعودؓ صرف جمعرات کے روز وعظ فرمایا کرتے تھے جو بہت ہی مختصر اور جامع ہوتا تھا اور ان کا بیان ایسا دلچسپ اور شیریں ہوتا تھا کہ حضرت عبداللہ بن مرداسؓ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہؓ جب تقریر ختم کرتے تھے تو ہماری خواہش ہوتی تھی کہ کاش

ابھی وہ کچھ اور بیان کرتے۔ شام کے وقت اس وعظ میں آپ بالعموم نبی کریم ﷺ کی احادیث میں سے صرف ایک حدیث سنایا کرتے تھے اور حدیث بیان کرتے وقت آپ کے جذب وشوق اور عشق رسول ؐ کا منظر دیدنی ہوتا تھا۔ آپ کے شاگرد مسروق کہتے ہیں ایک روز آپ نے ہمیں نبی کریم ﷺ کی ایک حدیث سنائی اور جب ان الفاظ پر پہنچے سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہ۔ کہ میں نے خدا کے رسول ؐ سے سنا تو مارے خوف اور خشیت سے آپکے بدن پر ایک لرزہ طاری ہوگیا۔ یہاں تک کہ آپ کے لباس سے بھی جنبش محسوس ہونے لگی۔ اس کے بعد احتیاط کی خاطر یہ بھی فرمایا کہ شاید حضور ﷺ نے یہ الفاظ استعمال فرمائے تھے یا اس سے ملتے جلتے الفاظ۔ (34)

حدیث بیان کرتے وقت یہ خشیت اور کمال درجہ احتیاط اس وعید اور گرفت کی وجہ سے معلوم ہوتی ہے جو نبی کریم ﷺ نے غلط احادیث بیان کرنے والوں کیلئے بیان فرمائی۔

ایک اور روایت سے بھی ان کی اس احتیاط کا اندازہ ہوتا ہے۔ عمرو بن میمون بیان کرتے ہیں کہ میں ایک سال تک عبداللہؓ بن مسعود کے پاس آتا جاتا رہا وہ حدیث بیان کرنے میں بہت احتیاط سے کام لیتے تھے۔ ایک دفعہ میں نے دیکھا کہ قال رسول اللہ ﷺ (یعنی اللہ کے رسول نے فرمایا) کے الفاظ کہہ کر آپ پر ایک عجیب کرب کی کیفیت طاری ہوگئی اور پسینہ پیشانی سے گرنے لگا۔ پھر فرمانے لگے کہ اسی قسم کے الفاظ اور اس سے ملتے جلتے الفاظ حضور ﷺ نے فرمائے تھے۔

ایک دفعہ رسول کریم ﷺ نے مختصر خطاب کے بعد حضرت ابوبکرؓ سے فرمایا کہ اب وہ لوگوں وعظ کریں۔ انہوں نے مختصر وعظ کیا پھر حضرت عمرؓ سے فرمایا تو انہوں نے حضرت ابوبکرؓ سے بھی مختصر وعظ کیا پھر کسی اور شخص سے فرمایا تو اس نے لمبی تقریر شروع کر دی۔ رسول ؐ اللہ نے فرمایا بیٹھ جاؤ یا فرمایا خاموش ہو جاؤ پھر حضور ؐ نے عبداللہ بن مسعودؓ سے تقریر کیلئے فرمایا انہوں نے حمد و ثناء کے بعد صرف یہ کہا اے لوگو! اللہ ہمارا رب ہے قرآن ہمارا رہنما بیت اللہ ہمارا قبلہ اور محمد ؐ ہمارے نبی ہیں۔ دوسری روایت میں ہے انہوں نے کہا ہم اللہ کے رب ہونے اور اسلام کے دین ہونے پر

راضی ہیں اور مجھے تمہارے لئے وہ پسند ہے جو اللہ اور اس کے رسولؐ کو پسند ہے۔ نبی کریمؐ نے فرمایا ابن مسعودؓ نے درست کہا مجھے بھی اپنی امت کیلئے وہ پسند ہے جو ابن مسعودؓ نے پسند کیا۔(35)

مقام تقویٰ

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ بیان کرتے تھے کہ قرآن شریف کی سورۃ مائدہ کی آیت نمبر 94 نازل ہوئی جس میں یہ ذکر ہے کہ جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کئے جب وہ تقویٰ اختیار کریں اور ایمان لائیں اور نیک عمل کریں پھر تقویٰ (میں اور ترقی) کریں اور ایمان لائیں پھر تقویٰ (میں مزید ترقی) کریں اور احسان کریں تو جو کچھ وہ کھائیں اس پر انہیں کوئی گناہ نہیں (ہوگا) اور اللہ احسان کرنے والوں سے محبت رکھتا ہے۔

اس پر رسول اللہ ﷺ نے مجھے فرمایا کہ تم بھی ان خوش نصیب لوگوں میں شامل ہو جن کا اس آیت میں ذکر ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ بہت دبلے پتلے سانولے رنگ اور پستہ قد کے تھے۔ ایک دفعہ حضورؐ کے ساتھ شریک سفر تھے کہ آپؐ نے انہیں ایک جنگلی درخت سے اس کا پھل (پیلوں) توڑ کر لانے کیلئے فرمایا۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے بکریاں چرانے کے زمانے میں جنگلوں کی خاک چھانی ہوئی تھی اور درختوں پر چڑھنے کا ڈھنگ خوب آتا تھا۔ اس لئے بڑی پھرتی سے درخت پر چڑھ گئے۔ بعض لوگ ان کی دبلی پتلی باریک پنڈلیوں کو دیکھ کر ہنسی مذاق کرنے لگے۔ نبی کریم ﷺ کو اپنے اس محبوب صحابی کی غیرت آئی۔ فرمایا کہ عبداللہؓ بن مسعود کی نیکیوں کا پلڑا قیامت کے دن بہت بھاری ہوگا۔ اتنا بھاری کہ احد پہاڑ سے بھی بڑھ کر۔(36)

گویا آپ نے اپنے خدام کو یہ سبق دیا کہ اسلام میں ظاہر سے بڑھ کر باطنی حسن کی زیادہ اہمیت اور قدر و منزلت ہے۔ کہ جو تم میں سب سے زیادہ متقی ہے وہی سب سے زیادہ معزز بھی ہے۔

روایات حدیث

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ سے روایات بیان کی ہیں۔ حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ و

عثمانؓ وعلی ان سے بھی روایت کرتے ہیں۔(37)

انہوں نے آغاز اسلام سے ہی اپنے آپ کو آنحضرت ﷺ کی خدمت کے لئے وقف کر دیا تھا اور حضور ﷺ کی ذاتی خدمت کی بھی کثرت سے توفیق پائی اور یہ سلسلہ آخری وقت تک جاری رہا۔ اس لحاظ سے آپ نے آنحضرتؐ کی پاکیزہ صحبت سے بہت استفادہ کیا اور برکات سے حصہ پایا۔

حضورؐ کی پاک صحبت و تربیت نے عرب کے اس چرواہے کو اس مقام پر پہنچا دیا کہ نبی کریم ﷺ فرمایا کرتے تھے اگر میں اپنے صحابہ میں سے کسی کو بلامشورہ امیر مقرر کرنا چاہوں تو عبداللہ بن مسعودؓ کو امیر مقرر کروں۔(38)

زبان خلق کی شہادت

حضرت علیؓ اپنے زمانہ خلافت میں جب کوفہ تشریف لے گئے تو اس زمانہ میں عبداللہ بن مسعودؓ وہاں مقیم تھے۔ حضرت علیؓ کی مجلس میں عبداللہؓ بن مسعود اور ان کی باتوں کا کچھ تذکرہ ہوا لوگوں نے ان کی تعریف کی اور کہا کہ اے امیر المومنین ہم نے عبداللہؓ بن مسعود سے بڑھ کر بہترین اخلاق والا اور نرمی سے تعلیم دینے والا اور بہترین صحبت اور مجلس کرنے والا اور انتہائی خدا ترس اور کوئی نہیں دیکھا۔ حضرت علیؓ نے بغرض آزمائش ان سب کو مخاطب کر کے فرمایا کہ میں تمہیں اللہ تعالیٰ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ سچ سچ بتاؤ کہ عبداللہ بن مسعودؓ کے متعلق یہ گواہی صدق دل سے دیتے ہو؟ انہوں نے کہا ہاں۔ آپؓ نے فرمایا اے اللہ گواہ رہنا۔ اے اللہ میں بھی عبداللہؓ بن مسعود کے بارہ میں یہی رائے رکھتا ہوں جو ان لوگوں کی ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ بہتر رائے رکھتا ہوں۔(39)

اللہ تعالیٰ ہمیں ان بزرگان سلف کی پاکیزہ سیرت اور نیک اقدار زندہ رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

حوالہ جات

1- اصابہ جز 4 ص 129
2- ابن سعد جلد 3 ص 151-150
3- مسند احمد جلد نمبر 3 ص 151 و منتخب کنز العمال بر حاشیہ مسند جلد 5 ص 239
4- اسد الغابہ جلد نمبر 3 ص 257
5- الاصابہ جز 4 ص 129
6- ابن سعد جلد 3 ص 151
7- ابن سعد جلد 3 ص
8- اصابہ جز 4 ص 129
9- مسند احمد جلد نمبر 3 ص 238
10- بخاری کتاب المناقب باب مناقب عبداللہ بن مسعود
11- مسند احمد جلد نمبر 1 ص 38، منتخب کنز العمال بر حاشیہ مسند جلد 5 ص 236
12- مسند احمد جلد نمبر 3 ص 502
13- بخاری کتاب المغازی غزوہ بدر
14- ابن سعد جلد 3 ص 153
15- اصابہ جز 4 ص 130
16- ابن سعد جلد 3 ص 157
17- اصابہ جز 4 ص 130
18- ابن سعد جلد 3 ص 158
19- اکمال ذکر عبداللہ بن مسعود، ابن سعد جلد 3 ص 158
20- اسد الغابہ جلد 3 ص 260، ابن سعد جلد 3 ص 159
21- اسد الغابہ جلد 3 ص 260
22- ابن سعد جلد 3 ص 160، اکمال ذکر عبداللہ بن مسعود
23- ابن سعد جلد 3 ص 159
24- ابن سعد جلد 3 ص 160
25- الاصابہ جز 4 ص 130
26- بخاری کتاب المناقب مناقب عبداللہؓ بن مسعود، مسند احمد جلد نمبر 2 ص ف 163
27- مسند احمد جلد نمبر 5 ص 243

28- ابن سعد جلد 3 ص 156

29- مسند احمد جلد نمبر 6 ص 48

30- بخاری کتاب المناقب

31- ترمذی ابواب المناقب، منتخب کنز العمال برحاشیہ مسند جلد 5 ص 235

32- ابن سعد جلد 3 ص 157

33- ابن سعد جلد 3 ص 155

34- ابن سعد جلد 3 ص 156

35- مسند احمد جلد نمبر 3 ص 156، منتخب کنز العمال برحاشیہ جلد 5 ص 238

36- مسند احمد جلد نمبر 1 ص 114

37- ابن سعد جلد 3 ص 160، اکمال زکر عبداللہؓ بن مسعود

38- ترمذی ابوب المناقب

39- ابن سعد جلد 3 ص 156

حضرت بلال بن رباحؓ

نام ونسب

بلال نام بظاہر ایک سیاہ فام حبشی تھے ۔ لمبے قد کے دُبلے پتلے، موٹے ہونٹ ، موٹی ناک سوکھے گال گھنے بال ۔ مکے کے خاندان بنی جمح کی لونڈی حمامہ کے ہاں پیدا ہونے والے اس بچے سے کسی کو کیا رغبت اور دلچسپی ہوسکتی تھی؟ کون کہہ سکتا تھا کہ ایک دن یہ غلام زادہ اپنے مالکوں کا آقا بنادیا جائے گا۔ محمد مصطفیٰ ؐ کی قوتِ قدسیہ نے اس ناممکن کو کیسے ممکن بنایا؟ اس سوال کا جواب حضرت بلالؓ کی سچی کہانی ہے۔ سعادتِ ازلی نے بلالؓ کی دستگیری کی ۔ رسول اللہؐ نے دعویٰ نبوت فرمایا تو بلالؓ اولین ایمان لانے والوں میں شامل ہوگئے ۔ پھر رسول کریم ﷺ کی صحبت نے آپ کو ایسا چمکایا کہ اس سیاہ قالب کے قلبِ منور سے نور کی کرنیں پھوٹ پھوٹ کر دنیا کو روشن کرنے لگیں ۔(1)

ہمارے آقا و مولا حضرت محمد ﷺ نے اس خام سنگِ سیاہ کو اپنے دستِ مبارک میں لے کر اس خوبی سے تراشا کہ وہ ایک خوبصورت چمکتا ہوا ہیرا بن گیا۔ اور شش جہات میں اپنا نور اور حُسن بکھیرنے لگا۔ پھر یوں ہوا کہ وہی بلال محمد مصطفیٰ ﷺ کی سچی غلامی کے طفیل ہم غلاموں کا بھی آقا بن گیا۔ اب وہ پیکرِ سیاہ نہ رہا بلکہ بلالؓ نام ہوگیا صدق اور استقامت کا وہ نشان ہوگیا الفت و وفا اور صبر و رضا کا۔ وہ آواز بن گیا حق و صداقت کی ۔

ابتلاء پر استقامت

حضرت بلالؓ ابتدائی سات ایمان لانے والوں میں شامل تھے جن میں حضرت ابوبکرؓ، عمارؓ، یاسرؓ، سمیہؓ، مقدادؓ وغیرہ شامل ہیں۔ قریش مکہ کی مخالفت پر باقی لوگوں کے رشتہ دار اور عزیز تو اُن کی پشت پناہی کرتے تھے۔ لیکن بلالؓ بیچارہ تو بے آسرا تھا۔ اُس کا کوئی سہارا نہ تھا۔ اُن کا مالک امیہ بن خلف اور دیگر مشرکین انہیں سخت اذیتیں دیتے تھے۔ امیہ لوہے کی زرہیں پہنا کر انہیں سخت چلچلاتی دھوپ میں پھینک دیتا۔ اور اُن سے کلمۂ کفر کہلوانا چاہتا۔ کہ لات وعزّیٰ کی خدائی کا اقرار کرو۔ مگر آفرین ہے بلالؓ پر جس کی زبان سے سوائے احد کے اور کوئی کلمہ نہیں نکلا۔ خدا کی راہ میں انہیں بہت

بے عزت اور ذلیل کیا گیا۔ گلے میں رسی ڈال کر مکے کی گلیوں میں کھینچا گیا اور نوجوان لڑکوں کے حوالے کر دیا گیا۔ اور وہ سارا دن اُن کو شہر میں کھینچتے پھرتے مگر بلالؓ اپنے صدق اور استقامت پر قائم رہے۔(2)

ابوجہل بلالؓ کو توحید سے منحرف کرنے کے لئے سخت اذیتیں دیا کرتا تھا۔ مگر ایک ہی آواز جو ہمیشہ بلالؓ کی زبان سے جاری ہوتی۔ وہ توحید کا نعرہ اور اَحد اَحد کی آواز تھی کہ خدا ایک ہے۔ خدا ایک ہے۔

ایک دفعہ ورقہ بن نوفل حضرت بلالؓ کے پاس سے گزرے۔ اُس وقت انہیں سخت اذیت کا نشانہ بنایا جا رہا تھا۔ اور بلالؓ دیوانہ وار اَحد ،اَحد ،اللہ ایک ہے، اللہ ایک ہے، پکار رہے تھے۔ ورقہ بن نوفل انہیں دشمن کے چنگل سے تو چھڑا نہ سکے لیکن بلالؓ کو دلاسا دیتے ہوئے کہا کہ اے بلال ”اگر اس طرح توحید کی خاطر تمہاری جان جاتی ہے تو پرواہ نہ کرنا خدا کی قسم مَیں وہ شخص ہوں گا۔ جو تمہاری قبر کو ہمیشہ کے لئے بطور ایک یادگار نشان کے قائم رکھوں گا۔“(3)

آزادی اور درِ رسولؐ کی دربانی

بلالؓ کا مالک دشمن اسلام امیہ تپتی دوپہر کو سنگلاخ زمین پر پشت کے بل لٹا کر آپؓ کے سینے پر پتھر رکھ دیتا اور کہتا محمدؐ کا انکار کرو ورنہ اسی حال میں مر جاؤ گے۔ مگر وہ پھر بھی یہی نعرہ بلند کرتے۔ خدا ایک ہے اور محمدؐ اللہ کے رسول۔ بلالؓ کی یہ تکالیف اور دُکھ آنحضرت ﷺ سے دیکھے نہ جاتے تھے۔ آپؐ نے ایک روز ابوبکرؓ سے مشورہ فرمایا کہ اگر ہمارے پاس کچھ مال ہوتا تو ہم بلالؓ کو خرید لیتے اور وہ بے چارہ اذیتوں سے بچ جاتا۔

حضرت ابوبکرؓ نے حضرت عباس بن عبدالمطلبؓ کے ذریعہ سے بلالؓ کے مالک امیہ سے بات کی اور حضرت ابوبکرؓ کا ایک مضبوط غلام دے کر اس کے عوض حضرت بلالؓ کو خرید لیا گیا جب کہ وہ پتھروں میں دبے پڑے تھے۔ پھر خدا تعالیٰ کی خاطر ابوبکرؓ نے انہیں آزاد کر دیا۔

مکی دور میں جو مواخات ہوئی اُس میں ابوعبیدہؓ بن الجراح کو رسول اللہ ﷺ نے حضرت بلالؓ کا دینی بھائی بنایا۔ بعد میں ابورویحہ خثعمیؓ بھی حضرت بلالؓ کے دینی بھائی بنے ہیں۔(4)

حضرت بلالؓ نے دنیوی غلامی سے آزاد ہو کر اپنے آقا و مولا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی دائمی

غلامی اختیار کرنے کا دانشمندانہ فیصلہ کیا۔ وہ درِرسول ﷺ سے چمٹ کر آپؐ کے ہی ہو گئے۔ آپؐ کی خدمات بجالانے لگے اور سفر و حضر میں آپؐ کے ساتھی بن گئے۔

اُس زمانے میں آنحضرت ﷺ دعوت الی اللہ کی مہمات کے لئے اردگرد کے علاقوں میں جایا کرتے تھے۔ حضرت بلالؓ بھی آپؐ کے شریک سفر ہوتے اور مختلف مواقع پر بھوکے اور فاقے سے رہ کر بھی کئی روز تک آنحضرت ﷺ کے ساتھ ان مہمات میں شریک ہوتے رہے۔(5)

رسول کریم ﷺ فرماتے تھے اللہ تعالیٰ نے ہر نبی کو کم از کم سات وزراء دیئے اور مجھے چودہ ایسے مشیر عطا فرمائے۔ پھر آپؐ نے بلالؓ کی خدمات کی بدولت انہیں ان چودہ مددگاروں اور معاونین میں سے قرار دیا جو خاص طور پر آپؐ کو نصیب ہوئے۔ کفار مکہ بلالؓ کو بڑی تحقیر سے دیکھا کرتے تھے اور جب آنحضرت ﷺ کے ساتھ اُن کو دیکھتے تو حضور ﷺ کو مخاطب کر کے کہتے تھے کہ اے محمد ﷺ کیا آپؐ ان چند غلاموں پر راضی ہو گئے ہو۔(6) بہرکیف مکہ میں مخالفت بڑھتی گئی اور مسلمانوں نے حبشہ اور مدینہ کی طرف ہجرت کی۔

ہجرت اور یادِ وطن

حضرت بلالؓ کو بھی مدینہ ہجرت کرنے کی سعادت نصیب ہوئی۔ آپ ابتدائی ہجرت کرنے والوں میں حضرت عمارؓ اور حضرت سعدؓ کے ساتھ مدینہ پہنچے۔ ابتدائی زمانے میں مدینہ کی آب و ہوا انہیں راس نہیں آئی اور مکہ کی یاد بھی بہت ستاتی تھی۔ اس زمانہ کے متعلق حضرت عائشہؓ بیان فرماتی ہیں کہ میں اپنے والد حضرت ابوبکرؓ اور حضرت بلالؓ کی بیماری کا سن کر رسول اللہ ﷺ کی اجازت سے ان کی خبرگیری کے لئے گئی۔ دیکھا کہ وہ بیمار ہونے کی حالت میں پڑے ہیں۔ بلالؓ سے ان کا حال پوچھا تو انہوں نے یہ اشعار پڑھے۔

اَلَا لَیْتَ شِعْرِیْ هَلْ اَبِیْتَنَّ لَیْلَةً
بِوَادٍ وَحَوْلِیْ اِذْخَرٌ وَجَلِیْلُ
وَهَلْ اَرِدَنْ یَوْمًا مِّیَاهَ مَجِنَّةٍ
وَهَلْ یَبْدُوَنْ لِّیْ شَامَةٌ وَطَفِیْلُ

کہ کیا کبھی وہ دن بھی آئے گا جب ہم واپس اپنے پیارے وطن مکہ لوٹیں گے اور وہی جانی پہچانی گھاس اذخر اور جلیل ہمارے دائیں بائیں ہوگی اور ہاں کیا وہ دن بھی آئے گا جب ہم مجنّہ کے چشموں کا پانی پئیں گے۔ اور شامہ اور طفیل کے علاقوں میں دوبارہ جائیں گے۔

آنحضرت ﷺ کو جب بلالؓ کی یہ حالت عائشہؓ نے جا کر بتائی تو حضور ﷺ کی طبیعت میں دعا کی طرف توجہ ہوئی آپؐ نے دُعا کی کہ "اے مولیٰ" مدینہ کی اس وبا کو یہاں سے دور کر دے اور کسی اور علاقہ میں لے جا۔ مولیٰ! جو لوگ مکہ سے ہجرت کر کے یہاں آئے ہیں ان کو مدینہ ایسا محبوب کر دے اس کا ایسا پیار ان کے دلوں میں پیدا کر دے کہ مکہ کی طرح بلکہ اس سے کہیں بڑھ کر مدینہ انہیں پیارا ہو جائے۔ (7) یہ دعا جس طرح قبول ہوئی اس کا ذکر آگے آئے گا۔

مؤذن اسلام

مدینہ میں حضرت بلالؓ کی بڑی سعادت اسلام کا پہلا مؤذن ہونے کی خدمت ہے۔ اس سے قبل مسلمان نماز کے لئے وقت کا اندازہ کیا کرتے تھے۔ مدینہ میں جب زیادہ لوگ جمع ہو گئے تو تجویزیں ہونے لگیں کہ نماز کے وقت میں ناقوس بجایا جائے یا قرنا (سینگ) پھونکا جائے۔ یہ مشورے ہو رہے تھے کہ حضرت عبداللہؓ بن زید نے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ میں نے رؤیا میں دیکھا ہے کہ ایک شخص اذان کے کلمات مجھے سناتا ہے۔ آنحضرت ﷺ نے وہ کلمات سن کر حضرت بلالؓ کو یاد کیا۔ اور عبداللہؓ سے فرمایا کہ بلالؓ کو یہ کلمات بتاتے جائیں کیونکہ بلالؓ کی آواز بہت اونچی ہے اور لمبی سانس کے ساتھ یہ آواز کو لمبا بھی کر لیتے ہیں۔ اس لئے اذان یہ کہیں گے۔ یوں بلالؓ اسلام کے پہلے مؤذن ٹھہرے اور اپنی بلند، خوبصورت آواز کی وجہ سے آنحضرت ﷺ کی زندگی میں اذان کی یہ سعادت سفر و حضر میں انہیں کو نصیب ہوتی رہی۔ (8)

شفقت رسول ﷺ اور حوصلہ افزائی

حضورؐ کے اس قرب اور صحبت کے نتیجہ میں بلالؓ نے اعلیٰ تربیت کے بہت مواقع پائے۔ حضورؐ انہیں سمجھاتے تھے کہ بلالؓ! جب اذان کہو تو ذرا آواز کو لمبا کر کے کلمات دہرا کر کہا کرو تا کہ دُور تک

آواز پہنچے اور اقامت ذرا تیزی سے کہا کرو۔ اذان کے کلمے دو دو دفعہ دہراؤ اور اقامت کے کلمات ایک دفعہ دہرایا کرو۔(9)

ایک موقع پر جب بلالؓ اذان نہ دے سکے۔ کسی اور شخص نے اذان کہی اور بلالؓ حسبِ عادت اقامت کہنے لگے تو آنحضرت ﷺ نے سمجھایا کہ جو اذان کہتا ہے اقامت اسی کا حق ہے۔ بلالؓ اوقات نماز کے منتظم تھے۔ آنحضرت ﷺ کو نمازوں کے اوقات میں اطلاع کرتے اور نمازوں کے لئے بلاتے تھے۔ ایک موقع پر وہ فجر کی اذان کے بعد جب آنحضرت ﷺ کو بلانے کے لئے گئے تو حضور ﷺ نوافل ادا کرنے کے بعد آرام فرما رہے تھے بلالؓ نے آواز دی "اَلصَّلٰوۃُ خَیْرٌ مِّنَ النَّوْمِ" "نماز نیند سے بہتر ہے۔ آنحضرت ﷺ کو اپنے اس غلام کے یہ کلمے اتنے پسند آئے کہ آپؐ نے فجر کی اذان میں ان کو شامل کرنے کا ارشاد فرمایا۔(10)

حضرت بلالؓ نظر میں خرابی کے باعث صبح کی اذان بہت جلدی دے دیا کرتے تھے۔ آنحضرتؐ فرماتے تھے کہ بلالؓ تو تہجد کے وقت ہی اذان دے دیا کرتا ہے۔ اس لئے جو روزے رکھنے والے ہیں وہ بے شک کھاتے پیتے رہیں جب تک کہ عبداللہؓ بن مکتوم اذان دے۔(11)

فروگذاشت پر رسولؐ اللہ کا ردعمل اور شفقت

ایک دن بلالؓ نے غلطی سے کوئی آدھی رات کو ہی اذان کہہ دی۔ آنحضرت ﷺ نے ان کو بلا کر فرمایا اب جاؤ اور مدینہ کی گلیوں میں اعلان کرو کہ مجھ سے غفلت ہوئی اور وقت کا پتہ نہیں چلا اور وقت سے پہلے اذان کہہ بیٹھا۔

خیبر کے سفر کا واقعہ ہے آنحضرت ﷺ واپس تشریف لا رہے تھے آدھی رات سے زیادہ وقت گزر چکا تھا۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ کچھ دیر آرام کر لیں۔ آپؐ نے فرمایا کہ مجھے نماز فجر کے ضائع ہونے کا اندیشہ ہے۔ حضرت بلالؓ نے عرض کیا فجر کی نماز پر جگانے کا ذمہ میں لیتا ہوں۔ بلالؓ کہتے ہیں پڑاؤ کیا گیا سب لوگ سو گئے اور میں اپنے اونٹ کے پالان کے ساتھ ٹیک لگا کر بیٹھ گیا۔ مگر آنکھ لگ گئی اور اس وقت کھلی جب سورج کی گرم شعاعوں نے مجھے جگایا۔ سب سے پہلے آنحضرت ﷺ کی آنکھ کھلی حضور ﷺ نے پہلی بات ہی یہ پوچھی بلالؓ کہاں ہے؟ اور جب میں

حاضر خدمت ہوئے تو فرمایا کہ تم نے تو وعدہ کیا تھا کہ فجر کی نماز پر جگاؤ گے؟ ذہین بلالؓ نے کیا خوبصورت جواب دیا کہ میرے آقا! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں اُسی خدا نے میری روح کو بھی قبض کئے رکھا جس نے آپؐ کی روح کو۔ آنحضرت ﷺ یہ سن کر مسکرا دیئے۔ صحابہؓ کو نماز کی تیاری کا حکم دیا اور نماز فجر باجماعت پڑھائی۔ اس کے بعد فرمایا اگر کسی موقع پر نماز بروقت ادائیگی سے رہ جائے تو جب آنکھ کھلے یا یاد آجائے اسی وقت نماز ادا کر لینی چاہیے۔(12)

حضرت بلالؓ آنحضرت ﷺ کے محافظ اور پہریدار بھی تھے۔ مختلف مواقع پر وفود کی آمد پر یا عیدوں کے موقع پر آپؓ نیزہ لے کر آنحضرت ﷺ کے آگے آگے ہوتے تھے۔ عید کے میدان میں بلالؓ رسول اللہ ﷺ کی جائے نماز کے آگے نیزہ بطور سُترہ گاڑا کرتے تھے۔(13)

رسول اللہ ﷺ کے خزانچی

بلالؓ آنحضرت ﷺ کے خزانچی اور اکاؤنٹنٹ بھی تھے۔ کئی دفعہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ صدقہ کے اموال اکٹھے کئے۔ جو مال آتا اپنے پاس جمع کرتے ان کا حساب کتاب رکھتے۔ یہ تمام ذمہ داری مکمل بھروسہ کے ساتھ آنحضرت ﷺ نے حضرت بلالؓ کے سپرد کر رکھی تھی۔ اس سلسلہ میں حضرت بلالؓ ایک بہت دلچسپ واقعہ بیان کرتے ہیں کہ ایک موقع پر ایک مشرک نے مجھے کہا کہ آنحضرتؐ کے لئے جو چیز بھی تمہیں ادھار پر لینا ہو یا کبھی کسی غریب اور مسکین کو کوئی کپڑا یا چادر یا کھانے پینے کی کوئی چیز لے کر دینا ہو وہ میرے سے لے لیا کرو میرے پاس اتنی فراخی ہے کہ میں تمہیں قرض پر سب چیزیں دے سکتا ہوں۔ حضرت بلالؓ کہتے ہیں کہ جب اس کا ڈھیر سارا قرض جمع ہو گیا۔ ابھی چند دن قرض کی ادائیگی میں باقی تھے۔ ہمارے پاس قرض ادا کرنے کے لئے کچھ نہ تھا۔ اس مشرک نے مجھے بلا کر بری طرح ڈانٹا اور بہت سختی کرتے ہوئے کہا کہ ان چار دنوں میں لازماً تمہیں یہ قرض ادا کرنا ہوگا۔ بلالؓ کہتے ہیں کہ میں رات کو سخت پریشانی کی حالت میں آنحضرتؐ کے پاس حاضر ہوا اور پوچھا کہ آپؐ کے پاس قرض ادا کرنے کے لئے کچھ ہے؟ پھر اپنا حال بھی سنایا کہ میرے پاس بھی کچھ نہیں ہے اور یہ کہ یہودی تو مجھے بہت ذلیل و رسوا کرے گا اس لئے اگر آپؐ اجازت دیں تو میں نواحی مسلمان قبائل کے پاس بھاگ کر چلا جاتا ہوں جب آپؐ کے پاس مال

آئے گا اور قرض کی ادائیگی کے لئے رقم ہوگی تو میں پھر حاضر ہو جاؤں گا۔ بلالؓ کہتے ہیں کہ میں حضور ﷺ سے یہ بات کر کے مدینہ سے بھاگ جانے کی تیاری کر کے سو گیا کہ علی الصبح کہیں نکل جاؤں گا۔ اپنا تھیلا تلوار اور جوتے پاس رکھے۔ صبح نماز سے پہلے میں نکلنے کو تھا کہ مجھے ایک شخص نے آواز دی کہ بلالؓ تمہیں خدا کے رسول ﷺ یاد کرتے ہیں۔ مَیں حاضر خدمت ہوا تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا اے بلال وہ چار اونٹ جو باہر سامان سے لدے ہوئے کھڑے ہیں لے لو۔ ان میں کپڑے بھی تھے۔ کھانے پینے کی چیزیں بھی تھیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ ''فدک کے رئیس نے یہ چیزیں میرے لئے تحفہ کے طور پر بھیجی ہیں۔ جاؤ اپنے سارے قرضے اور واجبات ادا کر دو۔'' (14)

غزوات میں شرکت

حضرت بلالؓ کو آنحضرت ﷺ کے ساتھ تمام غزوات میں شامل ہونے کی سعادت حاصل ہوئی۔ بدر میں بھی آپ شریک ہوئے جنگ میں مشرکین کا سردار امیہ بن خلف بھی شامل تھا جو کبھی بلالؓ کا مالک تھا۔ حضرت بلالؓ اس پر حملہ آور ہوئے تو حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ پناہ دینے لگے حضرت بلالؓ نے نعرہ لگایا لَانَجَوْتُ اِنْ نَجَا اُمَیَّۃُ اگر آج امیّہ بچ گیا تو پھر بلالؓ کو نجات نہیں ہے اور بلالؓ کے وار سے ظالم امیّہ بچ نہ سکا اور کیفر کردار کو پہنچا۔ (15)

حضرت بلالؓ آنحضرت ﷺ کے بہت ہی مستعد خادم تھے۔ ایک صحابیؓ بیان کرتے ہیں کہ حنین سے واپسی پر میں نے حضرت بلالؓ کو دیکھا آنحضرت ﷺ نے انہیں آواز دی اور وہ اس طرح چھلانگ لگا کر اپنی جگہ سے اچھلے جیسے پرندہ اڑا کرتا ہے اور کہا لبیک اے میرے آقا میں حاضر ہوں۔ حضورؐ نے فرمایا میرے گھوڑے کی زین ڈال دیں۔ (16)

فتح مکہ میں بلالؓ کا اعزاز

آنحضرتؐ حضرت بلالؓ کی بہت دلداری فرمایا کرتے تھے۔ فتح مکہ کے موقع پر حضورؐ نے حضرت بلالؓ کو اپنے قافلۂ خاص میں شامل فرمایا مکہ میں داخل ہوتے وقت حضرت اسامہؓ حضورؐ کی سواری کے پیچھے بیٹھے ہوئے تھے۔ حضرت ابوبکرؓ آپؐ کے دائیں تھے تو حضرت بلالؓ آپؐ کے بائیں قافلہ کے ہم رکاب چل رہے تھے۔ اس موقع پر آنحضرتؐ نے بلالؓ کا ایک اور حسین انتقام اس طرح

لیا کہ آپؐ نے بلالؓ کو فتح کا جھنڈا عطا کر کے فرمایا کہ ''اے بلالؓ! اسے حجون مقام پر گاڑنا۔'' اور پھر مکہ کی وادی میں جہاں بلالؓ کو اذیتوں کا نشانہ بنایا جاتا تھا۔ ایک اعلان بہت ہی تعجب سے سنا گیا جو یہ تھا کہ ''آج جو بلالؓ حبشی کے جھنڈے کے نیچے آجائے گا اُسے امان دی جائے گی'' یہ بلالؓ کے لئے کتنا بڑا اعزاز تھا۔ ان کے تمام دکھوں اور ان پر کئے گئے مظالم کا کیسا حسین انتقام تھا۔(17)

پھر آنحضرت ﷺ جب خانہ کعبہ میں تشریف لے گئے تو اُس وقت بھی حضرت بلالؓ آپؐ کے ساتھ تھے۔ اور حضرت بلالؓ بیان کیا کرتے تھے کہ آنحضرت ﷺ نے خانہ کعبہ کے عین وسط میں ستونوں کے درمیان دو نوافل ادا فرمائے۔ دنیا تو فتح کے شادیانے بجایا کرتی ہے۔ مگر محمد ﷺ نے اپنی عظیم فتح کا نقارہ بجانے کے لئے بھی توحید کے مضمون کا انتخاب فرمایا اور ظہر کے وقت آپؐ نے حضرت بلالؓ کو ہدایت فرمائی کہ کعبہ کی چھت پر چڑھ کر آپ اذان کہو اور یوں توحید کی منادی اور آنحضرت ﷺ کی رسالت کے اعلان کے ذریعہ سے جو حضرت بلالؓ نے کیا مکہ میں فتح کا نقارہ بجایا گیا۔(18)

برکات صحبت رسول ﷺ

حضرت بلالؓ آنحضرت ﷺ کے ساتھ غزوات حنین میں بھی شریک تھے۔ اس سفر سے واپسی پر ایک بدو نے اس وقت آپؐ سے کچھ مال مانگا جبکہ آپؐ تقسیم فرما چکے تھے۔ آپؐ نے فرمایا تمہیں بشارت ہو کہ آئندہ مال ملے گا اس نے کہا ہمیں بشارتوں کے ہی وعدے ملتے ہیں۔ مال دینا ہے تو دیجیئے تب آپؐ نے جوش میں آکر حضرت بلالؓ سے فرمایا ''یہ تو بشارت قبول نہیں کرتے تم ہی یہ بشارت قبول کرلو۔'' اور بلالؓ کو بلا کر حضور ﷺ نے اپنا بچا ہوا پانی دیا ان کے ساتھ ابوموسیٰؓ اشعری بھی تھے۔ حضرت ام سلمہؓ پردے میں سے بولیں کہ اے بلالؓ اپنی ماں کے لئے بھی اس بابرکت پانی میں سے کچھ بچا لینا۔(19)

بلالؓ نے رسول اللہ ﷺ کو بہت قریب سے دیکھا اور آپ کی سچائی کے بہت سے نشانوں کے گواہ بنے۔ اُم مالکؓ انصاریہ رسول اللہ ﷺ کے لئے گھی کا تحفہ چمڑے کے ایک برتن میں لے کر حاضر ہوئیں۔ حضورؐ نے بلالؓ کو فرمایا کہ گھی نکال کر برتن واپس کر دیں۔ انہوں نے ایسا ہی کیا مگر

خاتون نے دیکھا کہ اس کا برتن بھرا ہوا ہے۔اس نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ کیا میرے بارے میں کوئی نئی بات بذریعہ وحی ظاہر ہوئی ہے۔آپ نے استفسار فرمایا کہ کیوں کیا ہوا؟ عرض کیا آپ نے میرا تحفہ واپس لوٹا دیا۔رسول اللہ ﷺ نے بلال کو بلا کر پوچھا۔انہوں نے عرض کیا میں نے تو گھی کا برتن ایسے نچوڑ لیا تھا کہ مجھے خود سے شرم آنے لگی تھی۔تب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اے خاتون! تجھے مبارک ہو یہ تو برکت ہے جو فوری ثواب اور اجر کے طور پر اللہ نے آپ کو عطا فرمائی۔پھر حضورؐ نے انہیں نماز کے بعد تسبیحات سبحان اللہ، الحمد للہ پڑھنے کے لئے سکھائیں۔(20)

حجۃ الوداع کے سفر میں بھی حضرت بلالؓ آنحضور ﷺ کے شریک سفر تھے۔صحابہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت اسامہؓ اور حضرت بلالؓ کو ہم نے آنحضرت ﷺ کے ساتھ حجۃ الوداع میں دیکھا ان میں سے ایک نے آپ کی اونٹنی کی باگ پکڑی ہوئی تھی اور دوسرے نے کپڑے کے ساتھ آپؐ کو دھوپ سے سایہ کیا ہوا تھا۔

حجۃ الوداع کے موقع پر آنحضرت ﷺ نے لوگوں کو خاموش کرانے کی ڈیوٹی بھی حضرت بلالؓ کے سپرد فرمائی تھی۔(21)

رسول اللہ ﷺ کی شفقت

بلالؓ کی یہ مستعدی حضور ﷺ کو بہت ہی پیاری اور بھلی لگتی تھی۔حضرت مغیرہؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ میں نے آنحضرت ﷺ کی اپنے گھر میں دعوت کی حضور ﷺ ابھی کھانا تناول فرما رہے تھے۔بُھنا ہوا گوشت چھری سے کاٹ کر مجھے عطا فرمانے لگے کہ اتنے میں بلالؓ کی آواز آگئی ''یا رسول اللہ ﷺ نماز کا وقت ہو گیا ہے۔'' حضور ﷺ کو بلالؓ کی اس مستعدی پر بہت ہی پیار آیا اور فرمایا **مَالَہٗ تَرِبَ یَدَاہُ** اللہ اس کا بھلا کرے اس کو کیا ہو گیا یعنی ابھی تو ہم نے کھانا بھی نہیں کھایا اور یہ نماز کے لئے بلانے لگا ہے۔(22)

مگر یہ بھی بلالؓ کے ساتھ محبت کا ایک انداز تھا ورنہ آنحضرت ﷺ کی جنت اور آنکھوں کی ٹھنڈک تو نماز ہی تھی۔اور اکثر بلالؓ کو یہی فرمایا کرتے تھے کہ **قُمْ یَا بِلَالُ وَاَرِحْنَا بِالصَّلٰوۃِ**۔اے بلالؓ کھڑے ہو۔اقامت کہو اور نماز کے ساتھ ہمیں تسکین بہم پہنچاؤ کہ حضور ﷺ کی تمام پریشانیوں

کا حل اور نجات نماز میں ہی تھی۔(23)

اذان بلالی اور یاد رسولؐ

آنحضرت ﷺ کی وفات ہوئی تو حضرت بلالؓ سخت بے چین ہو گئے ابھی آپؐ کی تدفین عمل میں نہیں آئی تھی کہ وہ آخری اور یادگار اذان حضرت بلالؓ نے مدینہ میں کہی اس وقت لوگوں کے دل صدمے سے سخت نڈھال تھے۔ بلالؓ نے اَشْھَدُ اَنْ لَّااِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّداً رَّسُولُ اللّٰہ کہا تو ایک عجیب عالم تھا۔ عاشقِ رسول ﷺ بلالؓ کی آواز اپنے آقا کو نہ پا کر گلوگیر ہو گئی۔ لوگ روئے اور بہت روئے اور حضرت بلالؓ کی یہ اذان لوگوں کے لئے ایک یادرہ گئی۔ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد حضرت ابوبکرؓ آپ کو کہتے کہ اذان دیا کریں تو یہ عرض کرتے کہ اب رسول اللہ ﷺ کے بعد اذان کہنے کو میرا جی نہیں چاہتا۔ حضرت ابوبکرؓ بھی ان کی حالت سمجھتے اور فرماتے ٹھیک ہے جیسے آپ کی مرضی۔(24)

معلوم ہوتا ہے کہ اَشْھَدُ اَنّ مُحَمَّداً رَّسُولُ اللّٰہ کہتے ہوئے جب بلالؓ کو حضور ﷺ کی یاد آتی تو اس کی تاب نہ لاسکتے تھے رسول اللہ ﷺ کی جدائی کے بعد تو مدینہ میں بھی ان کا دل نہیں لگتا تھا۔ حضرت ابوبکرؓ سے عرض کیا اجازت ہو تو میں شام کے علاقوں میں جہاں جہاد ہو رہا ہے وہاں چلا جاؤں تا راہِ خدا میں جامِ شہادت نوش کر سکوں حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا ”میں بوڑھا ہو گیا ہوں میرا بھی تم پر کوئی حق ہے میرے پاس رک جاؤ۔“ چنانچہ وہ کچھ عرصہ آپؓ کے پاس رک گئے۔ پھر باصرار عرض کیا اگر تو آپ نے مجھے خدا کی خاطر آزاد کیا تھا تو پھر میں جہاد پر جانا چاہتا ہوں مجھے جانے دیجیئے۔ تب حضرت ابوبکرؓ نے آپؓ کو روکا نہیں اور یوں آپؓ شام تشریف لے گئے۔ بعض روایات کے مطابق بلالؓ حضرت ابوبکرؓ کی وفات تک مدینہ میں ہی رہے۔ پھر حضرت عمرؓ سے اجازت لے کر جہاد کیلئے شام چلے گئے۔ حضرت عمرؓ نے پوچھا اذان کون دے گا تو حضرت بلالؓ نے حضرت سعدؓ قرظی کے بارہ میں مشورہ دیا جو رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں بھی اذان دیتے رہے۔(25)

حضرت عمرؓ کے زمانہ میں جب بیت المقدس فتح ہوا اور وہ وہاں تشریف لے گئے تو جابیہ مقام پر حضرت بلالؓ سے ملاقات ہوئی۔ حضرت بلالؓ نے عرض کیا کہ مجھے اور میرے دینی بھائی ابورویحہؓ

کوشام میں ہی رہنے کی اجازت ہو۔ چنانچہ حضرت عمرؓ نے اس کی اجازت عطا فرمادی۔

حضرت عمرؓ نے شام کی فتح کے بعد دیوان کا باقاعدہ دفتر قائم فرمایا جس میں اسلامی سپاہ کے نام قبیلہ کے مطابق لکھے جاتے تھے۔ انہوں نے حضرت بلالؓ سے پوچھا کہ آپ کا دفتر دیوان کس کے سپرد کیا جائے۔ بلالؓ نے کہا ابورویحہؓ کے ذمہ لگادیں کیونکہ اس اخوت کی بناء پر جو رسول اللہ ﷺ نے قائم فرمائی تھی میں اس سے الگ ہونا نہیں چاہتا۔ چنانچہ حضرت عمرؓ نے ابورویحہؓ کو ان کے پاس ہی رہنے دیا اور حبشہ کے سپاہیوں کا دفتر دیوان ان کے سپرد فرما دیا۔ (26)

مدینہ میں آخری اذان

ملک شام میں آکر اپنے محبوب کے شہر مدینہ کی وہ محبت جو آنحضرت ﷺ کی دعاؤں کے نتیجہ میں بلالؓ کے قلب صافی کو عطا ہوئی تھی، بے چین کرنے لگی۔ حضرت بلالؓ نے رؤیا میں دیکھا کہ آنحضرتؐ تشریف فرما ہیں اور کہتے ہیں کہ اے بلالؓ کتنی سخت دلی ہے کہ کیا ابھی وقت نہیں آیا کہ تم ہماری زیارت کو آؤ۔ بلالؓ اُٹھے تو بہت غمگین تھے اور اگلی صبح آپؓ نے مدینہ کی راہ لی۔ روضۂ رسولؐ پر جا کر بہت روئے اور لوٹ پوٹ ہو گئے حضرت امام حسنؓ و حسینؓ سے ملاقاتیں ہوئیں۔ وہ ان سے ملتے اور ان کے بوسے لیتے تھے۔ حضرت امام حسنؓ و حسینؓ نے ایک خواہش کا اظہار کیا کہ اے بلالؓ کل کی فجر کی اذان اگر تم کہو تو کیا مزہ رہے حضرت بلالؓ نے ان کی اس خواہش کو قبول کیا اور اگلے دن فجر کی اذان کہی۔ کہتے ہیں کہ وہ ایک عجیب سماں تھا۔ جب مدینہ کی گلیوں میں ایک لمبے عرصہ کے بعد بلالؓ کی وہی اذان گونج رہی تھی۔ لوگ تو کیا عورتیں بھی اپنے گھروں سے باہر نکل آئیں اور جب بلالؓ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰه کہتے تھے تو لوگ روتے اور بے اختیار روتے۔

حضرت عمرؓ نے بھی سفر شام میں حضرت بلالؓ سے اذان کہلوائی تھی۔ اور لوگ اس پر اتنا روئے تھے کہ صحابہ کہتے ہیں کہ ہم نے کبھی حضرت عمرؓ کو اتنا روتے نہیں دیکھا۔ مدینہ کے سفر سے واپس جا کر دمشق میں 20ھ میں حضرت بلالؓ کی وفات ہوئی۔ عمر ساٹھ سال سے کچھ اوپر تھی دمشق باب الصغیر میں دفن ہوئے۔ (27)

فضائل بلالؓ

حضرت ابن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ اسراء کی رات جنت میں رسول کریمؐ نے ایک آواز سی سنی اور جبریلؑ سے پوچھا یہ کیا ہے؟ انہوں نے کہا آپ کے مؤذن بلالؓ ہیں۔ نبی کریمؐ نے اس سفر سے واپس تشریف لا کر فرمایا بلالؓ کامیاب ہوگیا۔ میں نے اس کے لئے یہ یہ دیکھا ہے۔(28)

حضرت عمرؓ فرمایا کرتے تھے اَبُوْ بَکْرٍ سَیِّدُنَا وَ اَعْتَقَ سَیِّدَنَا بِلَالاً۔ ابوبکرؓ ہمارے آقا تھے، ہمارے سردار تھے، اور انہوں نے ہمارے آقا بلالؓ کو آزاد کیا تھا۔(29)

حضرت عمرؓ ایک غیر معمولی احترام کا مقام حضرت بلالؓ کو دیتے تھے اور یہی حال ان کے بیٹے عبداللہؓ بن عمر کا تھا۔ جب ان کے سامنے ان کے حقیقی بیٹے بلال بن عبداللہ کی تعریف کرتے ہوئے شاعر نے یہ شعر پڑھا۔ بِلَالُ اُبْنُ عَبْدِاللّٰہِ خَیْرُ بِلَالٍ تو بے اختیار حضرت عبداللہ بن عمرؓ کو آنحضرتؐ کی غیرت آئی اور کہنے لگے نہیں نہیں ایسا مت کہو بِلَالُ رَسُوْلِ اللّٰہِ خَیْرُ بِلَالٍ محمد مصطفیٰ ﷺ کا بلالؓ ہی سب سے بہترین بلالؓ تھا۔(30)

حضرت زیدؓ بن ارقم کہا کرتے تھے کہ بلال کتنا ہی اچھا انسان ہے کہ شہداء کا سردار ہے اور مؤذنوں کا سردار ہے اور قیامت کے دن معزز مؤذن بلال کی پیروی کرتے ہوئے جنت میں داخل ہوں گے۔ گویا بلال جھنڈا لے کر ان کے آگے آگے ہوگا اور وہ ان کو جنت میں داخل کرنے کا موجب ہوگا۔ حضرت بلالؓ رسولؐ اللہ کی زندگی میں عیدین وغیرہ کے موقع پر ہاتھ میں نیزہ تھامے آگے چلتے تھے۔ یہ نیزہ نجاشی شاہ حبشہ نے رسول کریم ﷺ کو تحفہ بھجوایا تھا۔ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد حضرت ابوبکرؓ کیلئے یہی خدمت انجام دیتے رہے۔(31)

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے ایک مرتبہ بلالؓ کی میٹھی طبیعت اور اس کی شیریں زبان کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا کہ ''بلالؓ کی مثال تو شہد کی مکھی جیسی ہے۔ جو میٹھے پھولوں اور کڑوی بوٹیوں سے بھی رس چوستی ہے مگر جب شہد بنتا ہے تو سارے کا سارا شیریں ہوتا ہے۔'' (32)

بلالؓ حضرت ابوبکرؓ کے آزاد کردہ اور تربیت یافتہ تھا اور سیرت صدیقی کی گہری چھاپ ان پر

تھی۔لوگ کہتے تھے کہ بلالؓ تو ابوبکرؓ کی مٹی ہے یعنی طینت وسیرت صدیقی رکھتا ہے۔(33)

حضرت عمرؓ آپ کو ہمارا آقا بلالؓ کہتے۔لوگ بلالؓ کے پاس آکر ملتے ان کے فضائل ومناقب اور خدمات کا تذکرہ کرتے تو وہ کمال عاجزی سے فرمایا کرتے ''میں کیا ہوں ایک حبشی ہی تو ہوں۔جو کل تک غلام تھا۔''(34)

ہاں اے بلالؓ حبشی! آپ بھی سچ کہتے ہومگر یہ بھی سچ ہے کہ محمد مصطفیٰ ﷺ کی غلامی نے تجھے دنیائے اسلام کا آقا بنادیا ہے۔

پھر رسول اللہ ﷺ کا یہ غلام آپؐ کے قدموں میں حاضر ہوگیا۔حضور ﷺ نے آپؓ کی زندگی ہی میں آپؓ کے جنتی ہونے کی خبر تو دے ہی دی تھی۔جب ایک روز آپؐ نے فرمایا تھا کہ اے بلالؓ تم اپنا کوئی بہت ہی خوبصورت عمل بتاؤ جس کی وجہ سے میں نے جنت میں تمہارے قدموں کی چاپ سنی ہے۔میں نے پوچھا یہ کون ہے تو بتایا گیا کہ بلالؓ ہے۔بلالؓ کہنے لگے میرے آقا! مجھے تو اپنا کوئی بھی عمل خوبصورت نظر نہیں آتا ہاں اتنی بات ہے کہ ہمیشہ باوضوء رہنے کی کوشش کرتا ہوں اور جب بھی وضو کرتا ہوں تو دورکعت نماز ضرور پڑھتا ہوں۔بلالؓ جب یہ حدیث بیان کرتے تو رو پڑتے تھے۔(35)

حضرت ابوبکرؓ کا بلالؓ پر رشک

حضرت ابوبکرؓ نے جب آنحضرتؐ سے حضرت بلالؓ کی سعادت کا یہ اعلان سنا تو وہ جو مسابقت فی الخیرات کے میدان میں ہمیشہ سب سے آگے ہوتے تھے وہ بھی حضرت بلالؓ پر رشک کرنے لگے اور کہا اے کاش میں بلالؓ ہوتا! اے کاش میں بلالؓ کی ماں کے بطن سے پیدا ہوتا!! اے کاش بلالؓ کا باپ میرا باپ ہوتا اور میں بلالؓ کی طرح ہو جاتا!!! اور یہ سعادت میرے حصہ میں آجاتی۔(36)

شادی واولاد

حضرت بلالؓ کی عائلی زندگی کے بارہ میں یہ غلط فہمی پائی جاتی ہے کہ انہوں نے مجرد زندگی گزاری اور شادی کہیں نہیں ہوسکی۔حالانکہ تاریخی حقائق سے یہ بات ثابت ہے کہ آنحضرت ﷺ

نے ذاتی توجہ سے خود حضرت بلالؓ کی شادی کروائی۔ چنانچہ آپؓ کی ایک شادی بنی عبدالبکیر میں ہوئی جو اپنی بہن کے رشتہ کی سفارش کے لئے آنحضورؐ کے پاس آئے تو حضورؐ نے فرمایا کہ اس سے اچھا رشتہ تو بلالؓ کا ہے اور دوسری دفعہ پھر وہ اُسی جگہ رشتہ کی سفارش کے لئے آئے تو حضورؐ نے فرمایا کہ میں تمہیں ایک حبشی کا رشتہ بتلاتا ہوں اور وہ بلالؓ کا رشتہ ہے۔ چنانچہ انہوں نے اپنی بہن کی شادی حضرت بلالؓ سے کردی۔ اسی طرح بنی زہرہ کے عربی قبیلہ میں بھی حضرت بلالؓ کی شادی ہوئی ہے۔(37)

پھر جس زمانہ میں بلالؓ شام میں قیام پذیر تھے تو بنی خولان میں ایک شامی خاتون کے ساتھ بھی آپؓ کی شادی کا ذکر ملتا ہے۔ چنانچہ ابودرداءؓ سے روایت ہے کہ حضرت عمرؓ فتح بیت المقدس کے بعد جابیہ تشریف لے جانے لگے تو حضرت بلالؓ نے ابورویحہؓ کی شام میں تقرری کی درخواست کی جسے انہوں نے قبول فرمالیا جس پر حضرت بلالؓ بہت خوش ہوئے کہ ابورویحہؓ جس کا رسول اللہ ﷺ نے مجھے بھائی بنایا تھا ساتھ ہوگا۔ پھر آپ اپنے اس بھائی کے ساتھ دورہ کرتے ہوئے بنی خولان کے ایک معزز شامی قبیلہ میں گئے (اس زمانہ میں اہل شام کا اہل حبشہ سے رشتہ ناطہ کا دستور نہیں تھا مگر اسلام نے رنگ و نسل کی سب تمیز یکسر مٹادی تھی اس لئے) جب حضرت بلالؓ نے نہ صرف اپنے لئے بلکہ اپنے دینی بھائی ابورویحہؓ (جو خود ایک غلام تھے جن کو رسول اللہ ﷺ نے فتح مکہ کے موقع پر جھنڈا دے کر فرمایا تھا کہ جو ان کے جھنڈے نیچے آیا امن میں ہے) کے لئے بھی اس معزز قبیلہ میں رشتہ کی ایسی پُر حکمت اور مؤثر تحریک کی کہ عصبیت جاہلیت کو بالائے طاق رکھتے ہوئے انہوں نے ان دونوں کی اپنے قبیلہ میں شادیاں کردیں۔ حضرت بلالؓ کی وہ عمدہ تحریک آپ کی ذہانت کی خوب داد دیتی ہے۔ آپؓ نے فرمایا ''اے بنی خولان میرا بھائی ابورویحہؓ اور میں آپ کے قبیلہ میں شادی کرنا چاہتے ہیں بیشک ہم کافر تھے پھر خدا نے ہمیں ہدایت عطا فرمائی۔ ہم دونوں غلام تھے پھر اللہ تعالیٰ نے ہمیں آزادی بخشی۔ ہم تہی دست و حقیر تھے خدا نے ہمیں غنی کردیا۔ پس اگر آپ لوگ ہمیں رشتہ دیتے ہو تو الحمدللہ اور اگر انکار کرتے ہو تو (ہم مایوس نہیں) سب قوت و طاقت اللہ کو حاصل ہے۔'' چنانچہ ان دونوں کی شادی اس شامی قبیلہ میں ہوگئی۔

احادیث میں حضرت بلالؓ کی ایک بیوی سے یہ روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے انہیں نصیحت فرمائی کہ بلالؓ مجھ سے جو بات تم تک پہنچائیں وہی یقیناً سچی ہوگی اور بلالؓ تم سے غلط بات نہیں کرے گا۔ پس تم بلالؓ پر کبھی ناراض نہ ہونا ورنہ اس وقت تک تمہارا کوئی عمل قبول نہ ہوگا جب تک تم نے بلالؓ کو ناراض رکھا۔(38)

بالعموم حضرت بلالؓ کی اولاد کا کوئی تذکرہ نہیں ملتا۔ کہ اولاد ہوئی جو شاید کم عمری میں فوت ہوگئی۔ غالباً اسی وجہ سے بلالؓ کی کنیت ابوعبداللہ، ابوعمرو اور ابوعبدالکریم بھی معروف تھی۔(39)

حضرت بلالؓ کی وفات طاعونِ عمواس میں حضرت عمرؓ کے زمانہ میں ہوئی۔ اور حلب شام میں تدفین عمل میں آئی۔ ابن زبر نے کہا آج ہمارا چاند ڈوب گیا۔(40)

اے بلالؓ حبشی تجھ پر سلام محمد مصطفیٰ ﷺ کی غلامی کی بھی کیا شان ہے جس نے تجھ غلام کو ہمارا آقا بنا دیا۔ تجھے دیکھ کر حضرت عمرؓ سچ ہی تو کہا کرتے تھے سیدنا بلالؓ ہمارا آقا بلالؓ۔ پس اے ہمارے آقا کے غلام مگر ہم غلاموں کے آقا بلالؓ تجھ پر سلام کہ تو نے صدق و استقامت اور وفا کی ان مٹ داستانیں اپنے خون پسینے سے رقم کیں اور اپنی قوم حبشہ بلکہ افریقہ کے تاریک براعظم کا نام ہمیشہ کے لئے روشن کر دیا ایک بار پھر تجھ پر سلام۔

حوالہ جات

1- مسند احمد جلد 6 ص 13 وابن سعد جلد 3 ص 238، اصابہ جز 1 ص 171
2- اصابہ جز 1 ص 171، مسند احمد جلد 1 ص 404
3- اسد الغابہ جلد 1 ص 207
4- اصابہ جز 1 ص 171، ابن سعد جلد 3 ص 234، استیعاب جلد 1 ص 360
5- ابن ماجہ مقدمہ فضائل بلال
6- مسند احمد جلد 1 ص 148، 420
7- مسند احمد جلد 1 ص 148، مسند احمد جلد 6 ص 83
8- اسد الغابہ جلد 1 ص 307
9- ترمذی کتاب الصلوۃ باب 29
10- ترمذی کتاب الصلوۃ، ابن ماجہ کتاب الاذان باب 3 ومسند احمد جلد 2 ص 48
11- مسند احمد جلد 5 ص 9
12- مسلم کتاب المساجد باب 55 وترمذی کتاب التفسیر سورۃ طہ وابن سعد جلد 5 ص 307
13- بخاری کتاب اللباس باب 2
14- سنن ابوداؤد کتاب الخراج والامارہ باب فی یقبل
15- بخاری کتاب المغازی باب غزوہ بدر
16- ابوداؤد کتاب الادب باب الرجل ینادیٔ الرجل
17- سیرت الحلبیہ جلد 3 ص 97، ابن ہشام جلد 4 ص 91، بخاری مغازی فتح مکہ
18- ابن سعد جلد 3 ص 235
19- مسلم کتاب فضائل الصحابہ باب 38
20- مسند احمد جلد 1 ص 277
21- مسند احمد جلد 6 ص 402، ابن ماجہ کتاب المناسک باب 6
22- مسند احمد جلد 4 ص 252
23- مسند احمد جلد 5 ص 371
24- ابن سعد جلد 3 ص 236
25- اسد الغابہ جلد 1 ص 307، بخاری کتاب المناقب باب بلالؓ بن رباح
منتخب کنز العمال برحاشیہ مسند جلد 5 ص 150
26- اصابہ جز 1 ص 70
27- اسد الغابہ جلد 1 ص 208

28- مسند احمد جلد 1 ص 257
29- بخاری کتاب المناقب باب مناقب بلالؓ
30- ابن ماجہ مقدمہ فضائل بلال
31- مجمع الزوائد جلد 9 ص 300، منتخب کنز العمال بر حاشیہ مسند جلد 5 ص 150
32- مجمع الزوائد جلد 9 ص 300
33- اصابہ جز 1 ص 171
34- ابن سعد جلد 3 ص 238
35- مسلم کتاب الفضائل باب فضائل بلالؓ، استیعاب جلد 1 ص 260
36- مجمع الزوائد جلد 9 ص 299
37- ابن سعد جلد 3 ص 238
38- اصابہ جز 1 ص 70، منتخب کنز العمال بر حاشیہ مسند احمد جلد 5 ص 149
39- اسد الغابہ جلد 1 ص 206
40- اصابہ جز 1 ص 171

حضرت زید بن حارثہؓ

نام ونسب

حضرت زیدؓ وہ منفرد صحابی رسول ﷺ ہیں جن کے نام کا اللہ تعالیٰ نے اپنی مقدس دائمی کتاب قرآن مجید میں ذکر کر کے انہیں زندہ جاوید کر دیا ہے۔(الاحزاب:38) آپ کا اصل نام بُضمہ تھا۔ بنو کلب قبیلے سے تھے اور حارثہ بن شراحیل کے بیٹے تھے۔ آپ کی والدہ سعدیٰ قبیلہ طے کی شاخ بنی معن سے تھیں وہ ایک دفعہ زید کو اس کے ننھیال ملوانے لے گئیں۔ دریں اثناء بنی معن پر ان کے دشمن قبیلے بنی القین نے حملہ کر دیا اور جن لوگوں کو قیدی بنا کر لے گئے ان میں زید بھی تھے جو اس وقت آٹھ برس کے کم سن لڑکے تھے۔ بنی قین نے زید کو عرب کے مشہور میلے عکاظ میں آ گے فروخت کر ڈالا۔ اب زیدؓ کا ستارہ قسمت جاگا اور قریش کے ایک سردار حکیم بن حزام نے انہیں اپنی پھوپھی حضرت خدیجہؓ کے لئے چودہ سو(1400) درہم میں خرید لیا۔(1)

رسول اللہ ﷺ کی غلامی پر فخر

حضرت خدیجہؓ نے نبی کریم ﷺ سے شادی کے بعد اپنا یہ وفادار غلام اپنے قابل احترام اور عزیز شوہر کی ملکیت میں دے دیا اور زیدؓ نبی کریم ﷺ کی محبت وشفقت میں دن گزارنے لگے۔ ادھر زیدؓ کی جدائی میں اسکے گھر والوں کا برا حال تھا۔ ان کے حال زار کا کسی قدر اندازہ اس مرثیہ سے ہوتا ہے جو زیدؓ کے والد نے ان کی جدائی میں کہا۔

بَکَیْتُ عَلٰی زَیْدٍ وَلَمْ اَدْرِ مَافَعَلَ
اَحَیٌّ فَیُرْجٰی اَمْ اَتٰی دُوْنَہُ الْاَجَلُ
فَیَالَیْتَ شَعْرِی ھَلْ لَّکَ الدَّھرَ رَجْعَۃً
فَحَسْبِیُ مِنَ الدُّنیَا رَجُوعُکَ لِیُ بَجَلُ
تُذَکِّرِنِیہِ الشَّمُسُ عِنُدَ طُلُوعِھَا
وَ تَعُرِضُ ذِکرَاہُ اِذَا قَارَبَ الطِّفَلُ

سَاَعْمَلُ نَصَّ الْعِيَرِ فِی الاَرْضِ جَاهِدًا
وَلَا اَسْأَمُ التِّطْوَافَ اَوتَسْأَمُ الاِبِلُ
سَاُوْصِی بِهٖ قَيْسًا وَ عَمْرًوا كِلَيْهِمَا
وَ اُوْصِی يَزِيْدًا ثُمَّ مِنْ بَعْدِهِم جَبَلُ

(ترجمہ)''ہائے میرے زید نے کیا کیا؟ میں اس کی جدائی پر خون کے آنسو روتا ہوں اور نہیں جانتا کہ کیا وہ کہیں زندہ بھی ہے کہ اس کے لوٹنے کی امید رکھی جائے یا اس پر موت وارد ہو چکی ہے۔

اے میرے بیٹے زید کاش مجھے معلوم ہوتا کہ تو میرے جیتے جی کبھی لوٹ کر واپس بھی آئے گا۔ اگر میری یہ خواہش پوری ہو جائے تو مجھے دنیا میں کسی اور چیز کی ضرورت نہیں۔ ہر نئے دن کا طلوع ہونے والا سورج مجھے زید کی یاد دلاتا ہے اور جب کسی بھی معصوم بچے کو میں اپنے پاس دیکھتا ہوں تو زید کا چہرہ سامنے آجاتا ہے۔

میرا یہ عزم ہے میں زیدؓ کی تلاش میں روئے زمین پر اونٹوں کو دوڑا دوڑا کر تھکا ماروں گا اور خواہ اونٹ تھک جائیں مگر میں اس گردش دنیا سے نہیں تھکوں گا جب تک کہ اپنا مقصد نہ پالوں اور میں اپنے بعد زیدؓ کے بھائیوں قیس اور عمرو اور یزید اور جبل کو بھی یہی وصیت کرتا ہوں کہ وہ اس مقصد کو کبھی نہ بھولیں۔''

یہی تمنائیں اور ارادے لے کر قبیلہ کلب کے کچھ لوگ حج پر گئے۔حسن اتفاق سے بالآخر انہوں نے زیدؓ کو تلاش کر ہی لیا اور اسے دیکھتے ہی پہچان لیا، زیدؓ بھی انہیں پہچان گئے اور اپنے گھر والوں کی حالت زار کا علم پا کر جواباً اپنے اہل خانہ کو اشعار کی زبان میں ہی جو محبت بھرا پیغام بھجوایا اس سے زیدؓ کی ذہانت وفطانت کا بھی خوب اندازہ ہوتا ہے جس میں انہوں نے ایک طرف اپنے گھر والوں کو تسلی دلانے کی کوشش کی ہے اور دوسری طرف یہ بتایا ہے کہ وہ خود کہاں اور کس حال میں ہیں۔

زیدؓ کے اشعار کا مفہوم یہ ہے

''مجھ غریب الوطن کو اپنی قوم سے دور ہونے کی حالت میں ان سے ملنے کا بے حد شوق ہے۔ اگرچہ میں بیت اللہ اور مشعر الحرام کے پاس قیام پذیر ہوں۔پس اے میری قوم اب اپنے اس غم کو ختم

کردو جس نے تمہیں تکلیف میں مبتلا کر رکھا ہے اور روئے زمین پر اپنے اونٹوں کو بھگا کر مت تھکاؤ میں اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ معد قبیلے کے اس بہترین خاندان میں رہتا ہوں جو نسلاً بعد نسل ایک معزز خاندان چلا آ رہا ہے۔(2)

یہ پیغام جب زیدؓ کے باپ تک پہنچا تو ان کی خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہ رہا وہ بے اختیار محبت والفت کے جذبات سے مغلوب ہو کر یہ کہہ اٹھے رب کعبہ کی قسم! میرا بیٹا مل گیا پھر حارثہؓ نے اپنے بیٹے زیدؓ کی گردن غلامی سے آزاد کرانے کے لئے فدیہ کا انتظام کیا اور اپنے بھائی کعب کو ساتھ لے کر مکہ کے لئے رخت سفر باندھا۔ پوچھتے پچھاتے یہ لوگ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں خانہ کعبہ میں حاضر ہوئے اور یہ مودبانہ درخواست پیش کی اے عبداللہ عبدالمطلب اور ہاشم کے صاحبزادے! اے اپنی قوم کے سردار! آپ لوگ جو حرم کے باسی اور بیت اللہ کے پڑوس میں رہنے والے ہیں۔ آپ قیدیوں کو آزاد کرتے اور انہیں کھانا کھلاتے ہیں۔ ہم اپنے بیٹے کے بارہ میں جو آپ کے پاس ہے حاضر ہوئے ہیں۔ ہماری درخواست ہے آپ ہم پر احسان کرتے ہوئے اس کا فدیہ قبول کرلیں اور اگر اس سے زیادہ فدیہ کا تقاضہ کریں تو ہم وہ بھی پیش کرنے کے لئے تیار ہیں۔ رسولؐ اللہ نے تعجب سے پوچھا وہ کون؟ انہوں نے کہا زیدؓ بن حارثہ۔ اس پر آنحضرتؐ نے فرمایا کہ آپ لوگ فدیہ کے علاوہ بھی کسی بات پر راضی ہو سکتے ہیں؟ انہوں نے کہا کس بات پر؟ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اسے آزاد چھوڑ کر اختیار دے دیا جائے اگر وہ آپ لوگوں کے ساتھ جانے پر راضی ہو تو آپ اسے بغیر فدیہ کے ساتھ لے جا سکتے ہیں لیکن اگر وہ میرے پاس رہنے کا فیصلہ کرے تو خدا کی قسم جو شخص مجھے اختیار کرنا چاہتا ہے میں اس کے فیصلہ کے خلاف ہرگز نہ کروں گا۔ یہ نہایت منصفانہ فیصلہ سن کر زید کے والد اور چچا کہنے لگے کہ آپ نے تو ہماری توقع سے بھی بڑھ کر انصاف بلکہ احسان کا سلوک ہم سے روا رکھا ہے ہمیں یہ فیصلہ بسر وچشم قبول ہے۔ آنحضرتؐ نے زیدؓ کو بلا کر پوچھا۔ تم ان لوگوں کو جانتے ہو یہ کون ہیں؟ زیدؓ نے عرض کیا جی ہاں یہ میرے باپ اور چچا ہیں تب آپؐ نے فرمایا اور مجھے بھی تم خوب جانتے ہو نا! تم ایک زمانہ میری صحبت رہے ہو اب فیصلہ تمہارے ہاتھ میں ہے چاہو تو اپنے باپ اور چچا کے ساتھ واپس اپنے وطن چلے جاؤ اور مرضی ہے تو میرے پاس رہو۔ حضرت زیدؓ

نے (جو رسول اللہ ﷺ کے احسانوں کے نتیجہ میں آپؐ کے عاشق صادق بن چکے تھے) جو خوبصورت جواب دیا وہ دنیائے عشق ومحبت میں ہمیشہ یادرکھا جائے گا۔ زیدؓ نے کہا ''اے میرے آقا! میں ہرگز آپؐ کے مقابلے میں کسی اور کے ساتھ جانے کا سوچ بھی نہیں سکتا۔ اب آپ ہی میرے مائی باپ ہیں۔'' زیدؓ کا یہ جواب سن کر اس کے والد اور چچا حیران وششدر رہ گئے۔ انہیں رسولؐ اللہ کے اس حسن واحسان کا اندازہ نہیں تھا جو آپ اپنے غلام زیدؓ کے ساتھ فرماتے تھے۔ وہ کہنے لگے تیر برا ہو اے زید کیا تو غلامی کو آزادی پر ترجیح دیتا ہے؟ کیا تو ان کو اپنے باپ اور اپنے چچا اور اپنے سب گھر والوں پر فوقیت دیتا ہے؟ زیدؓ نے کہا ہاں! ''میں نے اس عظیم الشان انسان سے ایسا حسن سلوک دیکھا ہے کہ میرے لئے ممکن ہی نہیں کہ میں کبھی آپؐ کے مقابلے پر کسی اور کو ترجیح دے سکوں''۔(3)

ایک اور روایت میں یہ ذکر ہے کہ زید کے بھائی جبلہ نے بھی حضور ﷺ کی خدمت میں عرض کیا کہ میرے بھائی زیدؓ کو میرے ساتھ روانہ کردیں اس پر زیدؓ نے اپنا یہ فیصلہ سنایا کہ وہ ''آنحضرت ﷺ کے مقابلہ پر کسی کو ترجیح نہیں دے سکتے۔'' بعد میں جبلہ کہا کرتے تھے کہ میرے بھائی زیدؓ کی رائے میری رائے سے افضل تھی۔(4) واقعی زیدؓ نے جن کے ساتھ وفا کی وہ اس سے کہیں احسان اور وفا کرنے والے تھے۔

آنحضرت ﷺ زید کی اس وفا سے بہت خوش ہوئے اور زیدؓ کو اپنے ساتھ خانہ کعبہ میں لے جا کر یہ اعلان کیا۔ ''اے تمام لوگو جو حاضر ہو گواہ رہنا زیدؓ آج سے میرا بیٹا ہے میں اس کا وارث اور یہ میرا وارث ہے'' نبی کریم ﷺ کے احسان کا یہ سلوک دیکھ کر زیدؓ کے والد اور چچا مطمئن ہو کر واپس لوٹ گئے تب سے زیدؓ بن حارثہ زید بن محمد کہلائے۔(5)

قبول اسلام اور مواخات

اب زیدؓ خاندان رسالت کے فرد بن چکے تھے۔ بعض دوسری روایات سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ واقعہ آنحضرتؐ کے دعوٰی نبوت سے پہلے کا ہے چنانچہ روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے جب زیدؓ کو یہ اختیار دیا کہ چاہو تو میرے ساتھ رہو اور چاہو تو تم اپنے باپ کے ساتھ چلے جاؤ تو زیدؓ نے

آنحضرتؐ کے قدموں میں رہنے کا فیصلہ کیا اور آنحضرت ﷺ کے پاس رہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو نبوت پر سرفراز فرمایا۔ زیدؓ نے آپؐ کی تصدیق کی۔ آپ کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا اور ابتدائی زمانہ میں آپ کے ساتھ نمازیں پڑھتے رہے۔ وہ پہلے مسلمان مرد اور سب سے پہلے نماز پڑھنے والے ہیں۔(6)

حضرت زیدؓ کے قبول اسلام کے بارہ میں امام زھری کی یہ روایت ہے کہ زیدؓ سے پہلے کسی اور کا قبول اسلام ہمارے علم میں نہیں۔(7)

اس کی تائید زیدؓ بن حارثہ کی اپنی ایک روایت سے بھی ہوتی ہے جس کا تعلق آغاز وحی اور وضو اور نماز سکھانے کے طریق سے ہے۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کے پاس جبرئیلؑ اول جو وحی لے کر آئے اس میں نبی کریم ﷺ کو وضو اور نماز کا طریق سکھایا گیا۔(8)

حضرت حمزہؓ کے قبول اسلام کے بعد آنحضرت ﷺ نے زیدؓ اور اپنے چچا حمزہؓ میں مواخات قائم فرمائی اور انہیں بھائی بھائی بنا دیا۔ اللہ اللہ ایک غلام کی اتنی قدر دانی مگر زید اب غلام تو نہیں تھے وہ رسولؐ اللہ کے منہ بولے بیٹے بن چکے تھے۔

اگرچہ بعد میں قرآنی حکم اُدْعُوْهُمْ لِآبَائِهِمْ (الاحزاب:6) کے مطابق زیدؓ بن محمد ﷺ کو دوبارہ زیدؓ بن حارثہ کہا جانے لگا۔(9)

رسول کریم ﷺ کی محبت اور انتظام شادی

آنحضرت ﷺ نے زیدؓ سے محبت واخوت دینی کا رشتہ خوب نبھایا اور ہمیشہ اس محبت والفت کا اظہار فرماتے رہے۔ جب نبی کریمؐ نے اپنی چچا زاد بہن اور قبیلہ قریش کی معزز خاتون حضرت زینبؓ بنت جحش کا رشتہ حضرت زیدؓ سے طے فرمایا اور اس طرح خاندانی تفاخر اور آزاد و غلام کی تمیز اور تفریق کی بدرسم عملاً اپنے پاؤں تلے روند ڈالی۔ یہ اور بات ہے کہ مزاج اور طبائع کی ناموافقت کے باعث یہ رشتہ دیرپا ثابت نہ ہوا اور بالآخر حضرت زیدؓ کو طلاق دینی پڑی مگر جیسا کہ اس رشتہ کا قائم ہونا بدرسوم مٹانے کے لحاظ سے تاریخ اسلام کا ایک شاندار واقعہ اور سیرت رسولؐ کا ایک خوبصورت نمونہ ہے۔ پھر فتح مکہ کے موقع پر حضرت حمزہؓ کی جواں سال بیٹی حضور ﷺ کی خدمت میں پیش ہوئی تو ان کی کفالت کا

سوال پیدا ہوا حضرت علیؓ اور جعفرؓ نے اپنی چچا زاد بہن کی کفالت پر اپنا حق جتلایا۔ حضرت زیدؓ نے عرض کیا یہ میرے دینی بھائی حمزہؓ کی بیٹی ہے آنحضرتؐ نے اگرچہ اس بچی کو حضرت جعفرؓ کے اہل خانہ کے سپرد کیا لیکن اس موقع پر حضرت زیدؓ سے اپنے دلی تعلق اور لگاؤ کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا اے زیدؓ واقعی تو ہمارا دینی بھائی ہے تیرے ساتھ ایک محبت کا تعلق ہے۔(10)

اور امر واقعہ بھی یہی ہے حضرت زیدؓ دراصل حضورؐ کے گھر کے ایک فرد تھے۔ چنانچہ حضور ﷺ نے زیدؓ کی حضرت زینبؓ سے علیحدگی کے بعد اپنی خادمہ ام ایمنؓ سے ان کی شادی کا انتظام کیا۔ ایک موقع پر آپؐ نے فرمایا کہ ام ایمنؓ سے شادی کرنے والے کو میں جنت کی بشارت دیتا ہوں۔ یہ بشارت بھی حضرت زیدؓ کے حصے میں آئی۔ حضرت ام ایمنؓ کے بطن سے حضرت زیدؓ کے بیٹے اسامہؓ پیدا ہوئے اور انہی کی کنیت کی نسبت آپ ابو اسامہ بھی کہلاتے تھے۔ آنحضرت ﷺ کو حضرت زیدؓ اور ان کے خاندان سے جو محبت تھی۔ اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے جو حضرت عائشہؓ بیان فرماتی ہیں کہ ایک دفعہ نبی کریم ﷺ کی موجودگی میں ایک قیافہ شناس آیا۔ اسامہؓ اور زیدؓ دونوں باپ بیٹا لیٹے ہوئے تھے۔ اس قیافہ شناس کی نظر جوان دونوں کے پاؤں پر پڑی تو کہنے لگا یہ پاؤں ایک دوسرے میں سے ہیں۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں نبی کریم ﷺ اس بات سے بہت ہی خوش ہوئے اور یہ بات آپ کو بہت ہی پسند آئی۔ بڑی خوشی سے مجھے یہ بات بتاتے تھے کہ اس طرح ایک قیافہ شناس نے زیدؓ اور اسامہؓ کے باپ بیٹا ہونے کی گواہی دی ہے۔ (11)

اسامہؓ حضور ﷺ کے گھر میں پلے بڑھے حضور ﷺ اس سے بہت محبت کا سلوک فرماتے تھے بسا اوقات اپنی گود میں ایک طرف حضرت امام حسینؓ کو اور دوسری طرف حضرت اسامہؓ کو بٹھا لیتے اور خدا تعالیٰ کے حضور دعا کرتے اے اللہ میں ان سے محبت کرتا ہوں تو بھی ان سے محبت فرما۔

رسول اللہ ﷺ کی حضرت زینبؓ سے شادی

حضرت زیدؓ اور زینبؓ کی جدائی میں بھی اللہ تعالیٰ کی گہری حکمتیں اور مصلحتیں پنہاں تھیں۔ دراصل یہ ایک الٰہی تقدیر تھی۔ حضرت زینبؓ رسولؐ اللہ کے عقد میں آئیں اور متبنّٰی کی رسم کا حقیقی طور پر خاتمہ ہوا جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فَلَمَّا قَضٰی زَیْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنٰكَهَا لِكَیْ لَا یَكُوْنَ

عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ حَرَجٌ فِيْٓ اَزْوَاجِ اَدْعِيَآئِهِمْ اِذَا قَضَوْا مِنْهُنَّ وَطَرًا ؕ وَكَانَ اَمْرُ اللّٰهِ مَفْعُوْلًا

(الاحزاب:38)

یعنی جب زیدؓ نے اس عورت کے بارہ میں اپنی خواہش پوری کر لی یعنی طلاق دے دی تو ہم نے اس عورت کا تجھ سے بیاہ کر دیا تا کہ مومنوں کے دلوں میں اپنے لے پالکوں کی بیویوں سے نکاح کرنے کے متعلق ان کو طلاق دے دینے کی صورت میں کوئی خلش نہ رہے اور خدا کا فیصلہ بہر حال پورا ہو کر رہنا تھا۔

متبنّٰی کی رسم کالعدم ہونے کے حوالے سے حضرت زیدؓ کو یہ منفرد سعادت اور اعزاز و شرف بھی حاصل ہو گیا کہ وہ واحد صحابی رسول ہیں جن کا نام قرآن شریف میں مذکور ہوا۔ اس پر طرہ یہ کہ اسی موقع پر قرآن شریف میں آنحضرت ﷺ کا مقام خاتم النبیین کے حوالے سے بیان کیا گیا کہ آپ مسلمان مردوں میں سے کسی کے حقیقی باپ نہیں ہیں بلکہ اللہ کے رسول اور خاتم النبین ہیں گویا آپ کو روحانی ابوت اپنی امت بلکہ تمام انبیاء کی حاصل ہے۔

حضرت زینبؓ کے ساتھ عقد کی الٰہی تقدیر کے پورا کرنے کے لئے آقا و مولا حضرت محمد مصطفیٰؐ نے جو خوبصورت تدبیر اختیار کی، اس پر دل عش عش کر اٹھتا ہے اور آنحضرت ﷺ کے اخلاق فاضلہ اور اپنے خدام کے جذبات کا خیال رکھنے کے لحاظ سے انسان آپؐ کو داد دیئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ چنانچہ حضورؐ نے حضرت زینبؓ کو شادی کا پیغام بھجوانے کے لئے حضرت زیدؓ ہی کا انتخاب فرمایا۔ یہ احکام پردہ کے نزول سے پہلے کی بات ہے، حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت زینبؓ کی عدت ختم ہو گئی تو رسول اللہ ﷺ نے حضرت زیدؓ کو فرمایا کہ آپ میری طرف سے حضرت زینبؓ کے پاس جا کر میرا شادی کا پیغام دیں۔ حضرت زیدؓ گئے تو حضرت زینبؓ گھر کے کام کاج میں مصروف تھیں حضرت زیدؓ کا اپنا بیان ہے کہ آنحضرت ﷺ کے اس پیغام کی وجہ سے حضرت زینبؓ کا ایک عظیم مقام میرے دل میں پیدا ہو چکا تھا یہاں تک کہ مجھے ان کی طرف دیکھنے اور نظریں ملانے کی بھی ہمت نہیں ہو رہی تھی۔ چنانچہ میں ان کی طرف پشت کر کے کھڑا ہو گیا اور وہیں سے انہیں متوجہ کر کے آواز دی کہ اے زینبؓ آپ کو بشارت ہو مجھے خدا کے رسول ﷺ نے آپ کے پاس شادی کا پیغام دے کر بھیجا

ہے حضرت زینبؓ نے بھی کیسا پاکیزہ اور متوکلانہ جواب دیا میں کسی بھی کام کا فیصلہ استخارہ کے بغیر نہیں کرتی ۔ چنانچہ اسی وقت وہ اپنی سجدہ گاہ میں دعا کے لئے کھڑی ہوگئیں ۔ دریں اثناء قرآن شریف کی سورۃ احزاب کی آیت 38 بھی نازل ہوگئی جس میں حضرت زینبؓ سے آنحضرتؐ کے نکاح کا ذکر ہے چنانچہ اس کے بعد یہ رشتہ طے پایا۔(12)

ہجرت مدینہ

جب مدینہ ہجرت ہوئی تو حضرت زید کلثومؓ بن ہدم کے مکان پر آکر ٹھہرے ۔ نبی کریم ﷺ نے قبیلہ اوس کے سردار اسیدؓ بن حضیر اور حضرت زیدؓ کی مواخات قائم فرمائی ۔ جب عقبہ بن ابی معیط سردار قریش کی بیٹی ام کلثومؓ ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائیں تو حضور ﷺ کے ہم زلف حضرت زبیرؓ بن العوام آپؐ کے داماد حضرت عثمانؓ بن عفان معززین قریش حضرت عبدالرحمانؓ بن عوف اور حضرت عمروؓ بن العاص نے انہیں شادی کا پیغام بھیجا۔ حضرت زیدؓ نے بھی پیغام بھجوایا۔ ام کلثومؓ نے رسول کریم ﷺ سے مشورہ کیا تو آپ نے حضرت زیدؓ کے حق میں رائے دی چنانچہ ام کلثومؓ سے ان کی شادی ہوگئی۔

حضرت زیدؓ زبردست تیرانداز تھے اور غیر معمولی قائدانہ صلاحیتیں رکھتے تھے ۔ جملہ غزوات بدر، احد، خندق، حدیبیہ، خیبر اور فتح مکہ میں شرکت فرمائی ۔ غزوۃ المریسیع کے موقع پر نبی کریم ﷺ نے آپ کو مدینہ میں امیر مقرر فرمایا۔ اس کے علاوہ آنحضرتؐ نے نو مہمات مختلف اطراف میں حضرت زیدؓ کی سرکردگی میں بھجوائیں اور انہیں ان کا امیر مقرر فرمایا۔ حضرت سلمہؓ بن الاکوع بیان کرتے ہیں کہ میں رسول کریمؐ کے ساتھ سات غزوات میں شریک ہوا اور حضرت زیدؓ بن حارثہ کے ساتھ نو مہمات میں شریک ہوا جن میں رسول کریمؐ نے انہیں ہم پر امیر مقرر فرمایا۔(13)

حضرت زیدؓ ایک دعا گو اور خدا پر توکل کرنے والے انسان تھے۔ ایک دفعہ انہوں نے طائف سے خچر اور مزدور کرایہ پر لیا۔ راستہ میں ایک ویرانہ آیا تو خچر والے نے وہاں رک کر انہیں اتار دیا۔ کیا دیکھتے ہیں کہ وہاں کئی لاشیں پڑی ہیں ۔ حضرت زیدؓ کو بھی اس نے قتل کرنا چاہا تو انہوں نے خواہش کی کہ مجھے دو رکعت نماز ادا کر لینے دو۔ اس نے کہا ان سب لوگوں نے بھی ایسا ہی کیا تھا مگر نماز ان کے

کچھ کام نہ آئی۔نماز کے بعد جب وہ مزدور انہیں قتل کرنے لگا تو انہوں نے دعا کی کہ اے ''ارحم الراحمین!'' اچانک ایک آواز آئی ''اسے قتل نہ کرو۔'' وہ ڈر گیا ادھر ادھر دیکھا تو کچھ نظر نہ آیا تین دفعہ ایسا ہوا پھر اچانک ایک گھڑ سوار نمودار ہوا جس کے ہاتھ میں لوہے کی برچھی تھی اور سر پر آگ کا شعلہ نظر آتا تھا۔اس سوار نے اس شخص کو ہلاک کر دیا پھر اس فرشتہ نے زیدؓ سے کہا کہ جب تم نے پہلی دفعہ کہا ارحم الراحمین تو میں ساتویں آسمان پر تھا۔دوسری آواز پر دوسرے آسمان پر اور تیسری پر تمہارے پاس تمہاری مدد کو پہنچا۔(14)

قائدانہ صلاحیت اور سنت رسول ﷺ

حضرت عائشہؓ بیان فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے جب بھی کسی لشکر میں حضرت زیدؓ بن حارثہ کو روانہ فرمایا ہمیشہ لشکر کی امارت ان ہی کے سپرد فرمائی اور اگر وہ آپؐ کے بعد زندہ رہتے تو شاید انہیں آپ کی جانشینی کی بھی توفیق ملتی۔بے شک یہ حضرت عائشہؓ کی اپنی ذاتی رائے ہے،مگر اس سے نبی کریمؐ کے نزدیک حضرت زیدؓ کے مقام کا اندازہ بھی ہوتا ہے حضرت زیدؓ کے بعد نبی کریمؐ نے ان کے جواں سال بیٹے اسامہؓ کو اپنی وفات سے پہلے ایک لشکر کا امیر مقرر فرمایا تو اس پر بعض لوگوں نے اعتراض کیا نبی کریمؐ نے اس موقع پر ایک تقریر فرمائی۔چنانچہ حضرت عبداللہؓ بن عمر کا بیان ہے کہ آپؐ نے فرمایا کہ '' آج تم نے اسامہؓ کی امارت پر اعتراض کیا ہے تم نے اس سے پہلے اس کے باپ کی امارت پر بھی اعتراض کیا تھا اور خدا کی قسم اسامہؓ امارت کے لائق اور قابل ہے اور وہ مجھے سب لوگوں سے زیادہ پیارا ہے۔''(15)

حضرت زیدؓ کے لئے ان کی قائدانہ صلاحیتوں کے بارہ میں نبی کریمؐ کا یہ اظہار یقیناً قابل رشک ہے حضرت زیدؓ سے رسول کریمؐ کی محبت کے بے ساختہ اظہار کا ایک خوبصورت واقعہ حضرت عائشہؓ یوں بیان فرماتی ہیں کہ زیدؓ بن حارثہ کسی مہم سے واپس مدینہ تشریف لائے اور رسول کریمؐ میرے گھر میں تشریف فرما تھے۔حضرت زیدؓ ملاقات کے لئے حاضر خدمت ہوئے اور دروازہ کھٹکھٹایا۔آنحضرتؐ اپنے اس فدائی خادم کے استقبال کے لئے کھڑے ہو گئے۔ان کا بوسہ لیا اور گلے لگایا۔(16)

حضور ﷺ کی اس محبت شفقت کے باعث تمام صحابہ آپؐ سے محبت کرتے تھے۔حضرت

عبداللہ بن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت عمرؓ خلیفہ ہوئے تو انہوں نے حضرت اسامہؓ بن زید کے لئے ساڑھے تین ہزار درہم اور میرے لئے تین ہزار کا وظیفہ مقرر کیا۔ میں نے اپنے والد حضرت عمرؓ سے درخواست کی کہ آپؓ نے اسامہؓ کو مجھ پر فضیلت دی ہے حالانکہ غزوات میں شرکت کے لحاظ سے انہیں مجھ پر کوئی سبقت حاصل نہیں ہے حضرت عمرؓ نے کیا پیارا جواب دیا کہ اسامہؓ کا باپ نبی کریمؐ کو تمہارے باپ سے زیادہ محبوب تھا اور اسامہؓ آپ ﷺ کو تم سے زیادہ عزیز تھا پس میں نے آنحضرتؐ کے حبیب کو اپنے پیار پر ترجیح دی ہے۔(17)

غزوہ موتہ میں بنی کریمؐ نے حضرت زیدؓ کو اس لشکر پر امیر مقرر فرمایا جس میں حضورؐ کے عم زاد بھائی حضرت جعفرؓ بن ابی طالب اور حضرت عبداللہؓ بن رواحہ اور خالدؓ بن ولید جیسے آزمودہ کار جرنیل شامل تھے۔ مگر آنحضرتؐ نے حضرت زیدؓ کو امیر مقرر فرمایا جس پر بعض کو تعجب بھی ہوا۔ حضرت جعفرؓ نے تو اس تعجب کا اظہار کرتے ہوئے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ مجھے چنداں یہ اندیشہ نہ تھا کہ آپ زیدؓ کو مجھ پر امیر مقرر فرمائیں گے (ممکن ہے انہیں عبداللہؓ بن رواحہ یا خالدؓ کی امارت کا گمان غالب ہو) نبی کریمؐ نے فرمایا اللہ کا نام لے کر کوچ کرو۔ اسی میں تمہارے لئے بھلائی ہے۔(18)

زیدؓ کی شہادت اور نیک انجام

جب غزوہ مؤتہ میں اسلامی فوج مشرکین کے آمنے سامنے ہوئی اور جیسا کہ اس زمانہ کا دستور تھا کہ امیر لشکر سواری پر سوار ہونے کی بجائے پیدل ہی جھنڈا اٹھا کر جنگ میں شریک ہوا کرتا تھا۔ (جس سے لشکر کے حوصلے اس خیال سے کہ امیر لشکر میدان میں موجود ہے بلند ہوتے تھے) حضرت زیدؓ بن حارثہ نے جھنڈا اٹھایا اور دوبدو دستی لڑائی کا آغاز کیا اور لشکر نے آپ کا ساتھ دیا۔ اسلامی لشکر کی صفیں جمی ہوئی تھیں اور ان کے پاؤں نہیں اکھڑ رہے تھے کہ اس دوران دشمن کی فوج نے حضرت زیدؓ سالار لشکر کو نشانہ بنا کر تیروں کی بوچھاڑ کر دی حضرت زیدؓ نے اس وقت خوب خوب داد شجاعت دی۔ رسولؐ خدا کے انتخاب امارت کا حق ادا کر دکھایا۔ نیزوں کا مقابلہ کرتے ہوئے جان دے دی مگر لشکر کے پاؤں اکھڑنے نہیں دیئے۔ حضرت زیدؓ کی عمر پچپن سال تھی۔ جب انہوں نے جام شہادت نوش کیا۔

اللہ تعالیٰ حضرت زیدؓ کی اس بہادرانہ شجاعت کی خبر نبی کریم ﷺ کو فرما دی۔ آپؐ نے زیدؓ کی

نماز جنازہ ادا کی اور فرمایا اس کی بخشش کی دعا کرو۔ وہ تو دوڑتے ہوئے جنت میں داخل ہوا۔ (یعنی جس شجاعت سے دوڑتے ہوئے آگے بڑھ کر جان دی ہے اللہ تعالیٰ نے بھی اپنی رضا کی جنتوں کے دروازے اس پر کھول دیئے) اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں جنت میں داخل ہوا تو ایک خوبصورت لڑکی دیکھی جس کے حسن سے مجھے تعجب ہوا۔ میں نے پوچھا یہ کس کی خادمہ ہے۔ بتایا گیا کہ زیدؓ بن حارثہ کی ہے۔ (19)

خالد بن شمر بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت زیدؓ کی شہادت کی خبر نبی کریم ﷺ کو ہوئی اور آپؐ اپنے صحابہ کے پاس تشریف لائے تو حضرت زیدؓ کی صاحبزادی روتے ہوئے نبی کریمؐ سے لپٹ گئیں حضورؐ بھی رو پڑے۔ یہاں تک کہ شدت غم سے اپنے اس حبیب کی جدائی میں روتے ہوئے آپؐ کی سسکی نکل گئی۔ اس پر سعدؓ بن عبادہ نے عرض کیا رسولؐ اللہ یہ کیا ماجرا ہے؟ فرمایا یہ ایک حبیب کا اپنے محبوب سے اظہار محبت ہے۔ رسول کریمؐ نے فرمایا مجھے لوگوں میں سب سے زیادہ پیارا وہ ہے جس کے بارہ میں اللہ فرماتا ہے کہ اللہ نے اس پر انعام کیا ہے اور رسولؐ نے بھی (یعنی زیدؓ) (20)

سبحان اللہ! کیسا عظیم وہ عاشق صادق تھا جو اپنے پیارے خدام کی محبت کی ایسی لاج رکھتا تھا اور کتنا سعادت مند تھا وہ خادم رسول جو یہ مرتبہ بلند پا گیا کہ حبیب کبریاء کا حبیب ٹھہرا۔ سچ تو یہ ہے اے زیدؓ! آپ صرف حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے ہی حبیب نہیں رہے بلکہ کل عالم کے حبیب ہو گئے ہیں۔ ہاں! ہر اس عاشق رسول کے محبوب جو اپنے آقا و مولا پر اپنی جان اور اپنی روح اور اپنی ہر عزیز ترین چیز نچھاور کرنے کو تیار ہے اور محبت رسول ﷺ جس کے ایمان کا جزو ہے اور خدا کا رسول جسے اپنی اولاد اور ماں باپ سے بھی زیادہ پیارا ہے۔

حوالہ جات

1- ابن سعد جلد 3 ص 41,42، اصابہ جز 3 ص 25

2- ابن سعد جلد 3 ص 41، استیعاب جلد 2 ص 116

3- ابن سعد جلد 3 ص 45، اصابہ جز 3 ص 25

4- ترمذی ابواب المناقب ذکر زید بن حارثہ، منتخب کنز العمال برحاشیہ جلد 5 ص 186

5- اصابہ جز 3 ص 25

6- مجمع الزوائد جلد نمبر 9 ص 274، منتخب کنز العمال جلد 5 ص 186

7- اصابہ جز 3 ص 25
8- مسند احمد جلد نمبر 4 ص 161
9- مجمع الزوائد جلد 9 ص 274
10- مسند احمد حنبل جلد نمبر 1 ص 98
11- بخاری کتاب لمناقب باب مناقب زیدؓ
12- مسند احمد بن حنبل جلد 3 ص 195
13- ابن سعد جلد 3 ص 45
14- استیعاب جلد 2 ص 118
15- بخاری کتاب المناقب باب مناقب زید بن حارثہ، منتخب کنز العمال جلد 5 ص 186
16- ترمذی ابواب المناقب باب مناقب زیدؓ بن حارثہ
17- ترمذی ابواب المناقب باب مناقب زیدؓ بن حارثہ
18- مسند احمد بن حنبل جلد 5 ص 300
19- ابن سعد جلد 3 ص 46، منتخب کنز العمال برحاشیہ جلد 5 ص 186
20- ابن سعد جلد 3 ص 46,47، ترمذی کتاب المناقب

حضرت اسامہ بن زیدؓ

نام ونسب

حضرت اسامہؓ رسول اللہ ﷺ کے آزاد کردہ غلام زید بن حارثہؓ کے فرزند تھے۔ زید یمن کے معزز قبیلہ سے تعلق رکھتے تھے۔ انہیں غلام بنا کر عرب کے مشہور میلہ ''عکاظ'' میں بیچا گیا۔ حضرت حکیمؓ بن حزام نے اپنی پھوپھی حضرت خدیجہؓ کے لئے خریدا انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے شادی کے بعد زیدؓ کو آنحضرت ﷺ کے سپرد کر دیا۔

قبول اسلام اور محبت رسولؐ

زید بن حارثہؓ غلاموں میں سے سب سے پہلے اسلام لائے۔ جب ان کے والدین انہیں تلاش کرتے کرتے مکہ پہنچے اور آنحضور ﷺ سے عرض کی کہ زیدؓ کو گھر جانے کی اجازت دی جائے تو آپ نے انہیں کو بلا کر اختیار دیا کہ چاہو تو والدین کے ساتھ چلے جاؤ اور چاہو تو میرے پاس رہو۔ زیدؓ کا دل رسول عربی ﷺ کا غلام ہو چکا تھا۔ بے اختیار بول اٹھے۔ ''خدا کی قسم میں آپ پر ہرگز کسی کو ترجیح نہیں دوں گا۔''

چنانچہ آنحضرت ﷺ نے انہیں آزاد کر دیا بلکہ انہیں اپنا منہ بولا بیٹا (لے پالک) بنا لیا اور آپ زید بن حارثہؓ کے بجائے زید بن محمدؐ کہلانے لگے۔ (آیت **اُدۡعُوۡهُمۡ لِاٰبَآئِهِمۡ** (الاحزاب:6) کے نازل ہونے پر آپ کو پھر زیدؓ بن حارثہ کہا جانے لگا)۔

آنحضرت ﷺ نے زید سے فرمایا تھا کہ اے زیدؓ تو ہمارا بھائی اور آزاد کردہ ہے۔ (1)

اسامہؓ کی والدہ رسول خدا ﷺ کی والدہ محترمہ حضرت آمنہ کی کنیز تھیں نام برکہ تھا۔ ام ایمن کی کنیت سے مشہور تھیں۔ انہیں بھی کچھ عرصہ بطور آیا اور کھلائی رسول کریم ﷺ کی دیکھ بھال اور پرورش کی سعادت حاصل ہوئی تھی۔ جب حضرت آمنہ یثرب میں آنحضورؐ کے ننھیال ملنے تشریف لے گئیں تو ام ایمنؓ ساتھ تھیں۔ واپسی سفر پر ابواء مقام میں حضرت آمنہؓ کی وفات ہوئی۔ حضرت امّ ایمنؓ نے ہی اس یتیم لیکن عظیم الشان بچے کو مکہ میں لا کر ان کے دادا عبدالمطلب کے سپرد کیا تھا۔

رسولؐ اللہ ام ایمنؓ کو اماں کہہ کر پکارتے تھے۔ ایک دفعہ حضورؐ نے فرمایا کہ اگر کوئی شخص جنتی عورت سے شادی کرنا چاہے تو ام ایمنؓ سے کرلے۔ حضرت زید بن حارثہؓ نے یہ سنا تو ان کے ساتھ نکاح کرلیا۔ پھر ان کے بطن سے اسامہؓ پیدا ہوئے۔ یہ سارا خاندان رسولؐ اللہ کا منظور نظر تھا۔(2)

غلام زادے سے محبت

اسامہؓ اور زیدؓ کی خوش قسمتی ملاحظہ ہو کہ دونوں کو حبِّ رسول ﷺ یعنی رسول اللہؐ کے محبوب کا لقب دربار نبویؐ سے ملا۔ حضرت اسامہؓ کی کنیت ابو محمدؐ اور ابو زید بھی مشہور تھی۔ حضرت اسامہؓ نے تو اپنی انگوٹھی پر بھی حبِّ رسول کندہ کروایا تھا یعنی رسولؐ اللہ کا پیارا۔

آنحضرت ﷺ کو اسامہؓ سے خاص محبت تھی۔ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''اسامہؓ مجھے تمام لوگوں سے زیادہ محبوب ہے سوائے (میری بیٹی) فاطمہؓ کے''

حضرت عائشہؓ روایت کرتی ہیں کہ: ''اسامہؓ ہمارے دروازے کی دہلیز پر ٹھوکر کھا کر گر پڑے، چوٹ آئی، خون پھوٹ پڑا۔ رسول اللہ ﷺ نے مجھے خون صاف کرنے کو فرمایا۔ میں نے ناپسندیدگی کا اظہار کیا اور کراہت محسوس کی تو رسول اللہ ﷺ نے انہیں بوسہ دیا اور خود اپنے ہاتھ سے خون صاف کیا اور فرمایا اگر اسامہ لڑکی ہوتی تو میں اسے عمدہ پوشاک ولباس پہناتا اور زیور سے آراستہ کرتا۔''

غالباً یہ اس کے بعد کا واقعہ ہوگا جو حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ایک دفعہ حضور ﷺ نے اسامہؓ کی ناک صاف کرنا چاہی۔ میں نے عرض کی حضور ﷺ چھوڑیئے میں کر دیتی ہوں۔ فرمایا عائشہؓ اسامہؓ سے محبت کیا کرو میں بھی اس سے محبت کرتا ہوں۔''(3)

خود اسامہؓ کہتے ہیں کہ آنحضرتؐ انہیں اور حضرت حسینؓ کو دونوں رانوں پر بٹھا لیتے اور فرماتے ''اے اللہ ان دونوں سے محبت کر میں بھی ان سے محبت کرتا ہوں۔'' رسول کریم ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر عرفات سے واپسی پر تاخیر کی آپ کسی کا انتظار فرما رہے تھے کچھ دیر بعد ایک سیاہ فام لڑکا آیا تو پتہ چلا کہ اسامہؓ بن زید کا انتظار تھا۔ اہل یمن کہنے لگے کیا اس کی خاطر ہم روکے گئے۔ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ بھی آپ سے محبت کا سلوک فرماتے تھے۔ حضرت عمرؓ نے اسامہؓ کا وظیفہ پانچ ہزار اور اپنے بیٹے کا دو ہزار مقرر کیا۔ حضرت ابن عمرؓ نے پوچھا آپؓ نے اسامہؓ کو مجھ پر فضیلت دی ہے حالانکہ میں ان غزوات میں بھی

شریک ہوا جن میں وہ شریک نہ ہو سکے انہوں نے فرمایا اسامہؓ رسول اللہ ﷺ کو تم سے زیادہ پیارا تھا اور اس کا باپ رسول اللہ ﷺ کو تمہارے باپ سے زیادہ پیارا تھا۔ اس وجہ سے میں نے اسے تم پر ترجیح دی۔

لیکن یہ محبت محض للہ تھی کبھی احکام الٰہی میں روک نہیں بنی۔ چنانچہ ایک دفعہ قبیلہ مخزوم کی ایک معزز عورت نے چوری کی اس کی شرعی سزا ہاتھ کاٹنا تھی۔ جو قبیلہ کے لئے بے عزتی کا باعث تھی۔ لوگوں نے سوچا کہ حضور ﷺ سے کون سفارش کرے۔ بالآخر اس نتیجہ پر پہنچے کہ اسامہؓ کے سوا اور کوئی یہ جرأت نہیں کر سکتا کہ وہ رسول خدا ﷺ کو سب سے زیادہ پیارے ہیں۔ چنانچہ اسامہؓ کو بھیجا گیا تو حضور ﷺ نے نہایت درجہ عدل کو ملحوظ رکھتے ہوئے اسامہؓ کو ڈانٹ دیا اور فرمایا ''اسامہؓ! کیا تو اللہ کی حدود کے بارہ میں سفارش کرتا ہے۔ بنی اسرائیل میں کوئی معزز چوری کرتا تو وہ اسے چھوڑ دیتا اور اگر کمزور ایسا کرتا تو اس کے ہاتھ کاٹ دیتے پس اگر اس عورت کی جگہ میری بیٹی فاطمہ بھی ہوتی تو میں اس کے بھی ہاتھ کاٹ دیتا۔'' (4)

دینی خدمات

حضرت زیدؓ 9ھ میں جنگ موتہ میں رومی سرحد پر شہید ہو گئے۔ آنحضرتؐ نے وفات سے قبل رومیوں کے مقابلہ کے لئے جو لشکر تیار کیا اس کا امیر حضرت اسامہؓ کو مقرر فرمایا۔ اس لشکر میں حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ ایسے کبار صحابہ بھی شامل تھے۔ اسامہؓ اس وقت اٹھارہ برس کے تھے۔ اس لشکر کا پڑاؤ جرف مقام پر تھا (جو مدینہ کے قریب ہی ہے)۔ حضور ﷺ بیمار ہو گئے اور یہی بیماری مرض الموت ثابت ہوئی۔ چنانچہ حضورؐ کی علالت کے پیش نظر یہ لشکر روک دیا گیا۔ اسامہ جرف سے ملاقات کو آئے۔ حضورؐ خاموش تھے۔ بات نہ کرتے تھے۔ اسامہؓ کہتے ہیں ''جب میں حاضر ہوا تو حضورؐ نے دونوں ہاتھ مجھ پر رکھے اور پھر دونوں ہاتھ اٹھائے۔ میں جانتا ہوں کہ حضورؐ میرے لئے دعا فرما رہے تھے۔''

سبحان اللہ آقا کی غلام پر شفقت کا عجیب عالم ہے کہ مرض الموت میں بھی اس یتیم بچہ کے لئے دعا گو ہیں۔ دراصل یہ آپؐ کی طبعی محبت کا اظہار تھا۔ (5)

حضرت زیدؓ کی شہادت پر اسامہؓ کی بہن کو رسول اللہ ﷺ نے روتے دیکھا تو آپؐ بھی

رو پڑے تھے۔ سعدؓ بن عبادہ نے عرض کی حضور ﷺ یہ کیا؟ فرمایا یہ جذبہ محبت ہے۔

غزوات میں شرکت

آنحضرتؐ کے زمانہ میں حضرت اسامہؓ کم سن تھے۔ تاہم آپ کو بھی بعض لڑائیوں میں شامل ہونے کا موقع ملا۔ چنانچہ ان کا ایک مشہور واقعہ ہے کہ ایک لڑائی کے موقع پر ایک کافر سامنے آیا۔ جب اسامہؓ وار کرنے لگے تو اس نے کلمہ شہادت پڑھ دیا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ حضرت اسامہؓ نے اسے قتل کر دیا کہ موت کے ڈر سے کلمہ پڑھا ہے۔ حضرت اسامہؓ کہتے ہیں کہ میں نے رسول پاکؐ کے پاس اس واقعہ کا ذکر کیا تو آپؐ نے فرمایا کیا اس شخص کے کلمہ شہادت پڑھنے کے بعد تو نے اسے قتل کر دیا؟ میں نے عرض کی حضورؐ اس نے تو محض بچنے کی خاطر کلمہ پڑھا تھا۔ فرمایا کہ کیا تو نے اس کا دل چیر کر دیکھ لیا تھا۔ اور پھر فرمایا کہ کیا تو نے اسے کلمہ شہادت پڑھنے کے باوجود قتل کر دیا؟

اسامہؓ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ نے یہ فقرہ (ناراضگی کے عالم میں) اتنی بار دوہرایا کہ میں نے چاہا کہ کاش میں آج سے پہلے مسلمان نہ ہوتا۔ آج اسلام لاتا تو یہ غلطی سرزد نہ ہوتی اور رسول اللہ ﷺ کی اس ناراضگی سے بچ جاتا۔ (6)

اسامہؓ کہتے ہیں کہ اس کے بعد میں نے عہد کر لیا کہ آئندہ کبھی کسی شخص کو جو **لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰـهُ** پڑھے گا۔ قتل نہیں کروں گا۔ اسی لئے آپ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے زمانہ میں ان کے ساتھ جنگوں میں شامل نہ ہوئے اور یہی وجہ پیش کی کہ مبادا جنگ میں کسی کلمہ پڑھنے والے شخص کو قتل کر بیٹھوں۔

آپ نے حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد ایام فتن دیکھے، لیکن فتنوں سے علیحدہ رہے اور یہ زمانہ الگ تھلگ گزادیا۔ علی بن خشرم کہتے ہیں کہ میں نے امام وکیع سے پوچھا کہ فتنہ میں کون محفوظ رہا تو فرمانے لگے۔ آنحضرت ﷺ کے صحابہ میں سے جو معروف لوگ فتنہ سے محفوظ رہے وہ چار ہیں۔ سعدؓ بن مالک، عبداللہؓ بن عمر، محمدؓ بن مسلمہ اور اسامہؓ بن زید۔ (7)

امیر لشکر

آنحضرت ﷺ نے جب اٹھارہ برس کی عمر میں حضرت اسامہؓ کو امیر لشکر مقرر فرمایا تو بعض

لوگوں نے کم سن اور غلام کا لڑکا ہونے کی وجہ سے ان کی امارت پر اعتراض کیا۔ آنحضرتؐ کھڑے ہوئے اور فرمایا: ''تم اسامہؓ پر عیب لگاتے ہو اور اس کی امارت پر اعتراض کرتے ہو اس سے پہلے تم نے اس کے باپ کے بارہ میں بھی ایسا ہی کیا تھا۔ حالانکہ وہ امارت کا اہل تھا اور تمام لوگوں سے زیادہ وہ مجھے محبوب تھا اور اب اس کا یہ بیٹا اس کے بعد مجھے تمام لوگوں سے زیادہ پیارا ہے۔ پس اس کے بارہ میں تمہیں تاکیدی حکم دیتا ہوں۔ وہ تمہارے نیک لوگوں میں سے ہے۔'' (8)

نیز رسول اللہ ﷺ نے مرض الموت میں اسامہؓ کے زیر قیادت لشکر کی روانگی کی وصیت فرمائی۔

چنانچہ آنحضرت ﷺ کی وفات ہوئی تو حضرت ابوبکرؓ خلیفہ اوّل نے لشکر روانہ کرنے کے بارے میں مشورہ کیا تو حضرت عمرؓ نے رائے پیش کی کہ ان نازک حالات میں جبکہ نومسلم مرتد ہو چکے ہیں اور بہتیرے زکوٰۃ سے منکر ہیں۔ اندرونی انتشار کو فرو کرنے کے بعد یہ لشکر روانہ کیا جائے۔ حضرت ابوبکرؓ نے نہایت جلال سے فرمایا ''خدا کی قسم اگر مدینہ کی گلیوں میں کتے عورتوں کو گھسیٹتے پھریں تو بھی اسامہؓ کے لشکر کو نہیں روکوں گا۔ کیا قحافہ کا بیٹا ابوبکرؓ خلیفہ بنتے ہی پہلا کام یہ کرے کہ رسول اللہ ﷺ کا قائم کردہ لشکر روک دے۔''

چنانچہ ان نازک حالات میں حضرت ابوبکرؓ نے اسامہؓ کے لشکر کو روانہ فرما دیا۔ آپ شہر کے باہر تک الوداع کرنے ساتھ گئے۔ اسامہؓ گھوڑے پر سوار تھے اور خلیفۃ الرسولؐ حضرت ابوبکرؓ ساتھ پیدل چل رہے تھے۔ تب حضرت ابوبکرؓ نے اسامہؓ سے کہا ''اگر مناسب سمجھو تو عمرؓ کو میری مدد کے لئے پیچھے چھوڑ دو۔''

چنانچہ حضرت اسامہؓ نے حضرت عمرؓ کو بخوشی اجازت دے دی۔ اسی موقع پر بعض لوگوں نے پھر اسامہؓ کی امارت پر اعتراض کیا اور حضرت ابوبکرؓ سے عرض کی کہ امیر لشکر کسی تجربہ کار شخص کو بنایا جائے۔ جبکہ لشکر میں بے شمار ایسے لوگ موجود ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ آنحضرت ﷺ نے جسے قائد مقرر فرمایا تھا، وہی اس لشکر کا امیر ہوگا۔ حضرت عمرؓ خلیفہ ہو گئے مگر پھر بھی جب حضرت اسامہؓ سے ملتے تو فرماتے اے امیر! آپ پر سلامتی ہو۔ اسامہؓ کہتے امیر المؤمنین! اللہ تعالیٰ آپؓ کو معاف فرمائے آپؓ میرے جیسے غلام کیلئے یہ الفاظ استعمال فرماتے ہیں۔ حضرت عمرؓ فرماتے میں تو آپؓ کو تا حیات

امیر کہتا رہونگا کیونکہ جب رسول اللہ ﷺ فوت ہوئے تو آپ ہی ہم پر امیر مقرر تھے۔(9)

حضوؐر کے وصال کے وقت حضرت اسامہ کی عمر قریباً 18، 20 سال تھی۔آپ نے براہ راست آنحضرت ﷺ سے بھی احادیث روا کی ہیں۔اپنے والد زید بن حارثہؓ اور والدہ ام ایمنؓ سے بھی اور آپ سے دو بیٹوں حسن اور محمد کے علاوہ حضرت ابن عباسؓ، ابو ہریرہؓ، عروہ بن زبیرؓ، حسن بصریؒ، عبیداللہ بن عبداللہؓ، ابوعثمان الہندی وغیرہم روایت کرتے ہیں۔آپ کا سینہ اقوال النبیؐ کا خزینہ تھا۔ بڑے بڑے صحابہ کو جس بات پر شک ہوتا ان کی طرف رجوع کرتے۔آخری عمر میں آپ دمشق کی ایک بستی مزّہ میں کچھ عرصہ سکونت پذیر رہے پھر وادی القری میں کچھ عرصہ ٹھہرے۔آخر میں مدینہ تشریف لائے اور حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد جرف کے مقام پر 54 ہجری میں قریباً 64 سال کی عمر میں انتقال فرمایا۔بعض کے نزدیک آپ کا سن وفات 85 ہجری ہے جبکہ معاویہؓ کا عہد امارت تھا۔جنازہ مدینہ لایا گیا اور یہیں دفن ہوئے۔(10)

حوالہ جات

1- اصابہ جز 3 ص 25
2- بخاری کتاب المناقب (زیدؓ)، مجمع الزوائد جلد 9 ص 258، ترمذی مناقب اسامہؓ
3- استیعاب جلد 1 ص 170، اسد الغابہ جلد 1 ص 65
4- استیعاب جلد 1 ص 170، بخاری کتاب المناقب باب ذکر اسامہؓ
5- منتخب کنز العمال برحاشیہ مسند جلد 5 ص 316
6- بخاری کتاب المغازی
7- اسد الغابہ جلد 1 ص 65، اصابہ جز 1 ص 29
8- مسلم فضائل الصحابہ باب فضائل زیدؓ و اسامہؓ
9- تاریخ ابن اثیر جز 1 ص 142، سیرت الحلبیہ، منتخب کنز العمال برحاشیہ مسند احمد جلد 5 ص 135
10- اصابہ جز 1 ص 29

حضرت مقداد بن عمروؓ

نام ونسب

حضرت مقداد بن عمروؓ کی کنیت ابو معبد تھی۔شہر بہرا کے باشندے تھے۔آپ لمبے قد اور گندمی رنگ کے تھے جسم بھاری بھرکم تھا۔سر پر بال زیادہ تھے۔داڑھی رنگا کرتے تھے جو بہت خوبصورت تھی نہ بہت بڑی اور نہ بہت چھوٹی۔(1)

جاہلیت میں اسود بن یغوث زہری کے حلیف بنے۔انہوں نے منہ بولا بیٹا بنالیا اور تب سے مقداد بن عمرو کے بجائے مقداد بن اسود کہلائے۔جب یہ آیت اتری اُدْعُوْهُمْ لِآبَاۗىِٕهِمْ هُوَ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ (الاحزاب:6) کہ لوگوں کوانکے باپوں کے نام سے یاد کیا کرو یہ اللہ کے نزدیک زیادہ انصاف والی بات ہے۔تو اپنی اصل ولدیت مقداد بن عمرو سے معروف ہوئے۔(2)

قبول اسلام اور ہجرت

مقداد زمانہ جاہلیت میں اپنے شہر بہراء میں کسی دشمن کا خون کر بیٹھے۔ان کے قبیلے کے ذمہ دیت آئی۔یہ وہاں سے بھاگ کر کندہ قبیلہ میں چلے گئے اور ان کے حلیف بن گئے۔جب وہاں بھی ایسی نوبت آئی تو بھاگنا پڑا اور مکے میں آکر پناہ لی اور اسے اپنا وطن بنایا اور یہاں آکر اسود بن یغوث زہری کے حلیف بنے۔(3)

مقدادؓ کی خوش قسمتی کہ مکے آئے تو یہاں اسلام کا غلغلہ بلند ہو چکا تھا۔اور آغاز میں ہی انہیں اسلام قبول کرنے کی سعادت نصیب ہوئی۔آپ کا شمار اسلام قبول کرنے والے پہلے سات افراد میں ہوتا ہے۔(4)

مکہ میں کفار قریش کی طرف سے مصائب اور ابتلاء کا سامنا کرنا پڑا تو دیگر اصحاب کی طرح مجبوراً حبشہ ہجرت کی۔وہاں سے واپسی ہوئی تو مدینہ ہجرت کا قصد کیا مگر اسمیں کفار مکہ کی طرف سے روکیں تھیں۔آنحضرت ﷺ ہجرت کر کے مدینہ تشریف لے جا چکے تھے۔مقداد کسی ایسے حیلہ کی تلاش میں تھے جس سے وہ کفار کے چنگل سے نکل کر مدینہ ہجرت کر جائیں۔کچھ عرصہ بعد اللہ تعالیٰ

نے اس کا سامان کر دیا۔ سردار مکہ عکرمہ کی سرکردگی میں کفار قریش کی ایک مہم مسلمانوں کے خلاف نکل رہی تھی۔ مقداد اس میں شامل ہوگئے اور جب مسلمانوں کے ساتھ مٹھ بھیڑ ہوئی تو موقع پا کر مسلمانوں کی طرف بھاگ آئے۔(5) یوں بالآخر مقدادؓ کو ہجرت کی سعادت نصیب ہوئی۔ مدینہ آ کر ابتداء میں حضرت کلثوم بن ہدمؓ کے پاس کچھ عرصہ قیام رہا۔ آنحضورﷺ نے جبار بن صخر سے ان کی مؤاخات قائم کی اور بنی حُدیلہ میں زمین کا ایک ٹکڑا بھی عطا فرمایا۔(6)

ضیافت رسولؐ کا فیض اور برکت

ہجرت کے ابتدائی زمانے میں جب مقدادؓ سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر مدینہ آئے تو حضورؐ نے پہلے ذاتی مہمان رکھا۔ اس زمانہ کا ایک دلچسپ واقعہ خود بیان کیا کرتے تھے کہ ''حضوؐر کے پاس چند بکریاں تھیں جن کے دودھ پر رسول اللہؐ کے مہمان صحابہ کا گزارا ہوتا تھا۔ دستور یہ تھا کہ ہم یعنی مقدادؓ اور ان کے دو اور مہمان ساتھی بکریوں کا دودھ خود دوہتے اور اپنا حصہ پی کر سو جاتے۔ باقی دودھ ایک پیالے میں ڈھک کر آنحضورؐ کے لئے بچا رکھتے۔ ایک رات دینی کاموں میں مصروفیت کے باعث آنحضورؐ کی گھر واپسی میں تاخیر ہوگئی۔ ادھر میری بھوک کی شدت اپنے حصہ کے دودھ سے کم نہ ہوئی تو دل میں خیال آیا کہ کیوں نہ حضوؐر کے حصہ کا دودھ بھی پی لیا جائے۔ اس خیال کو مزید تقویت اس بات نے دی کہ حضوؐر کو تو انصار نے دودھ وغیرہ پلا دیا ہوگا۔ اور وہ تو سیر ہو کر آئیں گے۔ چنانچہ میں اٹھا اور دودھ پی کر خالی پیالہ واپس اسی جگہ رکھ دیا۔ آنحضورؐ کا دستور تھا کہ آپؐ واپس گھر تشریف لاتے۔ اگر لوگ سوئے ہوتے تو نہایت خاموشی سے دوسروں کو جگائے بغیر آہستہ آواز میں سلام کہتے۔ آپؐ تشریف لائے اور حسب معمول سونے سے پہلے اس طرف گئے جہاں دودھ کا پیالہ پڑا ہوتا تھا مگر پیالہ خالی تھا۔ اِدھر میں عرقِ ندامت سے پانی پانی ہو رہا تھا کہ مجھ سے کیا حرکت سرزد ہوگئی۔ اُدھر نبی کریمؐ نے بآواز بلند یہ دعا کی کہ ''اے اللہ! اس وقت میری بھوک کی حالت میں جو بھی مجھے کھلائے تو اسے کھلا اور جو مجھے پلائے تو اسے پلا۔'' کہتے ہیں تب مجھے کچھ ڈھارس بندھی میں فوراً اٹھا اور ان بکریوں کی طرف گیا جن کا دودھ پہلے دوہا جا چکا تھا۔ مگر میری حیرت کی انتہا نہ رہی کہ جب بکری کے تھن کو میرا ہاتھ پڑا تو اسے دودھ سے بھرا ہوا پایا۔ میں نے دودھ سے اپنا برتن بھرا اور

آنحضرت ﷺ کی خدمت میں لے کر آیا۔ حضورؐ نے فرمایا کہ پہلے تم پی لو۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہؐ! پہلے آپ پی لیں پھر میں ساری بات عرض کروں گا۔ حضور ﷺ نے دودھ پی لیا پھر بھی باقی بچ گیا۔ حضور ﷺ نے مجھے فرمایا کہ اب تم پی لو۔ میں نے پیا جب خوب سیر ہو گیا تو بے اختیار میری ہنسی چھوٹ گئی اور میں لوٹ پوٹ ہونے لگا حضور ﷺ نے فرمایا مقداد کیا بات ہے؟ تب میں نے سارا قصہ سنایا کہ یا رسولؐ اللہ میں تو اس خیال سے آپؐ کے حصہ کا دودھ پی گیا تھا کہ آپؐ باہر سے دودھ پی کر آئیں گے۔ مگر جب آپ نے آ کر یہ دعا کی تو میں اٹھا اور پھر یہ عجیب نشان ظاہر ہوا کہ خدا تعالیٰ نے ایک بکری کے تھنوں میں دوبارہ دودھ اتار دیا۔ میں ہنس اس لئے رہا ہوں کہ میں نے حضور ﷺ کے دودھ کا حصہ بھی پیا اور اپنا بھی اور دودھ دوہنے کے بعد پھر خدا نے مجھے پلایا اور یوں میرے حق میں آپ کی دعا بھی قبول ہو گئی۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ یہ تو خدا تعالیٰ کی طرف سے ایک برکت تھی اور یہ تمہارے ساتھی جو سوئے ہوئے ہیں انہیں اس میں سے کیوں حصہ نہ دیا؟(7)

غزوات میں شرکت

حضرت مقدادؓ بیان کرتے ہیں کہ انہیں حضور ﷺ کے ساتھ غزوہ بدر، احد، خندق اور دیگر تمام غزوات میں شرکت کی توفیق ملی ہے۔ یہ اچھے تیر اندازوں میں شمار کئے جاتے تھے اور بہت عمدہ گھڑ سوار بھی تھے۔ بدر میں اپنے گھوڑے سُبحہ پر سوار ہو کر شامل ہوئے۔ چنانچہ ایک روایت کے مطابق سب سے پہلا شخص جس نے گھوڑے پر بیٹھ کر جہاد کیا وہ حضرت مقدادؓ تھے۔(8)

بدر کے موقع پر حضرت مقدادؓ سے ایثار اور قربانی کا شاندار نظارہ دیکھنے میں آیا جس پر حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ بھی رشک سے کہا کرتے تھے کہ ''اے کاش! ایمانی جوش کا یہ نظارہ ہم سے ظاہر ہوتا۔''

واقعہ یہ ہے کہ حضرت نبی کریم ﷺ سے بیعت عقبہ کے وقت انصار مدینہ سے یہ معاہدہ ہوا تھا کہ وہ مدینہ میں رہ کر آپ کی حفاظت کریں گے۔ بدر کے موقع پر جب پہلی دفعہ اپنے دفاع کیلئے مدینہ سے باہر نکلنا پڑ رہا تھا۔ حضور اکرم ﷺ نے چاہا کہ اب انصار مدینہ سے دوبارہ مشورہ کر لیا جائے۔ اس موقع پر صحابہ کو جمع کر کے آپ نے ان سے مشورہ مانگا تو حضرت ابو بکر صدیقؓ نے مشورہ

دیا کہ یارسول اللہ ﷺ ہم ہر قسم کی قربانی کیلئے حاضر ہیں اور حسب ضرورت باہر نکل کر بھی ہم دشمن کا مقابلہ کریں گے۔

حضرت عمرؓ نے بھی یہی مشورہ دیا لیکن حضورؐ پھر بھی مشورہ طلب کر رہے تھے۔ غالباً آپؐ کا روئے سخن انصار مدینہ کی طرف تھا کہ ان میں سے کوئی مشورہ دے۔ دریں اثناء حضرت مقداد بن اسودؓ کھڑے ہوئے۔ انہوں نے ایسی ایک پر جوش تقریر کی جس کا اثر انصار و مہاجرین سب پر ہوا اور سب ان جذبات سے سرشار ہو گئے جو حضرت مقدادؓ کے تھے۔ انہوں نے عرض کیا! ''یارسول اللہ ہم موسیٰؑ کے ساتھیوں کی طرح نہیں ہیں کہ یہ کہیں کہ آپ اور آپ کا رب جا کر لڑو ہم تو یہاں بیٹھے ہیں۔ خدا کی قسم! ہم تو وہ وفا شعار غلام ہیں جو آپ کے دائیں بھی لڑیں گے اور بائیں بھی۔ آگے بھی لڑیں گے اور پیچھے بھی اور دشمن آپ تک نہیں پہنچ سکتا جب تک ہماری لاشوں کو روندتا ہوا نہ گزرے۔ یارسولؐ اللہ اگر آپ حکم دیں تو ہم اپنے گھوڑے سمندر میں ڈالنے کیلئے تیار ہیں۔'' صحابہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت مقدادؓ نے جب یہ جوش بھرے الفاظ کہے تو ہم نے دیکھا آنحضور ﷺ کا چہرہ خوشی سے چمک رہا تھا۔

بے شک اس وقت ایثار و فدائیت کے جذبے اگرچہ تمام صحابہ کے دل میں موجیں مار رہے تھے مگر ان کو زبان حضرت مقدادؓ نے دی۔ اس لئے آنحضور ﷺ کے چہرے پر رونق آنا ایک طبعی بات ہے کہ آنحضورؐ کو خوش کرنے والے حضرت مقدادؓ تھے۔ اسی لئے حضرت عبداللہؓ بن مسعود جیسے بزرگ صحابی بعد میں بھی بجا طور پر کہتے تھے کہ '' آج بھی میری یہ دلی تمنا ہے کہ وہ نظارہ جو میں نے مقدادؓ سے دیکھا۔ اے کاش میری تمام نیکیاں مقدادؓ کی ہوتیں اور یہ نظارہ مجھ سے ظاہر ہوا ہوتا'' یعنی قربانی اور ایثار و وفا کے ان جذبوں کو زبان دینے والا سعادت مند میں ہوتا۔ (9)

حضرت مقدادؓ کی نیکی اور خدمات کا صلہ تھا کہ خود رسول اللہ ﷺ نے از راہ شفقت ان کی شادی کا اہتمام کروایا۔ چنانچہ ہجرت کے بعد جب ایک دفعہ حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف نے مقدادؓ سے کہا کہ آپ شادی کیوں نہیں کرتے تو انہوں نے برجستہ کہا آپ ہی رشتہ دے دیں۔ جس پر وہ رنجیدہ بھی ہوئے معلوم ہوتا ہے کہ رشتہ، حالات اور کفو میں تفاوت ہوگا۔ آنحضرت ﷺ کو جب پتہ چلا تو آپؐ نے مقدادؓ سے فرمایا کہ میں اپنی چچازاد بہن ضباعہ بنت زبیرؓ تم سے بیاہ دیتا ہوں۔ (10)

چنانچہ نبی کریم ﷺ نے حضرت زبیرؓ کی بیٹی ضباعہ ان سے بیاہ دی اور یوں حضور ﷺ کے ساتھ ایک تعلق مصاہرت بھی قائم ہوگیا۔ بعد میں مقدادؓ خیبر کے معرکہ میں شامل ہوئے اور مال غنیمت سے حصہ ملا جو پندرہ وسق تھا۔ بعد میں حضرت معاویہؓ نے اسے ایک لاکھ درہم میں خریدا۔

شوق جہاد

حضرت مقدادؓ کے شوق جہاد کا وہی عالم تھا جس کا اظہار انہوں نے رسول کریم ﷺ کے سامنے کیا تھا کہ ہم آپ کے دائیں بھی لڑیں گے اور بائیں بھی لڑیں گے۔ بعد کے زمانے میں جب بوڑھے ہوگئے اور بھاری بھرکم بھی تھے۔ کسی نے کہا کہ قرآن شریف نے تو مریض اور کمزور کو معذور قرار دیا ہے آپ کو جہاد پر جانے کی کیا ضرورت ہے؟ کہنے لگے کہ قرآن کا حکم ہے اِنۡفِرُوۡا خِفَافًا وَّ ثِقَالًا وَّ جَاهِدُوۡا۔ (التوبہ:42) کہ اے لوگو جہاد کیلئے نکلو خواہ ہلکے ہو یا بھاری۔ بالعموم اس آیت میں بھاری اور ہلکے کے معنے ہتھیار سے لیس یا بغیر ہتھیار کے کئے جاتے ہیں لیکن مقدادؓ کہا کرتے تھے کہ ثِقَالًا سے بھاری بھرکم بدن بھی مراد ہوسکتا ہے اور اگر میرا وزن بڑھ کر جسم بھاری بھی ہو چکا ہے تو بھی مجھے حکم ہے کہ جہاد کیلئے نکلنا چاہیے۔ چنانچہ آپ آخر دم تک باقاعدگی سے جہاد میں شامل ہوتے رہے۔ (11)

انکسار

ایک دفعہ آنحضرت ﷺ نے انہیں ایک مہم پر بھیجا اور اس کا امیر مقرر فرمایا۔ واپس آئے تو رسول کریمؐ نے دریافت فرمایا کہ مہم کیسی رہی؟ دستہ کے امیر ہونے کی ذمہ داری کے بوجھ سے انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہؐ اس کے بعد میں کبھی امیر بننا پسند نہیں کروں گا۔ (12) ظاہر ہے اس میں ان کی طبیعت کا انکسار بھی شامل ہوگا۔ آنحضرت ﷺ نے اپنے جن خاص اصحاب کا تعریفی رنگ میں ذکر کیا ہے ان میں حضرت مقدادؓ بھی تھے۔

ایک موقع پر رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ خدا نے مجھے سات وزراء (نائبین) عطا کئے ہیں پھر ان سات اصحاب میں حضرت مقدادؓ کا بھی ذکر کیا۔ ایک اور موقع پر فرمایا کہ چار لوگوں سے مجھے

خاص محبت ہے اوران میں مقدادؓ کا ذکر کیا۔(13)

اسی طرح فرمایا جنت جن لوگوں کیلئے مشتاق ہے ان میں حضرت مقدادؓ بھی ہیں۔(14)

حضرت مقدادؓ جرف مقام پر جو مدینہ سے تین میل کے فاصلے پر ہے فوت ہوئے۔آپ کا جنازہ کاندھوں پر اٹھا کر مدینہ لایا گیا اور جنت البقیع میں تدفین ہوئی۔آپ کا سن وفات 33 ہجری ہے عمر 70 برس تھی۔

حضرت مقدادؓ بیان کرتے تھے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ ''قیامت کے دن سورج لوگوں کے قریب کر دیا جائے گا اور لوگ پسینہ سے شرابور ہوں گے۔ یہ کیفیت ان کے اعمال کی نسبت سے ہوگی۔جن کے اعمال نسبتاً اچھے ہونگے ان کو کم پسینہ آئے گا اور جن کے اعمال میں کمی ہوگی ان کو زیادہ پسینہ آئے گا مثلاً بعض کو گھٹنوں بعض کو کمر تک اور جن کے عمل کچھ اور کم ہوں گے ان کے مونہوں تک لگام ہوگی اور وہ عرق ندامت میں غرق ہونگے۔''(15)

حضرت مقدادؓ بے شک فوت ہو گئے مگر آنحضرت ﷺ کے سامنے انہوں نے جس فدائیت کا اظہار کیا تھا،اس حوالے سے وہ ہمیشہ کیلئے زندہ ہیں۔اور آج بھی دین کی راہ میں جذبہ قربانی کا اظہار کرتے ہوئے حضرت مقدادؓ کے تاریخی کلمات دہرائے جاتے ہیں۔جن سے انہوں نے اپنے سچے جذبوں کو زبان دی تھی کہ یا رسولؐ اللہ! ہم آپ کے دائیں بائیں اور آگے پیچھے لڑیں گے۔کسی نے سچ ہی تو کہا ہے۔

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق
ثبت است بر جریدہ عالم دوام شاں

حوالہ جات

1- ابن سعد جلد 3 ص 163
2- ابن سعد جلد 3 ص 161
3- مستدرک حاکم جلد 3 ص 348
4- مستدرک حاکم جلد 3 ص 348
5- اسد الغابہ جلد 4 ص 409
6- ابن سعد جلد 3 ص 161

7- مسند احمد بن حنبل جلد 6 ص 4
8- اصابہ جز 6 ص 34-133
9- بخاری کتاب المغازی باب غزوہ بدر
10- اصابہ جز 3 ص 484
11- مستدرک حاکم جلد 3 ص 349
12- مستدرک حاکم جلد 3 ص 350
13- اصابہ جز 3 ص 455
14- مجمع الزوائد جلد 9 ص 307
15- اسد الغابہ جلد 4 ص 410

حضرت خباب بن الارتؓ

نام ونسب

حضرت خبابؓ کی کنیت ابوعبداللہ تھی ۔بچپن میں آپ قید ہوگئے اور مکہ میں آکر فروخت ہوئے قبیلہ بنوزھرہ کی ایک دولت مند خاتون امّ انمار نے انہیں خرید لیا۔اس حوالہ سے ان کی نسبت کبھی بنی زہرہ کے آزاد کردہ غلام کے طور پر اور کبھی ان کے حلیف کے طور پر بیان کی جاتی ہے۔

قبول اسلام اور مصائب پر صبر

حضرت خبابؓ بہت ابتداء سے اسلام قبول کرنے والے اصحاب رسولؐ میں سے ہیں جب آنحضرتﷺ ابھی دارارقم میں تھے۔اس ابتدائی زمانہ میں جن سات افراد کا قبول اسلام نمایاں طور پر معلوم ہوتا ہے ان ''سابقون الاولون'' میں حضرت ابوبکرؓ کے ساتھ حضرت خبابؓ اور حضرت مقدادؓ بن اسود شامل ہیں۔(1)

حضرت خبابؓ بوجہ غلامی اپنا کوئی خاص قبیلہ نہیں رکھتے تھے۔اس کمزوری کی وجہ سے آپ کو بہت مصائب اور ظلم وتشدد کا سامنا کرنا پڑا مگر یہ تکالیف انہیں اسلام سے منحرف نہ کرسکیں۔(2)

روایات سے پتہ چلتا ہے کہ انہیں لوہے کی زرہیں پہنا کر دھوپ میں چھوڑ دیا جاتا۔ایک طرف لوہا گرم ہوکر تپتا دوسری طرف صحرائے عرب کی گرمی اور دھوپ کی تمازت ہوتی اور سخت تکلیف اور اذیت میں ان کے دن گزرتے۔بعض دفعہ ان کے لوہارے کے کام کے دوران ان کے دہکائے انگاروں پر ہی ان کو لٹا دیا جاتا اور انکی پشت کو اس سے داغا جاتا۔یہاں تک کہ پشت کا گوشت پگل پگل کر ان انگاروں کو سرد کرتا مگر ان ظالموں کے ظلم کی آگ ٹھنڈی نہ ہوتی۔(3)

ان تمام مصائب اور ابتلاؤں میں حضرت خبابؓ نے کمال صبر کا نمونہ دکھایا اور ظالم کافر کبھی بھی ان کی زبان سے کلمہ کفر نکلوانے میں کامیاب نہ ہوسکے۔

آنحضرتﷺ حضرت خبابؓ کی قربانیوں کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے اور ان سے بہت محبت کرتے تھے۔آپؐ نے بظاہر اس معمولی لوہارے کا کام کرنے والے کو کبھی نظرانداز نہیں کیا۔بلکہ بسا اوقات

کوئلوں کی اس بھٹی پر جہاں وہ لوہے کا کام کرتے تھے آپؐ تشریف لے جاتے اوران کی ہمت وڈھارس بندھایا کرتے ۔حضرت خبابؓ کی مالکہ امّ انمار کو پتہ چلا کہ آنحضرتؐ یہاں بھی آتے ہیں تو اس نے حضرت خبابؓ کواور زیادہ تشدد کا نشانہ بنانا شروع کیا۔ان کی بھٹی کے انگاروں سے لوہے کی سلاخیں گرم کر کے وہ ان کا جسم داغا کرتی اور کہتی کہ اسلام کو چھوڑو گے یا نہیں؟ بالآخرانہوں نے آنحضرت ﷺ کے پاس شکایت کی تو نبی کریمؐ نے ان کے حق میں یہ دعا کی اَللّٰھُمَ انْصُرْ خَبَّاباً ۔اے اللہ خبابؓ کی نصرت فرما۔اس دعا کا اثر عجیب معجزانہ رنگ میں ظاہر ہوااوراُم انمار کواچانک شدید سر درد کے دورے پڑنے لگے۔ یہ دورے اتنے سخت ہوتے کہ جانوروں کی طرح ام انمار کے چیخنے چلانے اور بلبلانے کی آوازیں بے اختیار نکلا کرتیں۔طبیبوں نے اس کا علاج یہ تجویز کیا کہ اس کا سر گرم لوہے سے داغا جائے۔

عربوں میں اس زمانے میں آخری علاج کے طور پر داغنے کا رواج تھا۔ یہ داغنے کی خدمت بھی حضرت خبابؓ کے حصہ میں آئی ۔اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کی دعا قبول کرتے ہوئے اس ظالم عورت سے حضرت خبابؓ کا انتقام لینے کی عجیب راہ نکالی کہ حضرت خبابؓ جنہیں وہ اسلام سے واپس لوٹانے کے لئے داغا کرتی تھی اب وہی خبابؓ اسکے علاج کیلئے اس کا سر داغا کرتے۔ یوں اسے احساس دلایا گیا کہ اس نے خبابؓ کو کتنی تکلیف اوراذیت پہنچائی ہے۔اس کے بعد کبھی اس کی طرف سے خبابؓ کو یہ دکھ دینے کا ذکر نہیں ملتا۔(4)

قبول اسلام پر مالی ابتلاء اور صبر

حضرت خبابؓ لوہے کی تلواریں اور دیگر چیزیں بناتے تھے۔مشرک سردار عاص بن وائل کو بھی انہوں نے ایک تلوار بنا کر دی تھی،جس کا معاوضہ اس نے ادا کرنا تھا لیکن جب بھی وہ قرض کا تقاضا کرتے ، وہ انکار کر دیتا۔ان کے قبول اسلام کے بعد خاص طور پر وہ یہ طنز کرتا کہ مجھ سے دنیا میں کیوں قرض مانگتے ہو تمہارے عقیدے کے مطابق تو موت کے بعد اگلا جہاں بھی ہے جہاں ہم سارے اکٹھے ہونگے وہاں اپنا قرض بھی لے لینا اور اگر یہیں قرض لینا ہے تو پہلے محمدؐ کا انکار کرو۔ جب تک انکار نہیں کرو گے اس وقت تک میں قرض نہیں دوں گا۔اس طرح حضرت خبابؓ سے استہزاء کرتے ہوئے وہ ٹالتا تھا اور یہ قرض آخر تک اس نے ادا نہیں کیا۔قرآن شریف کی اس آیت

میں اس جیسے لوگوں کا ہی ذکر ملتا ہے۔اَفَرَئَیتَ الَّذِی کَفَرَ بِآیٰتِنَا وَقَالَ لَا ُوتَیَنَّ مَالاً وَّ وَلَدًا (مریم :78) کہ تم نے اس شخص پر غور کیا جو ہماری آیات کا انکار کرتا ہے اور کہتا ہے کہ اگلے جہاں میں مجھے اور مال واولاد دئے جائیں گے۔

دورِقربانی اور حضرت عمرؓ کی قدردانی

حضرت خبابؓ کو ہجرت مدینہ کی توفیق ملی تو حضرت کلثومؓ بن ھدم کے پاس آکر ٹھہرے (اور بدر سے کچھ پہلے تک قیام کیا) پھر سعدؓ بن عبادہ کے پاس کچھ عرصہ ٹھہرے۔آنحضرتؐ کے ساتھ تمام غزوات بدر،احد اور خندق میں خدمات کی توفیق پاتے رہے۔

حضرت عمرؓ کے زمانے میں ایک دفعہ حضرت خبابؓ ان کی مجلس میں حاضر ہوئے تو انہوں نے حضرت خبابؓ کو بلا کر اپنی خاص مسند پر بٹھایا اور فرمایا کہ ''خباب! آپ اس لائق ہو کہ میرے ساتھ اس مسند پر بیٹھو۔ میں نہیں دیکھتا کہ تم سے بڑھ کر اور اس جگہ میرے ساتھ بیٹھنے کا کوئی مستحق ہو سوائے بلالؓ کے کہ انہوں نے بھی اس ابتدائی زمانے میں اسلام قبول کر کے بہت تکلیفیں اٹھائیں۔''

حضرت خبابؓ نے عرض کی ''اے امیر المومنین! بے شک بلالؓ بھی حق دار ہے لیکن واقعہ یہ ہے کہ بلالؓ کو بھی مشرکین کے ظلم سے بچانے والے موجود تھے۔ چنانچہ حضرت ابوبکرؓ نے ان کو خرید کر آزاد کر دیا،لیکن میرا تو کوئی بھی نہیں تھا جو مجھے ان کے ظلم سے بچاتا اور ایک دن مجھ پر ایسا بھی آیا کہ مجھے کافروں نے پکڑ لیا اور آگ جلا کر اس کے اندر جھونک دیا میں آگ میں پڑا ہوا تھا۔ایک ظالم نے میرے سینہ کے اوپر پاؤں رکھ دیا اور میرے لئے اس آگ سے بچنا ممکن نہ رہا۔میری پشت انگاروں پر پڑے پڑے جل گئی۔تب حضرت خبابؓ نے اپنی پشت پر سے وہ کپڑا اٹھایا تو دیکھا گیا کہ کچھ سفید لکیروں کے نشان تھے انہوں نے بتایا کہ دہکتے کوئلوں سے ان کی چربی کے جلنے اور پگلنے کے نتیجہ میں یہ نشان پڑے تھے جو ہمیشہ کیلئے ان کی اذیتوں کے گواہ بن گئے۔''(5)

صبرورضا

حضرت خبابؓ بیان کرتے تھے کہ ان تکلیفوں ،اذیتوں،دکھوں کے شکوے ہم کہاں کرتے

بالآخر اپنے آقا و مولا حضرت محمد مصطفیٰؐ کے پاس حاضر ہو کر ہی اپنے دکھ عرض کیا کرتے تھے۔ ایک دفعہ ایسی ہی تکلیفوں اور مصیبتوں کی تاب نہ لا کر میں بھی حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضورؐ صحن کعبہ میں ایک دیوار کے سایہ میں بیٹھے تھے، دوسری روایت میں ہے کہ نبی کریم ﷺ ایک درخت کے سائے میں اپنا بازو سر کے نیچے رکھے لیٹے تھے میں نے حاضر خدمت ہو کر عرض کیا کہ یا رسولؐ اللہ کیا آپ ہمارے لئے دعا نہیں کریں گے؟ اس قوم نے تو ظلم کی حد کر دی اور ہمیں یہ ڈر پیدا ہونے لگا ہے کہ یہ کہیں ہمیں اپنے دین سے ہی منحرف نہ کر دیں۔ آنحضرتؐ خاموش رہے اور دوسری طرف رخ پھیر لیا۔ خبابؓ کہتے ہیں کہ میں نے دوسری دفعہ پھر عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ کیا آپ ہمارے لیے دعا نہیں کریں گے؟ حضور پھر خاموش رہے تیسری دفعہ عرض کیا تو آنحضرتؐ نے فرمایا کہ اے اللہ کے بندو اللہ کا تقویٰ اختیار کرو صبر کرو اور صبر پر قدم مارتے چلے جاؤ۔ خدا کی قسم! تم سے پہلے بھی خدا کے مظلوم بندے گزرے ہیں جن کے سر کے درمیان سے آرے چلا کر ان کے جسموں کو دو ٹکڑے کر دیا گیا۔ وہ اپنے ایمان سے پیچھے نہ ہٹے ان میں سے ایسے بھی تھے کہ لوہے کی گرم کنگھیوں سے ان کے جسم کا گوشت ان کی ہڈیوں سے نوچ لیا گیا۔ مگر خدا کے ان بندوں کے پائے ثبات میں کوئی لغزش نہیں آئی۔ پس آج تمہیں بھی ان مصائب اور اذیتوں کے مقابل پر اور ہمت سے کام لینا ہوگا۔ یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ بالآخر اپنے دین کے لئے فتح اور غلبہ کے سامان پیدا فرمانے والا ہے۔ (6)

نبی کریم ﷺ کی یہ ایمان افروز باتیں ان مظلوموں کی ڈھارس بندھاتی تھیں۔ حضرت خبابؓ کے بارے میں بیان کیا جاتا ہے کہ بہت متوکل انسان تھے۔ بعد کے زمانے میں ان کی قربانیوں کے طفیل خدا تعالیٰ کے بہت فضل اور انعام ان پر ہوئے لیکن ان کی نظر اس بات پر رہتی تھی کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ ہماری قربانیوں کے پھل ہمیں یہیں مل جائیں اور ہم اجر دنیا سے زیادہ حصہ نہ پالیں اور ہمارے آخرت کے اجر میں کوئی کمی نہ آجائے۔

آخری بیماری اور خشیت الٰہی

چنانچہ حضرت خبابؓ کی آخری بیماری میں بعض صحابہ ان کی عیادت کیلئے گئے وہ کہتے ہیں کہ خباب بڑی شدید بیماری اور تکلیف میں تھے جس کی وجہ سے ان کے پیٹ کو سات مرتبہ داغنا پڑا۔

خبابؓ کہنے لگے مجھے تکلیف اتنی زیادہ ہے کہ دل کرتا ہے کہ موت ہی آجائے لیکن میں نے آنحضرتؐ سے سنا ہے آپؐ فرماتے تھے کہ ''موت کی تمنا نہ کرو'' گویا آخری وقت میں رسول اللہ ﷺ کے فرمان کی تعمیل کی طرف توجہ تھی۔

پھر کہنے لگے میرا کفن لے کر آؤ اور مجھے دکھاؤ اور جب دکھایا گیا تو وہ اس زمانے کے عمدہ کپڑے خباطی کا کفن تھا اس کو دیکھ کر رو پڑے انکسار سے کہنے لگے ''اتنا اچھا اور عمدہ کفن مجھے دو گے؟ رسول اللہ ﷺ کے چچا حضرت حمزہؓ شہید احد کو محض ایک چادر کفن کیلئے میسر آئی تھی جس سے ان کے پاؤں ڈھانپتے تو سر ننگا ہو جاتا۔ سر ڈھانپتے تو پاؤں ننگے ہو جاتے۔ تب ہم نے رسول اللہ ﷺ کی ہدایت پر پاؤں کو گھاس ڈال کر ڈھانک دیا اور یوں حضرت حمزہؓ کو پورا کفن نصیب نہ ہوا۔ رسول کریمؐ کے زمانے میں میں ایک دینار یا درہم کا بھی مالک نہیں تھا اور آج رسول اللہ ﷺ کے فیض کی برکت سے میرے گھر کے ایک کونے کے صندوق میں ہی چالیس ہزار درہم موجود ہیں۔ مجھے بہت ڈر لگتا ہے کہ کہ ہمارے اعمال کی جزا کہیں اسی دنیا میں تو نہیں مل گئی اور کہیں آخری زندگی میں ہم اپنے اجروں سے محروم نہ کر دئے جائیں۔''

اسی آخری بیماری میں بعض صحابہ ان کی عیادت کیلئے تشریف لے گئے۔ انہوں نے دیکھا کہ خبابؓ شاید اس بیماری سے جانبر نہ ہو سکیں تو ایک رنگ میں انہیں تسلی دیتے ہوئے کہا اے خبابؓ تمہیں بشارت ہو کہ کل یا پرسوں اپنے بزرگ اصحاب رسول سے جا ملو گے۔ اس پر وہ رو پڑے جب طبیعت سنبھلی تو کہنے لگے ''یہ مت خیال کرنا کہ میں موت کے خوف سے رویا ہوں۔ خدا کی قسم! تم نے میرے ایسے گروہ اور ساتھیوں کا ذکر کیا جن کا بھائی مجھے قرار دیا ان صحابہ کا تو بہت بلند مقام مرتبہ تھا پتہ نہیں میں ان کا بھائی ہونے کا اہل بھی ہوں یا نہیں؟ اور ہمیں اس دنیا میں جو اجر عطا کر دئے گئے وہ لوگ تو اس زمانے سے بہت پہلے گزر گئے انہوں نے دنیا کے بہت زیادہ مال و متاع سے فائدے نہیں اٹھائے جو ہم نے اٹھائے ہیں۔'' یہ وہ خشیت اور تقویٰ کا مضمون ہے جس کی آنحضرت ﷺ نے ان کو نصیحت فرمائی تھی اور انہوں نے اسے خوب پلے باندھا اور آخری دم تک اسے سینے سے لگائے رکھا۔ (7)

افتراق امت کے نتیجہ میں ہلاکت کی پیشگوئی

حضرت خبابؓ کی روایات میں سے ایک اہم روایت یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ایک دفعہ بہت لمبی نماز پڑھی ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ آج معمول سے لمبی نماز آپ نے پڑھی اس کی کوئی خاص وجہ ہے؟ آپ نے فرمایا کہ یہ خدا تعالیٰ کے حضور محبت اور رغبت کی نماز بھی تھی اور کچھ خوف اور ڈر کا پہلو بھی اس میں شامل تھا۔ چنانچہ آج اس نماز میں میں نے خدا تعالیٰ کے حضور تین دعائیں کی ہیں ان میں سے دو تو اللہ نے قبول کر لیں مگر ایک قبول نہیں کی پہلی دعا یہ کہ میرے مولا میری امت قہر سے ہلاک نہ ہو اللہ تعالیٰ نے یہ دعا قبول کر لی دوسرے میں نے عرض کیا کہ میرے مولا غیر قوموں میں سے دشمن میری امت پر مسلط نہ کیے جائیں۔ یہ دعا بھی قبول ہوئی تیسرے میں نے عرض کیا کہ یہ امت فرقوں میں نہ بٹ جائے اور ایک دوسرے کو ہلاک کرنے کے درپے نہ ہو جائے۔ مگر یہ دعا قبول نہیں کی گئی۔ (8)

بد قسمتی سے یہی بدبختی آج مسلم امہ پر ظاہر ہو رہی ہے اور ایک مسلمان بھائی دوسرے مسلمان بھائی کا گلا کاٹنے کے درپے ہے۔

وفات اور انجام بخیر

حضرت خبابؓ کی وفات 37 ہجری میں بعمر تہتر سال کوفہ میں ہوئی۔ اہل کوفہ کا دستور تھا کہ شہر کے اندر ہی قبرستان میں اپنے مردے دفن کرتے تھے۔ حضرت خبابؓ نے کہا کہ مجھے شہر سے باہر دفن کرنا۔ حضرت علیؓ کا زمانہ خلافت تھا۔ جنگ صفین سے واپسی پر کوفہ کے باہر چند قبریں دیکھ کر آپؓ نے پوچھا تو پتہ چلا کہ یہ حضرت خبابؓ کی قبر ہے جو ان کی وصیت کے مطابق کوفے سے باہر بنائی گئی ہے۔ حضرت علیؓ خلیفہ راشد نے ان کی نماز جنازہ ادا کی۔ (9)

اس موقع پر حضرت علیؓ خلیفۃ الرسولؐ نے ان کیلئے جو دعا کی اور جن تعریفی کلمات سے ان کا ذکر کیا اس سے حضرت خبابؓ کی قابل قدر خدمات کی عظمت کا اندازہ ہوتا ہے حضرت علیؓ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ خبابؓ پر رحم کرے۔ انہوں نے نہایت رغبت اور محبت کے ساتھ اسلام قبول کیا اور پھر اس

وقت ہجرت کی توفیق پائی جب ان کیلئے ہجرت کے حالات پیدا ہوئے۔ پھر جو زندگی انہوں نے گزاری وہ ایک مجاہد کی زندگی تھی وہ شدید ابتلاؤں میں سے گزرے اور مصائب و شدائد کا نشانہ بنائے گئے جس میں انہوں نے صبر اور استقامت کے نمونے دکھائے۔ اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کا اجر کبھی ضائع نہیں کرتا جو نیک اعمال بجالانے والے ہوں۔ پھر حضرت علیؓ ان قبروں کی طرف گئے جو حضرت خبابؓ کی قبر کے قریب بن چکی تھیں اور فرمایا مسلمان اہل قبور! تم ہم سے آگے چلے گئے اور ہم تمہارے پیچھے جلد آنے والے ہیں۔ پھر دعا کی کہ اے اللہ ہمیں بھی بخش دے اور ان کو بھی اور ان کی لغزشیں معاف فرمادے۔ پھر کہنے لگے مبارک ہو ان لوگوں کو جنہوں نے آخرت کو ترجیح دیتے ہوئے اس دنیا میں اعمال کئے اور جو تھوڑے پر راضی ہو گئے اللہ بھی ان سے راضی ہو گیا(10)

ہماری بھی حضرت خبابؓ کے حق میں دعا ہے کہ اللہ ان پر رحم کرے اور بلند درجات عطا فرمائے اور ان کے نیک نمونے ہمیں زندہ رکھنے کی توفیق دے۔ آمین

حوالہ جات

1- مستدرک حاکم جلد 3 ص 382-381

2- ابن سعد جلد 3 ص 164

3- اسد الغابہ جلد 2 ص 98

4- اسد الغابہ جلد 2 صفحہ 98

5- ابن سعد جلد 3 صفحہ 165

6- مستدرک حاکم جلد 3 صفحہ 383

7- ابن سعد جلد 3 صفحہ 166

8- اسد الغابہ جلد 2 صفحہ 99

9- ابن سعد جلد 3 صفحہ 167

10- مجمع الزوائد جلد 9 صفحہ 299

حضرت اسعد بن زرارہؓ

نام ونسب

حضرت اسعدؓ بن زرارہ کی کنیت ابو امامہ تھی جس سے زیادہ مشہور تھے۔ والدہ کا نام سعاد الضریعہ تھا۔ حضرت سعدؓ بن معاذ رئیس انصار کے خالہ زاد بھائی تھے۔ان کا تعلق قبیلہ خزرج کی شاخ بنونجّار سے تھا جن سے ہمارے آقا و مولا حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ کا ننھالی رشتہ بنتا ہے۔آپ اسعد کے لقب سے مشہور تھے گویا آغاز سے ہی سعادت مند طبیعت پائی تھی۔سچائی سے فطری لگاؤ تھا۔ روایات سے پتہ چلتا ہے کہ آپ طبعاً موحّد تھے۔اسلام قبول کرنے کے بعد آپ نے عمارہ بن حزم اورعوف بن عفراء کے ساتھ بنونجار کے بتوں کے خلاف جہاد کی توفیق پائی۔(1)

قبول اسلام

اسعدؓ کے قبول اسلام کا واقعہ بھی عجیب ہے اس زمانے میں مدینہ کے مختلف قبائل میں باہم آویزش تھی۔ جنگ کی تیاری ہورہی تھی۔اسعد اپنے ساتھی ذکوان کے ساتھ مکہ میں اپنے ایک سردار دوست عتبہ بن ربیعہ کے ہاں امداد کے طالب ہوکر گئے، وہیں حضور ﷺ کے دعوے کی تفصیل کا علم ہوا۔آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے،حضورؐ نے خود انکو اسلام کا پیغام سمجھایا۔قرآن شریف کی تلاوت سنائی۔ وہ طبعاً پہلے ہی توحید کی طرف راغب تھے۔ رسول اللہؐ کی مؤثر دعوت الی اللہ سے اسلام انکے دل میں گھر کر گیا۔ وہ اسلام قبول کرکے واپس مدینہ لوٹے۔روایات میں ہے کہ مدینہ میں انہوں نے خاموشی سے اسلام کا پیغام پہنچانا شروع کیا اسی کے نتیجہ میں چھ افراد پر مشتمل ایک ابتدائی وفد نے حج کے موقع پر ان کے ساتھ پہلی دفعہ عقبہ مقام پر حضورؐ سے ملاقات کی۔حضرت اسعدؓ بیعت عقبہ ثانیہ میں بھی شامل تھے اور بنونجّار کے نقیب (سردار) کے طور پر انکو خدمت کی سعادت ملی۔

مؤرخ ابن اسحاق نے عقبہ اولیٰ اور عقبہ ثانیہ کی دونوں بیعتوں میں حضرت اسعدؓ کے شامل ہونے کا ذکر کیا ہے۔(2)

گو اس زمانہ میں انکی عمر کم تھی لیکن سردارانہ فہم و فراست اللہ تعالیٰ نے بہت عطا کی تھی۔

بیعت کی حقیقت

بیعت عقبہ ثانیہ کے موقعہ پر انکی دانش اور سنجیدگی کا اظہار حضرت عبادہؓ بن صامت کے بیان کے مطابق اس طرح ہوا کہ بیعت کے وقت حضرت اسعد بن زرارہؓ نے آنحضرت ﷺ کا ہاتھ پکڑ لیا اور کہا کہ ''اے لوگو! جانتے ہو کہ کس بات پر تم نبی کریمؐ کی بیعت کر رہے ہو۔ اس کی حقیقت سمجھ کر بیعت کرنا، یہ بیعت اس بات پر ہے کہ تمہیں سارے عرب کے ساتھ جنگ مول لینی پڑے گی، تمام عجم کے ساتھ تمہاری لڑائی ہوگی اور تمام جن وانس کے ساتھ برسر پیکار ہو جاؤ گے''، انہوں نے بھی کیا خوب جواب دیا کہ ''ہاں اس شعور کے ساتھ ہم بیعت کر رہے ہیں کہ جو آنحضرتؐ سے جنگ کرے گا ہم اس سے جنگ کریں گے اور جو آپؐ سے صلح کرے گا ہم اس سے صلح کریں گے'' پھر بھی حضرت اسعدؓ بن زرارہ نے رسول اللہ ﷺ کا ہاتھ نہیں چھوڑا بلکہ عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ اس وقت بیعت کے موقع پر آپؐ جو شرط چاہیں عائد کر دیں، میں اس شرط پر آپؐ کے ہاتھ پر بیعت کرتا ہوں ،حضورؐ نے فرمایا ''تم سب اس بات پر میری بیعت کر رہے ہو کہ یہ گواہی دو گے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمدؐ اللہ کے رسول ہیں اور نماز کو قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو اور تمہیں سننا اور اطاعت کرنا ہوگی اور باہم اختلاف پیدا نہیں کرنا اور تمہیں میری حفاظت کرنی ہوگی بالکل اسی طرح جس طرح اپنی جانوں اور اپنے گھر والوں کی حفاظت کرتے ہو۔'' اس پر تمام لوگوں نے یہ عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ ہم بلاشبہ اسی طرح آپؐ کی حفاظت کریں گے۔ یہی حضرت اسعدؓ کا مقصد تھا کہ بیعت کی حقیقت سب پر کھل جائے، اس پر مجمع میں سے آواز آئی کہ ''اگر یہ سب کچھ ہم نے کیا تو ہمیں کیا ملے گا؟'' حضور ﷺ نے فرمایا ''جنت ملے گی اور اس دنیا میں خدا تعالیٰ کی تائید و نصرت سے بھی ہمکنار ہو گے۔'' دوسری روایت میں ہے کہ اسعدؓ نے (جو عمر میں سب انصار سے چھوٹے تھے) کہا ''اے اہل یثرب! ہم محمد رسول اللہؐ کے پاس صرف اس لئے آئے ہیں کہ یہ اللہ کے رسول ہیں اور ہمیں خوب علم ہے کہ آج آپؐ کی بیعت کا نتیجہ میں سارے عرب سے دشمنی مول لینا اور اپنے پیاروں کو قتل کروانا ہے۔ پس اگر تو رسول اللہ ﷺ کو قبول کرتے ہو تو اس کا اجر تم کو اللہ تعالیٰ دے گا اور اگر اپنی جانوں کا خوف ہے تو ان کو چھوڑ دو۔'' انہوں نے کہا ''اے اسعدؓ ہم انکی بیعت کبھی نہ چھوڑیں گے نہ

اسمیں خیانت کریں گے پھر سب نے باری باری بیعت کی۔''(3)

مدینہ میں پہلا جمعہ

حضرت اسعدؓ کے فضائل کا ذکر احادیث میں ملتا ہے کہ وہ سبقت جوان کے حصے میں آئی اس میں ایک نماز جمعہ کا آغاز ہے۔ چنانچہ سب سے پہلا جمعہ جو مدینے میں پڑھا گیا، اس کا انتظام و انصرام کرنے والے حضرت اسعد بن زرارہؓ تھے۔ انہوں نے ہی نماز جمعہ کی بناء وہاں پر ڈالی تھی مدینہ میں ایک بڑی حویلی یا دالان دو یتیم بچوں سھل اور سھیل کی ملکیت تھا۔ وہ دونوں حضرت اسعدؓ بن زرارہ کی کفالت میں تھے۔ اس جگہ حضرت اسعدؓ نے جمعہ کا انتظام کیا جس میں چالیس کے قریب لوگ شامل ہوئے۔ یہ بیعت عقبہ ثانیہ کے بعد کا واقعہ ہے۔(4)

روایات سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ اس موقعہ پر مسلمانوں کے پہلے اجتماع کی خوشی میں حضرت اسعدؓ نے ایک بکری بھی ذبح کروائی اور جمعہ میں شریک مسلمانوں کی دعوت کا انتظام کیا۔ حضرت اسعد بن زرارہؓ اس وقت تک نماز جمعہ پڑھاتے رہے۔ یہاں تک کہ اسلام کے پہلے مبلغ حضرت مصعب بن عمیرؓ مدینہ تشریف لائے اس کے بعد امامت اور دیگر ذمہ داریاں انہوں نے سنبھال لیں پھر جب وہ اگلے سال بعض انصار کا وفد لیکر آنحضور ﷺ سے ملاقات کے لیے مکہ گئے تو اس دوران بھی حضرت اسعدؓ بن زرارہ کو مدینے میں جمعہ پڑھانے کی سعادت نصیب ہوتی رہی۔(5)

حضرت کعبؓ بن مالک شاعر دربار نبویؐ اور صحابی رسولؐ جب جمعہ کیلئے نکلتے تو اذان کی آواز سن کر مسنون دعائیہ کلمات کے بعد استغفار پڑھتے اور خاص طور پر حضرت اسعد بن زرارہؓ کیلئے مغفرت کی دعا کیا کرتے۔ کسی کہنے والے نے انہیں کہا کہ ''یہ کیا بات ہے جمعہ کی اذان کے وقت آپ خاص طور پر اسعد بن زرارہؓ کیلئے بخشش کی دعا کرتے ہیں۔'' انہوں نے کہا ''اسعد وہ شخص تھا جس نے آنحضرتؐ کی مدینے میں تشریف آوری سے پہلے مدینے میں جمعہ کا آغاز کیا تھا۔''(6)

خدمت رسول ﷺ

پھر نبی کریم ﷺ جب مدینے تشریف لے آئے تو انصار مدینہ نے بیعت عقبہ میں جو عہد کئے

تھے اس کے مطابق اپنا سب کچھ حضورؐ کی خدمت میں پیش کر دیا۔ رسول اللہ ﷺ کے قیام کیلئے ہر صحابی اپنا گھر پیش کر رہا تھا۔ حضورؐ نے فرمایا کہ میری اونٹنی کو چھوڑ دو۔ اسے جہاں حکم ہوگا رک جائے گی اور انہی لوگوں کا میں مہمان ہونگا۔ اونٹنی جہاں رکی وہاں سے قریب ترین گھر حضرت ابوایوب انصاریؓ کا تھا جہاں حضور نے قیام فرمایا اور چھ ماہ تک وہاں فروکش رہے۔ لیکن حضرت اسعدؓ بن زرارہ نے یہ خیال کر کے حضورؐ کی خدمت کی ازلی سعادت تو اب حضرت ابوایوب انصاریؓ کے حصہ میں آگئی تو میں کسی اور ذریعہ سے حضورؐ کی کوئی خدمت کرلوں۔ چنانچہ حضورؐ کی اونٹنی کی باگ انہوں نے پکڑ لی اور اسے اپنے گھر لے کر گئے اور اس کی خدمت کی توفیق انہیں کو ملتی رہی۔ (7)

آنحضرت ﷺ کے عاشق صادق تھے۔ مخیّر لوگوں میں ان کا شمار تھا۔ اپنے قبیلے کے رئیس اور سردار بھی تھے۔ اس زمانے میں جب آنحضرت ﷺ ہجرت کر کے مدینہ آئے تو سب کچھ چھوڑ کے آگئے تھے مدینے میں نئی جگہ آباد کاری کی کئی ضروریات سامنے تھیں۔ حضرت اسعد بن زرارہ ؓ نے اسی موقعہ پر حضورؐ کی خدمت میں حسب ضرورت وہ تحفہ پیش کیا ہوگا جس کا احادیث میں ذکر آتا ہے کہ آنحضورؐ کے گھر میں بہت عمدہ خوبصورت قسم کا پلنگ تھا جس کے پائے ہاتھی دانت کے بنے ہوئے تھے اور جو حضرت اسعدؓ بن زرارہ نے بطور تحفہ آنحضرتؐ کی خدمت میں پیش کیا تھا۔ (8)

رسول کریم ﷺ کی مدینہ تشریف آوری پر جب مسلمانوں کیلئے مسجد کے قیام کی ضرورت پیدا ہوئی تو وہی احاطہ جو سھل اور سھیل کا تھا وہاں مسجد نبوی تعمیر کرنے کی تجویز ہوئی حضرت اسعدؓ نے یہ مخلصانہ پیشکش کی کہ ان دونوں بچوں کو میں راضی کرلوں گا یہ زمین مسجد کیلئے قبول کر لی جائے اور اس کے عوض انہوں نے بنی بیاضہ والا اپنا باغ پیش کر دیا (9) آنحضرت ﷺ نے رقم دیئے بغیر وہ قطعہ زمین قبول کرنے پر رضامندی نہیں فرمائی۔

بیماری میں حضور ﷺ کی شفقت

حضرت اسعدؓ بن زرارہ غزوہ بدر سے پہلے ہی بیمار ہو کر وفات پاگئے۔ انکو ایسی بیماری لاحق ہوگئی جس سے چہرہ اور جسم سرخ ہو جاتا ہے۔ اس زمانے کے دستور کے مطابق اس بیماری کا علاج داغنے سے کیا جاتا تھا آنحضرت ﷺ کی مدینے ہجرت کے بعد حضرت اسعدؓ وفات پانے والے پہلے

فرد ہیں۔ہجرت کے بعد مدینہ میں مسلمانوں کیلئے نیا ماحول تھا یہود کی دشمنی الگ تھی ،آنحضرت ﷺ کو فکر لاحق تھی کہ اس عاشق صادق اور وفا شعار صحابی کی بیماری یا موت دشمن کی خوشی کا موجب نہ ہوں۔حضور ﷺ اسعدؓ کی عیادت کیلئے ان کے گھر تشریف لے گئے۔ان کی بیماری کا حال دیکھ کر آپؐ نے پہلے ہی تقدیر الٰہی کا مسئلہ کھول کر بیان کر دیا اور فرمایا کہ'' حضرت اسعدؓ اس بیماری سے جانبر نہیں ہوسکیں گے اور یہود طعنہ زنی کریں گے کہ دیکھو! یہ کیسا نبی ہے اپنے وفا شعار ساتھی کو بھی بچا نہیں سکا۔'' آپؐ نے فرمایا کہ'' سچ تو یہ ہے کہ نہ تو میں اپنے بارے میں بھی کوئی قدرت اور اختیار رکھتا ہوں نہ کسی دوسرے کیلئے مجھے کوئی طاقت حاصل ہے اس لئے کوئی مجھے ابو امامہؓ (اسعدؓ بن زرارہ) کے بارہ میں ملامت نہ کرے'' تقدیر مبرم معلوم ہو جانے پر بھی حضورؐ نے علاج اور تدبیر نہیں چھوڑی۔آنحضورؐ کے مشورہ سے بالآخر داغنے کا علاج کیا گیا مگر تقدیر الٰہی غالب آئی اور حضرت اسعدؓ بن زرارہ اسی بیماری سے فوت ہوگئے۔(10)

اس موقع پر بھی آنحضرت ﷺ نے کمال محبت اور تعلق کا اظہار فرمایا ان کی وفات کے بعد حضورؐ خود ان کے غسل دینے میں شریک ہوئے۔انہیں تین چادروں کا کفن پہنایا اور خود نماز جنازہ پڑھائی۔حضرت اسعدؓ وہ پہلے خوش قسمت صحابی تھے جو جنت البقیع میں دفن ہوئے۔نبی کریم ﷺ ان کے جنازہ کے ساتھ آگے آگے چلتے ہوئے جنت البقیع تک گئے اور یوں ایک اعزاز کے ساتھ اپنے وفا شعار ساتھی کی تدفین فرمائی۔(11)

حضرت اسعدؓ کی وفات جنگ بدر سے پہلے اور ہجرت نبویؐ کے چھ ماہ بعد شوال کے مہینے میں ہوئی۔جبکہ مسجد نبوی کی تعمیر جاری تھی۔

آنحضرت ﷺ سے حضرت اسعدؓ کی محبت کا یہ عالم تھا کہ جو تین بیٹیاں کبشہ ،حبیبہ اور فارعہ چھوڑیں انکی وصیت اپنے آقا آنحضرتؐ کے حق میں کی کہ رسول اللہ ﷺ ہی میری بچیوں کے نگران و محافظ ہوں گے اور ان کے حق میں جو مناسب فیصلہ ہو وہی فرمائیں گے۔آنحضرت ﷺ نے بھی یہ حق خوب ادا کیا حضرت اسعدؓ کی بچیوں کو اپنے گھر میں لے آئے۔وہ آپؐ کے کنبہ کی طرح آپؐ ہی کے گھر میں رہتی تھیں۔آپؐ کے گھر میں ہی پلی بڑھیں اور آنحضورؐ نے ان کا بہت خیال رکھا۔بعد

کے زمانے میں جب مختلف جنگوں میں مال غنیمت آیا جس میں سونا اور کچھ موتی تھے۔ آنحضرت ﷺ نے ان بچیوں کو بھی اس میں سے تحفہ عطا فرمایا۔(12)

حضرت اسعدؓ کی وفات کے بعد آنحضرت ﷺ کی خدمت میں انکے قبیلہ کے لوگ حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ ہمارا سردار فوت ہو گیا ہے ان کا کوئی اور قائمقام سردار ہمارے قبیلہ میں سے مقرر فرما دیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا بنو نجّار! اَنْتُمْ اِخْوَانِیْ وَ أَنَا نَقِیْبُکُمْ تم میرے بھائی ہو اور میں تمھارا نقیب ہوں۔ اسعدؓ بن زرارہ کے بعد اب تم میری کفالت میں ہو۔ میں خود تمہارا خیال رکھوں گا اور تمھاری نگرانی کے حق ادا کروں گا(13) کتنے سعادت مند تھے اسعدؓ! بلا شبہ وہ اسم بامسمّٰی تھے جنہیں اپنے آقا و مولا کی اتنی شفقتیں عطا ہوئیں۔

ایں سعادت بزور بازو نیست

حوالہ جات

1- ابن سعد جلد 3 صفحہ 610.608
2- اسد الغابہ جلد 1 صفحہ 71
3- ابن سعد جلد 3 صفحہ 322
4- اسد الغابہ جلد 1 صفحہ 71
5- ابن سعد جلد 3 صفحہ 609
6- اصابہ فی جلد 1 صفحہ 32
7- مسلم جلد 3 صفحہ 1623
8- زاد المعاد جلد 1 صفحہ 132
9- زرقانی جلد اول صفحہ 264
10- اسد الغابہ جلد 1 صفحہ 71، ابن سعد جلد 3 ص 611
11- ابن سعد جلد 3 صفحہ 612
12- ابن سعد جلد 3 صفحہ 611، استیعاب جلد 1 ص 175
13- اسد الغابہ جلد 1 صفحہ 72

حضرت خارجہ بن زیدؓ

نام ونسب، قبول اسلام

حضرت خارجہ بن زیدؓ کا تعلق بنو حارث بن خزرج سے تھا۔ والدہ کا نام سیدہ بنت عامر تھا۔ وہ اوس قبیلہ سے تھیں۔ حضرت خارجؓہ کو بیعت عقبہ میں شریک ہونے کی سعادت ملی۔

نبی کریم ﷺ نے مدینہ ہجرت فرمائی اور مواخات کا سلسلہ قائم فرمایا اور ہر آنے والے مہاجر کو مدینہ کے ایک انصاری کا بھائی بنا دیا۔ حضرت خارجہ بن زیدؓ کی خوش نصیبی کہ وہ صدیق اکبر حضرت ابوبکرؓ کے اسلامی بھائی بنے۔

حضرت ابوبکرؓ نے حضرت خارجہ بن زیدؓ کے گھر میں ہی قیام کیا اسلامی اخوت کا یہ رشتہ اور تعلق اتنا بڑھا کہ بالآخر حضرت خارجہؓ نے اپنی صاحبزادی حبیبہؓ کی شادی حضرت ابوبکرؓ سے کردی اور یوں دامادی کا رشتہ بھی اس خاندان سے قائم ہوگیا اور حضرت خارجہؓ حضرت ابوبکرؓ کے خسر ٹھہرے۔

بدرواحد میں دادشجاعت

حضرت خارجہؓ کو غزوہ بدر میں شریک ہونے کی سعادت بھی عطا ہوئی اور غزوہ احد میں بھی آپ شریک ہوئے بلکہ بڑی بہادری اور دلیری سے لڑتے ہوئے انہوں نے جام شہادت نوش کیا۔ حضرت خارجہؓ کو دس سے کچھ اوپر زخم آئے تھے۔ احد کے میدان میں زخموں سے نڈھال پڑے تھے کہ مشرکین مکہ کا سردار صفوان بن امیہ وہاں سے گذرا۔ اس بد بخت نے انہیں دیکھ کر پہچان لیا اور کہا کہ یہ وہ شخص ہے جس نے میرے والد امیہ بن خلف کو قتل کیا تھا۔ یہ کہہ کر اس نے حضرت خارجہؓ کا مثلہ کیا اوران کے ناک اور کان کاٹ لئے اور کہا کہ محمدؐ کے ایسے نمایاں ساتھی کو قتل کر کے میری آتش انتقام سرد ہوئی۔(1) حضرت خارجہؓ کی صاحبزادی

حبیبہؓ حضرت ابو بکرؓ کی زوجہ محترمہ تھیں۔ حضرت ابو بکرؓ نے اپنی وفات کے وقت فرمایا ''میری اہلیہ حبیبہؓ بنت خارجہ جو امید سے ہیں ان کے ہاں مجھے بیٹی کی توقع ہے'' اور انکے حق میں وصیت بھی فرمائی۔ چنانچہ ام کلثومؓ بنت ابی بکر حضرت حبیبہؓ کے بطن سے پیدا ہوئیں حضرت خارجہؓ احد میں داستان وفا رقم کرنے والے صحابی حضرت سعد بن ربیع انصاریؓ کے ساتھ اکٹھے ایک ہی قبر میں دفن ہوئے۔(2)

حوالہ جات

1- ابن سعد جلد 3 ص 524

2- اسد الغابہ جلد 2 صفحہ 72 و اصابہ جز 2 ص 85

حضرت ابوالہیثم انصاریؓ

نام ونسب

حضرت ابوالہیثم بن التیّہان الانصاری کا تعلق اوس قبیلے سے تھا۔اصل نام مالک بن بلیؔ تھا والد کا لقب التیہان تھا۔مگر آپ اپنی کنیت ابوالہیثم سے مشہور ہوئے۔والدہ لیلیٰ بنت عتیک قبیلہ بلیؔ سے تھیں۔ابن اسحاق کے مطابق آپ بنی عبدالاشہل کے حلیف تھے۔(1)

قبول اسلام

حضرت ابوالہیثمؓ کو بھی ابتدائی زمانے میں اسلام قبول کرنے کی سعادت حاصل ہوئی ہے۔وہ حضرت اسعدؓ بن زرارہ کے ساتھ دوسرے نمبر پر اسلام قبول کرنے والے تھے اوران چھ افراد میں شامل تھے جوعقبہ میں مدینہ کے پہلے وفد کے طور پر آنحضرت ﷺ سے ملے۔پھر بیعت عقبہ ثانیہ میں اولین بیعت کرنے والوں میں سے تھے۔انصار کے قبیلہ بنی عبدالاشہل کے آپ نقیب تھے۔ اپنے قبیلے سے غیر معمولی محبت اور قربانی کا اظہار اس طرح کرتے تھے کہ میرا مرنا اور جینا میرے قبیلے کی خاطر ہو چکا ہے۔

ابوالہیثمؓ انصار کے ایک اور وفا شعار سردار حضرت اُسیدؓ بن حضیر کے چچا زاد بھائی تھے۔ حضرت اسعدؓ کے ساتھ انکی دوستی تھی یہ دونوں آغاز سے ہی توحید پرست تھے۔انہیں اسی سعادت ازلی کی بناء پر انصار مدینہ میں سے اسلام قبول کرنے کی توفیق ملی۔پھر مدینہ آکر ابتدائی زمانے میں اسلام کا پیغام پہنچانے کی سعادت بھی آپ کو حاصل ہوئی۔(2)

ایثار و وفا

بیعت عقبہ کے دوران اپنے دوست حضرت اسعدؓ کی طرح حضرت ابوالہیثمؓ نے بھی کمال وفا اور ایثار کا نمونہ دکھایا ہے۔جب نبی کریم ﷺ اور انصار کے مابین معاہدہ طے ہو رہا تھا اور حضرت براءؓ انصار کے نمائندہ کے طور پر گفتگو کررہے تھے۔حضرت ابوالہیثمؓ نے عرض کیا ''یارسولؐ اللہ ہمارے اور بعض دیگر قبائل کے درمیان باہمی مدد کے کچھ معاہدے ہیں جب ہم اسلام قبول کرلیں

گے اور بیعت کرکے آپ ہی کے ہوجائیں گے تو ان معاہدوں کا معاملہ جیسے آنحضورؐ ارشاد فرمائیں گے ہوگا۔ہم نے بہرحال آپؐ کی پیروی کرنی ہے اس موقع پر میں آپؐ کی خدمت میں ایک گزارش کرنا چاہتا ہوں'' اور وہ دراصل ایک محبت بھری خواہش اور ایک بےقرار تمنا تھی جو ایک سچے عاشق کے دل میں اٹھی۔ کہنے لگے ''یارسولؐ اللہ اب ہمارا تعلق آپ سے قائم ہورہا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ آپؐ کی نصرت فرمائے اور آپؐ کی قوم پر آپؐ کو غلبہ نصیب ہو تو اس وقت آپؐ ہمیں چھوڑ کر واپس اپنی قوم میں نہ چلے جائیں اور ہمیں داغ مفارقت نہ دیں''، آنحضرتؐ اپنے اس صحابی کی محبت بھری سوچ سے لطف اندوز ہوکر مسکرائے اور فرمایا ''تم کیسی باتیں کرتے ہو،اب تمہارا خون میرا خون ہوچکا ہے اب میں تم سے ہوں اور تم مجھ میں سے ہو، جو تم سے جنگ کرے گا وہ مجھ سے جنگ کرے گا اور جو تم سے صلح کریگا وہ مجھ سے صلح کرے گا۔''(3) یہ تھا انصار مدینہ کا رسول اللہ ﷺ سے محبت اور وفا کا تعلق ہے جس کی بنیادیں بیعت عقبہ میں رکھی گئیں۔

غزوات اور مہمات میں شرکت

ابوالہیثمؓ مدینہ کے سردار اور بزرگ اصحاب میں سے تھے آنحضورؐ نے حضرت عثمانؓ بن مظعون کے ساتھ ان کی مواخات قائم فرمائی۔حضرت ابوالہیثمؓ کو تمام غزوات میں مالی قربانی کے علاوہ دیگر خدمات کی توفیق بھی ملی، بدر،احد اور خندق میں شریک ہوکر بہادری کے جوہر دکھائے۔

غزوہ موتہ میں حضرت عبداللہؓ بن رواحہ کی شہادت کے بعد نبی کریمؐ نے حضرت ابوالہیثمؓ کو خیبر میں کھجوروں کے پھل کا اندازہ کرنے کے لئے بھی بھجوایا تھا۔ وہاں مسلمانوں کی ملکیت میں جو باغات تھے۔ان کے نصف پھل مسلمانوں اور نصف یہود کے حصہ میں آتے تھے،ضرورت تھی کہ کوئی ذمہ دار صاحب عدل وبصیرت شخص وہاں جاکر ان باغات کے پھلوں کے درست اندازے کرے تا یہود کو فتنہ کا موقع نہ ملے۔ یہ نہایت اہم خدمت اور نازک ذمہ داری حضورؐ نے حضرت ابوالہیثمؓ کے سپرد فرمائی۔(4)

حضرت ابوالہیثمؓ سے مروی ایک مشہور حدیث یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ''جو السلام علیکم کہتا ہے اسے دس نیکیاں ملتی ہیں اسکے ساتھ ورحمۃ اللہ کہنے والے کو بیس نیکیاں اور و برکاتہ

کہنے والے کو تیس نیکیاں ملتی ہیں۔''(5)

دعوت اور صحابہ کی دعا

ابوالہیثمؓ بہت اعلیٰ درجے کے مہمان نواز تھے۔اس وجہ سے انہوں نے آنحضرت ﷺ کی بہت دعائیں بھی پائی ہیں۔ چنانچہ حضرت جابرؓ بن عبداللہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ ابوالہیثمؓ نے نبی کریم ﷺ کی دعوت کی اور آنحضور ﷺ اپنے صحابہ کے ساتھ ان کے ہاں کھانا کھانے کیلئے تشریف لے گئے۔ یہ آغاز ہجرت کے زمانے کا واقعہ معلوم ہوتا ہے۔جب مسلمانان مدینہ کے معاشی حالات کافی کمزور تھے۔ نبی کریم ﷺ نے کھانے سے فارغ ہونے کے بعد خاص طور پر صحابہ کو دعا کی تحریک کرتے ہوئے فرمایا کہ اب اپنے اس بھائی کو بدلہ بھی تو دو۔صحابہ نے عرض کیا یارسول اللہ ؐ! کیا بدلہ دیں؟ نبی کریمؐ نے فرمایا کہ جب ایک شخص کسی کے گھر میں جا کر کھانا کھاتا اور پانی پیتا ہے تو اس کیلئے مناسب ہے کہ وہ اہل خانہ کیلئے دعا کرے نبی کریمؐ نے اپنے اس نہایت ہی وفا شعار صحابی کیلئے دعا کروائی۔(6)

خدمت رسول ﷺ

حضرت ابوالہیثمؓ کی فدائیت اور جاںنثاری کا ایک اور خوبصورت واقعہ حضرت ابوہریرہؓ یوں بیان کرتے ہیں کہ آنحضرتؐ ایک دفعہ گھر سے ایسے وقت میں نکلے کہ بالعموم انسان ایسے وقت میں گھر سے نہیں نکلتا۔معلوم ہوتا ہے تپتی دوپہر کا وقت تھا آپؐ مسجد نبوی میں تشریف لائے۔اتفاق سے اسی وقت حضرت ابوبکرؓ بھی تشریف لائے۔ نبی کریمؐ نے پوچھا ابوبکرؓ کیسے آنا ہوا؟ انہوں نے عرض کیا یارسولؐ اللہ! میں اس لئے نکلا ہوں کہ آپؐ کا دیدار ہو جائے اور آپ کی خدمت میں سلام عرض کر آؤں ،ابھی تھوڑی ہی دیر گزری تھی کہ حضرت عمرؓ بھی آ گئے حضورؐ نے فرمایا عمرؓ! آپ کیسے آئے؟ حضرت عمرؓ نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ ، بھوک کے مارے آیا ہوں۔آنحضرتؐ نے فرمایا میرا بھی بھوک سے یہی حال ہو رہا ہے۔آؤ ابوالہیثمؓ بن التیّہان انصاری کے گھر چلتے ہیں۔ابوالہیثمؓ کھجوروں اور بکریوں کے بڑے ریوڑ کے مالک تھے۔ اتفاق سے اس زمانے میں ان کے اپنے گھر میں کوئی

خادم یا نوکر نہیں تھا۔ یہ مبارک قافلہ جب انکے گھر پہنچا تو حضرت ابوالہیثمؓ کی بیوی نے خوش آمدید کہا ۔ابوالہیثمؓ کے بارے میں پوچھا تو کہنے لگیں وہ پانی لینے گئے ہوئے ہیں۔ کسی قدر انتظار کے بعد وہ آ گئے۔ حضورؐ کو اپنے گھر میں دیکھ کر انکی خوشی کی کوئی انتہا نہ رہی۔ پانی کا برتن رکھتے ہی وہ دوڑے چلے آئے اور آ کر آنحضرتؐ سے لپٹ گئے۔ حضورؐ پر اپنی جان و مال وارنے لگے۔ میرے ماں باپ آپؐ پر قربان یا رسولؐ اللہ! میرے ماں باپ آپؐ پر قربان! یا رسولؐ اللہ خدا کا شکر ہے کہ آپؐ ہمارے ہاں تشریف لائے۔ پھر عرض کیا کہ حضور آئیں میرے باغ میں تشریف لے چلیں۔ وہاں جا کر انہوں نے ایک چادر بچھا دی جس پر آنحضورؐ تشریف فرما ہوئے۔ کھجوروں کا موسم تھا ابوالہیثمؓ نے بھی بھانپ لیا کہ حضور ﷺ کو اور آپ کے ساتھیوں کو فوری طور پر کچھ کھانے کیلئے پیش کرنا چاہیے۔ وہ کھجور کے درخت سے جلدی سے ایک خوشہ کاٹ کر لے آئے جس میں کچے پکے ڈوکے بھی تھے اور پکی ہوئی کھجوریں بھی اور وہ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں پیش کر دیا، حضور ﷺ نے فرمایا کہ ابوالہیثمؓ تم پکی پکی کھجوریں چن کر کیوں نہیں لے آئے تو عرض کیا کہ یا رسولؐ اللہ! میں نے چاہا آپؐ اپنی پسند کے مطابق پکی کھجوریں یا ڈوکے خود چن کر کھا لیں۔ ابوالہیثمؓ نے پھلوں کا یہ تحفہ پیش کرنے کے بعد سب کو پانی وغیرہ پلایا۔ آنحضورؐ اور آپ کے اصحاب نے کھجوریں کھائیں اور نبی کریم ﷺ نے شکر نعمت کا مضمون بیان کرتے ہوئے فرمایا ''خدا کی قسم! یہ وہ نعمتیں ہیں جن کے بارے میں تم قیامت کے دن پوچھے جاؤ گے''، یعنی ٹھنڈا سایہ، تازہ کھجوریں، پینے کیلئے ٹھنڈا پانی یہی تو نعمتیں ہیں جن کا شکر ہم سب پر واجب ہے۔ ابوالہیثمؓ اس دوران کھانے کا انتظام کرنے کیلئے جانے لگے تو حضورؐ نے ان کے غیر معمولی اخلاص کے پیش نظر نصیحت فرمائی کہ دیکھنا ابوالہیثمؓ اپنی کوئی ایسی بکری ذبح نہ کر دینا جو دودھ دینے والی ہو مبادا تم دودھ سے محروم ہو جاؤ۔ چنانچہ انہوں نے نبی کریم ﷺ کی ہدایت کی روشنی میں ایک چھوٹا سا بکروٹا ذبح کیا اور آپؐ کے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھایا۔

رسول کریم ﷺ کا تحفہ اور اس کی قدر دانی

حضور ﷺ کا اپنے صحابہ کے ساتھ کمال شفقت کا سلوک ہوتا تھا۔ آپؐ نے ابوالہیثمؓ کو جب گھر میں خود کام کاج کرتے دیکھا تو فرمایا ''کیا گھر میں کوئی خادم نہیں ہے جو تمہاری مدد کر

دے؟'' انہوں نے عرض کیا یا رسولؐ اللہ آجکل ہمارے پاس کوئی خادم نہیں ہے۔ آپؐ نے فرمایا ''اچھا جب ہمارے پاس کوئی قیدی وغیرہ آئیں تو یاد کروانا تمہارے لیے کسی خادم کا انتظام کر دیں گے۔'' اس کے کچھ عرصے بعد آنحضور ﷺ کے پاس دو غلام آئے۔ آپؐ نے ابو الہیثمؓ کو خود یاد کر کے فرمایا کہ ''ان دونوں میں سے جو چاہو چن لو، میں یہ خادم آپؓ کو تحفہ میں دیتا ہوں'' حضرت ابوالہیثمؓ کی وفا شعاری ملاحظہ ہو کہنے لگے یا رسول اللہ ﷺ! آپؐ ان دونوں میں سے جو میرے لئے پسند کریں گے اس میں زیادہ برکت ہوگی۔ میری خواہش ہے کہ آپؐ خود میرے لئے ایک خادم کا انتخاب فرما دیں۔ نبی کریمؐ نے فرمایا ''جس سے مشورہ لیا جاتا ہے وہ امین ہوتا ہے۔'' پھر ان میں سے ایک طرف اشارہ کر کے فرمایا ''یہ خادم لے لو میں نے اسے نماز پڑھتے دیکھا ہے اور میری نصیحت ہے کہ اس کے ساتھ اچھا سلوک کرنا۔'' ابوالہیثمؓ اس خادم کو گھر لے گئے تو وہی نصیحت اپنی بیوی کو بھی کی۔ آنحضرت ﷺ نے یہ خادم ہمیں دیتے ہوئے حسن سلوک کا ارشاد فرمایا ہے۔ تم نے اس سے کام لینا ہے۔ حضورؐ کے حکم کا خیال رکھنا۔ ابوالہیثمؓ کی بیوی بھی نہایت اطاعت شعار خاتون اور آنحضورؐ سے محبت کرنے والی تھیں، وہ کہنے لگیں کہ اے ابوالہیثمؓ! پھر اس کا حق تو تبھی ادا ہوگا کہ تم اس غلام کو آزاد کر دو۔ ابوالہیثمؓ نے اسی وقت اعلان کیا کہ خدا کے رسولؐ کی خاطر آج سے میں نے اس غلام کو بھی آزاد کر دیا۔ آنحضرتؐ نے اس موقع پر فرمایا کہ ''ہر نبی کا کوئی نہ کوئی قریبی ساتھی ہوتا ہے۔ جن سے وہ راز داری کی باتیں کرتا ہے وہ اسے نیکی کی تلقین کرتا اور برائی سے روکتا ہے۔ اور ایک راز دان یا مشیر برے مشورے دیتا ہے۔ جو شخص ایسے برے دوست سے بچایا گیا وہ محفوظ ہو گیا۔ حضور ﷺ کا ایک مطلب تو ظاہر تھا کہ ''ہر نبی کا ایک ساتھی اور راز دان ہوتا ہے۔'' (7) دوسرے یہ اشارہ تھا کہ بیوی بھی ایک مشیر ہوتی ہے اس کی صورت میں بھی ابوالہیثمؓ کو اللہ تعالیٰ نے اچھا مشیر عطا کیا ہے۔

شہادت

ایک روایت کے مطابق حضرت ابوالہیثمؓ کی وفات 20ھ ہجری میں ہوئی بعض اور روایات میں ہے کہ جنگ صفین میں حضرت علیؓ کے ساتھ شرکت کی اور اس میں شہادت پائی۔ (8)

حوالہ جات

1- اصابہ جز 4 ص 209

2- ابن سعد جلد 3 صفحہ 447

3- مسند احمد جلد 3 صفحہ 462

4- ابن سعد جلد 3 صفحہ 448

5- اصابہ جز 7 صفحہ 55

6- ابوداؤد کتاب الاطعمہ باب الدعاء

7- ترمذی ابواب الزھد باب معیشۃ النبیؐ

8- ابن سعد جلد 3 صفحہ 449، اصابہ جز 7 صفحہ 209

حضرت سعد بن معاذ انصاریؓ

نام ونسب

حسین چہرہ، موٹی آنکھیں، خوبصورت داڑھی یہ تھے حضرت سعدؓ بن معاذ انصاری۔ ان کا تعلق اوس قبیلہ کی شاخ بنو عبدالاشہل سے تھا اور قبیلہ اوس کے سردار تھے۔ والدہ حضرت کبشہؓ بنت رافع نے بھی رسول اللہ ﷺ کی بیعت اور صحابیت کا شرف پایا۔ نہایت مخلص ایثار پیشہ اور وفا شعار خاتون تھیں۔ حضرت سعدؓ کی کنیت ابوعمرو تھی۔ (1)

قبول اسلام

حضرت سعدؓ کو مدینہ میں اسلام کے پہلے مبلغ حضرت مصعب بن عمیرؓ کے ذریعہ اسلام قبول کرنے کی توفیق ملی۔

حضرت مصعبؓ نے مدینہ میں اسلام کے پہلے مبلغ کے طور پر بھی تبلیغ کا حق خوب ادا کیا۔ آپؓ نے دعوت الی اللہ کے جذبہ سے سرشار ہو کر کمال محنت، اخلاص اور حکمت و محبت کے ساتھ مدینہ کے اجنبی لوگوں سے رابطہ اور اثر و رسوخ پیدا کر کے انہیں اسلام سے روشناس کرایا اور تھوڑے ہی عرصہ میں مدینہ کے ہر گھر میں اسلام کا بیج بو دیا۔ ایک کامیاب داعی الی اللہ کے طور پر ان کا کردار یقیناً آج بھی ہمارے لئے عمدہ نمونہ ہے۔ آپ نے بالکل اجنبی شہر مدینہ میں تبلیغ کا آغاز اس طرح کیا کہ اپنے میزبان اسعد بن زرارہؓ کو ساتھ لے کر انصار کے مختلف محلوں میں جانے لگے۔ وہاں وہ مسلمانوں اور ان کے عزیزوں کے ساتھ مجلس کرتے انہیں دینی تعلیم دیتے اور وہاں آنے والوں کو اسلام کا پیغام پہنچاتے۔ مگر جب لوگوں میں اسلام کا چرچا ہونے لگا تو ایک محلّہ کے سردار سعد بن معاذؓ اور اسید بن حضیرؓ نے ان دونوں داعیان الی اللہ کو اس نئے دین سے باز رکھنے کا فیصلہ کیا۔ جس کے بعد اسید بن حضیرؓ حضرت مصعبؓ کی مجلس میں نیزہ تھامے داخل ہوئے۔ اسعد بن زرارہؓ نے یہ دیکھتے ہی حضرت مصعبؓ سے سرگوشی کی کہ یہ اپنی قوم کا سردار آتا ہے اسے آج خوب تبلیغ کرنا۔ مصعبؓ بولے کہ اگر یہ چند لمحے بیٹھ کر بات سننے پر آمادہ ہو جائے تو میں ضرور اس سے بات کروں گا۔ ادھر اسید بن حضیرؓ

سخت کلامی کرتے ہوئے آگے بڑھے اور کہا ''جان کی امان چاہتے ہو تو آئندہ سے ہمارے کمزوروں کو آکر بے وقوف بنانے کا یہ طریقہ واردات ختم کرو۔''

حضرت مصعبؓ نے نہایت محبت سے کہا کیا آپ ذرا بیٹھ کر ہماری بات سنیں گے؟ اگر تو آپ کو بات بھلی لگے تو مان لیجئے اور بری لگے تو بے شک اس سے گریز کریں۔ اُسید منصف مزاج آدمی تھے۔ بولے بات تو تمہاری درست ہے۔ اور پھر نیزہ وہیں گاڑ کر بیٹھ گئے۔ حضرت مصعبؓ نے انہیں قرآن پڑھ کر سنایا اور ان تک پیغام حق پہنچایا۔ تو یہ سچی تعلیم سن کر اُسید بے اختیار کہہ اٹھے کہ یہ کیسا خوبصورت کلام ہے! اچھا یہ بتاؤ اس دین میں داخل ہونے کے لئے کیا کرنا پڑتا ہے؟ اسعد بن زرارہؓ اور مصعبؓ نے انہیں بتایا کہ نہا دھو کر اور صاف لباس پہن کر حق کی گواہی دو پھر نماز پڑھو۔ انہوں نے ایسا ہی کیا۔ پھر اُسید خود ہی کہنے لگے کہ میرا ایک اور بھی ساتھی ہے۔ یعنی سعد بن معاذؓ اگر وہ مسلمان ہو جائے تو اس کی ساری قوم سے ایک شخص بھی قبول اسلام سے پیچھے نہیں رہے گا۔ اور میں ابھی اسے تمہارے پاس بھیجتا ہوں۔ اور انہوں نے سعدؓ کو نہایت حکمت کے ساتھ مصعبؓ کے پاس بھیجا۔ حضرت مصعب بن عمیرؓ نے ان کو بھی نہایت محبت اور شیریں گفتگو سے رام کر لیا انہیں قرآن سنایا اور اسلام کا پیغام پہنچایا۔ چنانچہ حضرت سعدؓ نے بھی اسلام قبول کر لیا۔ بلاشبہ یہ دن مدینہ میں اسلام کی فتح کے بنیاد رکھنے والا دن تھا۔ جس روز ایسے عظیم الشان بااثر سرداروں نے اسلام قبول کیا حضرت سعدؓ نے اپنی قوم کو یہ کہہ دیا ''میرا کلام کرنا تم سے حرام ہے جب تک مسلمان نہ ہو جاؤ۔'' اس طرح عبدالاشہل کا سارا قبیلہ مسلمان ہو گیا۔(2)

نڈر داعی الی اللہ

علامہ ابن اثیر نے آپ کے قبول اسلام پر کیا خوب رائے دی ہے کہ حضرت سعدؓ کا قبول اسلام سب لوگوں سے زیادہ برکت کا موجب ہوا کہ ان کی پوری قوم کے مردوں اور عورتوں کو ہدایت نصیب ہوئی جن کی تعداد قریباً ایک ہزار تھی۔ یہ مدینہ کا پہلا محلّہ تھا جو پورے کا پورا مسلمان ہو گیا۔(3)

اس واقعہ سے حضرت سعدؓ کی کمال بصیرت، دانشمندی، جرأت و بہادری سچائی سے رغبت اور اسے پھیلانے کے شوق اور طبعی شرافت و سعادت قبیلے میں ان کے اثر رسوخ اور مقام کا بھی پتہ چلتا

ہے۔مسلمان ہونے کے بعد دور اندیش حضرت سعدؓ نے اپنے قبیلہ کے نومسلموں کی تربیت اور آگے تبلیغ کی خاطر مبلغ اسلام حضرت مصعبؓ بن عمیر کو اپنے پاس لے آئے۔ان کے قیام وطعام کا انتظام کیا اور اپنے ڈیرے پر لوگوں کو بلا کر حضرت مصعبؓ کے ذریعہ دعوت الی اللہ کے کام میں تیزی پیدا کی۔

رسول کریم ﷺ نے ایک روایت کے مطابق حضرت سعد بن ابی وقاصؓ سے آپ کی مؤاخات قائم فرمائی۔دوسری روایت کے مطابق ان کے حضرت ابوعبیدہؓ بن الجرح کا دینی بھائی بنایا۔(4)

مسلمانوں کیلئے ہجرت مدینہ کے بعد پیدا ہونے والے غیر معمولی اور کٹھن حالات میں حضرت سعدؓ جیسے بااثر سردار مدینہ کا قبول اسلام اہل مدینہ کیلئے ایک نعمت ثابت ہوا اور وہ حضرت ابوبکرؓ وعمرؓ کی طرح رسول اللہ ﷺ کے دست و بازو اور عمدہ مشیر ثابت ہوئے۔اللہ تعالیٰ نے ان کو سردارانہ شان کے ساتھ حزم و دانش بھی خوب عطا کی تھی اس کے ساتھ ساتھ وہ ایک نڈر اور بے باک سردار تھے۔

مدینہ کے ابتدائی دور میں طواف کعبہ

سردار مدینہ ہونے کے ناطے آپ کے ذاتی تعلقات سرداران مکہ سے بھی تھے۔سردار قریش امیہ بن خلف سے تو ایسی گہری دوستی تھی کہ وہ ملک شام وغیرہ کے سفر پر جاتے ہوئے مدینہ میں حضرت سعدؓ کا مہمان ٹھہرتا تھا۔حضرت سعدؓ مکہ جاتے تو اس کے ذاتی مہمان ہوتے۔رسول کریمؐ کی مدینہ تشریف آوری کے بعد پہلے سال کی بات ہے حضرت سعدؓ عمرہ کرنے مکہ گئے اور اپنے دوست امیہ کے مہمان ٹھہرے لیکن چونکہ وہاں مسلمانوں کی سخت مخالفت تھی اسلئے ازراہ احتیاط اپنے دوست امیہ سے کہا کہ ''کسی مناسب وقت میں جب بیت اللہ میں بہت ہجوم نہ ہو مجھے خاموشی سے خانہ کعبہ کا طواف کروا دینا۔'' امیہ ان کو سنسان دوپہر میں طواف کیلئے لے گئے مگر کرنا خدا کا کیا ہوا کہ سردار مکہ ابوجہل سے آمنا سامنا ہو گیا اور اس نے امیہ سے پوچھ لیا کہ ابوصفوان! یہ تیرے ساتھ کون ہے؟ انہوں نے بتایا کہ میرے دوست سعدؓ ہیں۔ابوجہل نے سعدؓ کو مخاطب ہو کر کہا میں تمہیں مکہ میں امن سے طواف کرتے دیکھ رہا ہوں۔حالانکہ تم لوگوں نے بے دین لوگوں (مسلمانوں) کو پناہ دے رکھی ہے اور ساتھ ان کی مکمل حمایت و مدد کے اعلان بھی کرتے ہو۔خدا کی قسم! اگر سردار مکہ ابوصفوان تمہارے ساتھ نہ ہوتا تو آج تم اپنے گھر والوں کی طرف صحیح سلامت واپس لوٹ کر نہ جاتے۔

حضرت سعدؓ کی سردارانہ حمیت جاگی اور آپ نے بڑی سختی سے جواب دیا کہ اگر تم نے مجھے طواف بیت اللہ سے روکا تو یاد رکھو میں تمہارا مدینہ سے شام جانے والا تجارتی راستہ روک دونگا جو تمہارے لئے زیادہ تکلیف دہ اور مشکل ہوگا۔اس پر حضرت سعدؓ کے دوست امیہ نے معاملہ رفع دفع کرانے کی خاطر کہا کہ اے سعد! سردار مکہ ابوالحکم کے سامنے ایسے سخت لہجے میں بات نہ کرو۔ حضرت سعدؓ نے کوئی لگی لپٹی رکھے بغیر امیہ کو مخاطب کر کے کہا کہ تم ہمارے معاملہ میں نہ پڑو خدا کی قسم میں نے خود رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا ہے تم مسلمانوں کے ہاتھوں قتل ہو کر رہو گے۔(5)

اس واقعہ سے حضرت سعدؓ کی جرأت وشجاعت کے ساتھ ایمانی غیرت اور خدا کی ذات پر کامل توکل کا بھی اندازہ ہوتا ہے کہ تن تنہا دشمن کے نرغے میں ہوتے ہوئے بھی کوئی طاقت انہیں حق گوئی سے نہیں روک سکی۔

غزوہ بدر کے موقع پر جب کفار مکہ کے حملہ کا خطرہ تھا نبی کریم ﷺ نے صحابہ کرام سے مشورہ طلب فرمایا کہ آیا مدینہ کے اندر رہ کر اپنا دفاع کیا جائے یا مدینہ کے باہر نکل کر دشمن سے مقابلہ ہو۔ جب مہاجرین میں سے بزرگ صحابہ حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ اور مقدادؓ بن عمرو مشورہ دے چکے تو نبی کریمؐ انصار مدینہ کے ساتھ عقبہ میں کئے گئے معاہدہ کہ وہ مدینہ میں آپ کی حفاظت کریں گے کی روشنی میں انکی رائے بھی لینا چاہتے تھے اس لئے بار بار فرماتے کہ ''لوگو مشورہ دو۔''

اطاعت ووفا

تب حضرت سعدؓ بن معاذ نے انصار کی نمائندگی کا حق ادا کرتے ہوئے عرض کیا۔''یارسولؐ اللہ معلوم ہوتا ہے آپ ہماری رائے معلوم کرنا چاہتے ہیں۔آپؐ نے فرمایا ہاں۔اس پر حضرت سعدؓ نے عرض کیا ہم آپؐ پر ایمان لائے اور آپؐ کی تصدیق کی اور گواہی دی کہ آپ کی لائی ہوئی تعلیم برحق ہے اور ہم نے اس پر آپؐ سے پختہ عہد کئے کہ ہمیشہ آپ کی بات سن کر فوراً اطاعت کریں گے۔پس اے خدا کے رسولؐ! آپ کا جو ارادہ ہے اسکے مطابق آپ آگے بڑھیں انشاء اللہ آپ ہمیں اپنے ساتھ پائیں گے۔اگر آپ اس سمندر میں کود جانے کیلئے ہمیں ارشاد فرمائیں تو ہم اس میں کود پڑیں گے اور ہم میں سے ایک بھی پیچھے نہیں رہے گا۔اور ہم کل دشمن سے مقابلہ کرنے سے گھبراتے

نہیں۔ہم جنگ میں ڈٹ کر مقابلہ کرنا خوب جانتے ہیں۔ہمیں کامل امید ہے کہ آپ کو اللہ تعالیٰ ہم سے وہ کچھ دکھائے گا جس سے آپ کی آنکھیں ٹھنڈی ہونگی۔پس اللہ کی برکت کے ساتھ آپ جہاں چاہیں ہمیں لے چلیں۔" رسول کریمؐ حضرت سعدؓ کی یہ ولولہ انگیز تقریر سن کر بہت خوش ہوئے۔(6)

جرأت و بہادری

حضرت سعدؓ نے جو کہا وہ پورا کر کے دکھایا۔رسول کریم ﷺ کے ساتھ بدر و احد اور خندق میں شریک ہو کر خوب داد شجاعت دی۔غزوہ بدر میں تو اوس قبیلہ کا جھنڈا ہی حضرت سعدؓ بن معاذ کے پاس تھا۔ جسے اٹھائے وہ اپنے قبیلہ کی قیادت کرتے رہے۔

غزوۂ احد میں جب مسلمانوں کو کفار کے دوبارہ اچانک حملہ سے ہزیمت اٹھانی پڑی تو حضرت سعدؓ ان وفا شعار بہادروں میں سے تھے جو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ثابت قدم رہے۔(7)

غزوہ خندق میں بھی حضرت سعدؓ شریک تھے۔حضرت عائشہؓ اپنا یہ چشم دید واقعہ بیان کرتی تھیں کہ غزوہ خندق کے موقع پر وہ بنی حارثہ کے قلعہ میں تھیں اور حضرت سعدؓ بن معاذ کی والدہ بھی ان کے ساتھ تھیں۔اس وقت عورتوں کیلئے پردہ کے احکام نہیں اترے تھے۔لوگ تیار ہو کر میدان جنگ کیلئے نکل رہے تھے۔حضرت سعدؓ بھی وہاں سے گزرے انہوں نے لوہے کہ ایک مختصر سی زرہ پہنی ہوئی تھی بازو زرہ سے باہر تھے ہاتھ میں نیزہ تھا اور یہ شعر پڑھتے میدان جنگ کی طرف رواں دواں تھے۔

لَبِّثْ قَلِیلًا یَلحَقُ الحَیُجَا جَمَلُ　　مَا اَحسَنَ المَوتُ اِذَا حَانَ الْاَجَلُ

ابھی تھوڑی دیر میں ہمارا اونٹ بھی میدان جنگ میں پہنچ جائے گا اور جب انسان کو اللہ کی طرف سے بلاوا آجائے تو ایسے میں اس کی موت بھی کتنی خوبصورت ہوتی ہے۔آپؓ کی والدہ نے بھی یہ سنا اور کہا میرے بیٹے! ذرا جلدی کرو تم نے نکلنے میں دیر کر دی ہے۔(8)

حضرت عائشہؓ بیان فرماتی ہیں میں نے کہا اے سعدؓ کی ماں! کاش سعدؓ کی زرہ اس سے ذرا اور بڑی ہوتی کہ ان کے بازوؤں کی بھی حفاظت کرتی۔پھر وہی ہوا جس کا اندیشہ حضرت عائشہؓ کو گزرا تھا محاصرہ خندق کے دوران حضرت سعدؓ کو ایک تیر کندھے میں آکر ایسا لگا کہ شریان پھٹ گئی اور خون کا فوارہ بہ نکلا جو تھمتا نہ تھا اور بظاہر جانبر ہونے کی کوئی امید نہ رہی۔

سعدؓ کی دعا

اس موقع پر حضرت سعدؓ نے یہ دعا کی ''اے اللہ! تو جانتا ہے کہ مجھے تیری راہ میں جہاد کرنے سے بڑھ کر کوئی چیز زیادہ محبوب نہیں اور جہاد بھی ایک ایسی قوم سے جس نے تیرے رسولؐ کو جھٹلایا اور اسے اس کے گھر سے نکالا۔ اے اللہ! میں خیال کرتا ہوں کہ تو نے غزوہ خندق کے ذریعہ سے آئندہ ہمارے اور ان کے درمیان جنگ کا خاتمہ کر دیا ہے۔ اگر تو قریش کی جنگ میں سے کچھ باقی ہے تو مجھے ان کے مقابلہ کیلئے زندہ رکھنا تا کہ میں تیری راہ میں ان سے جہاد کرسکوں اور اگر جنگ کا (قریباً) خاتمہ ہو چکا ہے تو پھر میری رگ خون کھول دے اور اس زخم کو میری شہادت کا ذریعہ بنا دے۔ ہاں مگر مجھے اس وقت تک موت نہ دینا جب تک یہود بنی قریظہ کے فتنہ سے تو میری آنکھیں ٹھنڈی نہ کر دے۔''(9)

حضرت سعدؓ کی یہ دعا عجب شان سے قبول ہوئی اور ان کے زخم کا جاری خون بند ہو گیا۔(10)

رسول اللہ ﷺ کی شفقت

رسول اللہ ﷺ نے اپنے اس وفا شعار صحابی کی تیمارداری کا حالت جنگ میں جس قدر خیال کیا وہ بھی قابل رشک ہے۔

جب حضرت سعدؓ زخمی ہوئے تو رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ انہیں علاج معالجہ کیلئے اسلم قبیلہ کی خاتون رفیدہ کے خیمہ میں رکھ کر تیمارداری کی جائے۔ رفیدہ نرسنگ اور مرہم پٹی کی ماہر تھیں دوسرے زخمیوں کیلئے ان کا خیمہ مسجد کے اندر نصب تھا، حضورؐ کی منشاء یہ تھی کہ آپ حضرت سعدؓ کا خود خیال رکھ سکیں۔ چنانچہ نبی کریم ﷺ ان کی بیماری کے ایام میں صبح و شام اس خیمے میں تشریف لے جاتے اور ان کا حال دریافت فرماتے۔ خون روکنے کیلئے نبی کریمؐ نے عربوں میں رائج داغنے کے طریق سے بھی کام لیا جس سے خون رک کر ہاتھ کچھ پھول گیا اور پھر خون بہ پڑا۔ آپ نے دوبارہ داغا تب جا کر خون بند ہوا۔ رسولؐ اللہ کا نمونہ دیکھ کر صحابہ بھی سعدؓ کی عیادت کیلئے حاضر ہوتے تھے۔

رسول کریم ﷺ نے حضرت سعدؓ کی عیادت کے دوران ان کی حوصلہ افزائی اور تعریف بھی کی

اور دعا دیتے ہوئے آپؐ نے فرمایا ''اللہ تعالیٰ قوم کے اس سردار کو بہترین جزا عطا کرے اے سعد! آپ نے اپنا وعدہ پورا کر دکھایا اللہ بھی آپ کے ساتھ اپنا وعدہ پورا کرے گا۔'' (11)

بنوقریظہ کا ثالثی فیصلہ

زمانہ جاہلیت میں قبیلہ اوس اور بنوقریظہ کے مابین ایک دوسرے کی مدد کے عہد و پیمان تھے۔مگر رسولؐ اللہ کی ہجرت کے بعد تمام اہل یثرب ایک میثاق مدینہ میں شامل ہوئے۔جس کے مطابق بیرونی دشمن کے حملے کے وقت جملہ فریق ایک دوسرے کی مدد کے پابند تھے۔جنگ احزاب کے موقع پر بنوقریظہ نے عہد شکنی اور خیانت کرتے ہوئے کفار مکہ کا ساتھ دیا۔

جنگ احزاب سے فارغ ہو کر رسول کریمؐ نے الٰہی منشاء کے مطابق بنوقریظہ کو ان کی بدعہدی کی باز پرس کیلئے ان کے قلعوں کا محاصرہ کیا۔اگر وہ بھی قبیلہ بنونضیر کی طرح کوئی معاہدہ صلح کرتے یا معافی کے طلب گار ہوتے تو رحمۃ العالمین ﷺ کے دربار رحمت سے امان ہی پاتے مگر انہوں نے اوس قبیلہ سے اپنے قدیم تعلقات پر بھروسہ کرتے ہوئے اپنے فیصلہ کیلئے ان کے سردار حضرت سعدؓ کو بطور ثالث قبول کیا۔رسول کریمؐ نے بھی حضرت سعدؓ کی ثالثی سے اتفاق رائے کیا تو حضرت سعدؓ کو فیصلہ کیلئے بلوایا گیا۔وہ زخمی حالت میں ہی گدھے پر سوار کر کے لائے گئے ۔رسول کریم ﷺ قوم کے اس سردار کے احترام میں خود بھی کھڑے ہو گئے اور اپنے اصحاب سے فرمایا ''اپنے میں سے بہتر شخص کے اعزاز کیلئے کھڑے ہو جاؤ۔'' نبی کریم ﷺ نے حضرت سعدؓ کو بتایا کہ بنوقریظہ نے بطور ثالث آپ کے فیصلہ پر آمادگی ظاہر کی ہے۔حضرت سعدؓ نے ایک بہترین ماہر منصف کا کردار ادا کرتے ہوئے پہلے بنوقریظہ سے پوچھا کہ جو فیصلہ میں اللہ کے عہد اور میثاق کے مطابق کروں گا تمہیں قبول ہوگا؟ انہوں نے اثبات میں جواب دیا۔پھر حضرت سعدؓ نے دوسری طرف اشارہ کیا جدھر نبی کریمؐ اور آپ کے اصحاب تھے کہ کیا ان سب کو بھی اللہ کے عہد و میثاق کے مطابق میرا فیصلہ منظور ہوگا۔رسولؐ اللہ نے فرمایا منظور ہوگا۔حضرت سعدؓ نے توریت کے مطابق یہ فیصلہ سنایا کہ ''بدعہدی و بغاوت کی سزا کے طور پر بنوقریظہ کے جنگجو قتل اور عورتیں و بچے قید کئے جائیں۔'' رسول کریمؐ نے یہ فیصلہ سن کر فرمایا کہ بلاشبہ سعدؓ کا یہ فیصلہ اللہ کے حکم کے مطابق ہے۔(12)

اس فیصلہ سے حضرت سعدؓ کی دعا کا وہ حصہ بھی پورا ہو گیا کہ بنوقریظہ کے فتنہ کے خاتمہ سے پہلے مجھے موت نہ آئے۔ اللہ تعالیٰ نے اس فتنہ کی سرکوبی انہیں کے ہاتھ سے کروائی۔ اب حضرت سعدؓ اپنے مولیٰ سے راضی برضا واپسی کیلئے ہمہ تن تیار تھے۔

آخری سفر

فیصلہ بنوقریظہ کے بعد حضرت سعدؓ اپنے خیمہ میں ہی زیر علاج تھے کہ ایک رات اچانک زخم پھوٹ پڑا اور خون بہ کر ساتھ کے خیمہ میں جانے لگا۔ انہوں نے پتہ کروایا تو معلوم ہوا کہ حضرت سعدؓ کے زخم سے خون جاری تھا۔(13)

نبی کریم ﷺ کو خبر ہوئی تو اپنے وفا شعار ساتھی کو دیکھنے خود تشریف لائے۔ آپؐ نے حضرت سعدؓ کا سر اپنی گود میں رکھا۔ جسم سے بہنے والا خون رسول کریمؐ پر گرنے لگا مگر آپ اس سے بے پرواہ ہو کر حضرت سعدؓ کیلئے دعائیں کر رہے تھے۔ اور یہ معلوم کر کے کہ یہ سعدؓ کا آخری وقت ہے انہیں الوداع کہہ رہے تھے۔ آپؐ نے دعا کی کہ ''اے اللہ! سعدؓ نے تیری راہ میں جہاد کیا اس نے تیرے رسول کی تصدیق کی اور اپنے اوپر عائد ہونے والی ذمہ داری ادا کی۔ پس اس کی روح کو اس طرح قبول کرنا جس طرح کوئی بہترین روح تیرے حضور قبول کی گئی۔ گویا اس کا آخری سفر رَاضِيَةً مَرْضِيَّةً ہو اور شایان شان استقبال ہو۔ اس دعا کے شرف قبولیت کا ذکر آگے آ رہا ہے۔

حضرت سعدؓ نے اپنے آقا کے محبت بھرے دعائیہ الفاظ سنے تو عالم شوق میں آنکھیں کھولیں اور رسولؐ اللہ کے چہرہ پر آخری نظریں ڈال کر عجب وارفتگی میں کہا ''اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ اَمَّا اِنِّي اَشْهَدُ اَنَّكَ رَسُولُ اللّٰهِ''(14) کہ اے اللہ کے رسول! (میرے محبوب) آپ پر سلام۔ بس میری تو آخری گواہی یہی ہے کہ آپ اللہ کے رسول ہیں یہ کہا اور جان جاں آفریں کے سپرد کر دی۔

سعدؓ کی وفات کا صدمہ اور غم

حضرت ابوبکرؓ اس جانثار بھائی کی ناگہانی موت پر درد بھرے دکھ کا بلند آواز سے اظہار کر بیٹھے

تو نبی کریم ﷺ نے منع فرمایا۔ حضرت عمرؓ نے یہ دیکھ کر اِنَّـا اللّٰهِ وَاِنَّااِلَيْهِ رَاجِعُونَ پڑھا کہ ہم اللہ کے ہیں اور اسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں۔

حضرت عائشہؓ فرماتی تھیں ''اس صدمہ کے موقع پر میں ابوبکرؓ کے رونے کی آواز، حضرت عمرؓ کے رونے کی آواز سے الگ پہچانتی تھی اور یہ سب (اصحاب رسولؐ) آپس میں بہت ہی محبت کرنے والے تھے'' حضرت سعدؓ کا جنازہ اٹھا تو دنیا نے دیکھا کہ خدا کے رسول حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اپنے اس عزیز اور محبوب صحابی کے جنازہ کو خود کندھا دے کر گھر سے باہر لائے اور جنازہ کے جلوس کی قیادت فرمائی۔(15)

بعض منافقوں نے اس موقع پر کہا کہ ہم نے سعدؓ سے زیادہ ہلکا جنازہ کسی کا نہیں دیکھا۔ یہ بنوقریظہ کے خلاف فیصلہ کرنے کی وجہ سے ہوگا۔ اس پر رسول کریم ﷺ نے فرمایا ''اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے فرشتے سعدؓ کے جنازہ کو اٹھا رہے تھے۔''

اسی طرح حضرت عبداللہؓ بن عمرو سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ ''سعدؓ بن معاذ کی وفات پر ستر ہزار ایسے فرشتے پہلی دفعہ زمین پر اترے جنہوں نے اس سے پہلے زمین پر قدم نہیں رکھا تھا۔''(16)

حضرت عائشہؓ بیان فرماتی تھیں کہ رسول اللہ ﷺ اور آپ کے دونوں قریبی ساتھیوں حضرت ابوبکرؓ اور عمرؓ کی وفات کے بعد مسلمانوں کیلئے سب سے بڑا صدمہ حضرت سعدؓ بن معاذ کی وفات کا تھا۔ حضرت سعدؓ نے عین عالم جوانی میں 37 برس کی عمر میں جام شہادت نوش کیا اور جنت البقیع میں دفن ہوئے۔(17)

سعدؓ کا مقام ومرتبہ

حضرت عائشہؓ کا بیان ہے کہ ایک سفر حج یا عمرے سے واپسی پر ذوالحلیفہ میں حضرت اسیدؓ بن حضیر انصاری کو ان کی بیوی کی ناگہانی قتل کی اطلاع ملی تو وہ مارے غم کے منہ پر کپڑا لے کر رونے لگے میں نے ان سے کہا کہ اللہ آپ کو معاف فرمائے آپؓ رسول اللہ ﷺ کے قدیمی صحابی ہیں اور کئی نیک کاموں میں سبقت لے جانے والے ہیں۔ یہ آپ کو کیا ہوا کہ ایک عورت کی جدائی پر اتنا روتے

ہیں۔اس پر انہوں نے کچھ حوصلہ پا کر جواب دیا'' آپ بالکل سچ کہتی ہیں میری عمر کی قسم! حق یہ ہے کہ حضرت سعدؓ بن معاذ کی موت کے بعد مجھے کسی کی موت پر رونا تو نہیں چاہیے۔کیونکہ رسول کریمؐ نے ان کیلئے جو فرمایا وہ کیا ہی خوب تھا کہ سعدؓ بن معاذ کی وفات پر خدا کا عرش بھی جھوم اٹھا ہے۔''(18)

حضرت اسماءؓ بن یزید سے روایت ہے کہ جب حضرت سعدؓ بن معاذ کا جنازہ اٹھا تو ان کی والدہ کی چیخ نکل گئی رسول کریم ﷺ نے فرمایا (میں جو بات بتانے والا ہوں اس سے)''تمہارے آنسو رک جائیں گے اور تمہارا غم جاتا رہے گا۔تمہارا بیٹا وہ پہلا شخص ہے جس کی اپنے حضور حاضری پر خدا بھی خوش ہو گیا اور عرش بھی اس (پاک روح کی آمد) پر جھوم اٹھا۔''

دوسری روایت میں ہے کہ'' رحمان خدا کا عرش اللہ کے نیک بندے سعدؓ کی وفات پر خوشی سے جھوم اٹھا تھا۔''(19)

رسول کریم ﷺ سے حضرت جبرائیلؑ نے پوچھا کہ آج رات آپ کی امت میں کسی نے سفر آخرت اختیار کیا جو آسمان کے لوگ بھی اس پر خوش ہوئے۔دوسری روایت میں ہے''فرشتے سعدؓ کی سعید روح کو پا کر خوش ہو گئے۔''(20)

حضرت سعدؓ کی اللہ سے ملاقات کی محبت میں عرش جھوم اٹھا۔رسول اللہ ﷺ سعدؓ کی قبر میں اترے تو کچھ دیر اس میں ٹھہرے اور پہلے سبحان اللہ اور پھر الحمد اللہ کہا۔پوچھنے پر فرمایا کہ'' سعدؓ پر قبر میں تنگی ہونے لگی تو میں نے اللہ سے دعا کی کہ وہ اس سے یہ حالت دور کر دے۔چنانچہ اسے کشادہ کر دیا گیا۔''(21)

ایک شاعر نے اس موقع پر کیا خوب کہا

وَمَا اهْتَزَّ عَرْشُ اللّٰہِ مِنْ مَوْتِ هَالِكٍ

سَمِعْنَا بِہٖ اِلَّا لِسَعْدٍ اَبِی عَمْرٖو

کہ کسی مرنے والے کی موت سے کبھی عرش کے جھوم اٹھنے کا نہیں سنا سوائے سعدؓ ابی عمرو کی وفات کے۔(22)

رسول اللہ ﷺ کے دل پر کافی عرصہ تک اپنے اس وفا شعار ساتھی کا صدمہ تازہ رہا۔ہر اہم

کامیابی اور موڑ پر آپ سعدؓ کو یاد کرتے رہے۔کئی سال بعد شاہ اکیدر ومہ نے رسولؐ اللہ کی خدمت میں کچھ ریشمی جبے بطور تحفہ بھجوائے۔رسول اللہ ﷺ نے زیب تن فرمائے۔صحابہ کرامؓ نے بہت تعجب سے ان کو دیکھا اور تعریف کی۔رسول کریمؐ نے فرمایا کہ ''تمہیں یہ جبے بہت اچھے لگ رہے ہیں؟ خدا کی قسم جنت میں سعدؓ بن معاذ کے ریشمی رومال اس سے کہیں بہتر ہیں۔''(23)

حضرت سعدؓ کی والدہ نے اپنے لخت جگر کی جدائی پر ان کے فضائل گنواتے ہوئے یوں اپنے غم کا بوجھ ہلکا کیا۔

وَیلُ اُمِّ سَعْدٍ سَعْدًا بَــرَاعَةً وَنَــجْـدًا

بَعْدَ اَیَادٍ یَالَهُ وَمَجْدًا مُقَدَّماً سُدَّ بِهِ مَسَدًّا

اے ام سعدؓ! سعدؓ کی جدائی پر افسوس! جو ذہانت اور شجاعت کا پیکر تھا۔جو بہادری اور شرافت کا مجسمہ تھا، اس محسن کی بزرگی کے کیا کہنے جو سب خلاء پر کرنے والا سردار تھا۔

حضرت عمرؓ نے حضرت سعدؓ بن معاذ کی والدہ کو روکنا چاہا کہ یہ کہیں نوحہ کی صورت نہ بن جائے تو نبی کریمؐ نے فرمایا ''اے عمرؓ! ٹھہر جاؤ۔ ہر نوحہ گر جھوٹی ہوتی ہے، جب وہ اپنے مرنے والے کے فضائل مبالغہ سے گنواتی ہے۔مگر آج سعدؓ کی والدہ نے اس کے بارے میں جو کہا یہ بالکل سچ ہے۔'' پھر ام سعدؓ سے فرمایا ''بس اس سے زیادہ کچھ نہ کہنا۔خدا کی قسم! جتنا مجھے علم ہے حضرت سعدؓ بہت صاحب بصیرت مدبر انسان اور خدا کے حکموں کو خوب قائم کرنے والا تھا۔''(24)

ایمانی پختگی، شغف نماز و خوف محاسبہ

حضرت سعدؓ کے ایک مختصر اور عاجزانہ بیان سے ان کے روحانی مقام پر خوب روشنی پڑتی ہے۔وہ کہا کرتے تھے کہ ''میں بے شک بہت کمزور ہوں مگر تین باتوں میں بہت پختہ ہوں۔اول یہ کہ رسول کریمؐ سے جو کچھ میں نے سنا اسے حق یقین کرتا ہوں۔دوسرے میں اپنی کسی نماز میں بھی نماز کے علاوہ کوئی دوسرا خیال آنے نہیں دیتا۔یہاں تک کہ نماز مکمل کرلوں تیسرے کوئی جنازہ حاضر نہیں ہوتا مگر میں اپنے آپ کو اس کی جگہ (مردہ) خیال کر کے سوچتا ہوں کہ اس سے کیا پوچھا جائے گا اور وہ کیا جواب دے گا۔(گویا وہ سوال و جواب مجھ سے ہو رہے ہیں)(25)

حضرت سعدؓ کی اس مختصر جامع روایت سے ان کی عاجزی وانکسار کے ساتھ ان کی ایمانی پختگی ،محبت الٰہی اور رغبت نماز اور محاسبہ کے خوف کا خوب اندازہ ہوتا ہے یہ سب روحانی ترقی کے اعلیٰ اور قیمتی راز ہیں۔

حضرت عائشہؓ کا بیان ہے انصار کے تین افراد جو سب بنوعبدالاشہل میں سے تھے رسولؐ اللہ کے بعد کسی کو ان پر فضیلت نہیں دی جاتی تھی اور وہ انصار میں سب سے بزرگ اور افضل سمجھے جاتے تھے اور میں پہلے نمبر پر حضرت سعدؓ بن معاذ پھر حضرت اسیدؓ بن حضیر اور حضرت عبادؓ بن بشر تھے۔(26)

حوالہ جات

1- الاصابہ جز2 ص86
2- ابن ہشام جلد3 ص153
3- اسدالغابہ جلد2 ص296، ابن سعد جلد3 ص420
4- ابن سعد جلد3 ص421
5- بخاری کتاب المغازی۔باب غزوۃ العیرۃ
6- ابن ہشام جلد3 ص34 دارالمعرفۃ بیروت
7- ابن سعد جلد3 ص421
8- اصابہ جز2 ص88
9- بخاری کتاب المغازی باب مرجع النبیؐ من الاحزاب
10- ابن سعد جلد3 ص422
11- ابن سعد جلد3 ص429، اسدالغابہ جلد2 ص297
12- بخاری کتاب المغازی باب مرجع النبی من لاحزاب واسدالغابہ جلد2 ص297
13- بخاری کتاب المغازی
14- ابن سعد جلد3 ص427
15- ابن سعد جلد3 ص431
16- ابن سعد جلد3 ص430، مجمع الزوائد جلد9 ص308
17- ابن سعد جلد3 ص433
18- مجمع الزوائد جلد9 ص308
19- ابن سعد جلد3 ص434، مستدرک حاکم جلد3 ص206

20- ابن سعد جلد 3 ص 423، ابن ہشام جلد 3 ص 271
21- ابن ہشام جلد 3 ص 272، مستدرک جلد 3 ص 206، مجمع الزوائد جلد 3 ص 46
22- ابن ہشام جلد 3 ص 282
23- مجمع الزوائد جلد 9 ص 310
24- ابن سعد جلد 3 ص 430
25- مجمع الزوائد جلد 9 ص 308
26- مجمع الزوائد جلد 9 ص 310

حضرت سعد بن ربیع انصاریؓ

نام ونسب

حضرت سعدؓ بن ربیع انصاری وہ عاشق رسولؐ صحابی تھے جو مجسم اخلاص و وفا اور فدائیت کا نادر نمونہ تھے۔آپؓ کا تعلق بنو حارث بن خزرج سے تھا۔ والدہ ہزیلہ بنت عنبسہ تھیں۔ بیعت عقبہ اولیٰ کے موقع پر رسول کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر بیعت کرنے کی سعادت عطا ہوئی۔ بیعت عقبہ ثانیہ میں بھی شریک تھے۔آپ انصار کے ان بارہ نقباء (سرداران) میں سے تھے جنہیں آنحضرتؐ نے ان کے مختلف قبائل پر نگران مقرر فرمایا تھا۔حضرت عبداللہؓ بن رواحہ بھی اسی قبیلہ بنی حارث کے ایک نقیب اور سردار تھے دوسرے نقیب حضرت سعدؓ مقرر ہوئے۔فن کتابت سے بھی واقف تھے(1)

ایثار وقربانی

مدینہ میں مواخات یعنی اسلامی برادری قائم کرنے کا سلسلہ شروع ہوا تو رسول کریم ﷺ نے حضرت سعدؓ کو حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف کا بھائی بنایا جو مکہ سے ہجرت کر کے تشریف لائے تھے۔ وہاں انکی اچھی تجارت تھی اور اہل ثروت لوگوں میں شمار ہوتے تھے۔ہجرت کے وقت سب کچھ لٹا پٹا کر آ گئے۔گھر بار بھی چھوڑا اور مال و دولت پر گویا لات مار کر رسول خدا ﷺ کے قدموں میں زندگی بسر کرنا بصد شوق قبول کیا۔

حضرت سعدؓ بن ربیع اپنے اسلامی بھائی حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف کو اپنے گھر لے گئے۔ان کی خوب مہمان نوازی کی اور اس اسلامی رشتہ اخوت کا اتنا لحاظ کیا جس کی مثال دنیا کی تاریخ میں نہیں ملتی۔آپؓ نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ سے کہا ”آپ کو میرا دینی بھائی بنایا گیا ہے میری خواہش ہے کہ میں اپنا سب مال و جائداد آپ کو نصف نصف تقسیم کر کے دے دوں“ اور اس حد تک ایثار کی پیشکش کی جو بظاہر ناممکن نظر آتی ہے۔انہوں نے عبدالرحمٰنؓ سے کہا کہ میری دو بیویاں ہیں اور ان میں سے جسے آپ چاہیں میں طلاق دے دوں گا تاکہ آپ بعد میں ان سے شادی کر سکیں اور یوں

ایثار اور قربانی کا انتہائی نمونہ حضرت سعدؓ بن ربیع نے پیش کر دکھایا جو اسلام کی تاریخ میں ہمیشہ زندہ رہے گا اور سنہری حروف سے لکھا جائے گا۔

حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف کو بھی اللہ تعالیٰ نے ایک عجیب غنا اور شان بے نیازی عطا فرمائی تھی۔ چنانچہ آپ نے حضرت سعدؓ سے کہا کہ اے میرے بھائی اللہ تعالیٰ آپ کے اہل میں اور مال میں برکت ڈالے مجھے آپ صرف بازار کا رستہ بتا دیجئے۔ میں تاجر آدمی ہوں۔ اپنے ہاتھ کی کمائی سے کھاؤں گا۔ چنانچہ وہ بازار گئے اور کچھ مکھن اور پنیر کی خرید وفروخت سے پہلے دن ہی کچھ بچا کر گھر لے آئے۔ پھر تو خدا تعالیٰ نے ان کی تجارت میں ایسی برکت ڈالی کہ اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ تھوڑے ہی عرصہ مدینے میں ہی شادی بھی کر لی ایک روز نبی کریمؐ نے ان کے جسم اور لباس سے کچھ شادی کے آثار دیکھ کر فرمایا ''اے عبدالرحمٰن شادی کی ہے تو ولیمہ بھی کرو خواہ ایک بکری ذبح کر کے ہی ہو۔'' (2)

سعدؓ بن ربیع کا جذبہ خلوص واطاعت

غزوہ احد سے پہلے کا واقعہ ہے حضرت عباسؓ نے کفار مکہ کے تین ہزار مسلح لشکر جرار کی خبر بذریعہ خط رسولؐ اللہ کو بھجوائی۔ یہ خط حضور ﷺ کو قباء میں ملا اور ابیؓ بن کعب نے آپؐ کو خط پڑھ کر سنایا حضور ﷺ نے اسے یہ خبر مخفی رکھنے کی ہدایت کی۔ پھر آپ مشورہ کیلئے حضرت سعدؓ بن ربیع کے گھر تشریف لے گئے اور پوچھا کہ گھر میں کوئی اور تو نہیں حضرت سعدؓ نے کہا نہیں آپ بے تکلف اپنی بات کریں۔ پھر حضرت سعدؓ نے بات سن کر تسلی دلائی کہ مجھے امید ہے اللہ تعالیٰ اس کا بہتر نتیجہ پیدا فرمائے گا۔ حضور ﷺ نے سعدؓ کو بھی یہ خبر مخفی رکھنے کی ہدایت فرمائی۔ ادھر منافقین نے مدینہ میں مکہ کے حملہ کی افواہ پھیلا دی کہ اب مسلمان نہیں بچ سکتے۔ رسول اللہ ﷺ کے جانے کے بعد حضرت سعدؓ کی بیوی نے ان سے رسول اللہ ﷺ کی رازدارانہ گفتگو کے بارہ میں پوچھا تو انہوں نے جھڑک دیا کہ تمہیں اس سے کیا غرض؟ وہ کہنے لگیں مجھے پتہ چل چکا ہے اور میں نے حضور کی بات سن لی تھی۔ حضرت سعدؓ نے فوراً مدینہ جا کر رسول اللہ ﷺ کو اطلاع کی کہ یا رسول اللہ ﷺ میں نے تو عرض کیا تھا کہ آپؐ کی بات کوئی سن نہیں رہا مگر مجھے علم نہ تھا کہ میری بیوی نے ہماری بات سن لی ہے مجھے ڈر ہے کہ بات پھیلے تو حضور ﷺ یہ نہ سمجھیں کہ مجھ سے ارادۃً ایسا ہوا۔ رسول کریم ﷺ نے

بیوی سے درگزر کرنے کا ارشاد فرمایا۔

داستانِ عشق ووفا

حضرت سعدؓ بن ربیع کے حالات حدیثوں میں بہت ہی کم آئے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ غزوہ احد میں شہید ہو گئے اور آنحضرت ﷺ کے ساتھ دو اڑھائی سال کا مختصر عرصہ خدمت انہیں نصیب ہوا لیکن جو ذکر ملتا ہے وہ آپ کی عظیم الشان قربانیوں اور کمال فدائیت کا ہی تذکرہ ہے۔ احد میں حضرت سعدؓ کی شہادت کا واقعہ اپنی ذات میں رسولؐ اللہ سے عشق ووفا کی داستان ہے جس سے یہ اندازہ بھی ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کو اپنے اس فدائی صحابی سے کتنی محبت تھی۔ غزوۂ احد میں ستر کے قریب مسلمان شہید ہو چکے تھے جب جنگ کے بادل چھٹے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کوئی ہے جو جا کر سعدؓ بن ربیع انصاری کی خبر لے آئے؟ میں نے اسے دشمنوں کے نرغے میں گھرا ہوا پایا تھا۔ حضرت ابیؓ بن کعب اور محمدؓ بن مسلمہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ ہم حاضر ہیں۔ چنانچہ یہ دونوں صحابی گئے اور میدان احد میں شہداء کی بکھری نعشوں کے درمیان ان کو تلاش کرنے لگے مگر سعدؓ بن ربیع کہیں نظر نہ آئے۔ انہیں خیال آیا کہ حضرت سعدؓ بن ربیع عاشق رسولؐ تھے۔ انہیں رسول اللہ ﷺ کا واسطہ دیکر تلاش کرنا چاہیے۔ تب انہوں نے میدان احد میں یہ آواز بلند کی کہ اے سعدؓ بن ربیع! خدا کا رسول تمہیں یاد کرتا ہے۔ اچانک کیا دیکھتے ہیں کہ ایک جگہ کسی زخمی میں کچھ حرکت پیدا ہوئی۔ وہاں پہنچے تو دیکھا کہ سعدؓ بن ربیع تھے۔ حضرت ابیؓ نے کہا کہ آنحضور ﷺ نے ہمیں آپ کے پاس بھیجا ہے حضورؐ آپ کو سلام کہتے اور آپ کا حال پوچھتے تھے۔ حضرت سعد بن ربیعؓ نے بھی جواب میں کیا ہی پیارا پیغام دیا کہا حضورؐ کی خدمت میں جا کر میرا بھی سلام کہنا اور عرض کرنا کہ مجھے تیروں اور نیزوں کے بارہ شدید زخم پہنچے ہیں، جن سے بظاہر بچنا اب ممکن نظر نہیں آتا۔ حضرت سعدؓ بن ربیع کو احساس تھا کہ یہ انکے آخری لمحات ہیں۔ جان کنی کے اس عالم میں جب وہ آخری الوداعی پیغام دینے لگے اس وقت انہیں اپنی بیوہ یا یتیم بچے یاد نہیں آئے اگر کوئی چیز یاد آئی تو وہ تھا خدا کا رسولؐ اور اس کی محبت ۔ چنانچہ انہوں نے یہ پیغام دیا کہ ”رسول کریم ﷺ کی خدمت میں میرا سلام عرض کرنا اور کہنا کہ یا رسولؐ اللہ جتنے خدا کے فرستادہ نبی پہلے گذرے ہیں۔ ان کی آنکھیں اپنی قوم سے جتنی ٹھنڈی ہوئیں

ان سے بڑھ کر اللہ آپ کی آنکھیں ہم سے ٹھنڈی کرے۔اور میری قوم کو بھی میرا اسلام پہنچا کر کہنا ،جب تک خدا کا رسول ﷺ تمھارے اندر موجود ہے اس امانت کی حفاظت کرنا تم پر فرض ہے۔ یاد رکھو جب تک ایک شخص بھی تمھارے اندر زندہ موجود ہے اگر تم نے اس امانت کی حفاظت میں کوئی کوتاہی کی تو قیامت کے دن تمھارا کوئی عذر خدا تعالیٰ کے حضور قابل قبول نہیں ہوگا'' یہ پیغام دے کر حضرت سعدؓ اپنے مولیٰ کو پیارے ہوگئے۔

حضرت ابیؓ بیان کرتے ہیں کہ میں سعدؓ کے آخری لمحات میں ان کے پاس موجود رہا اور وفات کے بعد سعدؓ بن ربیع کا یہ مقدس پیغام وفا آنحضرت ﷺ کی خدمت میں پہنچایا۔آنحضرتؐ اپنے عاشق اور اپنے فدائی صحابی کا پیغام سن کر فرمانے لگے ''اللہ رحمتیں کرے سعدؓ بن ربیع پر کہ جب تک وہ زندہ رہا اس نے اللہ اور رسول کی خیر خواہی کی اور مرتے دم بھی اس نے اللہ اور اس کے رسول کی خیر خواہی کو چھوڑا نہیں۔''(3)

یتیم بچیوں کی وراثت

حضرت سعدؓ بن ربیع کی شہادت کے ساتھ اسلامی احکام وراثت بھی تاریخ کا ایک اہم واقعہ ہے۔حضرت جابرؓ بن عبداللہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت سعدؓ بن ربیع کی وفات کے وقت ان کی دو بیٹیاں موجود تھیں۔حضرت سعدؓ بن ربیع کے بھائی نے عرب رواج کے مطابق ان کی جائیداد سنبھال لی۔حضرت سعدؓ کی بیوہ نے حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ سعدؓ تو اللہ کو پیارے ہوگئے ان کی اولاد موجود ہے اور سعدؓ کا ترکہ سوائے اس جائیداد کے کوئی نہیں۔آئندہ بچیوں کے شادی بیاہ کے مسائل بھی ہونگے۔لوگ بچیوں کا مال وغیرہ بھی دیکھا کرتے ہیں۔عربوں کے دستور کے مطابق بچیوں کے چچا نے جائیداد سنبھال لی ہے۔اس وقت تک وراثت کے کوئی احکام نہیں اترے تھے۔آنحضرتؐ خاموش رہے اور پھر جب آیت میراث اتری تو نبی کریمؐ نے ایک روایت کے مطابق یہ ہدایت فرمائی کہ دو تہائی حصہ سعدؓ کی دو بیٹیوں کو دیا جائے اور آٹھواں حصہ ان کی ماں کو اور جو بچ جائے وہ ان کے چچا کو دینے کیلئے ارشاد فرمایا۔(4)

دوسری روایت امام احمد کی ہے جس میں میراث کی تقسیم کا ذکر تو موجود ہے لیکن یہ تفصیل موجود

نہیں کہ اس میں چچا کو بھی حصہ دیا گیا تھا وہ روایت بھی حضرت جابرؓ بن عبداللہ کی ہے جو بیان کرتے ہیں کہ وہ جائیداد جو 'اسواق' کے نام سے مشہور تھی۔ آنحضرت ﷺ نے بنی حارث بن خزرج کے محلّہ میں خود تشریف لے جا کر حضرت سعدؓ بن ربیع کی بیٹیوں میں تقسیم کی۔ اس موقع پر وہاں آنحضورؐ کیلئے گوشت اور روٹی کا کھانا پیش کیا گیا جو آپ نے اپنے اصحاب کیساتھ بیٹھ کر کھایا اور ظہر کی نماز ادا کی۔ پھر تقسیم جائیداد کے کام میں مصروف ہوگئے اور عصر کی نماز بھی وہیں پڑھائی۔ یہ پہلی جائیداد تھی جو اسلامی احکام وراثت کے مطابق عورتوں میں تقسیم ہوئی۔ اور خود آنحضورؐ نے اس کی تقسیم فرمائی۔ (5)

مقام ومرتبہ

حضرت سعدؓ بن ربیع کی غیر معمولی قربانیوں فدائیت اور ایثار کے وجہ سے صحابہ کے نزدیک ان کا جو مقام تھا اس کا اندازہ اس واقعہ سے خوب ہوتا ہے حضرت سعدؓ بن ربیع کی صاحبزادی ام سید تھیں اور ان کی چچازاد بہن حضرت حبیبہؓ حضرت ابوبکرؓ کی اہلیہ تھیں وہ بیان کرتی ہیں کہ میں حضرت ابوبکرؓ کے گھر میں ایک دفعہ ملاقات کیلئے حاضر ہوئی۔ حضرت ابوبکرؓ نے اپنا کپڑا جو اوپر لیا ہوا تھا وہ انکے بیٹھنے کیلئے نیچے بچھا دیا اور حضرت ام سید اس پر بیٹھیں۔ اتنے میں حضرت عمرؓ تشریف لائے اور انہوں نے پوچھا کہ یہ کس کی بیٹی ہیں۔ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا کہ اے عمرؓ! یہ اس کی بیٹی ہے جو مجھ سے بھی بہتر تھا اور تم سے بھی۔ حضرت عمرؓ نے عرض کیا کہ اے خدا کے رسول کے خلیفہ! وہ کون شخص تھا جو آپ سے بھی اور مجھ سے بھی بہتر تھا۔ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا کہ وہ سعد بن ربیعؓ تھے جو آنحضرت ﷺ کے زمانے میں شہید ہوئے اور اس کے نتیجے میں جنت میں اپنا ٹھکانا بنالیا اور میں اور تم دونوں پیچھے رہ گئے۔ اور وہ ان شہادتوں کے اجر حضور ﷺ کے زمانے میں ہی پا کر جنتیوں کے وارث گئے۔ دوسری روایت میں ہے کہ ''بہترین وہ تھا جو عقبہ میں شریک ہوا۔ بدر میں شرکت کی سعادت پائی اور احد میں شہید ہوا یہ اس کی بیٹی ہے۔'' (6)

حضرت سعدؓ اور حضرت خارجہؓ بن زید دونوں چچازاد بھائی تھے۔ احد کے میدان میں شہادت کے بعد شہداء کو ایک ایک قبر میں دو دو تین تین کر کے دفن کیا گیا اور حضرت خارجہ بن زیدؓ اور حضرت سعد بن ربیعؓ اکٹھے دفن ہوئے۔

حضرت سعدؓ بن ربیع کا وہ پیغام جو احد کے میدان سے انہوں نے دیا تھا۔ وہ ایک عاشق رسولؐ کا پیغام ہے ہر عاشق رسول ﷺ کو یہ تحریک کرتا ہے کہ آج ہم بھی خدا کے ماموراور اس کے خلیفہ کیلئے عشق و محبت کے ایسے نمونے زندہ کرنے والے ہوں۔ یہ پیغام ہمیں یاد کراتا ہے کہ ہم نے خلافت کی اس امانت کی حفاظت کرنی ہے جو آج ہمارے سپرد ہے۔ اگر ہم نے اس میں کوئی کوتاہی کی تو پھر ہمارا کوئی جواب خدا تعالیٰ کے حضور سنا نہ جائے گا اور کوئی عذر قبول نہیں ہوگا اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی سب امانتوں کی حفاظت کی توفیق عطا فرمائے اور ان بزرگوں پر بھی رحم کرے اور انکی روحوں کو ٹھنڈک پہنچائے جو ایسے پیارے اور خوبصورت نمونے اور پیغام ہمارے لئے چھوڑ کر گئے۔

؎ خدا رحمت کنند این عاشقاں پاک طینت را

حوالہ جات

1- ابن سعد جلد 3 صفحہ 523، اسد الغابہ جلد 2 صفحہ 371

2- بخاری کتاب النکاح باب الولیمۃ ولو بشاۃ، واقدی جلد 1 ص 203

3- مؤطا کتاب الجہاد، ابن سعد جلد 3 صفحہ 524، اسد الغابہ جلد 3 صفحہ 377

4- ترمذی کتاب الفرائض باب ماجاء فی میراث البنات

5- مسند احمد بن حنبل جلد 3 صفحہ 385

6- اصابہ جلد 3 صفحہ 77، منتخب کنز العمال بر حاشیہ مسند احمد جلد 5 ص 190

حضرت اسید بن حضیر انصاریؓ

نام ونسب

حضرت اسیدؓ بن حضیر بن سماک کا تعلق اوس کی شاخ بنو عبد الاشہل سے تھا۔ آپ کے والد حضیر اور والدہ دونوں ہی قبیلہ اوس کی اسی شاخ سے تعلق رکھتے تھے۔ والد حضیر ''کتائب'' کے لقب سے مشہور تھے قبیلہ اوس کے مشہور شہ سوار اور رئیس تھے۔ اوس اور خزرج میں جو جنگیں آنحضرت ﷺ کے مدینہ تشریف آوری سے پہلے ہوئیں ان میں اوس قبیلہ کی قیادت اسید کے والد حُضَیر نے کی اور اس جنگ میں فتح پائی تھی۔ ان کا مشہور قلعہ واقم تھا جہاں یہ قلعہ بند ہوئے۔ اسی جنگ بعاث میں حُضَیر مارے گئے تھے۔

اپنے والد کے بعد اسید بن حضیر قبیلہ کے سرداروں میں سے تھے۔ نہایت ذہین صاحب عقل اور صائب الرائے انسان تھے اور شرفاء میں آپ کا شمار ہوتا تھا۔ آپ لکھنا پڑھنا بھی جانتے تھے۔ تیر اندازی اور تیراکی کے ماہر تھے اور اس زمانے میں یہ تمام خوبیاں جس شخص کے اندر جمع ہوا کرتی تھیں اسے ''کامل'' یعنی ہرفن مولیٰ کا خطاب دیا جاتا تھا اور یہ خطاب اپنے باپ کی طرح حضرت اسید نے بھی ورثہ میں پایا۔(1)

قبول اسلام

حضرت اُسیدؓ کو مدینہ کے پہلے مبلغ اسلام حضرت مصعب بن عمیرؓ کے ذریعہ قبول اسلام کی سعادت عطا ہوئی۔ حضرت مصعبؓ جب مدینہ تشریف لائے اور حضرت اسعدؓ بن زرارہ کے گھر میں قیام فرما کر مدینہ کے مختلف محلوں میں دینی تعلیم کا سلسلہ شروع کیا۔ حضرت سعدؓ بن معاذ جو قبیلہ اوس کے سرداروں میں سے تھے انہوں نے اپنے چچا زاد بھائی حضرت اسیدؓ سے کہا کہ آپ جا کر حضرت مصعبؓ کو اس بات سے روکیں کہ وہ ہمارے لوگوں کو بے وقوف نہ بنائے اور اگر اسعدؓ بن زرارہ درمیان میں نہ ہوتے تو میں خود جا کر ان کو منع کرتا۔ چنانچہ اسیدؓ اپنا نیزہ لے کر کھڑے ہوئے اور اس مجلس میں چلے گئے جہاں حضرت مصعبؓ بن عمیر لوگوں کو دین کی تعلیم دے رہے تھے۔ اسیدؓ نے

بڑی سختی سے انہیں تبلیغ سے منع کیا اور کہا تم ہمارے لوگوں کو بے وقوف بنانا چھوڑ دو، اپنے گھر میں بیٹھے رہو۔ جو تمھارے پاس آئے اسے بے شک یہ تعلیم دو لیکن ہمارے محلّہ میں گھر گھر یہ پیغام پہنچانے کی ضرورت نہیں۔ حضرت مصعبؓ کو حضرت اسعدؓ بن زرارہ نے بتا دیا تھا کہ یہ شخص قبیلہ کا سردار ہے۔ اگر آپ نے اسے زیر کر لیا تو سمجھو کہ یہ قبیلہ اسلام کی گود میں ہے۔ چنانچہ حضرت مصعبؓ نے نہایت محبت پیار اور نرمی سے انہیں اسلام کا پیغام پہنچایا۔ کہنے لگے دیکھو آپ ایک بزرگ سردار ہو۔ ہماری بات سن کے تو دیکھو اگر بھلی لگے تو قبول کرنا ورنہ رد کر دینا۔ حضرت اُسیدؓ واقعتاً بڑے زیرک انسان بڑے لائق اور صائب الرائے تھے۔ انہوں نے کہا کہ بات تو تمھاری درست ہے اور پھر ان کی باتیں سننے کیلئے بیٹھ گئے۔ انہیں قرآن شریف سنایا اور اسلام کا پیغام پہنچایا وہ سن کر کہنے لگے یہ تو بہت ہی حسین پیغام ہے۔ مجھے بتاؤ کہ مسلمان ہونے کی کیا شرائط ہیں۔ حضرت مصعبؓ بن عمیر نے بتایا کہ آپ کلمہ توحید و رسالت پڑھ کر اسلام میں داخل ہو جاؤ گے پھر اسلام کی تعلیم کے مطابق نماز اور عبادت بجالانی ہوگی تو کہنے لگے کہ یہ باتیں اپنی جگہ مگر میرا ایک بھائی اور بہت پیارا دوست قبیلہ کا سردار سعدؓ بن معاذ ہے۔ اسے کسی طرح اسلام میں داخل کرو پھر یہ سارا قبیلہ اسلام میں داخل ہو جائے گا۔ چنانچہ حضرت اُسیدؓ کمال حکمت عملی کے ساتھ سعدؓ بن معاذ حضرت مصعبؓ کے پاس لے کر آئے اور حضرت مصعبؓ نے کمال دانش مندی اور حکمت سے محبت بھرے انداز میں ان تک اسلام کا پیغام پہنچایا اور حضرت سعدؓ نے اسلام قبول کر لیا اور یوں حضرت اسیدؓ کے توسط سے نہ صرف اکیلے سعدؓ اسلام میں داخل ہوئے بلکہ انکے مسلمان ہونے کے بعد شام تک ان کا تمام قبیلہ اسلام میں داخل ہو گیا۔(2)

حضرت اسیدؓ عقبہ ثانیہ میں شریک ہوئے۔ نبی کریم ﷺ نے انصار میں جو بارہ سردار یا نقیب مقرر فرمائے تھے ان میں سے ایک حضرت اسیدؓ بھی تھے جنہیں آپؐ نے بنی عبد الاشہل کا سردار مقرر فرمایا تھا۔ مدینہ میں بعد میں جو مواخات کا سلسلہ ہوا تو اس میں آنحضرتؐ نے حضرت اسیدؓ بن حضیر کا بھائی حضرت زیدؓ بن حارثہ کو بنایا۔ اس سے بھی آنحضرتؐ کے ان کے ساتھ تعلق محبت کا اندازہ ہوتا ہے کہ وہ زیدؓ جو آنحضرت ﷺ کے منہ بولے بیٹے تھے اور جن سے حضور نہایت پیار اور محبت کا تعلق رکھتے تھے۔

حضرت اسیدؓ کی خوبیوں کو پہچانتے ہوئے زیدؓ کے ساتھ حضورؐ نے یہ مؤاخات قائم فرمائی۔ (3)

غزوات میں شرکت

حضرت اُسیدؓ بدر میں شریک نہیں ہو سکے تھے اور جب آنحضرت ﷺ غزوہ بدر سے واپس تشریف لائے ہیں تو حضرت اسیدؓ نے آنحضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ نے آپ کو کفار پر فتح عطا فرمائی اور آپؐ کی آنکھیں ٹھنڈی کیں۔ میں اس غزوہ سے اس وجہ سے پیچھے رہ گیا میرا خیال تھا کہ اس میں صرف دشمن کے قافلہ سے مڈبھیڑ ہوگی۔ اگر مجھے پتہ ہوتا کہ دشمن کے ساتھ مقابلہ ہے تو خدا کی قسم میں لازماً آپؐ کے ساتھ بدر کے میدان میں نکلتا اور ہرگز پیچھے نہ رہتا۔ رسول کریمؐ حضرت اسیدؓ کے اخلاص سے خوب واقف تھے فرمانے لگے تم نے بالکل سچ کہا ہے۔ پھر بعد کے غزوات میں حضرت اسیدؓ نے جہاد کا خوب حق ادا کیا۔ وہ احد میں آنحضور ﷺ کے شانہ بشانہ شریک ہوئے۔ جب دوسری دفعہ حملہ ہوا جس میں بعض لوگوں کو پیچھے بھی ہٹنا پڑا۔ اس وقت بھی اسیدؓ ثابت قدم رہے احد کے میدان میں ان کو سات زخم آئے۔ اسی طرح غزوۂ خندق میں بھی آنحضرت ﷺ کے ساتھ شریک ہوئے بلکہ دو سو سپاہیوں کے ساتھ خندق کا پہرہ دینے کی سعادت بھی آپ کو ملتی رہی۔

خندق کے موقع پر ایک سخت امتحان کا وقت آیا جب غطفانی قبیلہ کی طرف سے حملہ کا خطرہ پیدا ہوا۔ آنحضرت ﷺ نے مشورہ کیلئے انصار کے بعض سرداروں کو بلایا۔ ان تمام مشوروں میں حضرت سعدؓ بن معاذ کے ساتھ حضرت اسیدؓ بن حضیر بھی شریک تھے۔ انہوں نے ہی ان غطفانیوں کا یہ مطالبہ رد کرنے کا مشورہ دیا کہ مدینہ کی آدھی پیداوار ہمیں دے دو تو ہم تمھارا ساتھ دیں گے بڑے عزم اور استقلال کے ساتھ وہ اس ابتلاء میں آنحضرتؐ کے ساتھ ثابت قدم رہے تھے۔ دو عرب سردار عامر بن طفیل اور زید جب مدینہ آئے اور مدینہ کی کھجور کے حصہ کا مطالبہ کیا تو اسیدؓ بن حضیر اپنا نیزہ ان کے سر میں ٹھوکنے لگے اور کہا اے لومڑو! یہاں سے چلے جاؤ۔ عامر نے کہا تم کون ہو؟ کہا اسیدؓ بن حضیر۔ وہ بولا حضیر کتائب؟ کہا۔ ہاں۔ وہ بولا تمہارا باپ تم سے بہتر تھا۔ حضرت اسیدؓ نے کہا میں تم اور اپنے باپ سے بہتر ہوں۔ کیونکہ میرا باپ حالت کفر میں مر گیا۔ (4)

حضرت اسیدؓ کو اہل بیت کے ساتھ بہت عقیدت اور محبت کا تعلق تھا۔ غزوہ بنو مصطلق کے موقع پر جب حضورؐ واپس مدینہ تشریف لا رہے تھے۔ حضرت عائشہؓ کا ہار گم ہو گیا۔ مسلمانوں کے پاس پانی نہیں تھا اور کوئی چشمہ بھی پاس نہ تھا نماز کا وقت ہو گیا، وضو کیلئے پانی میسر نہ تھا لوگ سخت حیران و پریشان تھے حضرت ابو بکرؓ حضرت عائشہؓ کو ڈانٹنے لگے کہ یہ کیا سلسلہ ہے آپ کے ہار ہی گم ہوتے رہتے ہیں اس کی وجہ سے مسلمان تکلیف میں ہیں۔ نماز پڑھنی ہے اور وضو کیلئے پانی میسر نہیں۔ چنانچہ اس موقعہ پر تیمّم کی آیات اتریں کہ اگر پانی نہ ملے تو پاک مٹی کا قصد کر کے اس پر ہاتھ پھیر کر نماز ادا کر لی جائے یہ وضوء کا قائمقام ہے۔ یہ ایک بہت بڑی سہولت اور رخصت تھی۔ اس موقع پر حضرت اسید بن حضیرؓ نے نہایت خوبصورت تبصرہ حضرت عائشہؓ کے بارے میں کیا جس سے ان کی اہل بیت سے عقیدت اور محبت خوب چھلکتی ہے انہوں نے کہا **مَاھِیَ بَاوّلِ بَرَکَتِکُم یَا آلَ اَبِی بَکرٍ** اے آل ابو بکرؓ تمھاری پہلی برکت تو نہیں۔ پہلے بھی ہم نے آپ کے ذریعہ بہت برکات پائی ہیں۔ یوں آنحضرتؐ کے ساتھ محبت اور عقیدت کے باعث حضرت اسید بن حضیرؓ کا آل ابی بکرؓ حضرت عائشہؓ اور اہل بیت سے بھی ایک عقیدت کا تعلق تھا۔

صلح حدیبیہ کے بعد ابو سفیان نے ایک شخص کو آنحضرت ﷺ کے قتل کیلئے روانہ کیا۔ وہ مدینہ آ کر حضور ﷺ کی مجلس تک پہنچنے میں کامیاب ہو گیا۔ خنجر اس نے چھپا رکھا تھا حضرت اسیدؓ نے کمال دانشمندی سے اس شخص کی حرکات کو پہچان لیا اور آنحضرت ﷺ نے بھی نشاندہی فرما دی کہ یہ شخص حملے کے ارادے سے آیا ہے۔ چنانچہ حضرت اسیدؓ بن حضیر مستعد ہو کر بیٹھ گئے جونہی وہ شخص آگے بڑھا اسیدؓ نے اس کی لنگی (تہ بند) کو کھینچا اور اس کے اندر سے خنجر برآمد ہوا۔ وہ ڈرا کہ اب یہ مجھے پکڑیں گے، اس نے حملے کی کوشش کی۔ حضرت اسید بن حضیرؓ نے اسے دبوچ لیا۔ یہ حضرت اسیدؓ کی زیرکی اور بہادری تھی کہ وہ حملہ آور ناکام ہو گیا۔ الغرض حضرت اسیدؓ کا شمار رسول کریم ﷺ کے عالی مرتبت صحابہ میں ہوتا تھا ان کی انہیں خوبیوں کی وجہ سے آپؐ فرمایا کرتے تھے **نِعمَ الرَّجُلُ اُسَیدُ** کہ اسید بن حضیر کتنا اچھا آدمی ہے۔

اہل بیت سے انکے تعلق اور عقیدت کا ایک واقعہ حضرت عائشہؓ اس طرح بیان فرماتی ہیں کہ

حضرت اسیدؓ آنحضرت ﷺ کے ساتھ کسی مہم پر تھے کہ بعد میں حضرت اسید بن حضیرؓ کی اہلیہ کا انتقال ہوگیا۔ واپسی پر جب ہم مدینے کے قریب ذوالحلیفہ مقام پر پہنچے تو مدینہ سے آنے والے بعض بچوں نے حضرت اسیدؓ کو یہ اطلاع دی کہ آپ کی اہلیہ وفات پا گئی ہیں بلاشبہ یہ ایک اچانک اور ناگہانی صدمہ تھا۔ حضرت اسیدؓ کپڑے سے چہرہ ڈھانپ کر رونے لگے۔ حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں میں نے انہیں ڈھارس بندھائی اور کہا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو معاف کرے، آپ تو آنحضرتؐ کے بزرگ صحابہ اور اولین بیعت کرنیوالوں میں سے ہیں۔ ایک عورت کی وفات پر آپ اس طرح رو رہے ہیں۔ اس پر انہوں نے فوراً اپنے چہرے سے کپڑا ہٹالیا اور کہنے لگے میری عمر کی قسم یقیناً آپ نے سچی بات کہی ہے۔ ہمارا بھائی سعدؓ بن معاذ عظیم سردار تھا اس کی وفات پر رسول کریم ﷺ نے فرمایا تھا کہ آج سعدؓ کی وفات پر عرش جھوم اٹھا ہے اس کی وفات کے بعد واقعۃً کسی اور کی موت پر رونا بالکل بے سود ہے۔ حضرت عائشہؓ کا بیان ہے کہ آنحضرت ﷺ اس وقت ہمارے ساتھ اس سفر میں واپس تشریف لا رہے تھے اور یہ ساری باتیں سن رہے تھے اور حضرت اسیدؓ حضورؐ کے ساتھ ساتھ چل رہے تھے۔ (5)

روحانی مقام

حضرت عائشہؓ فرماتی تھیں کہ حضرت اسیدؓ کہا کرتے تھے کہ میری تین حالتیں ایسی ہیں کہ ان میں سے کوئی ایک حالت بھی مجھ پر طاری رہے تو میں لازماً اپنے آپکو اہل جنت میں سے شمار کروں اور اسمیں مجھے ذرہ برابر بھی شک نہ ہو۔ پہلی یہ کہ جب میں قرآن شریف کی تلاوت کروں یا کوئی اور تلاوت کرے اور میں سن رہا ہوں تو اس وقت مجھ پر خشیّت کی جو حالت طاری ہوتی ہے اگر وہ ہمیشہ رہے تو میں اپنے آپ کو جنتیوں میں سے شمار کروں۔ دوسرے جب نبی کریم ﷺ خطبہ ارشاد فرماتے ہیں اور میں انتہائی توجہ سے حضور ﷺ کا وہ وعظ سنتا ہوں تو اس وقت میری جو حالت ہوتی ہے اگر وہ دائم ہوجائے تو میں لازماً جنتیوں میں سے ہوجاؤں۔ تیسرے جب میں کسی جنازے میں شامل ہوں تو میری یہ حالت ہوتی ہے کہ گویا یہ جنازہ میرا ہے اور ابھی مجھ سے پرسش ہورہی ہے اگر یہ کیفیت بھی ہردم رہے تو لازماً میں اپنے آپ کو جنتیوں میں سے شمار کروں۔ (6)

اس بیان سے حضرت اسیدؓ کی خدا خوفی اور خشیّت الٰہی کا اندازہ ہوتا ہے۔ یہ اور بات ہے کہ

رسول ؐاللہ کے ارشاد کی روشنی میں ہمیشہ یہ کیفیتیں طاری رہ ہی نہیں سکتیں ورنہ انسان فرشتے ہی ہوجائیں مگر یہ کیفیتیں جس شخص کے اندر پائی جاتی ہوں اس کے مقام کا اندازہ اس روایت سے خوب ہوتا ہے۔ یہاں حضرت اسیدؓ کے کمال انکسار کا اظہار بھی ہے کہ اپنی تمام خوبیوں کے باوجود کہتے ہیں کہ اگر یہ حالتیں مستقل ہوتیں تو پھر میں اپنے آپ کو اہل جنت میں سے شمار کرتا۔ حالانکہ ایسی اعلیٰ عارضی روحانی کیفیت والے شخص کے جنتی ہونے میں بھی کیا شبہ باقی رہ جاتا ہے۔ حضرت اسیدؓ کی ایک اور خصوصیت عبادت اور نماز سے گہری محبت ہے۔ آپ اپنے محلے کی مسجد کے امام تھے۔ بیماری میں بھی نماز چھوڑنا آپ کیلئے دوبھر ہوتا تھا۔ بعض دفعہ ایسی بیماری بھی ہوئی کہ کھڑے ہوکر نماز پڑھنا مشکل تھا مگر پھر بھی نماز کیلئے مسجد حاضر ہوتے تھے اور نماز باجماعت کا ثواب نہ چھوڑتے تھے۔

کشفی نظارے

حضرت ابوسعید خدریؓ بیان کرتے تھے کہ اسید بن حضیرؓ ہم میں سب سے زیادہ خوش الحانی سے قرآن شریف کی تلاوت کرنے والے تھے۔

حضرت اسیدؓ صاحب کشف انسان بھی تھے۔ ایک دفعہ انہوں نے اپنا یہ واقعہ نبی کریم ؐ کو سنایا کہ میں تہجد کی نماز میں سورۃ بقرۃ کی تلاوت کررہا تھا۔ قریب ہی ہمارا گھوڑا بندھا تھا پاس ہی میرا بیٹا یحیؓ سویا ہوا تھا۔ جب میں قرآن شریف کی تلاوت کرنے لگا تو اچانک میرا گھوڑا بدکنے لگا میں خاموش ہوا تو گھوڑا بھی رک گیا۔ پھر جب میں بلند آواز سے تلاوت کرتا تو وہ بدکنے لگتا۔ میں نے غور کیا تو پتہ چلا کہ گھوڑا کوئی چیز آسمان پر دیکھ کر بدکتا ہے۔ میں اس ڈر سے کہ گھوڑے کے بدکنے سے اس کی لات میرے پاس سوئے بیٹے کو نہ لگ جائے، تلاوت کرنے سے رک جاتا تھا۔ آنحضرتؐ فرمانے لگے کہ اے اسیدؓ بن حضیر تجھے تلاوت جاری رکھنی چاہیے تھی انہوں نے عرض کیا یارسول ؐاللہ میں نے تلاوت جاری رکھی۔ کیا دیکھتا ہوں کہ سامنے ایک سائبان ہے اور اس میں روشنیاں اور قمقمے ہیں مگر مجبوراً مجھے تلاوت اسلئے روکنی پڑی کہ گھوڑے کے بدکنے کی وجہ سے کہیں میرے بچے کو کوئی تکلیف نہ پہنچے۔ رسول کریمؐ نے فرمایا کہ ''اے اسید بن حضیرؓ یہ تو فرشتے تھے جو خوش الحانی سے تمہاری تلاوت قرآن سن کر قریب آگئے تھے اور انہوں نے چراغوں اور قمقموں کا روپ دھار لیا تھا اگر تم قرآن شریف کی

تلاوت کرتے رہتے تو خواہ دن چڑھ جاتا ایک دنیا یہ نظارہ کرتی کہ تم تلاوت کررہے ہو اور آسمان سے ایک نور کا نزول ہو رہا ہے اور قمقمے جگمگ کرتے ہوئے نظر آرہے ہیں۔'' ان نورانی کیفیات کا ایک عجیب گہرا تعلق حضرت اسید بن حضیرؓ کی زندگی کے ساتھ وابستہ نظر آتا ہے۔ (7) جس کا ذکر سورۃ انفال کی آیت 30 میں بھی ہے کہ ''اے مومنو! اگر تم تقویٰ اختیار کرو تو اللہ تعالیٰ تمہارے لئے ایسا امتیازی نشان پیدا کر دے گا اور ایسا نور عطا کرے گا جس کی روشنی میں تم چلو گے۔''

حضرت اسیدؓ انصار کے سرداروں میں سے تھے بعض دفعہ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر رات گئے تک آپ سے مشورے کرتے تھے۔ ایک ایسی ہی تاریک رات کا واقعہ حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ حضرت اسیدؓ بن حضیر اور انکے ساتھ ایک اور صحابی حضرت عبادؓ بن بشر آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حضورؐ کے پاس دیر تک مشورے کرتے رہے۔ جب یہ لوگ گھروں کو واپس لوٹنے لگے تو بہت تاریکی تھی دونوں صحابہ کے ہاتھ میں اپنی اپنی لاٹھی تھی۔ وہ بیان کرتے تھے کہ ہم نے یہ عجیب نظارہ دیکھا کہ ایک روشنی ہماری لاٹھیوں سے نکل رہی ہے۔ جس میں راستہ دیکھ کر ہم اپنے گھروں میں پہنچے تب وہ روشنی ہم سے جدا ہوگئی۔ رسول کریم ﷺ حضرت اسیدؓ بن حضیر کے ان فضائل روحانی کے باعث انہیں دوسروں پر فضیلت دیتے تھے۔ (8)

خلفائے راشدین کی اطاعت

حضرت ابوبکرؓ آپکا بہت احترام کرتے تھے اور آپ پر کسی دوسرے کو ترجیح نہیں دیتے تھے۔ جب حضرت اسید بن حضیرؓ کوئی رائے پیش کرتے تو حضرت ابوبکر صدیقؓ فرماتے کہ اب اس سے اختلاف مناسب نہیں۔ اسید بن حضیرؓ کی رائے آگئی ہے۔ (9) حضرت عمرؓ آپ کا بہت احترام کرتے اور دیگر انصار پر ان کو ترجیح دیتے تھے۔ حضرت ابوبکرؓ کی بیعت خلافت کے موقع پر بھی حضرت اسیدؓ نے غیر معمولی اطاعت کا نمونہ دکھایا جب صحابہ سقیفہ بنو ساعدہ جمع ہوئے اور خزرج کے سردار سعد بن عبادہؓ نے اپنی امارت کی بات کی تو اسیدؓ بن حضیر جو اوس قبیلے کے سردار تھے اپنے قبیلے کو اکٹھا کر کے کہا کہ دیکھو خزرج والے سعد بن عبادہؓ کو امیر بناتے ہیں تو بناتے رہیں ہم سب بہر حال حضرت ابوبکرؓ کی بیعت کریں گے۔ اوس قبیلہ نے آپ کی آواز پر لبیک کہا اور یوں حضرت ابوبکرؓ کی بیعت خلافت پر امت

میں وحدت قائم کرنے کی توفیق پائی اور اوس قبیلہ کی ہدایت کا موجب بنے۔(10)

آپ کی وفات حضرت عمرؓ کے زمانہ خلافت میں 20ھ ہجری میں ہوئی۔ حضرت عمرؓ سے خاص تعلق محبت کی وجہ سے آپ نے یہ وصیت کی کہ میرے بعد کے وراثت کے امور حضرت عمرؓ ہی طے فرمائیں۔(11)

حضرت عمرؓ نے بھی خوب یہ تعلق نبھایا خود جا کر ان کا جنازہ ان کے محلّہ بنو عبد الاشہل سے اٹھایا۔ جنازے کو کندھا دیا خود جنازہ پڑھایا اور جنت البقیع میں تدفین کروائی۔ حالات دریافت کرنے پر پتہ چلا کہ چار ہزار درہم ان پر قرض ہے ایک ہزار درہم سالانہ آمد ہوتی ہے۔ عام حالات میں ان کی زمین بیچ کر قرض ادا ہوتا مگر حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ میں اپنے بھائی کی جائیداد ضائع نہیں کرنا چاہتا چنانچہ آپ نے قرض خواہوں کو پیغام بھیجا کہ اگر میری مانو تو مہلت دے کر ایک ہزار سالانہ قرض کی قسط لینے کیلئے تیار ہو جاؤ۔(12)

حضرت عائشہؓ فرماتی تھی کہ انصار میں سے تین صحابہ ایسے تھے کہ ان جیسے صاحب فضیلت کسی اور صحابی کا ذکر انصار کے اوس قبیلے میں نہیں ملتا اور ان سب کا اوس قبیلے کی شاخ بنی عبد الاشہل سے تعلق تھا۔ ان میں ایک سعدؓ بن معاذ تھے دوسرے اسید بن حضیرؓ اور تیسرے عباد بن بشرؓ۔

حوالہ جات

1- اصابہ جز اصفحہ 48، ابن سعد جلد 3 صفحہ 604
2- السیرۃ النبویہ لابن ہشام جز 2 ص 77 تا 79
3- ابن سعد جلد 3 صفحہ 604
4- استیعاب جلد 1 ص 186
5- مسند احمد بن حنبل جلد 5 صفحہ 468
6- مجمع الزوائد جلد 9 صفحہ 310
7- بخاری کتاب فضائل القرآن باب نزول السکینہ والملائکۃ
8- بخاری مناقب الانصار باب اسیدؓ بن حضیر
9- ابن سعد جلد 3 صفحہ 605
10- تاریخ طبری جلد 6 صفحہ 104
11- اسد الغابہ جلد 1 صفحہ 93
12- ابن سعد جلد 3 صفحہ 606

حضرت عبادؓ بن بشر انصاری

نام ونسب

حضرت عبّاد بن بشر کا تعلق قبیلہ بنی عبدالاشہل سے تھا۔ ابوبشر کنیت تھی۔ والدہ کا نام فاطمہ تھا، حضرت مصعبؓ بن عمیر کے ذریعہ انہوں نے حضرت اسیدؓ بن حضیر انصاری سے پہلے اسلام قبول کیا تھا۔ مؤاخات ہوئی تو یہ حضرت ابوحذیفہؓ کے بھائی بنائے گئے۔

یہودی مجرم کعب الاشرف کی سزادہی کیلئے حضرت محمدؓ بن مسلمہ مقرر ہوئے تو حضرت عبادؓ بن بشر نے ان کی خصوصی معاونت کی توفیق پائی۔(1)

غزوات میں شرکت

غزوہ بدر، احد و دیگر غزوات میں شرکت کی توفیق ملی۔ آپ بہت پارسا اور عبادت گزار بزرگ تھے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں "ایک دفعہ نبی کریم ﷺ کی میرے ہاں باری تھی۔ تہجّد کے وقت جب آنحضور ﷺ اٹھے تو مسجد میں تلاوت قرآن کی آواز سنی تو پوچھا کہ "یہ عبادؓ کی آواز ہے۔" میں نے عرض کیا جی حضور۔" رسول کریم ﷺ نے اس خوش نصیب صحابی کیلئے یہ دعا کی۔ **اَللّٰھُمَّ ارْحَمْ عَبَّادًا** (2) کہ اے اللہ عبادؓ پر رحم کر۔ دوسری روایت میں ہے کہ آپؐ نے فرمایا **اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلَهٗ** اے اللہ اس کو بخش دے۔

غزوۂ احد اور غزوۂ احزاب میں بھی خدمات کا موقع ملا اور آنحضرت ﷺ کے خیمے کا پہرہ دینے کی سعادت ان کے حصہ میں آئی۔ غزوۂ حدیبیہ میں حضرت عبادؓ خالد بن ولید کے مقابلہ کی مہم پر جانے والے بیس سواروں میں شامل تھے۔(3)

بعد میں رسول کریم ﷺ نے بنوسلیم، مدینہ اور بنو مصطلق سے صدقات اکٹھا کرنے کی خدمت ان کے سپرد فرمائی۔ حضورؐ کی ہدایات کے مطابق انہوں نے اس ذمہ داری کا حق خوش اسلوبی سے ادا کیا اور ان قبائل کو کوئی شکایت پیدا نہیں ہوئی۔ غزوۂ حنین کے موقع پر رسول کریم ﷺ نے حضرت عبادؓ کو مال غنیمت کا نگران مقرر فرمایا، اسی طرح نبی کریمؐ کے حفاظتی دستہ کے بھی وہ نگران تھے۔

نشان روشنی

حضرت عبادؓ کیساتھ پیش آنے والا ایک خارق عادت نشان بھی قابل ذکر ہے جس میں ایک بزرگ صحابی حضرت اسیدؓ بن حضیر انصاری بھی آپ کے ساتھ شریک تھے۔ جب یہ دونوں ایک تاریک رات میں نبی کریم ﷺ کی مجلس سے واپس اپنے گھروں کو جارہے تھے تو دونوں کی لاٹھیوں سے روشنی کی کرنیں پھوٹنے لگی تھیں جو تاریک رات میں دونوں کے لئے راہنمائی کا کام کررہی تھیں۔ جب عبادؓ کا گھر آ گیا تو حضرت اسیدؓ کی لاٹھی روشن ہوگئی۔ (4)

پیشگی شہادت کی اطلاع

حضرت عائشہؓ فرماتی تھیں کہ انصار میں سے قبیلہ بنی عبدالاشہل کے تین لوگ ایسے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کے بعد مسلمانوں میں کوئی ان سے افضل نہیں اور وہ حضرت سعدؓ، حضرت اسیدؓ اور حضرت عبادؓ ہیں۔

نبی کریم ﷺ کی حضرت عبادؓ کیلئے رحم کی دعائے خاص کے نتیجے میں جو ایک عظیم الشان مقام انہیں عطا ہوا، وہ مقام شہادت ہے۔ انہیں شہادت کا بہت ہی شوق تھا۔

حضرت ابوسعیدؓ خدری بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبادؓ نے ایک دفعہ مجھے سنایا کہ میں نے رات خواب میں دیکھا کہ آسمان پھٹا ہے اور میں اس کے اندر داخل ہو گیا ہوں تو وہ جڑ گیا ہے اس رؤیا سے مجھے یہ امید ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے شہادت کا رتبہ عطا فرمائے گا۔ حضرت ابوسعیدؓ کہتے ہیں میں نے کہا ہاں یہ خواب اچھی معلوم ہوتی ہے۔ چنانچہ جنگ یمامہ میں یہ رؤیا پوری ہوئی۔ اس جنگ کے کٹھن امتحان میں حضرت عبادؓ بن بشر نے کمال شجاعت اور مردانگی کا نمونہ دکھایا۔

حضرت ابوسعیدؓ بیان کرتے تھے کہ اس جنگ میں میں نے حضرت عبادؓ کو دیکھا وہ انصار کو دشمن پر حملہ کیلئے بلا رہے تھے اور فرماتے تھے کہ اے انصار دوسرے لوگوں سے نمایاں اور ممتاز ہو کر تلواریں ہاتھ میں لئے میدان میں نکلو۔ پھر وہ انصار کے گروہ کو دوسرے لوگوں سے الگ کرتے تھے تا کہ ان کی بہادری دوسروں سے جدا ہو کر دنیا کے سامنے آئے، اور کہتے تھے کہ اے گروہ انصار! الگ ہو جاؤ۔

پھر فرماتے ہمیں الگ کردو ہمارا انصار کا جتھہ الگ سے دشمنان اسلام کا مقابلہ کرے گا۔'' چنانچہ انصار کا ایک ایسا جتھہ ترتیب دیا گیا جس میں ان کے سوا اور کوئی دوسرا نہ تھا ان میں حضرت عبادؓ بن بشر حضرت ابو دجانہؓ اور حضرت براءؓ بن مالک تھے اور یہ سب دشمن پر حملہ آور ہوئے اور فتح پائی مگر اس فتح کیلئے حضرت عبادؓ نے اپنی جان کی قربانی پیش کر دی اور جام شہادت نوش کرنیکی سعادت پائی۔

حضرت ابوسعیدؓ بیان کیا کرتے تھے کہ ''جنگ کے بعد میں نے دیکھا کہ حضرت عبادؓ کے چہرے پر تلواروں کے اتنے نشان تھے کہ چہرہ پہچانا نہیں جاتا تھا۔ ان کے جسم کی ایک علامت سے ان کو پہچانا۔'' یہ 12ھ ہجری کا واقعہ ہے۔ 35 سال کی عمر میں جوان سال حضرت عبّادؓ نے شہادت پائی۔(5) حضرت عبادؓ بیان کرتے تھے کہ رسولؐ اللہ نے ایک موقع پر فرمایا تھا ''اے انصار کی جماعت! تم میرے ایسے قریب ہو جیسے جسم کا قریبی لباس اور باقی لوگ اوپر کا لباس ہیں۔''(6) آج حضرت عبادؓ کے حق ہماری بھی وہی دعا ہے جو آنحضرت ﷺ نے کی تھی اَللّٰھُمَّ ارْحَمْ عَبَّادًا اے اللہ حضرت عبادؓ پر ہمیشہ اپنی رحمتیں اور برکتیں نازل فرماتا رہ! آمین

حوالہ جات

1- استیعاب جلد 1 ص 350

2- فتح الباری جلد 7 صفحہ 94

3- استیعاب جلد 1 ص 351، ابن سعد جلد 3 صفحہ 440

4- استیعاب جلد 1 ص 351، 350

5- الطبقات الکبریٰ ابن سعد جلد 3 صفحہ 441

6- استیعاب جلد 1 ص 352

حضرت حرام بن ملحانؓ

حضرت حرام بن ملحانؓ کا تعلق قبیلہ بنونجار سے تھا۔ وہ سعادت مند قبیلہ جسے آغاز اسلام میں ہی آنحضرت ﷺ کی تائید ونصرت کی توفیق ملی۔ والدہ مُلیکہ بنت مالک تھیں۔ وہ اُس اخلاص پیشہ خاندان سے تعلق رکھتے تھے جنہوں نے اپنا سب کچھ اپنے آقا و مولا حضرت محمد مصطفیٰؐ پر فدا کر دیا تھا۔ ان کی ایک بہن حضرت ام سُلیمؓ تھیں جو ابوطلحہؓ انصاری کی اہلیہ تھیں ان کے صاحبزادے انسؓ بن مالک خادم رسولؐ ہیں۔ جنہیں دس سال تک نبی کریم ﷺ کی خدمت کی توفیق ملی گویا حضرت حرامؓ حضرت انس بن مالکؓ کے ماموں تھے۔ خود ان کی بہن اُم سلیمؓ خاندان نبوی اور آنحضرت ﷺ کی ازواج اور آپؐ کے گھر کی خدمات میں پیش پیش ہوتی تھیں۔ آنحضرتؐ کی عاشقہ صادقہ تھیں۔(1)

ان کی دوسری بہن حضرت اُمِ حرامؓ حضرت عبادہؓ بن صامت کی اہلیہ تھیں جن کی خواہش پر آنحضرتؐ نے اُن کے حق میں خاص دعا کی۔ جس کے طفیل انہیں سمندر پار سفر کرنے کی سعادت اسلامی بحری بیڑے میں میسر آئی۔(2)

ہجرت مدینہ کے ابتدائی دور میں حضرت حرامؓ بن ملحان کی شہادت کا واقعہ نہایت ہی عظیم الشان ہے۔ جس میں آپ نے ایک حیرت انگیز قربانی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنی جان جانِ آفریں کے سپرد کردی۔ وہ مدینہ میں حضور ﷺ کے فیض محبت سے تربیت یافتہ تھے۔ اس زمانہ میں جس قدر قرآن شریف نازل ہو چکا تھا۔ اسے حفظ کر کے انہوں نے قاری کا لقب پایا۔ دیگر نوجوانوں کو بھی قرآن شریف سکھاتے تھے اور اصحاب صُفّہ جو مسجد نبوی کے ایک مسقّف چھپّر نُما چبوترہ میں رہتے تھے اُن کی خدمات میں آپ پیش پیش ہوتے تھے، اُن کے لئے پانی بھر کے لاتے، خوراک کا بندوبست کرتے، لکڑیاں کاٹ کر بیچتے اس سے خوراک کا انتظام کرتے اور اُن کمزور اور فقراء صحابہ کی خدمت میں صرف کر دیتے۔ اور انہیں لکھنا پڑھنا سکھاتے تھے۔(3)

دعوت الی اللہ کی راہ میں جان کی قربانی

ایک دفعہ قبیلہ بنی عامر کا ایک وفد اپنے سردار عامر بن الطفیل کی سرکردگی میں آنحضرتؐ

کی خدمت میں حاضر ہوا، وہ خود تو مسلمان نہ ہوا مگر عرض کیا کہ ہمارے قبائل میں تبلیغ اسلام کے لئے آپ کچھ لوگ بھجوائیں جو ہمیں دین اسلام سکھائیں تا کہ ہمارے قبیلے کے لوگ بھی اسلام میں داخل ہو سکیں۔ ان قبائل میں بھی اسلام کا پیغام نہیں پہنچا تھا۔ حضورؐ نے فرمایا کہ مجھے اہل نجد سے خدشہ ہے کہ انہیں نقصان نہ پہنچائیں۔ اس نے کہا اس کا میں ذمّہ دار ہونگا اور میری امان ہوگی۔(4)

حضورؐ نے ازراہ احتیاط بجائے ایک یا دو افراد کو بھجوانے کے ستر افراد پر مشتمل ایک قافلہ تیار کیا اور حضرت حرامؓ بن ملحان کو اُن کا امیر مقرر فرمایا اور یہ قافلہ بنی عامر کی طرف روانہ ہوا۔ جب یہ لوگ وہاں پہنچے تو حضرت حرام بن ملحانؓ نے محسوس کر لیا کہ معاملہ کچھ دگرگوں ہے اور ان مخالفین اسلام نے ہمیں دھوکہ دے کر تبلیغ اور تعلیم قرآن کے نام پر بلایا ہے۔ حالانکہ وہ ان کے خون کے پیاسے ہیں اور موقع پا کر ان کی جانیں لینا چاہتے اور مسلمانوں کو بہت بڑا نقصان پہنچانا چاہتے ہیں۔ حضرت حرامؓ نے یہ محسوس کر کے اپنے قافلے کو بعض احتیاطی تدابیر اختیار کرنے کی ہدایت کی اور کہا کہ ہم سب وہاں اکٹھے جا کر پیغام نہ پہنچائیں تا کہ سارے کے سارے ان کے گھیرے میں نہ آ جائیں بلکہ ایک بڑا گروہ پیچھے موجود رہے۔ پہلے میں خود اور میرا ایک ساتھی آگے پیغام پہنچانے کے لئے جائیں گے اگر تو وہ ہمارے ساتھ حسنِ معاملہ کریں اور محبت و امن سے پیش آئیں تو پھر باقی لوگ بھی آگے آ جائیں اور پیغام اسلام کا فریضہ ادا کریں اور اگر ہمارے ساتھ ہی ان کا معاملہ اچھا نہ ہوا، تو پھر جو لوگ پیچھے ہونگے ان کو حسبِ حال فیصلہ کرنا ہوگا۔ یہ ایک نہایت دانشمندانہ اقدام اور عمدہ حکمت عملی تھی جو حضرت حرامؓ بن ملحان نے پیش آمدہ حالات میں مرتب فرمائی۔ اس فیصلہ کے مطابق وہ آگے بڑھ کر اسلام کا پیغام پہنچانے لگے۔ اسی دوران بنی عامر کے سردار نے اپنے بعض ساتھیوں کو اشارہ کیا۔ وہ نیزوں کے ساتھ حضرت حرامؓ بن ملحان پر حملہ آور ہو گئے۔ نیزہ ان کے گلے کی رگ میں پیوست ہوا اور خون کا ایک فوارہ چھوٹا۔ حضرت حرامؓ بن ملحان نے اپنے ہاتھ سے اوک بنائی۔ اس میں وہ خون لے کر اپنے چہرے پر چھڑکا اور باآواز بلند دو دفعہ یہ نعرہ بلند کیا۔ فُـزْتُ وَرَبِّ الْـكَـعْبَةِ۔ کعبہ کے رب کی قسم! میں کامیاب ہو گیا۔ کعبہ کے رب کی قسم میں کامیاب ہو گیا۔ بعد میں وہ حالات اور واقعہ دیکھنے والے لوگوں نے بیان کیا کہ ہم حیران ہو کر کہتے تھے کہ اس شخص کی

عجب حالت ہے نیزہ لگنے کے بعد جب اس کی موت یقینی ہے اور خون بہہ رہا ہے۔ یہ کیسا شخص ہے کہ اپنی ہلاکت پر کامیابی کے نعرے بلند کر رہا ہے اور کہتا ہے کہ کعبہ کے رب کی قسم میں کامیاب ہو گیا۔ انہیں کیا معلوم کہ وہ کامیابی جس کا اعلان حضرت حرامؓ بن ملحان کر رہے تھے، یہ خدا تعالیٰ کی خاطر اپنی جان کی قبولیت اور شہادت کا مرتبہ اور اعزاز پانے کی قربانی تھی، جو خدا تعالیٰ کے دربار میں مقبول ہوگئی۔ اس کے بعد بنی عامر قبیلہ کے لوگ باقی قافلہ پر حملہ آور ہو گئے سوائے دو افراد کے جنہوں نے بھاگ کر جان بچائی باقی سب اصحاب رسول ﷺ کو انہوں نے تہہ تیغ کر دیا۔(5)

شہداء بئر معونہ کی دعا اور رسول اللہ ﷺ کو ان کی اطلاع

یہ تمام اصحاب رسول جو خدا تعالیٰ کی راہ میں پیغام پہنچانے اور دعوت الی اللہ کے لئے نکلے تھے خدا کی راہ میں شہید ہو گئے۔ یہ واقعہ اسلامی تاریخ میں بئرِ معونہ کے نام سے مشہور ہے۔ حضرت حرامؓ بن ملحان اور ان کی ساتھیوں نے اس موقع پر خدا تعالیٰ کے حضور ایک دعا کی کہ ”اے اللہ ہماری یہ شہادتیں اور ہماری یہ جانی قربانیاں جو تیری راہ میں ہم پیش کر رہے ہیں قبول فرمالے۔“ اور اس آخری وقت میں ہماری یہ التجا بھی ہے کہ ہم سب تو یہاں تیری راہ میں جان دے رہے ہیں اور ہمارے آقا آنحضرت ﷺ کو اس واقعہ کا کوئی علم نہیں اور اس سرزمین میں تیرے سوا ہمارا کوئی ہمدرد وہاں خبر پہنچانے والا بھی نہیں۔ اَللّٰھُمَّ بَلِّغْ عَنَّا نَبِیَّنَا۔ اے اللہ! ہمارا سلام اپنے رسول ﷺ تک پہنچا دینا اور انہیں ہماری خبر کر دینا۔(6)

چنانچہ حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ ان جانیں قربان کرنے والوں کی دعا خدا تعالیٰ نے اس رنگ میں قبول کی کہ حضرت جبریلؑ نے آنحضرت ﷺ تک نہ صرف ان صحابہ کا سلام پہنچایا بلکہ اُن کے تمام احوال اور ان کی شہادت کی اطلاع کی کہ وہ راضی برضا ہو کر خدا تعالیٰ کے حضور اپنی جانوں کی قربانی پیش کر چکے ہیں۔ یہ اطلاع جب وحی الٰہی کے ذریعہ آنحضرت ﷺ تک پہنچی۔ آپؐ نے صحابہ کو یہ روح فرسا خبر سنائی۔ حضورؐ اور آپ کے اصحاب کو اچانک ستر کے قریب صحابہ کی شہادتوں سے بہت رنج و غم بھی ہوا اور تکلیف بھی پہنچی۔ حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ ہم ان کے بارے میں اس وحی کے الفاظ (قرآن کی طرح) ایک زمانے تک پڑھا کرتے تھے کہ ”ہماری قوم کو یہ پیغام پہنچا دو کہ ہم

اپنے رب سے جا ملے ہیں اور وہ ہم سے راضی ہے اور ہمیں بھی اس نے راضی کر دیا ہے۔'' پھر یہ پڑھنا منسوخ ہوا یعنی بوجہ غیر قرآنی وحی ہونے کے اس کی تلاوت صحابہ نے ترک کر دی۔

حضورؐ تیس دن تک ان قبائل رعل، ذکوان، بنی لحیان اور عصیہ کے بارے میں یہ دعائیں کرتے رہے کہ ''اے اللہ ان قبیلوں پر جنہوں نے بدعہدی کر کے مسلمانوں پر یہ ظلم ڈھایا ہے۔ خود اپنی گرفت فرما اور ان کو تو خود پکڑ کیونکہ انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی ہے اور خدائے رحمان کے نافرمان بندے بن کر بدعہدی کے مرتکب ہوئے ہیں۔'' (7)

حضرت عبداللہؓ بن مسعود بیان کرتے تھے کہ ان شہداء کا مرتبہ بہت بلند تھا۔ حضورؐ نے ان کی شہادتوں کو عظیم اور غیر معمولی قرار دیا۔ صحابہ بھی کہا کرتے تھے کہ جس شخص کو یہ بات خوش کرتی ہے کہ وہ کسی کے حق میں یہ گواہی دے کہ وہ خدا کی راہ میں شہید ہوئے ہیں تو بئر معونہ کے شہداء پر اسے یہ گواہی دینی چاہیے کہ یہ راہ حق کے شہید ہیں اور وہ ہیں جنہوں نے دعوت الی اللہ کی راہ میں اپنی جانیں قربان کر دیں۔ (8)

گویا یہ وہ باوفا لوگ ہیں جو شہداء کہلانے کے لائق ہیں اور شہادت کے بلند اور عظیم الشان مرتبے جن کو حاصل ہیں۔ جب مدینہ میں تھے تو عجز اور انکسار کے ساتھ اصحابِ صفہ کے غریب صحابہ کی مدد کرتے، ان کی خدمت کرتے، ان کو قرآن پڑھاتے تھے اور جب دیگر قوموں کو پیغام حق پہنچانے گئے وہاں راہِ خدا میں جامِ شہادت نوش کر لیا۔ اللہ کی رحمتیں اور فضل ان پر ہوں۔

حوالہ جات

1- ابن سعد جلد 3 ص 514، اصابہ جز 8 ص 243
2- بخاری کتاب الجہاد باب غزوۃ المرأۃ فی البحر
3- مسلم کتاب الامارہ باب ثبوت الجنۃ للشہید
4- ابن ہشام جلد 3 ص 184
5- بخاری کتاب المغازی باب غزوۃ الرجیع
6- مجمع الزوائد جلد 6 ص 127
7- بخاری کتاب المغازی باب غزوۃ الرجیع
8- ابن سعد جلد 3 ص 515

حضرت عبداللہؓ بن عمرو بن حرام انصاری

نام ونسب

نام عبداللہؓ بن عمرو بن حرام انصاری رنگ سرخ اور قد درمیانہ تھا۔ اپنے والد عمرو سے قبیلہ بنو سلمہ کی سرداری ورثہ میں پائی۔ والدہ رباب بنت قیس تھیں۔ حضرت جابرؓ انصاری کے والد اور ابو جابر کی کنیت سے معروف تھے۔ باپ بیٹا دونوں نے عقبہ ثانیہ میں شریک ہوکر رسول اللہ ﷺ کی بیعت کی توفیق پائی اور عبداللہؓ رسول کریم ﷺ کی طرف سے قبیلہ کے نقیب اور سردار مقرر ہوئے۔(1)

قبول اسلام

حضرت کعبؓ بن مالک انصاری بیان کرتے ہیں کہ 13ھ میں (ہم انصار مدینہ حج کیلئے مکہ گئے تو) رسول اللہ ﷺ کے ساتھ عقبہ میں منیٰ کے درمیانی دن ہماری ملاقات طے ہوئی۔ جب ہم حج سے فارغ ہوئے تو ہمارے ساتھ جابرؓ کے والد عبداللہؓ بن حرام بھی تھے۔ وہ ہمارے سرداروں اور معززین میں سے تھے۔ ہم اپنی قوم کے مشرکوں سے اس وقت تک رسول اللہ ﷺ اور اسلام کا معاملہ مخفی رکھ رہے تھے۔ تب ہم نے ان سے بات کی کہ آپ ہمارے سردار اور معزز انسان ہیں مگر جس شرک پر آپ قائم ہیں ہم اس سے بیزار ہیں۔ ہم پسند نہیں کرتے کہ آپ اس کے نتیجہ میں جہنم کا ایندھن بنیں۔ پھر ہم نے انہیں اسلام کے بارہ میں بتایا اور رسول کریمؐ سے عقبہ میں ملاقات کا ذکر کیا۔ انہوں نے بھی ہمارے ساتھ بیعت عقبہ میں شریک ہوکر اسلام قبول کرلیا اور اپنے قبیلہ بنو سلمہ کے نقیب مقرر ہوئے۔(2)

رسول کریم ﷺ سے محبت

حضرت عبداللہؓ بن عمرو نے عقبہ میں جو عہد رسولؐ اللہ سے باندھا تھا، اس کا حق خوب ادا کیا۔ انہیں رسول کریمؐ سے والہانہ عشق تھا۔ ہجرت کے بعد ابتدائی مدنی دور میں رسولؐ اللہ کی خدمت اور خوشنودی کی خاطر ہمیشہ کمربستہ رہتے تھے۔ ایک دفعہ گھر میں کوئی میٹھی چیز کھیر وغیرہ تیار ہوئی۔ اپنے بیٹے حضرت جابرؓ سے کہا کہ رسول کریم ﷺ کی خدمت میں بھی تحفہ پیش کرکے آئیں۔ جب وہ

واپس آئے تو پوچھا رسول کریمؐ نے کچھ فرمایا بھی تھا؟ انہوں نے بتایا کہ حضورؐ نے پوچھا تھا کہ جابرؓ! گوشت لائے ہو؟ حضرت عبداللہؓ نے کہا اچھا میرے آقا کو گوشت کی خواہش ہے۔ اسی وقت اپنے گھر کی بکری ذبح کی اور بھنا ہوا گوشت تیار کر کے حضورؐ کی خدمت میں بھجوایا۔ رسول کریمؐ کی زبان مبارک سے انصار اور ان کے خاندان کیلئے دل سے خاص دعا نکلی۔ آپؐ نے فرمایا ''اے انصار اللہ تعالیٰ آپ کو بہترین جزا عطا کرے۔ خاص طور پر عمروؓ بن حرام اور سعدؓ بن عبادہ کے خاندانوں کو۔'' (3)

غزوات میں شرکت

حضرت عبداللہؓ کو غزوہ بدر میں رسول کریم ﷺ کے ساتھ شرکت کی سعادت نصیب ہوئی۔ اسی طرح غزوہ احد میں بھی شریک ہوئے اور خدا کی راہ میں اپنی جان کی قربانی کی خواہش لے کر گئے۔ اپنی کم سن نوجوان لڑکیوں کے یتیم ہونے کا خوف انہیں اس عظیم سعادت سے روک نہ سکا۔ معلوم ہوتا ہے انہیں کسی رؤیا کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے قبل از وقت شہادت کی اطلاع دے دی تھی۔ میدان احد میں جاتے ہوئے اپنے بیٹے کو نصیحت کی کہ ''مجھے امید ہے کل سب سے پہلے مجھے شہادت کی سعادت عطا ہوگی۔ میری موت کے بعد تم اپنی بہنوں کا خاص خیال رکھنا اور یہود کے قرض میرے کھجور کے باغات میں سے ادا کر دینا۔'' (4)

شہادت

حضرت عبداللہؓ کا سچا جذبہ شہادت خدا کے ہاں ایسا مقبول ٹھہرا کہ غزوہ احد میں مسلمانوں میں سب سے پہلے وہی شہید ہوئے۔ حضرت جابرؓ بیان کرتے ہیں کہ میرے والد اور ماموں احد میں شہید ہوئے تو میری والدہ ان کی نعشیں اٹھا کر مدینہ لے آئیں۔ پھر نبی کریم ﷺ کا یہ ارشاد معلوم ہوا کہ شہداء احد کو ان کی شہادت کی جگہ ہی دفن کرنا ہے تو انہیں واپس لے جا کر وادی احد میں دفن کیا گیا۔ (5)

تدفین

حضرت عبداللہؓ کے برادر نسبتی اور جگری دوست حضرت عمروؓ بن جموح بھی شہادت کی تمنا لئے احد میں آئے اور پھر زندہ واپس نہیں لوٹے۔ نبی کریمؐ نے ان دونوں کی نماز جنازہ پڑھائی اور فرمایا ''یہ دونوں بھائی دنیا میں بھی اکٹھے تھے اور باہم محبت کرتے تھے ان کو ایک قبر میں دفن کیا جائے۔ چنانچہ وہ ایک ہی قبر میں دفن ہوئے۔''(6)

حضرت جابرؓ اپنے والد کی اکلوتی نرینہ اولاد اور سات بہنوں کے بھائی تھے۔ طبعاً والد کی جدائی کا صدمہ بھاری تھا۔ شہادت کے بعد والد کے چہرہ سے کپڑا اٹھا کر بار بار دیکھتے انکا بوسہ لیتے اور روتے جاتے۔ ان کی پھوپھی فاطمہؓ بھی رونے لگیں۔ رسول کریم ﷺ نے فرمایا ''ان کی موت پر نہ رؤو فرشتوں نے اپنے پروں سے ان کو سایہ کر رکھا ہے۔''(7)

حضرت جابرؓ بیان کرتے ہیں کہ میرے والد اور ماموں اکٹھے دفن کئے گئے تھے۔ میرا دل اس پر مطمئن نہ تھا۔ چنانچہ چھ ماہ بعد انہیں قبر سے نکال کر الگ دفن کیا گیا۔ دیکھا نعش صحیح سلامت تھی، سوائے کان کے معمولی گوشت کے جو کھایا گیا تھا۔

ایک دفعہ سیلاب آنے پر قبر کھل گئی تو دیکھا کہ جیسے حضرت عبداللہؓ آرام کی نیند سوئے ہیں۔ تدفین کے وقت انہیں ایک چادر میں کفن دے کر چہرہ اس سے ڈھانک کر پاؤں پر گھاس ڈالی گئی تھی اور وہ ویسے کے ویسے تھے۔(8) اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض دفعہ اللہ تعالیٰ اپنے پیاروں کی خاطر ایسے خارق عادت نشان بھی دکھا دیتا ہے۔

دوبارہ شہادت کی خواہش

حضرت عبداللہؓ کی وفات کے بعد رسول کریم ﷺ نے حضرت جابرؓ کو مغموم پا کر تعزیت فرمائی اور پوچھا مغموم کیوں ہو آؤ میں تمہیں خوش کروں اور بتاؤں کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے والد کو زندہ کر کے سامنے بٹھایا اور فرمایا مجھ سے جو چاہو خواہش کرو میں تمہیں عطا کروں گا۔ حضرت عبداللہؓ نے عرض کیا ''اے میرے رب! ہم نے تیری بندگی کا حق تو ادا نہیں کیا۔ اب تیرے سامنے خواہش کس منہ سے پیش کریں۔'' پھر کہا ''بس اب تو اگر کوئی خواہش ہے تو یہی کہ مجھے پھر دنیا میں لوٹا دے تا کہ پھر تیرے نبیؐ کے ساتھ ہو کر دشمن کا مقابلہ کروں اور ایک دفعہ پھر شہید ہو کہ آؤں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا

''میں اپنی کتاب میں یہ فیصلہ کر چکا ہوں کہ جنہیں ہم ایک دفعہ موت دے دیں وہ لوٹائے نہیں جاتے۔'' دوسری روایت میں حضرت جابرؓ کے چچا کے ساتھ بھی اسی سلوک کا ذکر ہے۔(9)

خوشخبری

ایک روایت میں ہے کہ حضرت عبداللہؓ نے عرض کیا کہ اے میرے رب! جو ہمارے پیچھے رہ گئے ہیں انہیں ہمارے اس بلند مقام شہادت سے اطلاع فرما دے (تا انہیں بھی اطمینان ہو) اس پر سورۃ آل عمران کی آیات 170 تا 172 نازل ہوئیں جن میں یہ ذکر ہے کہ جو اللہ کی راہ میں مارے جائیں انہیں مردہ نہ سمجھو وہ زندہ ہیں، اپنے رب کے پاس ان کو رزق دیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں جو کچھ عطا کیا ہے اس پر وہ خوش ہوتے ہیں اور اپنے پچھلوں کی وجہ سے جو ابھی ان سے نہیں ملے، خوش ہوتے ہیں کہ ان پر کوئی خوف نہیں اور نہ وہ غمگین ہیں۔(10)

حوالہ جات

1- ابن سعد جلد 3 ص 561، 620

2- مسند احمد بن حنبل جلد 3 ص 461

3- مجمع الزوائد جلد 9 ص 317

4- ابن سعد جلد 3 ص 5663، اسد الغابہ جلد 1 ص 256.257

5- ابن سعد جلد 3 ص 562

6- مسند احمد جلد 5 ص 229

7- بخاری کتاب المغازی و ابن سعد جلد 3 ص 561

8- ابن سعد جلد 3 ص 562

9- مجمع الزوائد جلد 9 ص 317

10- اسد الغابہ جلد 3 ص 233

حضرت عمروؓ بن جموح انصاری

نام ونسب

حضرت عمروؓ بن جموح انصار کے قبیلہ بنی جشم بن خزرج سے تعلق رکھتے تھے انہیں عقبہ کے موقع پر بیعت کرنے کی سعادت عطا ہوئی۔ بدر میں بھی شریک ہوئے ایک موقع پر نبی کریم ﷺ نے انہیں قبیلہ بنوسلمہ کا سردار مقرر فرمایا۔ کیونکہ یہ بڑے سخی شخص تھے۔ اس کی تقریب کچھ یوں پیش آئی کہ انصار کے قبیلہ بنوسلمہ کے کچھ لوگ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضور ﷺ نے پوچھا کہ تمھارا سردار کون ہے؟ انہوں نے عرض کی کہ یا رسول اللہ ﷺ ہمارا سردار تو جد بن قیس ہے مگر وہ ہے بڑا بخیل۔ حضور ﷺ نے فرمایا ''بخل سے بری تو کوئی بیماری نہیں۔ تمہارا سردار تو عمرو بن جموحؓ جیسا شخص ہونا چاہیے جو بہت ہی سخی انسان ہے''

حضور کا یہ اشارہ ہی وفا شعار انصار کیلئے عمرو بن جموحؓ کی سرداری کا پروانہ ثابت ہوا۔ تب سے حضرت عمرو بن جموحؓ بالاتفاق اپنے قبیلہ کے سردار مانے گئے چنانچہ انصار کا شاعر یوں نغمہ سرا ہوا۔

وَقَا لَ رَسُولُ اللّٰهِ وَالْحَقُّ قَولُه‘　　لِمَنْ قَالَ مِنَّا مَن تَسَمُّونَ سَيِّدِاً

یعنی خدا کے رسولؐ نے کیا ہی سچ فرمایا تھا جب آپ نے ہم سے پوچھا کہ تمہارا سردار کون ہے؟

فَسُوِّ دَعَمْرُو بنُ الْجُمُوحِ لِجُودِهٖ　　وَحَقٌّ لِعَمْرِو بِالنَّدىٰ اَن يُسَوَّدَا

پھر عمروؓ بن جموح کو ان کی سخاوت کے باعث سردار مقرر کیا گیا اور اپنی سخاوت اور جود وسخا کی وجہ سے عمرو ہی اس بات کے مستحق تھے کہ وہ سردار بنائے جاتے۔

پھر ان کی سخاوت کا حال یوں کیا ہے۔

اِذَا جَاءَ هُ السُّؤَال اَذْهَبَ مَالَهٗ　　وَقَالَ خُذُوهُ اِنَّهٗ عَائِدٌ غَداً　(1)

ان کے پاس جب کوئی سوال کرنے والا آتا ہے۔ وہ اپنے مال کو خدا کی راہ میں لٹا دیتے اور اس سائل کی ضرورت پوری کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ مال لے جاؤ کہ یہ تو کل پھر لوٹ کر ہمارے پاس واپس آنے والا ہے۔

بیٹے کا باپ کو تبلیغ توحید کا انوکھا طریق

حضرت عمروؓ بن جموح کے قبول اسلام کا قصہ بھی بہت ہی دلچسپ اور عجیب ہے۔ آغاز میں یہ مشرک اور بت پرست تھے اور اپنے گھر میں ہی لکڑی کا ایک بت بنا کر اسے منات کا نام دے رکھا تھا اور اس کی بڑی تعظیم اور پاک صاف رکھتے تھے۔ بیعت عقبہ ثانیہ کے موقع پر بنوسلمہ کے بعض نوجوانوں نے بیعت کی، ان میں حضرت معاذؓ بن جبل بھی تھے۔ خود حضرت عمروؓ کے بیٹے معاذ نے بھی بیعت کر لی تھی۔ انہوں نے اپنے والد عمروؓ کو اسلام کی طرف دعوت دینے کی عجیب راہ نکالی۔ انہوں نے تدبیر یہ کی کہ حضرت عمروؓ کا وہ بت جسے انہوں نے اپنے گھر میں سجا رکھا تھا، رات کو اسے وہاں سے اٹھا کر محلّہ کے کوڑے کے گڑھے میں پھینک دیتے تھے۔ عمروؓ دوبارہ اسے تلاش کر کے اپنے گھر میں لے آتے اور کہتے کہ اگر مجھے اس شخص کا پتہ چل جائے جو میرے بت کے ساتھ یہ سلوک کرتا ہے تو میں اسے عبرت ناک سزا دوں۔ اگلے دن پھر ان نوجوانوں نے اس بت کے ساتھ وہی سلوک کیا، وہ پھر گڑھے میں الٹا پڑا تھا۔ عمروؓ پھر اسے اٹھا لائے۔ تیسرے دن پھر اس بت کو صاف ستھرا کر کے سجا کے رکھا۔ ساتھ ہی اپنی تلوار بھی رکھ دی اور بت کو مخاطب کر کے کہا کہ خدا کی قسم مجھے نہیں پتہ کہ کون تمہارے ساتھ یہ حرکتیں کرتا ہے لیکن اب میں تلوار بھی تمہارے ساتھ چھوڑے جا رہا ہوں۔ اب اپنی حفاظت خود کر لینا۔ اگلے دن جب پھر عمروؓ نے دیکھا کہ بت اپنی جگہ موجود نہیں اور پھر محلّہ کے اسی گڑھے کے اندر ایک مردہ کتے کے گلے میں وہ بت بندھا پڑا مل گیا۔ عمروؓ یہ دیکھ کر بہت سٹ پٹائے اور سخت پریشان ہو کر یہ سوچنے پر مجبور ہوئے کہ وہ بت جسے میں نے خدا بنا کر رکھا ہوا ہے اس میں تو اتنی قدرت اور طاقت بھی نہیں کہ تلوار پاس ہوتے ہوئے بھی اپنے آپ کو بچا سکے اس نے میری کیا حفاظت کرنی ہے؟ اور طرفہ یہ ایک مردہ کتا اس کے گلے میں پڑا ہوا ہے۔ پھر یہ خدا کیسے ہو سکتا ہے اور یہی بات ان کے قبول اسلام کا موجب ہو گئی۔ چنانچہ اس موقع پر اس بت کو مخاطب کر کے انہوں نے جو اشعار کہے اس سے انکی اندرونی کیفیت خوب ظاہر ہوتی ہے۔

تَاللّٰہِ لَوْ کُنْتَ اِلٰھاً لَمْ تَکُنْ اَنْتَ وَ کَلْبٌ وَسْطَ بِئْرٍفِی قَرَنْ

اے بت! خدا کی قسم اگر تم واقعی سچے خدا ہوتے تو پھر یہ تو نہ ہوتا کہ تم ایک مردہ کتے کے گلے میں بندھے ایک گڑھے میں یوں پڑے ہوتے۔

فَالْحَمْدُ لِلّٰہِ الْعَلِیِّ ذِی الْمِنَن　　الْوَاھِبِ الرِّزْقِ وَ دَیَّانِ الدِّیَن

پس اس احسان کرنے والے بلند و برتر اللہ کی میں تعریف کرتا ہوں جو رزق عطا کرنے والا اور انصاف کرنے والا ہے۔(2)

انصار میں سب سے آخر میں اسلام قبول کرنے والے عمرو بن جموحؓ تھے لیکن بعد میں آکر وہ کئی پہلوں سے سبقت لے گئے۔ اور آنحضرت ﷺ اور اسلام کے ساتھ محبت میں بہت بڑھ گئے۔ رسول کریم ﷺ سے تو انہیں ایک عشق تھا۔ آپؐ کی ذاتی خدمات وہ بڑے شوق اور محبت سے بجا لاتے تھے۔ چنانچہ مدینہ کے ابتدائی دور ہجرت میں ہونے والی حضور ﷺ کی شادیوں کے مواقع پر دلی محبت کے ساتھ آپ اپنی طرف سے دعوت ولیمہ کا اہتمام کرتے تھے۔ اپنے نسبتی بھائی حضرت عبداللہؓ بن عمرو کی طرح حضرت عمروؓ بن الجموح کو بھی غیر معمولی شوق جہاد تھا۔

شہادت کی تمنا

شہادت کی تمنا آپ کے دل میں موجزن تھی۔ ایک دفعہ عمروؓ بن جموح آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے پاؤں میں تکلیف کی وجہ سے وہ لنگڑا کر چلا کرتے تھے مگر دل جوان تھا جس میں شہادت کی تمنائیں ہر وقت مچلتی رہتی تھیں۔ عرض کیا ''یارسولؐ اللہ اگر میں خدا تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرتے ہوئے شہید کیا جاؤں تو کیا میں اپنے اس لنگڑے پاؤں کے ساتھ جنت میں داخل ہو جاؤں گا؟'' آنحضرتؐ نے فرمایا ''ہاں میں یہ امید کرتا ہوں کہ تمہیں اللہ تعالیٰ جنت میں مقام عطا فرمائے گا۔'' پھر احد کے دن یہ شہید ہو گئے۔ ان کے نسبتی بھائی عبداللہ بن عمروؓ اور ان کے ایک آزاد کردہ غلام نے بھی جام شہادت نوش کیا۔ آنحضرتؐ جب عمروؓ کی نعش کے پاس سے گذرے تو فرمایا اے عمروؓ میں تجھے جنت میں اپنے صحیح پاؤں کے ساتھ چلتے ہوئے دیکھ رہا ہوں۔ پس حضرت عمروؓ نے اپنی جسمانی معذوری کے باوجود قربانی کا ایک عجیب نمونہ بعد میں آنے والوں کیلئے چھوڑا۔ قرآن شریف میں معذوروں کیلئے جہاد سے رخصت ہے مگر عمروؓ آنحضرتؐ سے بار بار عرض کر کے جہاد میں شامل ہونے کی اجازت لے رہے تھے۔ بیٹے معذوری کی وجہ سے روکتے تھے مگر یہ کہتے کہ نہیں میں اس جہاد میں شامل ہونا چاہتا ہوں۔ یہ وہ سچا جذبہ ہے جہاد کا جو آج بھی ہر دل میں موجزن ہونا چاہیے۔ چنانچہ جب بدر

کے موقع پر حضورؐ نے جہاد کی تحریک فرمائی تو عمروؓ کے پاؤں میں تکلیف کی وجہ سے ان کے بیٹوں نے انہیں جنگ میں شامل ہونے سے روک دیا۔ پھر جب احد کا موقع آیا تو عمرؓ واپنے بیٹوں کو کہنے لگے کہ تم لوگوں نے مجھے بدر میں بھی شامل نہیں ہونے دیا تھا۔ احد کا موقع آیا ہے تم مجھے نہیں روک سکتے میں لازماً جاؤں گا اور احد میں شامل ہوں گا۔ اولاد نے والد کی معذوری کے حوالے سے روکنا چاہا تو کہنے لگے۔ میں خود حضورؐ سے اس کی اجازت لے لوں گا۔ چنانچہ وہ حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا میرے بیٹے اس دفعہ پھر مجھے جہاد سے روکنا چاہتے ہیں۔ اور میں آپ کے ساتھ اس جہاد میں شامل ہونا چاہتا ہوں۔ خدا کی قسم میں امید رکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ میری دلی مراد قبول کرے گا اور مجھے شہادت عطا فرمائے گا اور میں اپنے اسی لنگڑے پاؤں کے ساتھ جنت میں داخل ہو جاؤں گا۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اے عمروؓ! بے شک اللہ تعالیٰ کو آپ کی معذوری قبول ہے اور جہاد تم پر فرض نہیں لیکن ان کے بیٹوں سے فرمایا کہ تم ان کو نیک کام سے روکو نہیں، ان کی دلی تمنائیں اگر ایسی ہیں تو پورا کرنے دو شاید اللہ تعالیٰ انہیں شہادت عطا فرمادے۔ چنانچہ حضرت عمروؓ نے اپنے ہتھیار لئے اور یہ دعا کرتے ہوئے میدان احد کی طرف روانہ ہوئے، **اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنِی شَھَادَۃً وَلَا تَرُدَّنِی اِلٰی اَھْلِی خَائِباً** اے اللہ اب مجھے شہادت عطا کرنا اور مجھے اپنے گھر کی طرف ناکام و نامراد واپس لے کر نہ آنا۔ اس دعا سے ظاہر ہے کہ صحابہ اپنی کامیابی اس بات میں جانتے تھے کہ خدا تعالیٰ کی راہ میں ان کی جان کی قربانی قبول ہو جائے اور پھر واقعۃً حضرت عمروؓ نے اپنی یہ خواہش پوری کر دکھائی۔ وہ میدان احد سے زندہ واپس نہیں لوٹے۔ ان کی بیوہ حضرت ہندؓ اونٹ پر انکی نعش اٹھا کر مدینہ لے آئیں۔ اسی جنگ میں حضرت ہندؓ کا بیٹا خلاّدؓ بھی شہید ہوا اور ان کے بھائی نے بھی جام شہادت نوش کیا تھا۔ جب نعش مدینہ پہنچی تو حضورؐ نے فرمایا کہ شہداء احد کو میدان احد کے اندر ہی دفن کرنا ہے، چنانچہ حضرت ہندؓ ان کا جنازہ واپس میدان احد لے گئیں اور وہیں پر ہی تدفین ہوئی۔ (3)

احادیث میں حضرت عمروؓ بن جموح سے جو ایک روایت مروی ہے، اس کا تعلق بھی رضائے الٰہی سے ہے۔ گویا راضی برضا رہنا ان کا دل پسند مضمون تھا۔ وہ بیان کرتے تھے کہ میں نے آنحضرت ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ''ایک بندہ اس وقت کامل مومن ہوتا ہے جب وہ کسی سے محبت کرے تو خدا کی

خاطر اور کسی سے ناراض ہوتو خدا کی خاطر اور جب بندہ ایسا کرتا ہے تو اسے اللہ تعالیٰ کی ولایت اور دوستی عطا کی جاتی ہے۔اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرے بندوں میں سے جو میرے اولیاء اور پیارے بن جاتے ہیں تو جب وہ ان لوگوں سے ملتے ہیں جو میرا ذکر کرتے ہیں تو میں بھی ان کا ذکر کرتا ہوں اور میں ان کو یاد رکھتا ہوں۔''(4)

رسول کریم ﷺ کی پیار کی نظر

حضرت عمروؓ کو رسول اللہ ﷺ سے بہت محبت تھی۔رسول کریم ﷺ کی شادی پر وہی آپؐ کے ولیمہ کا انتظام کرتے تھے۔(5)

حضرت عمروؓ بن جموح اور حضرت عبداللہ بن عمروؓ انصاری جان نثار اور وفا شعار اصحاب رسول تھے جب شہید ہوگئے تو آنحضرتؐ نے ان کی وفاؤں کو خوب یاد رکھا اور فرمایا یہ دونوں بھائی دنیا میں بھی بہت محبت کیا کرتے تھے ان کو ایک ہی قبر میں دفن کردو چنانچہ احد میں وہ دونوں ایک قبر میں دفن ہوئے (6) اور ان کی قبریں بھی باہمی الفت و محبت کا ایک عجیب نشان بن گئیں۔روایت ہے کہ قریباً نصف صدی بعد جب سیلاب آیا اور اس کے نتیجے میں ان بزرگوں کی نعشیں زمین سے باہر نکل آئیں۔صحابہ بیان کرتے ہیں کہ ان شہداء کی نعشوں کی ایک عجیب حفاظت کی شان ہم نے دیکھی کہ وہ اس حالت میں تھیں کہ ان کے اندر کوئی تغیر نہیں ہوا تھا۔(7) اس سے پتہ چلتا ہے کہ بعض ظاہری نشان بھی اللہ تعالیٰ اپنے پیاروں اور اولیاء کے بارہ میں ظاہر کرتا ہے۔

حوالہ جات

1- اسد الغابہ جلد 4 صفحہ 93

2- اسد الغابہ جلد 4 صفحہ 94

3- اسد الغابہ جلد 4 صفحہ 94

4- مسند احمد جلد 3 صفحہ 430

5- اصابہ جز 2 صفحہ 529

6- مسند احمد جلد 5 صفحہ 229

7- مؤطا امام مالک کتاب الجہاد باب الدفن فی قبر واحد

حضرت ابی بن کعبؓ

نام ونسب

حضرت ابیؓ بن کعب کا تعلق انصار کے قبیلہ خزرج کی شاخ بنونجار سے تھا۔ ابو المنذ ر اور ابوالطفیل کی کنیت سے مشہور تھے۔ان کی والدہ سہیلہ بنت اسود حضرت ابوطلحہؓ انصاری کی پھوپھی تھیں۔اس لحاظ سے اُبی آنحضرت ﷺ کے عاشق ابوطلحہ انصاریؓ کے پھوپھی زاد بھائی ٹھہرے۔قد درمیانہ تھا۔آخری عمر میں بال سفید ہو گئے مگران پر رنگ نہیں چڑھاتے تھے۔یہی یک رنگی مزاج کا بھی حصہ تھی۔ابتدائی حالات زندگی بہت کم معلوم ہوتے ہیں۔مگراس قدر واضح ہے حضرت ابوطلحہؓ انصاری کے ہم نشین اور ہم نوالہ وہم پیالہ تھے۔

قبول اسلام

عقبہ ثانیہ کے تاریخی موقع پر انہیں آنحضرت ﷺ کی بیعت میں شامل ہونے کی سعادت نصیب ہوئی۔حضور ﷺ کے مدینہ ہجرت کرنے کے بعد آپ کی صحبت میں آئے۔اس زمانہ میں عام طور پر عربوں میں لکھنے پڑھنے کا رواج نہ تھا۔مگرابیؓ بن کعب کتابت کافن جانتے تھے۔اس لئے روایات کے مطابق ہجرت نبوی کے بعد اہل مدینہ میں سب سے پہلے قرآن کریم کی کتابت کی سعادت انہی کوعطا ہوئی۔ان کی عدم موجودگی میں حضرت زیدؓ بن ثابت یہ خدمت انجام دیا کرتے تھے۔رسول کریم ﷺ کے خطوط کی کتابت کرنے کی بھی آپ کو توفیق ملتی رہی۔(1)

مدینہ آنے کے بعد حضور ﷺ نے انصار ومہاجرین میں مؤاخات کا سلسلہ جاری فرمایا۔ حضرت ابیؓ حضرت طلحہؓ بن عبیداللہ قریشی کے اسلامی بھائی بنے۔بعض روایات میں حضرت سعیدؓ بن زید کا بھائی بننے کا ذکر بھی آتا ہے۔

غزوات میں شرکت

حضرت ابیؓ کوغزوات میں بھی شرکت کا موقع ملا۔ چنانچہ بدر، خندق، اور دیگر غزوات میں بھی آپؓ شامل ہوئے۔(2)

غزوہ احزاب کے موقع پر ایک کاری زخم آپ کو لگا جس کے نتیجے میں رگ کٹ گئی۔حضور اکرمؐ نے ان کا علاج داغنے کے ذریعے کروایا اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے شفایاب ہوئے۔(3)

قبول اسلام کے بعد فن کتابت کے ہنر کے باعث بھی آپ کو غیر معمولی طور پر حضور اکرم ﷺ کی صحبت اور رفاقت کی نعمت عطا ہوئی۔مدینہ کے ابتدائی زمانہ میں مختلف اہم مواقع پر حضور ﷺ کی معیت کا شرف حاصل ہوتا رہا۔

قاری قرآن

آنحضرتؐ کے فیض صحبت سے انہوں نے بہت کچھ سیکھا۔سب سے بڑی سعادت قرآنِ شریف سیکھنے لکھنے اور یاد کرنے کی تھی۔ یہاں تک کہ آنحضرت ﷺ نے آپ کو بہترین قاری کی سند عطا فرمائی۔حضورؐ نے مدینے میں جن چار قُرّاء سے بطور خاص قرآن شریف سیکھنے کی ہدایت مسلمانوں کو فرمائی ان میں حضرت ابی بن کعبؓ بھی شامل تھے۔آپ کی قرآن شریف کی قراءت اور حفظ نہایت عمدہ تھا۔ایک موقع پر حضورؐ فجر کی نماز پڑھا رہے تھے۔حضرت ابیؓ قدرے تاخیر سے نماز میں شامل ہوئے۔اس دوران حضور ﷺ سے کوئی آیت پڑھنے سے رہ گئی مقتدیوں میں کسی کی توجہ ادھر نہ ہوئی۔حضرت اُبی نے نماز ختم ہونے کے بعد نہایت ادب سے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسولؐ کیا قرآن شریف کی کوئی آیت منسوخ ہوگئی ہے یا حضور ﷺ پڑھنا بھول گئے ہیں؟ آپؐ نے فرمایا نہیں کوئی آیت تو منسوخ نہیں ہوئی۔میں اس کا پڑھنا بھول گیا تھا۔یوں ان کا اتقانِ حفظ حضورؐ نے قبول فرمایا۔(4)

ایک دفعہ حضرت ابیؓ کی ایک شخص سے تکرار ہوگئی جو قرآن شریف کسی اور لہجہ میں پڑھتا تھا حضرت ابیؓ نے کہا کہ مجھے تو آنحضرت ﷺ نے اس طرح پڑھایا ہے۔اس نے اصرار کیا کہ میں نے حضورؐ کے سامنے اسی طرح پڑھا اور حضور ﷺ نے مجھے منع نہیں فرمایا۔حضرت ابیؓ ان کو ساتھ لے کر حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ آپؐ نے مجھے فلاں آیت یوں پڑھائی ہے اور یہ صاحب کہتے ہیں کہ آپ نے ان سے دوسرے لہجے میں یہ آیت سن کر منع نہیں فرمایا۔حضورؐ نے دونوں سے قرآن کی وہ آیت سنی اور فرمایا کہ دونوں نے ٹھیک پڑھا ہے۔حضرت ابیؓ

نے تعجب سے عرض کیا یا رسولؐ اللہ میں نے بھی ٹھیک پڑھا اور اس نے بھی ٹھیک پڑھا ہے؟ تب حضورؐ نے ابیؓ کے سینے پر ہاتھ رکھ کر یہ دعا کی اَللّٰھُمَّ اَذھِبْ عَن اُبَیٍّ شَکًّا کہ اے اللہ ابی کے دل سے شک دور کر دے۔(5) حضور ﷺ کی مراد صحت تلفظ کے بارہ میں وسوسہ کی حد تک احتیاط یا دورانِ قراءت اس غلوّ سے تھی جو مناسب نہیں۔ اسی طرح سہولت کی خاطر جو مختلف قرائتوں کی رخصت آغاز میں تھی اس سے فائدہ اٹھانے کی طرف اشارہ بھی تھا اور یہ سبق بھی کہ قرآن دنیا کی ساری قوموں کے لئے ہے جو اسے پڑھیں گے۔ پس جسے جتنی بھی سہولت ہے اور اس کی زبان پر جیسے لفظ ادا ہوتا ہے اس کوشش سے یہ حق ادا ہو جاتا ہے تو اس میں بہت سختی جائز نہیں۔

رسولؐ اللہ سے تحصیل علم قرآن

رسول اللہ ﷺ کی صحبت اور فیض کی برکت سے حضرت ابیؓ کو تعلق باللہ میں ایک خاص مقام حاصل ہوا۔ جس کا اظہار اس واقعہ سے خوب ہوتا ہے۔ ایک دفعہ آنحضرتؐ نے حضرت ابیؓ سے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں سورہ بیّنہ کی تلاوت آپ کو سناؤں۔ حضرت ابیؓ حیران وششدر تھے اور خوشی سے پھولے نہ سماتے تھے۔ عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ کیا اللہ نے میرا نام لے کر فرمایا ہے کہ میں آپ کو قرآن شریف کی تلاوت سناؤں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ہاں جبریلؑ نے مجھے کہا کہ آپؐ کے رب کا ارشاد ہے کہ آپ یہ سورۃ ابیؓ بن کعب کو سنائیں اور ملاءِ اعلیٰ میں تمہارا ذکر اپنے نام اور نسب کے ساتھ ہوا۔ کہنے لگے کیا تمام جہانوں کے رب کے حضور میرا نام لے کر ذکر ہوا۔ آنحضرتؐ نے فرمایا ہاں اللہ نے آپ کا نام لے کر مجھے ایسا ہی حکم دیا ہے۔ حضرت ابیؓ کی آنکھوں میں خوشی کے آنسو تیرنے لگے۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابیؓ کو سورۂ بینہ کی تلاوت سنائی۔(6)

ترمذی کی روایت سے مزید یہ اشارہ ملتا ہے کہ رسول کریم ﷺ کو حضرت ابیؓ کے سامنے بطور خاص سورۃ بینہ پڑھ کر سنانے میں حکمت دراصل اس کے بعض اہم مضامین کی طرف ان کو توجہ دلانا تھی۔ چنانچہ حضورؐ نے انہیں سورۂ بینہ سناتے ہوئے بعض جگہ رک کر کچھ زائد کلمات بطور تفسیر بھی ارشاد فرمائے۔ جیسے یہ جملہ کہ ''اب اللہ کے نزدیک اصل دین یہودیت، عیسائیت اور مجوسیت نہیں بلکہ موحد دین اسلام ہے۔'' آیت 7 میں الفاظ ''دین القیمہ'' کی تفسیر معلوم ہوتا ہے، اسی طرح

آیت 10,9 میں عمل صالح کرنے والوں کی جزا کا ذکر ہے اس کی تفسیر میں فرمایا کہ جو شخص بھی نیکی کرے گا اس کی ناقدری نہ کی جائے گی۔ اور آخری آیت میں اپنے رب کی خشیئت اختیار کرنے کا ذکر تھا جس میں دنیاداری اور مال روک بن سکتا ہے۔ اس کی تفسیر میں فرمایا ''اگر ابن آدم کے لئے مال کی ایک وادی ہو تو وہ اس کے ساتھ دوسری وادی چاہے گا اور اگر دوسری وادی مل جائے تو تیسری کا تقاضا کرے گا۔ اور ابن آدم کا پیٹ سوائے مٹی کے کوئی چیز نہیں بھرتی اور اللہ تعالیٰ اس پر رجوع برحمت ہوتا اور توبہ قبول کرتا ہے جو خود جھکتا اور خشیت اختیار کرتا ہے۔'' (7) پس یہ رسولؐ اللہ کی برمحل تفسیر کا بیان تھا نہ کہ سورۃ بیّنہ میں کوئی اضافہ جو بعد میں منسوخ ہو گیا جیسا کہ بعض لوگ غلط فہمی سے یہ خیال کرتے ہیں۔

آپؓ کے ایک شاگرد عبدالرحمٰن کہتے تھے کہ میں نے اُبیؓ سے عرض کیا کہ یہ بات سن کر تو آپ بہت خوش ہوئے ہونگے۔ حضرت اُبیؓ نے کہا کہ تو کیا مجھے خوش نہیں ہونا چاہیے تھا؟ جبکہ قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَ بِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا ط (یونس:59) اللہ کے فضل اور اس کی رحمتوں کو یاد کر کے خوش ہوا کرو اور اتنے بڑے فضل الٰہی اور رحمت خداوندی پر کہ بارگاہ الٰہی میں میرا ذکر ہوا میں کیونکر خوش نہ ہوں۔ (8)

یہ سعادت بھی حضرت ابیؓ کو عطا ہوئی کہ حضورؐ علمی لحاظ سے ان کی تربیت کے ساتھ ان کا امتحان بھی کرتے رہتے تھے۔ چنانچہ ایک موقع پر حضورؐ نے حضرت ابیؓ سے پوچھا کہ قرآن شریف کی کونسی آیت ایسی ہے جسے سب سے عظیم کہا جانا چاہیے؟ حضرت اُبیؓ نے کمال ادب سے عرض کیا اللہ اور اس کا رسولؐ ہی بہتر جانتے ہیں۔ مگر جب حضورؐ نے اصرار سے پوچھا تو حضرت ابیؓ نے عرض کیا یارسولؐ اللہ آیت الکرسی ایسی آیت ہے جسے قرآن کریم کی عظیم آیت کہنا چاہیے۔ آنحضور ﷺ نے حضرت ابیؓ کو اس موقع پر دربار رسالت سے سند علم عطا کرتے ہوئے فرمایا کہ اے ابیؓ! اللہ تیرا علم مبارک کرے۔ واقعۃً آیت الکرسی ہی قرآن کی عظیم آیت ہے۔ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ یہ وہ آیت ہے جو اللہ تعالیٰ کی بادشاہت، قدوسیت اس کی شان اور عظمت بیان کرتی ہے۔ آپؐ نے فرمایا گویا اس سورت کی زبان اور ہونٹ ہیں جن سے اُس خالق کائنات کی تقدیس

اور عظمت بیان کرتی ہے۔حضرت ابیؓ کی ایک روایت سے پتہ چلتا ہے کہ رسول کریمؐ نے اپنی وفات کے سال ان کے ساتھ سارے قرآن کا دور کیا اور فرمایا کہ ''جبریلؑ نے مجھے کہا ہے کہ میں سارا قرآن آپ کو سناؤں اور وہ آپ کو سلام کہتے ہیں۔'' یہی وجہ ہے کہ حضرت ابیؓ حضرت عمرؓ سے کہا کرتے تھے کہ میں نے اس سے قرآن سیکھا جس نے جبریلؑ سے تازہ بتازہ قرآن سیکھا۔(9)

اطاعت رسولؐ

نبی کریم ﷺ کو حضرت ابیؓ کے ساتھ جو محبت تھی اس کا اظہار اس واقعہ سے خوب ظاہر ہے۔ آنحضورؐ حضرت ابیؓ کے گھر تشریف لے گئے اور انہیں آواز دی۔حضرت اُبیؓ اُس وقت نماز میں مصروف تھے۔حضور ﷺ کی آواز سنتے ہی نماز مختصر کی اور سلام پھیر کر حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔آنحضرت ﷺ نے تاخیر سے آنے کی وجہ پوچھی تو عرض کیا ''یارسول اللہ ﷺ! میں نماز میں تھا۔حضور ﷺ کی آواز سنتے ہی نماز مختصر کر کے آپؐ کی خدمت میں حاضر ہو گیا ہوں۔'' آپؐ نے فرمایا کہ کیا تم نے قرآن میں یہ نہیں پڑھا کہ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِیْبُوْا لِلّٰہِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاکُمْ لِمَا یُحْیِیْکُمْ (الانفال :25) کہ اے مومنو اللہ اور اس کا رسول جب تمہیں بلائیں تو لبیک کہتے ہوئے اس کی خدمت میں حاضر ہو جایا کرو۔اس لئے جب میں نے تمہیں آواز دی تو چاہیے تھا کہ نماز چھوڑ کر لبیک کہتے ہوئے حاضر ہو جاتے۔حضرت ابیؓ نے عرض کیا ''یارسولؐ اللہ یہ غلطی معاف ہو آئندہ انشاء اللہ ایسا نہ ہوگا۔'' پھر حضور ﷺ نے ازراہ شفقت فرمایا ''اے اُبیؓ! کیا میں تمہیں ایک ایسی سورۃ نہ سکھاؤں جو توریت، انجیل اور زبور میں بھی موجود نہیں، نہ ہی خود فرقان مجید میں ایسی کوئی سورۃ موجود ہے اور وہ سورۃ فاتحہ ہے۔یہ وہ سات آیات ہیں جو اپنے مضامین اور معانی کے لحاظ سے قرآن عظیم کہلانے کی مستحق ہے۔(10)

عالم باعمل

حضرت ابیؓ بن کعب ایک عالم باعمل انسان تھے۔نہایت التزام کے ساتھ پنجگانہ نمازیں آنحضرت ﷺ کے ساتھ ادا کیا کرتے تھے۔ایک روز نماز فجر کے بعد کا ذکر کرتے ہیں آنحضرتؐ

نے نماز سے غیر حاضر لوگوں کے بارے میں پوچھا کہ کیا فلاں فلاں شخص نماز پر آئے ہیں؟ عرض کیا گیا وہ حاضر نہیں ہیں۔ آپؐ نے فرمایا دو نمازیں فجر اور عشاء منافقوں پر بہت بھاری ہیں اور اگر ان کو علم ہو کہ ان نمازوں کا کتنا زیادہ ثواب ہے تو وہ ضرور ان نمازوں میں حاضر ہوں۔ خواہ انہیں اپنے گھٹنوں کے بل آنا پڑے۔(11)

ایک دفعہ ایک شخص نے حضرت ابیؓ سے سوال کیا کہ ہمیں دوران سفر ایک چابک ملا ہے۔ اس کا کیا کریں؟ حضرت ابیؓ بن کعب نے کیا خوب جواب دیا کہ یہ تو ایک کوڑا ہے۔ مجھے ایک دفعہ سو دینار ملے تھے اور میں نے حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ یہ ایک گم شدہ چیز ہے ملی ہے۔ آنحضورؐ نے فرمایا کہ ایک سال تک اعلان کرتے رہو کہ جس کسی کے ہوں وہ لے لے۔ ایک سال تک اعلان کے باوجود جب کوئی مالک نہ آیا تو میں وہ دینار لے کر حضورؐ کی خدمت میں دوبارہ حاضر ہوا۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ ایک سال اور اعلان کرو۔ چنانچہ مزید ایک سال اعلان کر کے پھر تیسری مرتبہ حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ دوسرے سال بھی اعلان کے بعد اس کا کوئی مالک نہیں آیا۔ فرمایا ایک سال اور اعلان کرو۔ تیسرے سال اعلان کے بعد بھی جب کوئی نہیں آیا تو انہوں نے آنحضور ﷺ سے چوتھی مرتبہ پوچھا۔ آپؐ نے فرمایا ''اب بیشک یہ دینار اپنے استعمال میں لے آؤ۔'' یوں حضرت ابیؓ نے سائل کو اپنے عملی نمونہ سے بتایا کہ اس واقعہ سے سبق حاصل کرو۔(12)

حضرت ابیؓ بن کعب جو خود بھی پنجگانہ نمازوں کا خاص التزام رکھتے تھے یہ واقعہ بھی بیان کرتے تھے کہ ایک صحابی مسجد نبوی سے دور مدینہ کے کنارے پر رہتے تھے لیکن جذبہ و اخلاص ایسا تھا کہ آنحضرت ﷺ کے پیچھے نماز پڑھنے کے شوق میں پانچوں نمازیں مسجد نبوی میں آ کر ادا کرتے تھے۔ شدید گرمی ہو یا شدید سردی وہ طویل فاصلہ پیدل طے کر کے نماز کیلئے حاضر ہوتے۔ مجھے ان کی حالت پر ترس آتا۔ ایک دفعہ میں نے ان سے کہا کہ آپ کوئی سواری گدھا وغیرہ ہی خرید لیتے جس سے پیدل چلنے کی مشکل آسان ہو جاتی۔ اس صحابی نے بھی کیا خوب جواب دیا کہ میری تو یہ تمنا ہے کہ مسجد آتے جاتے میرا ہر قدم اجر و ثواب کا موجب ہو جائے۔ آنحضرت ﷺ کو جب اس شخص کی

نیک خواہش کا علم ہوا تو فرمایا ''اس شخص کی پر خلوص نیت قبول فرماتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے اس کا اجرو ثواب اس کے حصے میں جمع کر دیا ہے۔''

مستجاب الدعوات

حضرت ابیؓ بن کعب دعا گو انسان تھے۔حضرت عمرؓ بیان کرتے تھے کہ ایک دفعہ ہم ایک سفر میں حضرت ابیؓ کے ساتھ قافلہ کے آخر میں تھے کہ بادل امڈ آئے، حضرت ابیؓ نے دعا کی کہ اے اللہ! اس بادل اور بارش کی اذیت سے ہمیں محفوظ رکھنا۔آگے گئے تو قافلہ کے اگلے حصے کے کپڑے اور پالان بارش سے بھیگ چکے تھے انہوں نے ہم سے پوچھا کہ تمہارے کپڑے خشک ہیں اس کی کیا وجہ ہے؟ میں نے کہا حضرت ابیؓ کی دعا کی برکت سے اور تم نے بھی ہمارے ساتھ دعا کی ہوتی تو اس کی برکت سے فائدہ حاصل کرتے۔

ایک دفعہ حضرت ابیؓ نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ بخار وغیرہ تکلیف کے آنے پر مومن کو کیا جزا ملتی ہے فرمایا نیکیوں کی صورت میں بدلہ ملتا ہے۔حضرت ابیؓ نے دعا کی کہ اے اللہ! مجھے ایسا بخار دے دے جو تیری راہ میں جہاد اور بیت اللہ اور مسجد جانے سے روک نہ بنے۔چنانچہ حضرت ابیؓ کو ہمیشہ بخار رہتا تھا۔(13)

عشق رسول ﷺ

حضرت ابیؓ رسول اللہ ﷺ کے عاشق صادق تھے۔وہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ متنبہ کرنے والی آواز اور بڑے دل ہلا دینے والے جملے سے ہمیں رات کو تہجد کے لئے بیدار کیا کرتے اور فرماتے تھے ''دیکھو! ایک لرزہ پیدا کر دینے والی گھڑی آیا چاہتی ہے۔موت سر پر کھڑی ہے اُٹھو اور اپنے رب کی بندگی بجالاؤ۔اللہ کو یاد کرو'' تب ہم اُٹھ کر نماز تہجد ادا کرتے۔(14)

ایک دفعہ حضرت ابیؓ نے رسولؐ اللہ سے ایک عجیب عاشقانہ رنگ میں پوچھا یا رسول اللہ ﷺ! میں جب بھی دعا کرتا ہوں تو میرا دل کرتا ہے کہ میں زیادہ سے زیادہ آپ کی ذات پر درود بھیجوں۔ اگر دعا کا چوتھا حصہ میں درود پڑھا کروں تو کیا مناسب ہوگا؟ حضورؐ نے فرمایا جتنا تمہارا جی چاہے

درود پڑھو۔ چاہو اس سے زیادہ بھی پڑھ سکتے ہو۔ حضرت ابیؓ نے حوصلہ پا کر عرض کیا یا رسولؐ اللہ اگر اپنی دعا سے آدھا وقت درود پڑھوں تو کیا یہ مناسب ہوگا۔ حضورؐ نے فرمایا ’’جتنا چاہو پڑھو۔ اس سے زیادہ پڑھ لو تو اور اچھا ہے۔ ابیؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ اگر میں دعا میں دو تہائی حصہ درود شریف میں گذار دوں تو کیسا ہے؟ فرمایا جتنا چاہو پڑھو اور چاہو تو اس سے بھی زیادہ پڑھ سکتے ہو۔ تب حضرت ابیؓ کے دل کی تمنا ان کی زبان پر آ گئی عرض کیا یا رسولؐ اللہ میرا تو دل کرتا ہے کہ میں اپنی دعا میں صرف درود ہی پڑھتا رہوں۔ حضورؐ نے فرمایا ’’اگر تم اپنی دعا کا زیادہ وقت درود میں گزارو گے تو اللہ تعالیٰ تمہارے ہمّ و غم کا خود متکفل ہو جائے گا۔ تمہارے تمام گناہ بخشے جائیں گے اور یہ بات خدا کے حضور تمہارے لئے بلندیٔ درجات کا موجب ہوگی۔‘‘ (15)

حضرت ابیؓ بن کعب کو قرآن شریف سے بھی بہت محبت تھی۔ روایات میں آتا ہے آپ ایک ہفتہ میں قرآن شریف کا دور مکمل کر لیا کرتے تھے۔ (16)

علم قرآن

ایک موقع پر حضرت ابیؓ نے حضرت عمرؓ سے عرض کیا کہ آپ جانتے ہیں کہ جب آپ موجود نہیں ہوتے تھے۔ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر اکتساب علم کرتا تھا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا اللہ نے آپ کو علم عطا فرمایا ہے پس آپ لوگوں کو علم سکھایا کریں۔ چنانچہ آپ باوجود اپنی مصروفیات عبادت کے لوگوں کی تعلیم کی خاطر وقت نکالا کرتے تھے۔

حضرت ابیؓ کی قرأت رسمی نہیں ہوتی تھی بلکہ آپ گہری نظر اور تدبر سے قرآن شریف پڑھتے تھے۔ ایک دفعہ ایک شخص نے آپ سے سوال کیا کہ قرآن شریف کی آیت لَا یَحِلُّ لَکَ النِّسَآءُ مِنۡۢ بَعۡدُ (الاحزاب:53) یعنی اس کے اور تیرے لئے اور عورتیں جائز نہیں اور نہ یہ کہ ان کے بدلے تو اور بیویاں کر لے۔ کے مطابق آنحضرتؐ کو اپنی موجود بیویوں کے علاوہ کسی اور سے نکاح کی اجازت نہیں تھی۔ اگر حضورؐ کی یہ ازواج مطہرات آپؐ کی زندگی میں فوت ہو جاتیں تو کیا پھر بھی یہ ممانعت قائم رہتی۔ حضرت ابیؓ نے جواب دیا کہ قرآن شریف کی ایک اور آیت کے مطابق آنحضورؐ کو اس صورت میں نکاح کا حق حاصل تھا۔ حضرت ابی بن کعبؓ کی نظر غالباً اُس آیت پر ہوگی وَّهَبَتۡ

نَفْسَهَا لِلنَّبِيِّ اِنْ اَرَادَ النَّبِيُّ اَنْ يَّسْتَنْكِحَهَا ۗ خَالِصَةً لَّكَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ؕ (الاحزاب:51)
یعنی اگر کوئی عورت اپنے آپ کو نبی کے لئے ھبہ کردے اور نبی اس سے نکاح کرنا چاہے تو کرسکتا ہے۔ یہ اجازت عام مومنوں کے لئے نہیں صرف نبی کیلئے خاص ہے۔(17)
سورۃ سجدہ کی آیت ہے وَلَنُذِيْقَنَّهُمْ مِّنَ الْعَذَابِ الْاَدْنٰى دُوْنَ الْعَذَابِ الْاَكْبَرِ (السجدہ:22)۔یعنی ہم ان کو قریب کا عذاب چکھائیں گے بڑے عذاب سے پہلے۔ اس کی تفسیر حضرت ابیؓ یہ کرتے تھے کہ قریب کے عذاب سے مراد دنیا کے مصائب ہیں جو اس دنیا میں ان پر وارد ہوتے ہیں۔(18)

امانت ودیانت

حضرت ابیؓ صدق اور راستی پر قائم اپنے عہدوں اور امانتوں کے حق ادا کرنے والے تھے۔آنحضرت ﷺ نے ایک موقع پر آپ کو محصّل زکوٰۃ مقرر فرما کر مدینہ کے نواحی قبائل بنی عُذرہ اور بنی سعد میں بھجوایا۔حضرت ابیؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے وہاں جا کر زکوٰۃ وصول کی۔ واپسی پر مدینہ کے قریب ایک ایسے مخلص مسلمان سے واسطہ پڑا جس کے تمام اونٹوں پر ایک یک سالہ اونٹنی زکوٰۃ میں بنتی تھی۔ میں نے اس سے کہا کہ یک سالہ اونٹنی دے دو۔اُس نے کہا آپ یک سالہ اونٹنی لے کر کیا کرو گے؟ نہ تو اس پر سوار ہوا جائے نہ بوجھ لادا جائے۔ میں آپ کو زکوٰۃ میں بڑی عمر کی بہتر اونٹنی دے دیتا ہوں جو کسی کام بھی آئے۔حضرت ابیؓ بن کعب جو آنحضرتؐ کے تربیت یافتہ تھے۔کہنے لگے میں تو محض ایک امین ہوں۔ مجھ سے یہ نہ ہوگا۔ادھر وہ مخلص بھی اپنے اخلاص اور قربانی پر مُصر تھا۔انہوں نے کہا کہ پھر تم خود آکر حضورؐ کی خدمت میں اونٹنی پیش کردو۔ میں تو حق کے مطابق ہی لوں گا۔ چنانچہ وہ صحابی حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یارسول اللہؐ یہ آپ کا محصّل ہمارے پاس آیا۔ میں اپنے حق سے بڑھ کر زکوۃ دینا چاہتا تھا مگر انہوں نے قبول نہیں کی۔حضورؐ ان کی قربانی پر خوش ہوئے۔اور فرمایا ''اگر آپ خوش دلی سے ایسا کرنا چاہتے ہو تو اللہ تعالیٰ تمہیں اس کا بہت زیادہ اجر عطا فرمائے گا'' اور اسطرح حضورؐ نے ان کی یہ قربانی قبول فرمائی۔(19)
حضرت ابیؓ بن کعب ایک بلند پایہ عالم انسان تھے۔کئی صحابہ ان سے احادیث روایت کرتے

ہیں۔ان روایات کے تنوّع سے حضرت ابیؓ کا بلند علمی ذوق خوب ظاہر ہوتا ہے۔مثلاً دجال کے بارے میں حضرت ابیؓ بن کعب کی یہ روایت کہ اس کی ایک آنکھ بہت تیز روشن ہوگی مصفّٰی آئینہ کی طرح۔یوں دجال کی بائیں آنکھ (یعنی دنیاوی بصیرت) کا تیز ہونا اور دنیا داری میں اس کی ہوشیاری اور دین کے لحاظ سے دائیں آنکھ سے محرومی کے مضمون کی طرف ابیؓ بن کعب نے اشارہ کردیا۔(20)

ختم نبوت کا مضمون بھی حضرت ابیؓ نے ایک روایت میں بیان کیا ہے کہ حضرت خاتم الانبیاءؐ پر یہ نعمت نبوت جس طرح کمال اور اتمام کو پہنچی اسے خود آنحضرتؐ نے ایک خوبصورت مثال میں یوں بیان فرمایا کہ ’’نبیوں میں میری مثال اس شخص کی طرح ہے جس نے ایک خوبصورت گھر بنایا مگر ایک اینٹ کی جگہ اس میں خالی چھوڑ دی۔لوگ اس محل کا حسن دیکھ کر عش عش کرتے تھے۔مگر ایک اینٹ کی خالی جگہ دیکھ کر کہتے تھے کہ کاش یہ بھی مکمل ہوجاتی۔پھر حضورؐ فرماتے تھے فَاَنَا فِی النَّبِیّینَ مَوضِعُ ھٰذِہِ اللَّبِنَۃِ کہ میں نبیوں کی عمارت میں اس اینٹ کی طرح ہوں۔‘‘(21) یعنی میں نے شریعت کی عمارت کو مکمل کردیا۔یہ ہے مقام ختم نبوت کہ شریعت کی وہ عمارت جو ہنوز نامکمل تھی۔حضور اکرمؐ کے آنے سے مکمل ہوگئی اب کسی شرعی نبی کی ضرورت باقی نہیں رہی۔لیکن اس عمارت شریعت کی آبادی اور صفائی ستھرائی کے لئے خلافت راشدہ کا سلسلہ شروع ہوا۔امت میں ہر صدی پر مجدد دین اور آخری زمانہ میں مسیح و مہدی کی خبر دی گئی۔چنانچہ علامہ ابن حجر نے بھی اس حدیث کی تشریح میں یہی لکھا ہے کہ تکمیل عمارت شریعت کی اس مثال میں دراصل شریعت کے کمال کا مضمون بیان ہوا ہے کہ شریعت محمدیہ ماقبل شرائع کی نسبت کامل بلکہ اکمل ہے۔رسولؐ اللہ کی فضیلت کا یہ مضمون حضرت ابیؓ بن کعب ایک اور حدیث سے یوں بیان کرتے تھے کہ رسولؐ اللہ نے فرمایا کہ ’’میں قیامت کے دن لوگوں کا امام، ان کا خطیب اور شفاعت کرنے والا ہوں گا مگر یہ کوئی فخر کی بات نہیں۔یہ تو اللہ تعالیٰ کا ایک انعام اور اس کی عطا ہے۔‘‘(22)

حضرت ابیؓ بن کعب صوفی المشرب انسان تھے۔آپ حدیث ’’حنانہ‘‘ کے بھی راوی ہیں۔یعنی کھجور کے اس تنے کے رونے کا واقعہ جس کے ساتھ کھڑے ہوکر حضورؐ وعظ فرمایا کرتے تھے۔جب منبر رسولؐ تیار ہوگیا اور اس پر کھڑے ہوکر حضور ﷺ نے خطبہ دینا شروع کیا تو اُس تنے

سے رونے کی آواز سنائی دی۔ آنحضرت ﷺ نے تنے کے قریب جا کر اس پر ہاتھ پھیرا اور فرمایا ''سکینت اختیار کرو''۔ فلاسفر اس واقعہ کو ظاہری سمجھ کر انکار کر بیٹھتے ہیں حالانکہ یہ ایک کشفی نظارہ تھا۔ اس تمثیلی واقعہ سے صحابہؓ کو اشارۃً رسول اللہ ﷺ کی جدائی کے لئے تیار کرنا اور آپ کی صحبت سے بھرپور استفادہ کی طرف توجہ دلانی مقصود تھی۔

چنانچہ حضرت ابیؓ یہ روایت اس طرح بیان کرتے تھے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ''یہ تنا میری جدائی سے غمگین ہو کر رونے لگ گیا ہے اور میں نے اسے تسکین دی اور کہا کہ اگر تم چاہو تو تمہیں جنت میں گاڑ دیا جائے اور تمہیں دوام نصیب ہو جائے۔ اگر چاہو تو یہ کٹا ہوا تنا پھر سے ہرا کر دیا جائے مگر اس تنے نے جنت کو اختیار کیا۔''(23)

اس خوبصورت تمثیل میں صحابہ رسولؐ کو یہ سمجھایا گیا تھا کہ آج رسول اللہ ﷺ نے محض تنے سے منبر کی جگہ تبدیل کی ہے۔ مگر ایک وقت آنے والا ہے کہ جب آپ اس دنیا سے آنکھیں بند کر کے اپنے صحابہ سے بھی جدا ہونگے مگر یہ جدائی بھی عارضی ہوگی اور آخرت میں پھر آپ کے سچے غلام آپ کے ساتھ اکٹھے ہو جائیں گے۔ حضورؐ کی جب وفات ہوئی تو یہ تنا رسول اللہ ﷺ کے عاشق صادق حضرت ابیؓ کے سپرد کیا گیا اور ان کے پاس رہا یہاں تک کہ دیمک لگنے سے ضائع ہو گیا۔

خدمت جمع قرآن

حضرت ابوبکرؓ کے زمانہ خلافت میں حضرت ابیؓ بن کعب اور حضرت زیدؓ کو دیگر دو انصاری اصحاب رسولؐ کے ساتھ قرآن شریف جمع کرنے کی توفیق عطا ہوئی۔(24)

حضرت ابیؓ قرآن شریف لکھوایا کرتے تھے۔ اور کاتب حسب قاعدہ ہر آیت کے دو تحریری ثبوت لے کر اسے قرآن میں اپنے موقع پر جمع و ترتیب کرتے۔ سورۃ توبہ کی آخری دو آیتوں کے بارے میں کچھ دقت پیش آئی۔ حضرت ابیؓ نے گواہی دی کہ مجھے یاد ہے کہ حضورؐ نے مجھے یہ آیات خود پڑھائی تھیں اور یہ سورۃ براءۃ کا حصہ ہیں۔ چنانچہ ان کے لئے دو تحریری گواہیوں کی تلاش شروع کی گئی۔ حضرت ابیؓ کے بہترین قاری قرار دینے کی سند رسولؐ پر مزید مہر تصدیق ثبت ہوگئی جب تحقیق و تفتیش کی گئی تو یہ دونوں آیات لکھی ہوئی اس صحابی کے پاس مل گئیں جس کی گواہی کو رسول اللہ ﷺ

نے دو کے برابر قرار دیا تھا۔ یوں حفاظت قرآن کے سلسلے میں حضرت ابیؓ نے بہترین قاری ہونے کا حق ادا کر کے دکھا دیا۔(25)

حضرت عمرؓ کے زمانے میں بھی حضرت ابیؓ کو علمی خدمات کی توفیق عطا ہوتی رہی۔ علمی مرتبہ کی وجہ سے حضرت عمرؓ ان کا بہت اعزاز فرماتے تھے۔ چنانچہ ابونضرہ بیان کرتے ہیں کہ ہمارے قبیلے کا ایک شخص جابر حضرت عمرؓ کی خدمت میں کسی حاجت کے لئے حاضر ہوا۔ وہاں دیکھا کہ ایک بزرگ سفید ریش سفید لباس پہنے حضرت عمرؓ کے دربار میں موجود ہے۔ میں نے اس کے سامنے اپنی فصاحت و بلاغت کے جوہر دکھاتے ہوئے دنیا کو حقیر کر کے پیش کیا تو انہوں نے فلسفہ دنیا و آخرت بیان کرتے ہوئے کہا یہ دنیا توشہ آخرت بھی تو ہے جہاں ہمیں ان اعمال کی توفیق ملتی ہے جن کا آخرت میں بدلہ دیا جائے گا۔ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عمرؓ سے عرض کیا کہ اے امیر المومنین آپ کے پہلو میں یہ کون ہے؟ جو مجھ سے بہتر مضمون دنیا کے بارہ میں بیان کر رہا ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا یہ مسلمانوں کے سردار ابیؓ بن کعب ہیں۔(26)

حضرت عمرؓ نے اپنے زمانے میں حضرت ابیؓ کو مسجد نبوی میں نماز تراویح کا امام مقرر فرمایا۔ آپ نے دیکھا کہ لوگ رمضان کی راتوں میں تنہا یا الگ الگ ٹولیوں کی شکل میں نماز میں قرآن پڑھتے ہیں۔ آپ نے مرکزی نظام کے تحت نماز تراویح کا سلسلہ شروع فرمایا۔ حضرت عمرؓ فرمایا کرتے تھے یہ طریق پہلے کی نسبت کتنا عمدہ ہے کہ بجائے ٹولیوں میں قرآن پڑھنے کے لوگ ابیؓ بن کعب جسے عمدہ اور بہترین قاری کے پیچھے قرآن سنتے ہیں۔(27)

حضرت ابیؓ بن کعب جیسے عالم سے لوگ علم سیکھنے کے لئے آتے تھے اور طرح طرح کے الٹے سیدھے سوال بھی کیا کرتے ہیں۔ آپ حد درجہ سیدھی اور صاف بات کہنے کے عادی تھے جو بعض دفعہ تلخ معلوم ہوتی تھی۔ چنانچہ ایک دفعہ آپ کے ایک شاگرد زِرّ بن حُبیش نے کہا کہ مجھ سے نرمی کیجیئے۔ میں آپ سے کچھ علم سیکھنا چاہتا ہوں۔ حضرت ابیؓ نے کہا مجھے پتہ ہے تم چاہتے ہو کہ مجھ سے قرآن کی ہر آیت کے بارے میں پوچھو اور سوال کرو۔ پھر واقعی زِرّ نے کچھ ایسے ہی سوال کئے کہ فلاں صحابی تو لیلۃ القدر کے بارے میں یہ کہتے ہیں آپ کی کیا رائے ہے؟ حضرت ابیؓ بن کعب نے

نہایت حکمت سے جواب دیا کہ حضرت عبداللہؓ بن مسعود جو یہ کہتے ہیں کہ سارے سال عبادت کرو تو لیلۃ القدر ملے گی ان کا مطلب یہ ہے کہ تم سارا سال عبادت چھوڑ کر محض کسی ایک رات پر انحصار نہ کر بیٹھو ورنہ یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ رمضان کی طاق راتوں میں ایک رات لیلۃ القدر بھی ہوتی ہے جو ہم نے خود 27 رمضان کو پائی۔(28) یوں اس عالم باعمل نے اپنے ذاتی تجربہ سے یہ مسئلہ حل کر دیا۔

حضرت ابیؓ کی خشیّت کا یہ عالم تھا کہ ایک دفعہ رسول کریم ﷺ سے سوال کیا کہ ہمیں یا ہمارے مال کو جو بیماریاں یا نقصان پہنچتے ہیں ان کا کیا سبب ہے؟ آپؐ نے فرمایا یہ گناہوں کو دور کرنے کے لئے ہیں۔ ابیؓ بن کعب نے عرض کیا خواہ چھوٹی سی بیماری ہو آپؐ نے فرمایا خواہ کانٹا ہی چبھے یا اس سے بھی کم تکلیف ہو۔ اس پر ابیؓ نے یہ دعا کی کہ انہیں بخار موت تک نہ چھوڑے مگر ایسا نہ ہو کہ حج وعمرہ یا جہاد اور فرض نماز باجماعت کی ادائیگی سے روک دے۔ چنانچہ انہیں مسلسل بخار رہتا تھا اور جب بھی کوئی ان کا جسم چھوئے حرارت محسوس ہوتی تھی۔ اور یہ حالت وفات تک رہی۔(29)

حضرت عمرؓ کے زمانہ میں آپ کو علمی خدمات کی توفیق ملتی رہی۔ ایک دفعہ حضرت عمرؓ سے بے تکلفی سے پوچھا کہ آپ نے مجھے امیر مقرر نہیں کیا؟ حضرت عمرؓ نے فرمایا مجھے پسند نہیں کہ آپ کا دین آلودہ ہو۔(30)

آیت الرجم کا مسئلہ

جس طرح ہر ماہر شخص کے لئے بشری غلطی یا نسیان کا امکان ہوتا ہے اسی طرح حضرت ابیؓ کے ماہر قاری ہونے کے باوجود خلیفۃ المسلمین حضرت عمرؓ نے ان کا یہ موقف قبول نہیں فرمایا کہ رجم کی آیت قرآن میں شامل تھی۔ چنانچہ حضرت عمرؓ فرمایا کرتے تھے کہ بے شک ہم میں سے بہتری قاری ابیؓ ہیں، لیکن ہمیں ابیؓ کا یہ موقف تسلیم نہیں کہ انہوں نے ایک دفعہ رسولؐ اللہ کے منہ سے جو سن لیا اسے کبھی نہیں چھوڑیں گے خواہ اس کے بعد اور وحی اتری ہو۔ حالانکہ اللہ فرماتا ہے مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰيَةٍ اَوْ نُنْسِهَا نَاْتِ بِخَيْرٍ مِّنْهَآ (البقرۃ:107) یعنی ہم کوئی آیت منسوخ نہیں کرتے نہ ہی اسے بھلاتے ہیں مگر اس سے بہتر لے کر آتے ہیں۔(31)

حضرت عمرؓ کا یہ فیصلہ دراصل ان قرآنی آیات کی تفسیر ہے کہ قرآن کی حفاظت کا خود اللہ کی

ذات نے ذمہ اُٹھایا ہے۔ کسی آیت کی منسوخی کے بعد بہتر لانے کے مضمون میں دراصل توریت کی آیت رجم کی طرف اشارہ ہے۔ جس کے مطابق رسول اللہؐ نے ایک یہودی جوڑے کو بدکاری کے جرم میں رجم کیا تھا۔ (32)

گویا حضرت عمرؓ بھی آیت الرجم کو کسی قرآنی آیت کی تفسیر سمجھتے تھے۔ حضرت ابیؓ کو سورۂ احزاب کے حوالہ سے رجم کا کوئی واقعہ یاد تھا۔ دراصل سورۂ احزاب آیت میں قُتِّلُوا تَقْتِيلًا (الاحزاب:62) میں تقتیل یعنی موت یا رجم کی سزا ان اشاعت فاحشہ کے مرتکب زنا کاروں کے لئے خاص ہے جنہوں نے مدینہ میں فحاشی کے اڈے قائم کر رکھے تھے۔ پھر سُنَّةَ اللهِ فِي الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلُ (الاحزاب:62) میں اشارہ ہے کہ پہلوں میں یہ سزا بطور الٰہی قانون تھی۔ جواب صرف مخصوص حالات میں ہی نافذ ہوسکتی ہے۔ کیونکہ سورۂ نور کے نزول کے بعد سوکوڑوں کی سزا جرم زنا کی اصل حد ہے۔

اس وضاحت کی روشنی میں حضرت ابیؓ کی وہ روایت حل ہو جاتی ہے جس سے بعض لوگ غلط فہمی سے سورۂ احزاب کا ایک حصہ منسوخ خیال کر بیٹھے ہیں۔ حالانکہ حضرت ابیؓ بن کعب کا یہ قول کہ ''میں نے سورۂ احزاب کو اس وقت بھی دیکھا ہے جب یہ بقرہ کے برابر تھی۔'' (33) یوں حل ہوسکتا ہے کہ احزاب قدیم النزول سورت ہے اور بقرہ طویل النزول (جس کا زمانہ دو ہجری سے نو ہجری تک ممتد ہے) حضرت ابیؓ بن کعب کی یہ مراد ہوسکتی ہے کہ جب بقرہ احزاب کے برابر تھی یعنی اس کی صرف تہتر آیات اتری تھیں۔ اس وقت تک سورۂ احزاب (کی 73 آیات) مکمل نازل ہو چکی تھی۔

دراصل یہود مدینہ مرورِ زمانہ سے تورات کا حکم رجم ترک کر چکے تھے۔ رسول اللہ ﷺ کے پاس یہودی مرد و عورت جرم زنا میں لائے گئے آپؐ نے تورات منگوا کر زنا کی سزا کا حکم توریت سے عربی میں پڑھوایا۔ جو عبرانی سے ترجمہ ہو کر یوں پڑھا گیا۔ اَلشَّيْخُ وَالشَّيْخَةُ اِذَا زَنَيَا فَارْجُمُوْهُمَا کہ بوڑھا مرد اور بوڑھی عورت اگر زنا کریں تو ان کو رجم کردو۔ پھر اس کی تعمیل میں آپؐ نے ان کو رجم کروایا اور فرمایا ''میں پہلا شخص ہوں جو اللہ کے اس حکم کو زندہ کر رہا ہوں۔'' (34)

رسول اللہ ﷺ کے منہ سے تورات کی یہ آیت سن کر اور اس پر عمل ہوتے دیکھ کر غالباً حضرت ابیؓ اسے سورۂ احزاب کی آیات میں سے ایک آیت سمجھنے لگے حضرت عمرؓ نے اسکی تصحیح فرما دی۔ حضرت

ابیؓ خود بھی فرمایا کرتے تھے کہ قرآن میں اضافہ کے اعتراض کا خدشہ نہ ہوتا تو میں آیت الرجم قرآن میں (بطور تفسیر) لکھوا دیتا۔ سورۂ احزاب میں آیت الرجم پڑھنے کا یہی مطلب ہے کہ سورۂ احزاب کی آیات ۶۱ تا ۶۳ نزول کے لحاظ سے سورۂ نور کی آیت تجلید (کوڑوں کے حکم والی) سے بھی پہلی کی ہیں۔ اور کوڑوں کے حکم سے پہلے آیت سُنَّةَ اللّٰهِ فِي الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلُ (الاحزاب:62) کی تفسیر میں مسلمان توریت کی آیت الرجم پڑھا کرتے تھے اور اس کا حکم عام رائج تھا۔ بعد میں کوڑوں کا حکم اصل اور عام ہو گیا اور رجم کا حکم صرف زنا کے عادی مجرموں اور اس کی تشہیر کرنے والوں کے لئے خاص رہا۔

سید المسلمین کا انکسار

حضرت جندبؓ بن عبداللہ البجلی بیان کرتے ہیں کہ میں حصول علم کی خاطر مدینہ آیا۔ مسجد نبوی میں داخل ہوا تو دیکھا کہ لوگ مختلف ٹولیوں میں بیٹھے علمی گفتگو کر رہے ہیں۔ دینی باتیں ہو رہی ہیں۔ ایک حلقے میں ایک شخص دو چادریں زیب تن کئے سادہ لباس میں ہے۔ ایسے لگتا ہے کہ سفر سے آیا ہے۔ میں اس حلقہ میں بیٹھ گیا۔ ان کی باتیں سنیں تو بڑی پسند آئیں۔ مجلس برخاست ہوئی۔ میں نے پوچھا کہ یہ کون صاحب تھے؟ مجھے بتایا گیا کہ یہ سید المسلمین ابیؓ بن کعب تھے۔ میں نے سوچا کہ ان سے تو اور صحبت ہونی چاہیئے۔ چنانچہ ان کے پیچھے ہو چلا۔ ان کے گھر پہنچا تو کیا دیکھتا ہوں کہ بہت ہی سادہ سا گھر ہے۔ عجیب زاہدانہ زندگی حضرت ابیؓ بن کعب گزار رہے تھے۔ میں نے جا کر سلام کیا انہوں نے سلام کا جواب دیا۔ اور پوچھا کہ تم کون ہو؟ میں نے عرض کیا میں اہل عراق میں سے ہوں۔ وہ فرمانے لگے اچھا وہی عراقی جو سوال بہت کرتے ہیں۔ کہتے ہیں مجھے اس پر طیش آ گیا میں نے اسی وقت گھٹنوں کے بل بیٹھ کر اپنے ہاتھ دعا کے لئے اٹھا لئے اور قبلہ رخ ہو کر یہ دعا کرنے لگا کہ ”اے اللہ ہم تجھ سے شکایت کرتے ہیں۔ دیکھ ہم اتنی دور سے مال خرچ کر کے اپنی سواریاں تھکاتے ہوئے مدینہ میں حصول علم دین کے لئے آتے ہیں۔ اور یہ لوگ ہم سے سختی کرتے ہیں۔“ حضرت ابیؓ بن کعب کی خدا ترسی ملاحظہ ہو۔ اسی وقت رونے لگ گئے۔ جندب کہتے ہیں وہ مجھے منانے لگے اور ساتھ کہتے جاتے تھے کہ میرا ہرگز یہ مطلب نہ تھا میرا ہرگز یہ مطلب نہ تھا۔ دراصل کچھ

لوگ واقعی کثرت سے سوال کرتے اور تنگ کر دیتے ہیں۔ میں اس سے بچنے کے لئے نصیحت کر رہا تھا۔ پھر فرمانے لگے جہاں تک تمہاری یہ شکایت ہے تم لوگ علم دین کے لئے آتے ہو۔ تمہارا خیال نہیں رکھا جاتا۔ میں یہ عہد کرتا ہوں کہ آئندہ جمعہ تک اگر میں زندہ رہا تو ضرور اس بارے میں وعظ کروں گا۔ آنحضورؐ کی باتیں لوگوں کو بتاؤں گا۔ اس واقعہ سے حضرت ابیؓ کے تعلق باللہ کا اندازہ ہوتا ہے۔ اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے انہیں سفر آخرت کا کوئی اشارہ مل چکا تھا۔ جندب کہتے ہیں کہ میں اگلے جمعہ کا انتظار کرنے لگا۔ مگر جمعرات کے دن مدینہ کی گلیوں میں اچانک ہجوم دیکھ کر میں نے پوچھا کہ کیا بات ہے لوگوں نے کہا کہ تمہیں معلوم نہیں کہ مسلمانوں کا سردار ابیؓ بن کعب آج فوت ہو گیا ہے۔ یہ حضرت عثمانؓ کی خلافت کا زمانہ تھا۔ انہوں نے ہی حضرت ابیؓ کی نماز جنازہ پڑھائی۔(35) اور یوں قرآن کا ایک عظیم قاری، ایک بے بدل عالم، ہاں ایک عالم باعمل ایک عاشق رسولؐ اس دنیا سے رخصت ہو گیا۔

حضرت ابیؓ کی وفات کے بارہ میں ایک روایت یہ ہے کہ 20ھ میں حضرت عمرؓ کے زمانہ میں انتقال ہوا، لیکن درست روایت 30ھ کی سمجھی جاتی ہے کیونکہ آپ کے شاگرد زرّ بن جیش نے حضرت عثمانؓ کی خلافت کے زمانہ میں ان سے ملاقات کا ذکر کیا ہے۔(36) دوسرے حضرت عثمانؓ کے زمانہ میں بھی آپ کو حضرت حفصہؓ کے پاس موجود اولین مستند قرآنی نسخہ کی مزید نقول تیار کرنے کی توفیق ملی۔ اس لحاظ سے اس زمانہ میں ان کی وفات والی روایت ہی زیادہ صحیح ہے۔(37)

اللہ تعالیٰ ہمیں ان بزرگ صحابہ کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

حوالہ جات

1- اسد الغابہ جلد 1 ص 50، استیعاب جلد 1 ص 164

2- ابن سعد جلد 3 ص 498,499

3- مسلم کتاب السلام باب لکل داء دواء

4- مسند احمد جلد 5 ص 123

5- مسند احمد جلد 5 ص 124

6- بخاری کتاب التفسیر سورۃ البینہ و مناقب، مسند احمد جلد 3 ص 489، استیعاب جلد 1 ص 163

7- ترمذی کتاب المناقب باب فضل ابی بن کعب

8- مسند احمد جلد 5 ص 123، منتخب کنز العمال برحاشیہ مسند جلد 5 ص 131

9- مسند احمد جلد 5 ص 142، منتخب کنز العمال برحاشیہ مسند جلد 5 ص 132، 133

10- ترمذی کتاب الفضائل باب فضل فاتحۃ الکتاب

11- مسند احمد جلد 5 ص 140

12- بخاری کتاب اللقطہ

13- مسلم کتاب المساجد، مسند احمد جلد 5 ص 133، منتخب کنز العمال برحاشیہ مسند جلد 5 ص 132

14- ترمذی کتاب صفۃ القیامۃ

15- ترمذی کتاب صفۃ القیامۃ باب فی الترغیب بذکر اللہ

16- ابن سعد جلد 3 ص 500

17- مسند احمد جلد 5 ص 132

18- مسلم صفۃ القیامۃ، منتخب کنز العمال برحاشیہ مسند جلد 5 ص 132

19- مسند احمد جلد 5 ص 142

20- مسند احمد جلد 5 ص 123

21- مسند احمد جلد 5 ص 137

22- فتح الباری جز 6 ص 559، مسند احمد جلد 5 ص 137

23- مسند احمد جلد 5 ص 137

24- مسلم کتاب المناقب باب من فضائل ابی

25- مسند احمد جلد 5 ص 134

26- ابن سعد جلد 3 ص 499، منتخب کنز العمال برحاشیہ مسند جلد 5 ص 132

27- بخاری کتاب صلوۃ التراویح باب فضل من قام رمضان

-28 مسند احمد جلد 5 ص 131
-29 اصابہ جلد 1 جز 1 ص 17
-30 ابن سعد جلد 3 ص 499
-31 مسند احمد جلد 5 ص 113 و بخاری کتاب التفسیر البقرہ
-32 بخاری کتاب المحاربین
-33 مسند احمد جلد 132 و مستدرک حاکم کتاب الحدود
-34 مسلم کتاب الحدود و شرح مسلم از علامہ نووی
-35 ابن سعد جلد 3 ص 501
-36 اسد الغابہ جلد 1 ص 50
-37 ابن سعد جلد 3 ص 502

حضرت معاذ بن جبل انصاریؓ

نام وحلیہ

حضرت معاذ بن جبل انصاریؓ لمبے قد، گورے رنگ، روشن چہرے، سفید چمکتے دانتوں، موٹی سیاہ آنکھوں، گھنی پلکوں اور گھنگریالے بالوں والے خوبصورت نوجوان تھے۔ وہ نہ صرف مردانہ حسن کا عمدہ نمونہ تھے۔ بلکہ حسن ظاہری کے ساتھ حسن باطنی سے بھی مالا مال تھے۔ صحابہ کرامؓ بیان کرتے تھے کہ ''معاذ انصار کے نوجوانوں میں سے ایک بہترین نوجوان تھے۔'' صاحب علم، باحیا اور جودوسخا کی خوبیوں سے متصف تھے۔ حضرت معاذؓ بن جبل کا تعلق انصار کے خزرج قبیلہ سے تھا والدہ ہند بن سہل تھیں کنیت ابوعبدالرحمان تھی۔

قبول اسلام

حضرت مصعبؓ بن عمیر کی تبلیغ سے انہوں نے مدینہ میں اسلام قبول کیا اور پھر مکہ میں عقبہ ثانیہ کے موقع پر ستر انصار کے ساتھ حاضر ہو کر بیعت کی۔ اس وقت آپ عین عنفوان شباب میں تھے عمر صرف 18 برس تھی۔

مدینہ میں مؤاخات کا سلسلہ شروع ہوا تو حضرت معاذؓ کو حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا اسلامی بھائی بنایا گیا۔ ان کے ساتھ رہ کر آپ نے قرآن بھی سیکھا اور قرآن شریف کے قاری بنے اور آنحضورؐ جن چار قرا سے خاص طور پر قرآن شریف سیکھنے کی ہدایت فرماتے تھے ان میں حضرت اُبیؓ، حضرت سالمؓ اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے ساتھ آپؓ کا نام بھی حضورؐ نے لیا کہ ان سے قرآن سیکھا کرو۔(1)

حضرت معاذؓ اچھے عالم دین بھی تھے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ انصار کے نوجوانوں میں سے سب سے بہتر اسلامی احکام اور حلال وحرام جاننے والے حضرت معاذ بن جبلؓ ہیں۔ حضورؐ کے زمانے میں مسائل بتانے کیلئے اور فتاویٰ کیلئے انصار میں سے خاص طور پر آپ کو امتیاز حاصل تھا اور حضرت ابی بن کعبؓ اور زید بن ثابتؓ کے ساتھ آپ بھی یہ خدمت بجالایا کرتے تھے۔(2)

غزوات میں شرکت

مختلف غزوات میں شامل ہونے کی سعادت آپؓ کو نصیب ہوئی۔ بدر، احد اور خندق میں حضور ﷺ کے ساتھ شریک تھے۔ دیگر غزوات نبوی میں بھی شامل ہونے کا موقعہ ملا۔ بعد کے زمانے میں جنگ یرموک میں بھی شامل ہوئے اور میمینہ کے افسر کے طور پر آپؓ نے اس تاریخی جنگ میں حصہ لیا۔ نہایت بہادری اور دلیری سے اس میں لڑے۔ ایک موقع پر جب گھمسان کا رن پڑ رہا تھا۔ آپؓ اپنے گھوڑے سے اتر آئے اور فرمایا کہ جو اس گھوڑے کا حق ادا کر سکتا ہو وہ اس پر سوار ہو کر لڑے۔ میں پیدل لڑوں گا اور بڑی بہادری سے پیدل لڑتے ہوئے آگے بڑھے۔

رسول اللہ ﷺ کی فیض محبت اور پاکیزہ نصائح

آنحضرت ﷺ کے فیض صحبت میں رہ کر آپ نے بہت کچھ سیکھا۔ بہت علم حاصل کیا، آپؐ کی صحبت میں تربیت پائی۔ حضورؐ سے آپ کو ایک والہانہ عشق تھا۔ مسجد نبوی سے سب سے دور افتادہ محلّہ بنی سلمہ میں قیام تھا لیکن آنحضور ﷺ کے ساتھ آ کر نماز پڑھنے کو ترجیح دیتے تھے۔ محلے میں بھی آپ کو امام الصلوۃ مقرر کیا ہوا تھا اس لئے خاص طور پر عشاء کی نماز آنحضرت ﷺ کے ساتھ مسجد نبوی میں ادا کرنے کے بعد اپنے محلے کی مسجد میں جا کر امامت کرتے تھے۔ کیونکہ قرآن شریف کا ایک بڑا حصہ آپ کو یاد تھا اور آپ کی قرأت نہایت عمدہ اور اعلیٰ تھی۔

ایک دفعہ حضرت معاذؓ نے عشاء کی نماز بہت لمبی پڑھا دی، سورۃ بقرہ کی تلاوت اس میں فرمائی۔ ایک شخص جو اپنے کھیتوں میں کام کاج کر کے تھکا ہارا آیا تھا اس نے بھی آپ کے پیچھے نماز شروع کی لیکن جب یہ دیکھا اور محسوس کیا کہ یہ نماز تو زیادہ لمبی ہو چلی ہے، اس نے سلام پھیرا اور اپنی الگ نماز پڑھ کر وہ چلا گیا۔ دوسری روایتوں میں یہ ذکر ہے کہ اس نے کھیت میں جا کر پھر پانی وغیرہ لگانا تھا۔ حضرت معاذ بن جبلؓ کو جب علم ہوا تو انہوں نے اس بات کا بڑے دکھ کے ساتھ ذکر کیا کہ اس شخص نے نماز باجماعت کو چھوڑ کر نامناسب بات کی ہے اور یہ منافق ہے۔ اس شخص کو جب پتہ چلا تو اس نے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں جا کر عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ مجھے مجبوری سے نماز

باجماعت چھوڑنی پڑی اور معاذؓ نے میرے منافق ہونے کا فتویٰ دیا ہے۔ آنحضرت ﷺ نے حضرت معاذ بن جبلؓ سے فرمایا! ''اے معاذؓ کیا تم فتنہ پیدا کرنے والے ہو؟ پھر بڑے پیار و محبت سے یہ سمجھایا کہ عشاء کی نماز کو زیادہ لمبی نہ کیا کریں کیونکہ اس میں کمزور بھی ہوتے ہیں اور مزدور پیشہ لوگ بھی۔ اس لئے مناسب ہے کہ عشاء کی نماز میں مختصر سورتیں پڑھیں جیسے **وَالشَّمْسِ وَضُحٰهَا** یا **سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰى** ہے یہ سورتیں پڑھ کر نماز مختصر کر لیا کریں۔ (3)

آنحضرت ﷺ کی معاذ کے ساتھ محبت و شفقت کا عالم بھی عجیب تھا حضور ﷺ نے اس نوجوان کو اپنے زیر سایہ رکھ کر اعلیٰ تربیت فرمائی تھی۔

حضرت معاذؓ بیان کرتے ہیں ایک دفعہ آنحضور ﷺ نے مجھے اپنی سواری کے پیچھے اپنے ساتھ سوار کروایا اور فرمانے لگے کہ اے معاذؓ بن جبل! انہوں نے جواب دیا یا رسول اللہ ﷺ! میں حاضر ہوں اور میری سعادت اور خوش بختی ہے کہ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوں حضور ﷺ نے تین مرتبہ معاذؓ بن جبل کو آواز دی۔ انہوں نے ہر مرتبہ ہی اسی فدائیت اور جانثاری کے انداز میں جواب دیا کہ یا رسول اللہ! میں حاضر ہوں۔

اس کے بعد حضور ﷺ نے انہیں ایک اہم حدیث سنائی۔ آپؐ نے فرمایا ''جو شخص صدق دل سے کلمہ توحید پڑھ لے اس پر دوزخ حرام ہو جاتی ہے۔'' حضرت معاذؓ جبل بہت خوش ہوئے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! کیا میں اس بات کا لوگوں میں اعلان نہ کردوں۔ حضور ﷺ نے فرمایا نہیں۔ اعلان نہ کرو کہیں ایسا نہ کہ لوگ عمل کرنا چھوڑ دیں اور محض اسی بات پر ہی انحصار کر لیں۔ چنانچہ حضرت معاذؓ بن جبلؓ کی ایک اور روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضور ﷺ نے ایک اور موقع پر مجھ سے یہ سوال کیا کہ اے معاذؓ! بندوں پر خدا کا کیا حق ہے؟ حضرت معاذؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! اللہ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتے ہیں حضور ﷺ نے فرمایا کہ بندوں پر خدا کا یہ حق ہے کہ وہ اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں اور اس کی عبادت کا حق ادا کریں پھر آنحضور ﷺ نے پوچھا۔ اے معاذ! یہ بتاؤ کہ خدا پر بندوں کا کیا حق ہے تو حضرت معاذؓ نے پھر عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! اللہ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا کہ اگر بندے ایسا کریں شرک سے

اجتناب کریں، عبادت کرنے والے ہو جائیں تو پھر خدا پر یہ حق بن جاتا ہے کہ وہ ان کو جنت میں داخل کرے اور دوزخ کی آگ اس پر حرام کی جاتی ہے۔(4)

آنحضرت ﷺ کی صحبت میں تربیت پاتے ہوئے حضرت معاذؓ بن جبل کی پسند اور ترجیحات خالصۃً دینی ہوگئی تھی کہ اللہ تعالیٰ کی رضا، اس کی محبت اور اسکی خوشنودی حاصل ہو۔ ایک موقعہ پر آنحضرت ﷺ نے ان سے دریافت کیا کہ اے معاذؓ! کیا میں تمہیں جنت کا ایک دروازہ نہ بتاؤں عرض کیا یارسولؐ اللہ ضرور بتائیں۔ آپؐ نے فرمایا کہ یہ دعا پڑھا کرو۔ لَاحَولَ وَ لَاقُوَّةَ اِلَّابِاللّٰہِ۔ کوئی قوت اور کوئی طاقت کسی کو حاصل نہیں سوائے اللہ تعالیٰ کی ذات کے۔(5)

ایک اور موقع پر آنحضرت ﷺ نے حضرت معاذؓ سے فرمایا کہ اے معاذؓ! میں تم سے محبت کرتا ہوں۔ میں تمہیں ایک دعا نہ بتاؤں۔ پھر حضور ﷺ نے ان کو ایک بہت ہی عمدہ اور خوبصورت دعا بھی سکھائی۔ اَللّٰھُمَّ اَعِنِّی عَلٰی ذِکْرِکَ وَشُکْرِکَ وَحُسْنِ عِبَادَتِکَ۔ اے اللہ! اپنے ذکر اور شکر کے لئے میری مدد فرما، اپنی خوبصورت عبادت کرنے کی مجھے توفیق دے۔

ایک اور سفر میں حضرت معاذؓ نے سوال کیا کہ یارسول اللہؐ کوئی ایسا عمل بتائیں جو مجھے جنت میں داخل کردے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اے معاذؓ تم نے بہت عظیم بات پوچھی ہے۔ پھر حضور ﷺ نے فرمایا کہ ''یہی کہ شرک نہ کرو، خدا تعالیٰ کی عبادت بجالاؤ، نماز، زکوۃ، اور رمضان کے روزے اور حج ادا کرو۔ یہ وہ باتیں ہیں جو انسان کو بالآخر جنت میں لے جاتی ہیں۔'' پھر فرمایا کہ ''میں تمہیں خیر کے کچھ دروازے بھی بتاتا ہوں اور وہ یہ کہ روزہ ڈھال ہے اور صدقہ انسان کے گناہوں کو اس طرح ختم کر دیتا ہے کہ جس طرح آگ پانی کو بجھا دیتی ہے اور رات کے حصے میں نماز کا ادا کرنا یعنی تہجد کی نماز یہ بہت ہی بہترین اور خوب ہے۔ یہ خیر کے دروازوں میں سے ایک دروازہ ہے'' اور پھر حضورؐ نے وہ آیت پڑھی۔ تَتَجَافٰی جُنُوْبُھُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ یَدْعُوْنَ رَبَّھُمْ خَوْفًا وَّطَمَعًا۔(السجدہ:17) کہ ''مومنوں کا یہ حال ہے کہ رات کی تنہائیوں میں آرام دہ بستروں سے ان کے پہلوں جدا ہو جاتے ہیں اور وہ خدا تعالیٰ کو پکارتے ہیں خوف کی حالت میں بھی اور طمع کی حالت میں بھی۔'' پھر حضور ﷺ نے فرمایا'' ان تمام باتوں کی جڑ زبان ہے۔'' حضرت معاذؓ نے

عرض کیا یا رسولؐ اللہ جو کچھ ہم بولتے ہیں کیا اس کی وجہ سے بھی مؤاخذہ ہوگا۔ حضورؐ نے فرمایا اے معاذؓ اللہ تعالیٰ تم پر رحم کرے کئی لوگ ہیں جو اس زبان کی وجہ سے جہنم کی آگ میں داخل کئے جائیں گے۔

آنحضرت ﷺ نے حضرت معاذؓ کی تربیت کرتے ہوئے مختلف مواقع پر آپؓ کو اسلام کے احکام یاد کروائے۔ کچھ دعائیں یاد کروائیں۔ ایک اور موقع پر دس ہدایات ان کو دی ہیں کہ ان باتوں کو یاد رکھنا اور مراد یہ تھی کہ رفتہ رفتہ ان کی تربیت ہوتی چلی جائے۔ اسلام کے احکام اور شرعی امور کو یاد کرتے چلے جائیں۔ نبی کریم ﷺ اخلاقی لحاظ سے نہایت عمدہ اور پاک تعلیم آپ کو دیتے رہے۔ ایک موقع پر فرمایا کہ ''اے معاذؓ برائی کے بعد ہمیشہ نیکی کرو۔ برائی کے اثر کو یہ بات زائل کر دیتی ہے۔'' ایک موقع پر فرمایا کہ ''اے معاذؓ! ہمیشہ مظلوم کی دعا سے بچنا کیونکہ اس کے اور خدا کے درمیان کوئی پردہ حائل نہیں ہوتا۔''(6)

ایک اور موقع پر جماعت سے اور نظام سے منسلک رہنے کے بارہ میں نصیحت کرتے ہوئے فرمایا کہ ''اے معاذؓ! انسان کا بھیڑیا شیطان ہوتا ہے اور جس طرح ریوڑ سے کوئی بھیڑ الگ ہو جائے تو بھیڑیا اس پر حملہ کرتا ہے اور چیر پھاڑ کے رکھ دیتا ہے اسی طرح وہ انسان جو جماعت سے الگ ہو جاتا ہے شیطان وہ بھیڑیا ہے جو اسے ہلاک کر دیتا ہے اور تباہ و برباد کر دیتا ہے۔ اسی لیے ہمیشہ جماعت کے ساتھ رہنا اور کبھی جماعت سے الگ نہ ہونا۔'' ایک موقع پر دعوت الی اللہ کے بارہ میں نصیحت کرتے ہوئے فرمایا کہ ''اے معاذؓ! اگر ایک مشرک کو اللہ تعالیٰ تمہارے ذریعے سے مسلمان کر دے تو یہ دنیا کی تمام نعمتوں سے تمہارے لئے بڑھ کر ہے۔''(7)

شفقت رسول ﷺ و حسن سلوک

آنحضرت ﷺ نے جہاں حضرت معاذؓ کے ساتھ محبت اور پیار کے تعلق میں یہ ہمدردی فرمائی کہ حسن تعلیم اور حسن تربیت سے انہیں آراستہ و پیراستہ کیا وہاں ان کے ساتھ ظاہری رنگ میں بھی جس حد تک ممکن تھا ان کیلئے ان سے ہمدردی فرمائی ہے۔

حضرت معاذؓ بن جبل کے مالی حالات کچھ اچھے نہیں تھے۔ ایک وقت میں ان پر بہت زیادہ

قرض ہو گیا جتنے قرض خواہ تھے وہ تقاضا کرنے لگے کہ ہمارے قرضے تم ادا کرو۔ آنحضرت ﷺ نے حضرت معاذؓ کو اپنے پاس طلب فرمایا اور چونکہ اندیشہ تھا کہ قرض خواہ ان کو تنگ کریں گے اس لئے ساتھ انہیں بھی بلوایا اور ان قرض خواہوں سے فرمایا کہ قرض اتنا زیادہ ہو چکا ہے کہ حضرت معاذؓ میں اب استطاعت نہیں رہی کہ قرض ادا کرسکیں اس لئے تم میں جو اس قرض کو معاف کر سکتے ہیں میں انہیں یہ تحریک کرتا ہوں کہ وہ یہ قرض معاف ہی کر دیں۔ چنانچہ بعض صحابہ کو یہ توفیق ملی اور انہوں نے اپنے قرض حضرت معاذؓ کو معاف کر دیئے اور کہا کہ اب ہم ان کے حالات کی وجہ سے ان سے اس قرض کا تقاضا نہیں کریں گے اور اپنے اس بھائی کے ساتھ احسان کا سلوک روا رکھیں گے لیکن بعض لوگوں نے کہا کہ ہم تو اپنا قرض لیں گے۔ آنحضرت ﷺ نے حضرت معاذؓ سے فرمایا کہ تمہاری جو بھی جائیداد ہے اس سے دستبردار ہو جاؤ اور میں اسے تمہارے قرض خواہوں میں تقسیم کر دیتا ہوں چنانچہ حضور ﷺ نے وہ مال ان قرض خواہوں پر تقسیم کر دیا اور ان قرض خواہوں کے سارے قرض پورے کر دیئے۔

والی یمن

اس کے بعد حضورؐ نے ایک نہایت عمدہ تقریر حضرت معاذؓ بن جبل کے حق میں کی۔ پھر انہیں یمن کا نگران اور حاکم مقرر فرما کر روانہ کیا اور فرمایا کہ ''اے معاذؓ میں تمہیں اہل یمن کی تعلیم و تربیت کے لئے روانہ کرتا ہوں اور وہاں کی ذمہ داریاں سپرد کرتا ہوں عین ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے لئے وہاں جا کر اصلاح احوال کی صورت پیدا کر دے اور تمہارے قرض وغیرہ بھی ہمیشہ کے لئے ختم ہو جائیں۔'' چنانچہ حضورؐ کی وفات تک بھی حضرت معاذ بن جبلؓ وہاں بطور حاکم کے رہے۔(8)

اس کے بعد بھی ایک زمانے تک یہ خدمت بجالاتے رہے۔ آنحضرتؐ نے حضرت معاذؓ کو جب یمن روانہ کیا تو یہ جانتے ہوئے کہ حضرت معاذؓ بہت ہی تقویٰ شعار انسان ہیں اور بطور حاکم کے یہ لوگوں سے کوئی ہدیہ وغیرہ قبول نہیں کریں گے۔ حضورؐ نے انہیں فرمایا کہ ''اے معاذؓ! تم پر یہ قرض کا بہت بوجھ ہے اسلئے میں تمہیں اجازت دیتا ہوں کہ اگر کوئی ہدیہ تمہیں ملے تو اس کو قبول کر لینا۔''(9)

حضرت معاذؓ کو روانہ کرتے وقت آنحضرت ﷺ نے نہایت احسن رنگ میں ان کا امتحان لیا

اور بعض نصیحتیں بھی فرمائیں۔ آپؐ جانتے تھے کہ معاذؓ بن جبل بے شک اٹھائیس برس کے نوجوان ہیں لیکن بہت کچھ سیکھ چکے ہیں۔ روانگی کے وقت حضور ﷺ نے ازراہ آزمائش ان سے یہ پوچھا کہ ''اے معاذؓ! تم یمن جارہے ہو فیصلے کس طرح کرو گے؟ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میں اللہ کی کتاب کے مطابق اور قرآن شریف کے احکام کے مطابق فیصلے کروں گا۔ حضور ﷺ نے فرمایا اگر قرآن میں وہ تفصیلی احکام موجود نہ ہوئے تو پھر کیا کرو گے تو انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میں پھر آپ کی سنت سے اور حدیث سے راہ نمائی چاہوں گا۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ اگر وہاں سے بھی کوئی مسئلہ نہیں ملا تو پھر کیا کرو گے؟ عرض کیا یا رسولؐ اللہ پھر میں اجتہاد کروں گا اور قرآن و سنت کی روشنی میں جو رائے سمجھ میں آئے گی اس کے مطابق فیصلہ کروں گا اور کوئی کوتاہی نہیں کروں گا۔ آنحضرتؐ اپنے اس ذہین نوجوان کی بات سن کر بہت خوش ہوئے اور اللہ کا شکر ادا کرتے ہوئے فرمانے لگے خدا کا شکر ہے جس نے میرے اس نمائندہ اور سفیر کی صحیح راہنمائی کی کہ وہ اس رنگ میں فیصلے کرنے کی توفیق پائے۔ (10)

یمن روانگی کے وقت حضور ﷺ نے حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کو یمن کے دوسرے حصے پر نگران مقرر کر کے فرمایا کہ ''تم دونوں لوگوں کے لئے آسانیاں پیدا کرنا، مشکل پیدا نہ کرنا لوگوں کو بشارت کی اور خوشخبری کی باتیں زیادہ بتانا۔ دین سے متنفر کرنے والی باتیں نہ بتانا اور ان کو دین سے دور نہ کر دینا۔ (11)

حضور ﷺ نے انہیں یمن روانہ کرتے وقت یہ نصیحت بھی فرمائی کہ ''اے معاذؓ! لوگوں کے ساتھ حسن خلق کے ساتھ پیش آنا'' اور پھر بہت ہی محبت اور اعزاز کے ساتھ ان کو رخصت کیا، روایات میں ذکر ہے کہ حضرت معاذؓ اپنی سواری پر سوار تھے اور آنحضور ﷺ ان کو الوداع کرنے کیلئے مدینہ کے باہر تشریف لے گئے۔ حضور ﷺ ان کے ساتھ پیدل چل رہے تھے اور ان کے لئے دعائیں کر رہے تھے چنانچہ الوداع کرتے وقت حضور ﷺ نے ان کے لئے یہ دعا کی کہ ''اے اللہ! تو معاذؓ کی ہمیشہ حفاظت کرنا ان کے آگے سے بھی اور ان کے پیچھے سے بھی ان کے دائیں بھی اور ان کے بائیں بھی، ان کے اوپر بھی اور ان کے نیچے بھی اور اے میرے اللہ! تو معاذؓ سے ہر قسم کے شر اور ہر قسم کے

خطرات دور رکھنا، خواہ ان کا تعلق جنوں سے ہو خواہ انسانوں کے شرور سے ہو، ان تمام شرور سے ان کو بچانا۔‘‘

ادھر اہل یمن کو رسول اللہ ﷺ نے یہ پیغام بھجوایا کہ اے اہل یمن میں نے اپنے اہل میں سے نہایت ہی عمدہ اور بہترین شخص تمہارے پاس بھیجا ہے۔ علمی وعملی اور دینی لحاظ سے بھی یہ ایک بہترین مربی ہے۔(12)

تقویٰ اور خشیت الٰہی

حضرت معاذؓ بن جبل حضرت ابوبکرؓ کے زمانے میں بھی یمن کے حاکم تھے، حضرت ابوبکرؓ کی خلافت کے زمانہ میں پہلے سال حضرت عمرؓ کو امیر الحاج بنا کر مکہ بھجوایا گیا اور یمن سے حضرت معاذؓ بھی حج کرنے کیلئے تشریف لائے تو ان کے ساتھ کچھ ان کے غلام بھی تھے، حضرت عمرؓ نے پوچھ لیا کہ یہ غلام کیسے ہیں؟ حضرت معاذؓ نے عرض کیا کہ یہ مجھے تحفہ میں ملے ہیں یہ میرے غلام ہیں، حضرت عمرؓ نے مشورہ دیا کہ خلیفہ وقت حضرت ابوبکرؓ کے سامنے یہ غلام پیش کر کے اور اجازت لے کر ان غلاموں کو اپنے تصرف میں لانا۔ حضرت معاذؓ نے کہا کہ آنحضور ﷺ نے مجھے ہدیہ قبول کرنے کی اجازت دی تھی اور بطور ہدیہ ہی یہ غلام مجھے ملے ہیں اسلئے میں اس میں کوئی عیب نہیں سمجھتا۔ لیکن اگلے روز انہوں نے ایک عجیب خواب دیکھی، جس کی بناء پر حضرت عمرؓ سے کہا کہ میں آپؓ کے مشورہ پر ہی عمل کروں گا، رؤیا میں انہوں نے دیکھا کہ ’’وہ پانی میں ڈوب رہے ہیں اور حضرت عمرؓ انہیں اس میں سے کھینچ رہے ہیں۔‘‘ چنانچہ حضرت عمرؓ ان کے ساتھ حضرت ابوبکرؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ معاذؓ نے عرض کیا کہ ’’یہ میرے غلام ہیں جو مجھے ہدیہ میں ملے میں ان سے دستبردار ہوتا ہوں۔‘‘ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا آپؓ ان سے دستبردار نہیں ہو سکتے۔ آنحضرت ﷺ نے آپؓ کو ہدیہ وصول کرنے کی اجازت دی تھی۔ اس لئے میری طرف سے بھی اجازت ہے اور اب یہ غلام آپؓ کے ہیں۔ حضرت معاذ بن جبلؓ کا کمال تقویٰ اور خشیت یہ تھی کہ آپ نے غلاموں کے ساتھ جا کر نماز ادا کی۔ نماز پڑھنے کے بعد ان سے پوچھا کہ بتاؤ تم کس کی نماز پڑھتے ہو۔ انہوں نے کہا اللہ کی نماز پڑھتے ہیں آپؓ نے فرمایا ’’پھر جاؤ اس اللہ کی خاطر میں تمہیں آزاد کرتا ہوں۔‘‘(13)

غلاموں کے ساتھ حسن سلوک کا یہ عالم تھا کہ ایک دفعہ آپؓ اپنی اہلیہ کے ساتھ بیٹھے کچھ پھل تناول فرمارہے تھے اہلیہ نے ایک سیب اٹھایا ابھی ایک نوالہ ہی لیا تھا کہ غلام پاس سے گزرا، بی بی نے وہ سیب اس غلام کو دے دیا۔ حضرت معاذؓ اس پر بھی خفا ہوئے اور انہیں تادیب فرمائی کہ اپنا جوٹھا سیب غلام کو دینا مناسب نہیں تھا۔(14)

یہ گہرا دلی تقویٰ تھا جو حضرت معاذؓ کو عطا ہوا تھا۔ حضرت معاذؓ آنحضور ﷺ کی نصیحتوں پر بھی خوب عمل کرنے والے تھے۔ ''راتوں کو اٹھ کر عبادت کرنا اور پہلوؤں کا بستر سے جدا ہو جانا'' اس نصیحت پر بھی آخر دم تک خوب عمل کیا ہے۔ احادیث سے پتہ چلتا ہے کہ آپ تہجد کی نماز ادا کرتے تو خدا تعالیٰ کے حضور دعائیں کرتے ہوئے جو آہ و بکا ہوتی ایک حدیث میں اس کا نقشہ یوں ہے اپنے رب کے حضور عرض کرتے ''اے میرے مولا! اس وقت سارا جہاں سویا ہوا ہے آنکھیں سوئی ہوئی ہیں۔ ستارے ڈوب چکے ہیں، اے اللہ تو حی و قیوم ہے۔ میں تجھ سے جنت کا طلب گار ہوں مگر اس میں کچھ سست رو ہوں اور آگ سے دور بھاگنے میں کمزور اور ناتواں ہوں، اے اللہ تو مجھے اپنے پاس سے ہدایت عطا کر دے، وہ ہدایت جو مجھے قیامت کے دن بھی نصیب ہو جس دن تو اپنے وعدے کے خلاف نہیں کرے گا۔''(15)

محبت الٰہی اور راضی برضا

حضرت معاذؓ بہت نڈر اور بے باک انسان تھے اور اللہ تعالیٰ سے ایک گہری محبت رکھتے تھے وفات کے وقت بھی آپ کی زبان پر جو کلمے دعا کے جاری تھے اس میں یہی کہہ رہے تھے۔ **اَللّٰھُمَّ غِمِّی غَمُّکَ فَوَ عِزَّ تِکَ اَنَّکَ لَتَعلَمُ اَنِّی اُحِبُّکَ** اے اللہ! میرا غم تیرا غم ہو چکا ہے۔ اور تیری عزت کی قسم تو جانتا ہے کہ میں تجھ سے محبت کرتا ہوں۔(16)

آپ کی وفات اس وبائی طاعون سے ہوئی جو شام کے علاقے میں پھیلی تھی۔ پہلے جب حضرت ابو عبیدہؓ بن الجراح عمواس میں فوت ہوئے ہیں تو انہوں نے اپنے بعد اپنا قائمقام معاذؓ بن جبل کو مقرر کیا تھا۔ بعض لوگ یہ سمجھتے تھے کہ یہ طاعون سزا کے طور پر آئی ہے اس لئے ہلاکتیں ہو رہی ہیں حضرت معاذؓ نے انہیں یہ سمجھایا کہ یہ طاعون تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک رحمت ہے اور شہادت

کا اجر عطا کرنے آئی ہے اور یہ اظہار بھی کیا کہ قبل اس کے کہ فتنوں کے زمانے آئیں میں تو یہ پسند کرتا ہوں کہ اسی طاعون سے ہی خدا تعالیٰ کے حضور حاضر ہو جاؤں۔ چنانچہ اسی طاعون کی بیماری میں آپ کی اہلیہ اور بچے بھی فوت ہوئے، آپ نے کمال صبر کے ساتھ یہ صدمے برداشت کئے۔ پھر آپ کی وفات ہوئی۔(17)

یہ بھی دراصل نبی کریم ﷺ کی تربیت کا نتیجہ تھا۔ حضور ﷺ کی زندگی میں ان کا ایک بیٹا فوت ہوا تو آپؐ نے انہیں ایک تعزیتی خط لکھا جس سے ان کے ساتھ حضور ﷺ کے تعلق کا بھی اندازہ ہوتا ہے اور یہ بھی کہ آپؐ نے اپنے اصحاب کی کس طرح تربیت فرمائی۔ آپؐ نے ''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم'' کے بعد تحریر فرمایا:۔

''یہ خط محمد رسول اللہؐ کی طرف سے معاذ بن جبلؓ کی طرف ہے۔ آپ پر سلام ہو۔ میں تمہارے سامنے اس اللہ کی تعریف کرتا ہوں، جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اس کے بعد تحریر ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں عظیم اجر عطا کرے اور آپ کو صبر الہام کرے اور ہمیں اور آپ کو شکر کی توفیق دے۔ (یاد رکھو) ہماری جانیں، ہمارے مال اور ہمارے اہل وعیال سب اللہ کی عطا ہیں۔ یہ امانتیں ہیں جو اس نے ہمارے سپرد فرمائی ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اس بچے کے عوض سچی خوشی نصیب کرے اور اس کی موت کے بدلے تمہیں بہت سا اجر برکتوں اور رحمتوں اور ہدایت کا عطا کرے۔ اگر تم ثواب کی نیت رکھتے ہو تو صبر کرو اور واویلا کر کے اپنا اجر ضائع نہ کر بیٹھو کہ بعد میں تمہیں ندامت ہو اور جان لو کہ واویلا کرنے سے مردہ واپس نہیں آجاتا۔ نہ ہی جزع فزع اور بے صبری غم کو دور کرتی ہے اور جو مصیبت انسان کے مقدر میں ہے وہ تو آنی ہی ہوتی ہے۔ والسلام''(18)

دعا گو بزرگ

حضرت معاذؓ بن جبل بہت دعا گو بزرگ تھے اور جو قرض ان پر چڑھ گئے، اس کی وجہ بھی یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں کثرت کے ساتھ خرچ کرنے والے اور بہت سخی مزاج بزرگ تھے جو بھی آپ سے سوال کرتا اسے کبھی واپس نہیں لوٹاتے تھے اللہ تعالیٰ کا بھی آپ کے ساتھ یہی معاملہ تھا۔ چنانچہ کعبؓ بن مالک کے صاحبزادے بیان کیا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کا حضرت معاذؓ کے ساتھ عجیب سلوک تھا وہ

نہایت حسین بھی تھے اور بڑے سخی بھی۔ اور مستجاب الدعوات بھی تھے۔ جو خدا سے مانگتے تھے اللہ تعالیٰ ان کو عطا کرتا تھا اور اللہ تعالیٰ کا ان سے خاص معاملہ تھا، ایک عجیب فہم و فراست اللہ تعالیٰ نے انہیں عطا کی تھی۔

علمی مقام

حضرت عمرؓ کے زمانے میں ایک بڑا پیچیدہ اور الجھا ہوا دینی مسئلہ سامنے آیا جو کم از کم مدت حمل اور انتہائی مدت سے تعلق رکھتا تھا۔ علم طب کی رو سے بعض اوقات حمل نو ماہ کے عرصہ سے بڑھ بھی سکتا ہے اور شاذ کے طور پر زیادہ سے زیادہ مدت اس کی دو سال تک بھی ہو سکتی ہے۔ ایک ایسا ہی واقعہ اس زمانہ میں سامنے آیا کہ ایک عورت کا شوہر دو سال سے غائب تھا اسے حمل ظاہر ہو گیا۔ حضرت عمرؓ کو جب اس بات کا علم ہوا تو آپؓ نے فرمایا کہ اس عورت پر حد قائم ہونی چاہیے۔ حضرت معاذؓ بن جبل نے یہ سوال اٹھایا کہ اگر اس عورت کو رجم کی سزا دی جائے تو اس بچے کا کیا قصور جو اس کے پیٹ میں ہے۔ اس پر حضرت عمرؓ شرعی حد نافذ کرنے سے وقتی طور پر رک گئے۔ پھر جب اس عورت کے ہاں بچہ پیدا ہوا تو وہ اسکے حقیقی باپ کے عین مشابہ تھا۔ دو سال بعد جب اس کا والد واپس لوٹا تو اس نے تسلیم کیا کہ یہ اس کا ہی بیٹا ہے۔ شکل و شباہت سے بھی یہی ظاہر تھا۔ حضرت عمرؓ نے اس موقع پر فرمایا کہ ”عورتیں اس بات سے عاجز آ گئی ہیں کہ معاذؓ جیسا بچہ پیدا کریں۔ اگر معاذؓ نہ ہوتا تو عمرؓ ہلاک ہو جاتا۔“

جیسا کہ بیان ہو چکا ہے طاعون عمواس میں حضرت معاذؓ کی وفات ہو گئی۔ حضرت عمرؓ نے بوقت وفات فرمایا ”اگر معاذؓ زندہ رہتے تو میں ان کو اپنے بعد اپنا جانشین نامزد کرتا اور اگر اللہ تعالیٰ اس بارہ میں مجھ سے سوال کرتا تو میں کہتا کہ آنحضرت ﷺ سے میں نے یہ سنا تھا کہ معاذؓ قیامت کے دن لوگوں کے سامنے اس حال میں آئے گا کہ اس کی بلند شان اور بڑا مرتبہ ہو گا۔“ رسول کریم ﷺ کے اس ارشاد اور حضرت معاذؓ غیر معمولی علم سوجھ بوجھ اور خداداد تقویٰ کی وجہ سے خلیفہ الرسولؐ حضرت عمرؓ بھی ان کی قدر دانی کرتے تھے۔ (19)

حضرت معاذ بن جبلؓ سے کئی صحابہ رسولؐ بھی روایت کرتے تھے۔ ان میں حضرت عمرؓ، ان کے

صاحبزادے حضرت عبداللہؓ بن عمر، ابوقتادہ، حضرت انسؓ بن مالک، حضرت ابوامامہؓ، حضرت ابولیلیٰؓ انصاری ہیں۔ ڈیڑھ سو سے زائد احادیث آپؓ سے مروی ہیں۔ اس طرح کئی تابعین بھی حضرت معاذؓ سے روایت کرتے ہیں۔(20)

حضرت معاذؓ کی شخصیت بہت متاثر کن تھی اور بڑے وجیہ انسان تھے اپنے حلقہ درس میں علوم کے دریا بہایا کرتے تھے اور لوگ آپ کی راہنمائی کے متلاشی ہوا کرتے تھے۔ ابن حوشب ایک ایسے خوبصورت نظارے کا ذکر کرتے ہیں کہ میں نے ملک شام کے شہر حمص کی ایک مسجد میں دیکھا کہ ایک مجلس لگی ہوئی ہے اور ایک حسین وجمیل شخص جس کے دانت دمک رہے ہیں درمیان میں بیٹھا ہے۔ مجلس میں کچھ اور معمر لوگ بھی تھے لیکن تمام لوگوں کی توجہ اس جوان رعنا کی طرف تھی۔ کوئی مسئلہ دریافت کرنا ہو یا رائے لینی ہو وہ اس سے رجوع کرتے۔ میں نے ان سے پوچھا کہ آپ کون ہیں؟ انہوں نے بتایا کہ وہ معاذ بن جبلؓ ہیں۔

اسی طرح ابوادریس بیان کرتے ہیں کہ ''ایک دفعہ میں نے دمشق کی مسجد میں ایک عجیب نظارہ دیکھا کہ ایک نوجوان حسین وجمیل چمکدار دانتوں والا حلقہ احباب سے گھرا ہوا ہے۔ لوگوں کو کوئی الجھن پیش آتی یا سوال پیدا ہوتا تو وہ اس نوجوان سے راہنمائی لیتے اور اس کی رائے پوچھتے، میں نے پوچھا یہ کون ہے؟ بتایا گیا کہ یہ معاذؓ بن جبل ہیں۔ اگلے روز میں خاص طور پر ان سے ملاقات کرنے کیلئے دوپہر سے قبل ہی مسجد چلا گیا میں نے دیکھا حضرت معاذؓ مجھ سے بھی پہلے وہاں موجود، اور نماز ادا کر رہے تھے۔ انہوں نے سلام پھیرا تو میں نے کہا کہ ''خدا کی قسم میں آپ سے محبت کرتا ہوں'' انہوں نے کہا کہ سوچ لو اللہ کی قسم! کیا تم واقعی مجھ سے محبت کرتے ہو، میں نے کہا ہاں! خدا کی قسم! میں آپ سے محبت کرتا ہوں انہوں نے دوبارہ اور سہ بارہ پوچھا۔ میں نے پھر یہی عرض کیا کہ اللہ کی قسم آپ سے محبت کرتا ہوں انہوں نے کہا کہ پھر تمہیں خوشخبری ہو کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ''وہ لوگ جو میری خاطر ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں ان پر میری رحمت نازل ہوگی اور وہ میری محبت اور میری رحمت کے مستحق ہوگئے۔''(21)

اخلاق فاضلہ

حضرت معاذؓ بن جبل وہ عظیم المرتبت صحابی تھے جنہوں نے نو عمری میں متنوع نیکیوں اور خوبیوں کو اپنے وجود میں جمع کرلیا۔ حضرت عبداللہؓ بن مسعود کہتے تھے کہ معاذؓ بن جبل پر ہم قرآن شریف کی یہ آیت چسپاں کرتے تھے۔ كَانَ أُمَّةً قَانِتًا لِلّٰهِ حَنِيْفًا ط (النحل:121) کہ (ابراہیمؑ) اللہ کا بہت ہی فرمانبردار اور توحید پر قائم ایک امت تھا۔ یعنی کئی خوبیوں اور نیکیوں کا جامع۔ وہ کہتے ہیں کہ بعض لوگ سوال کرتے تھے کہ تم معاذؓ کو امت کہتے ہو اول تو یہ آیت حضرت ابراہیمؑ کے بارہ میں ہے۔ دوسرے امت جمع کا صیغہ ہے اکیلے معاذؓ ایک امت یا جماعت کیسے ہو گئے؟ پھر حضرت عبداللہؓ بن مسعود خود اس کا جواب دیتے تھے کہ یہاں امت کے معنی اس شخص کے ہیں جو خیر کی تعلیم دیتا ہے اور اتنی خوبیاں اور نیکیاں اپنے وجود میں جمع رکھتا ہے جس کی پیروی ہونی چاہیے اور ''قانت'' کے معنی ہیں اللہ تعالیٰ کا کامل فرمانبردار اور اطاعت گزار ہے۔ (22)

اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق عطا فرمائے کہ ہم ان چمکتے ہوئے روشن ستاروں کی طرح نیکیوں اور خیرات کے جامع بن جائیں۔

حوالہ جات

1- اصابہ جز6 ص6
2- اسد الغابہ جلد4 ص376
3- بخاری کتاب الادب، مسند احمد جلد3 ص575، ابن سعد جلد3 ص586
4- مسند احمد جلد5 ص238
5- مسند احمد جلد5 ص228
6- ابوداؤد کتاب الصلوۃ ، بخاری کتاب المظالم باب الاتقاء والحذر من دعوۃ المظلوم
7- مسند احمد جلد5 ص243
8- اسد الغابہ جلد4 ص377
9- مسند احمد جلد5 ص585
10- بخاری وابن سعد جلد3 ص840

11- بخاری کتاب الاحکام

12- مسند احمد جلد 5 ص 435، اصابہ جز 6 ص 107

13- ابن سعد جلد 3 ص 585

14- ابن سعد جلد 3 ص 586

15- اسد الغابہ جلد 3 ص 377

16- اسد الغابہ جلد 4 ص 377

17- ابن سعد جلد 3 ص 589

18- مجمع الزوائد جلد 3 ص 3

19- ابن سعد جلد 3 ص 590

20- اسد الغابہ جلد 4 ص 378

21- ابن سعد جلد 3 ص 587

22- اسد الغابہ جلد 4 ص 378

حضرت ابوطلحہ انصاریؓ

نام ونسب

نام زید بن سہل تھا، مدینہ کے قبیلہ خزرج کی شاخ بنونجار سے تعلق تھا، نام سے زیادہ کنیت ابوطلحہ سے مشہور ہیں۔ مدینہ کے رئیس تھے۔ زبردست تیر انداز، ماہر شکاری اور بہت بہادر انسان تھے۔ مشہور انصاری خاتون حضرت ام سلیم بنت ملحانؓ کے شوہر تھے۔(1)

قبول اسلام

آپؓ کے قبول اسلام کا واقعہ بھی بہت دلچسپ ہے۔ مدینہ میں اسلام کا پیغام پہنچا تو ام سلیمؓ نے جو مدینہ کی معزز اور عقلمند خاتون تھیں بے دھڑک اسلام قبول کرلیا۔ ان کے شوہر مالک اس پر ناراض ہو کر مدینہ سے چلے گئے۔ کچھ عرصہ بعد ابوطلحہؓ نے انہیں شادی کا پیغام بھیجا۔ ام سلیمؓ نے جواب دیا کہ ابوطلحہؓ جیسے عظیم انسان کا پیغام رد تو نہیں کیا جاسکتا مگر ہمارے درمیان کفر واسلام کا اختلاف شادی میں مانع ہے۔ ہاں اگر ابوطلحہؓ اسلام قبول کرلیں تو میں ان کے مسلمان ہونے کی خوشی میں اپنا مہر بھی چھوڑ دوں گی اور ابوطلحہؓ کے قبول اسلام کو ہی اپنا مہر سمجھوں گی۔ چنانچہ ابوطلحہؓ نے اسلام قبول کر کے ام سلیمؓ سے شادی کرلی۔

حضرت ثابتؓ کہا کرتے تھے کہ میں نے آج تک کسی عورت کے بارہ میں نہیں سنا کہ اس کا مہر ایسا قابل عزت ہو جیسا کہ ام سلیمؓ کا مہر تھا۔(2)

دین کی خاطر کی جانے والی یہ شادی بہت بابرکت ثابت ہوئی اور اس گھرانے نے اخلاص اور ایمان میں ایک غیر معمولی ترقی کی۔ میاں بیوی اسلام کی خدمات میں ایک دوسرے سے سبقت لینے لگے۔ اپنے آقا حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اخلاص و فدائیت کے عجیب اور حیرت انگیز نمونے ان سے دیکھنے میں آئے اور آپؐ کی ایسی بے تکلفی اس گھرانے کے ساتھ ہوئی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کے گھر کو اپنا ہی گھر سمجھتے اور اپنی ذاتی ضروریات کیلئے بلاتردّد انہیں یاد فرمایا کرتے تھے۔

حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم جب مدینہ تشریف لائے تو ابوطلحہؓ کو فرمایا کہ کوئی ایسا

مناسب بچہ تلاش کرو جو ہمارے گھر کے کام کاج کر دیا کرے۔ میرے والد ابوطلحہؓ نے مجھے اپنی سواری کے پیچھے بٹھایا اور نبی کریم ﷺ کی خدمت میں پیش کر کے عرض کیا کہ حضور انس بہت سمجھدار لڑکا ہے یہ آپ کے کام کاج سنبھال لے گا۔ حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ اس وقت سے مجھے نبی کریمؐ کی خدمت کرنے کی سعادت نصیب ہوئی اور غزوہ خیبر سے واپسی تک میں یہ خدمت انجام دیتا رہا۔(3)

نبی کریم ﷺ کے اس خاندان سے قربت و محبت کے گہرے مراسم قائم ہوئے۔ ابوطلحہؓ اور ام سلیمؓ دونوں میاں بیوی دل و جان سے اپنے آقا و مولا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر فدا اور آپ کی خدمات میں پیش پیش رہتے تھے۔ حضور ﷺ کے گھر شادی وغیرہ کے موقع پر ام سلیمؓ انتظام و انصرام اپنے ذمہ لے لیتی تھیں۔ حضرت صفیہؓ کی شادی کے موقع پر بھی انہیں تیار کرنے کی خدمت ام سلیمؓ بجالائیں۔ حضرت زینبؓ کی شادی کے موقع پر حضرت ام سلیمؓ نے دعوت ولیمہ کے لئے کھانا اپنے گھر سے تیار کر کے بطور تحفہ بھجوایا۔(4)

حضرت ابوطلحہؓ بھی اپنی مخلص اور فدائی بیوی کی طرح ہر دم ہر قربانی کیلئے مستعد ہوتے تھے۔ عرض کرتے تھے کہ اے خدا کے رسول ﷺ! اپنی ضروریات و حاجات کے سلسلہ میں مجھے خدمت کا موقع عطا فرمایا کریں اور جو حکم چاہیں ارشاد فرمائیں آپ مجھے ہمیشہ ہر کام کیلئے مضبوط اور قوی پائیں گے۔(5)

رسول اللہ ﷺ کی شفقتیں

چنانچہ حضورؐ نے مختلف مواقع پر اس خاندان کو خدمت کے مواقع عطا فرمائے۔ ایک دفعہ مدینہ میں رات کو اچانک کچھ شور بلند ہوا۔ اس زمانہ میں بیرونی دشمن سے بھی خطرات درپیش تھے۔ نبی کریم ﷺ نے مدینہ کے گرد و نواح کا فوری جائزہ لینے کا ارادہ فرمایا اور ابوطلحہؓ کے گھر جا کر ان کا گھوڑا مندوب نامی عاریۃً لیا، جلدی میں اس کی ننگی پشت پر زین ڈالنے کی زحمت بھی گوارا نہ فرمائی۔ واپس آ کر فرمایا کہ خطرے کی کوئی بات نہیں اور ابوطلحہؓ کے گھوڑے کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا کہ ''میں نے اسے بہنے والے دریا کی طرح تیز رفتار اور رواں پایا ہے۔'' ابوطلحہؓ کا یہ گھوڑا اڑیل تھا مگر اس کے بعد نبی کریم ﷺ کی برکت سے ایسا تیز ہوا کہ کوئی گھوڑا دوڑ میں اس کا مقابلہ نہ کرسکتا تھا۔(6)

نبی کریم ﷺ کی اس گھرانے سے بے تکلفی تھی۔ آپ گاہے بگاہے ان کے گھر تشریف لے جاتے تھے۔ ایک دفعہ ام سلیمؓ نے نبی کریم ﷺ کی دعوت کی کھانا تناول فرمانے کے بعد رسول اللہؐ نے بغرض دعا کچھ نوافل باجماعت پڑھائے۔ حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے اور ہمارے گھر کے ایک بچے نے حضورؐ کے پیچھے صف بنائی اور ہماری بوڑھی والدہ پیچھے کھڑی ہوئیں۔(7)

ابوطلحہؓ کے بچوں سے بھی نبی کریم ﷺ کا بے تکلفی، محبت و پیار کا عجیب تعلق تھا۔ ابوطلحہؓ کے ایک کمسن بیٹے کو اہل خانہ پیارے سے ابوعمیر کی کنیت سے بلاتے تھے۔ ایک دفعہ نبی کریم ﷺ نے اس بچے کو پریشان دیکھ کر سبب پوچھا۔ گھر والوں نے بتایا کہ ابوعمیر کا وہ پرندہ اچانک مر گیا ہے جس سے یہ کھیلتا تھا اس لئے غمزدہ ہے۔ نبی کریم ﷺ ابوعمیر سے اس پرندے کے بارہ میں پوچھ کر اس کا دل بہلانے لگے کہ اے ابوعمیر تمہارے پالتو پرندہ کیا ہوا؟ بعد میں نبی کریم ﷺ خوش نصیب گھرانے کے اس بچے سے پیار و محبت کے ساتھ اس کے پرندے کے بارے میں باتیں کیا کرتے۔(8)

حضرت ابوطلحہؓ کا کھجوروں کا باغ بیرحاء نامی مسجد نبوی کے بالکل سامنے تھا۔ نبی کریم ﷺ اس میں گاہے بگاہے تشریف لے جاتے تھے۔ کھجوریں تناول فرماتے اس کے کنوئیں کا تازہ ٹھنڈا پانی پیتے۔(9)

حضرت ابوطلحہؓ کو نبی کریم ﷺ کی محبت کا کمال عرفان عطا ہوا تھا جس کے نتیجہ میں ان سے عشق و وفا کے عجیب نظارے ظاہر ہوئے۔

تبرکات نبوی ﷺ

حضرت ابوطلحہؓ کمال ادب اور شوق سے حضورؐ کے تبرکات جمع کرنے کی سعی کرتے اور ان کی حفاظت فرماتے تھے۔ جب آنحضور ﷺ بال کٹواتے تو ابوطلحہؓ وہ پہلے شخص ہوتے جو تبرک کی خاطر آپؐ کے بال حاصل کرتے تھے۔(10)

خود رسول اللہ ﷺ کو ابوطلحہؓ کی اس خواہش اور تمنا کا احترام ہوتا تھا۔ چنانچہ حجۃ الوداع کے موقع پر نبی کریم ﷺ نے بال کٹوائے تو آدھے سر کے بال دیگر صحابہ نے لئے کسی کے حصہ میں ایک

اور کسی کے دو بال آئے۔ پھر حضور ﷺ نے ابوطلحہؓ کو یاد فرمایا اور دوسرے نصف سر کے سارے بال ان کو عطا فرمائے۔ ابوطلحہؓ کے گھر میں یہ بال ام سلیمؓ نے شیشی میں محفوظ کر کے رکھے ہوئے تھے جو لمبا عرصہ محفوظ رہے اور پورا گھرانہ اس سے برکت حاصل کرتا رہا۔(11)

حضرت ابوطلحہؓ نے رسولؐ اللہ کا ایک پیالہ بھی تبرکاً سنبھال کے رکھا ہوا تھا۔ جو شکستہ ہونے کے بعد لوہے کی تار سے جڑا تھا۔ حضرت انسؓ نے ایک دفعہ یہ خواہش ظاہر کی کہ لوہے کے تار کی بجائے سونے یا چاندی کے تار سے اس پیالے کا حلقہ باندھا جائے۔ حضرت ابوطلحہؓ نے یہ بھی گوارا نہ کیا اور انسؓ کو کہہ کر روک دیا کہ نبی کریم ﷺ کی بنائی ہوئی چیز میں ہرگز کوئی تبدیلی نہیں کرنی۔ گویا اس متبرک پیالے کو ویسا ہی رہنے دو جیسا ہم نے نبی کریمؐ سے پایا۔ چنانچہ حضرت انسؓ نے ایسا ہی کیا۔(12)

مہمان نوازی

مدینہ کے ابتدائی دور کے کٹھن اور مشکل حالات میں رئیس مدینہ ابوطلحہؓ اور ان کے خانوادے نے جس طرح نبی کریم ﷺ کی تائید و نصرت کی توفیق پائی وہ اپنی مثال آپ ہے۔ اس پر آشوب دور کا تذکرہ ہے، ایک دن ابوطلحہؓ نے ام سلیمؓ سے آ کر کہا کہ میں نے رسول کریم ﷺ کی آواز میں ضعف محسوس کیا ہے جو مسلسل فاقہ کی وجہ سے معلوم ہوتا ہے۔ کیا تمہارے پاس گھر میں کھانے کیلئے کچھ ہے؟ ام سلیمؓ نے اثبات میں جواب دیا بلکہ جو کی کچھ روٹیاں ایک کپڑے میں لپیٹ کر آپ نے حضرت انسؓ کو رسول کریم ﷺ کے پاس بھجوایا۔

حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ میں حضورؐ کے پاس مسجد نبوی میں حاضر ہوا آپؐ صحابہ کے ساتھ تشریف فرما تھے اور سامنے جا کر کھڑا ہو گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے خود ہی استفسار فرمایا کہ کیا ابوطلحہؓ نے تمہیں کھانے کی کوئی چیز دے کر بھجوایا ہے۔ حضرت انسؓ نے عرض کیا جی حضور! رسول اللہ ﷺ نے تمام حاضرین مجلس سے فرمایا چلو (ابوطلحہؓ) کے گھر چلیں میں نے آگے جا کر ابوطلحہؓ کو خبر کی رسول اللہ ﷺ صحابہ کے ساتھ تشریف لا رہے ہیں۔ ابوطلحہؓ نے ام سلیمؓ سے فکرمندی میں بات کی کہ رسول اللہ ﷺ تو لوگوں کے ساتھ تشریف لا رہے ہیں اور ہمارے پاس کھانا پیش کرنے کا مناسب انتظام نہیں ہے۔ ام سلیمؓ نے کمال توکل سے جواب دیا کہ اللہ اور اس کا رسولؐ بہتر جانتے ہیں، تب ابوطلحہؓ

رسول اللہ ﷺ کے استقبال کے لئے گھر سے نکل کھڑے ہوئے اور حضورؐ کو خود اپنے ساتھ لے کر آئے۔ حضورؐ نے آتے ہی ام سلیمؓ سے فرمایا کہ جو کچھ تمہارے پاس ہے وہ لے کر آؤ۔ ام سلیمؓ وہی روٹیاں لے آئیں۔ رسول کریم ﷺ کے حکم پر ان روٹیوں کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کئے گئے اور ام سلیمؓ نے اپنے ایک گھی کے برتن میں پڑا کچھ گھی نکال کر ان پر ڈالا۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے اس پر دعا کی اور فرمایا کہ دس دس کر کے صحابہ اندر آتے جائیں اور کھانا کھاتے جائیں۔ اس طرح موجود تمام حاضرین نے کھانا تناول کیا جن کی تعداد ستر کے قریب تھی۔(13)

اس واقعہ سے جہاں ابوطلحہؓ کی محبت وادب رسولؐ اور ام سلیمؓ کے توکل علی اللہ کا اندازہ ہوتا ہے وہاں نبی کریم ﷺ کی سیرت کا یہ خوبصورت پہلو بھی سامنے آتا ہے کہ فاقہ کی حالت میں بھی تنہا کھانا پسند نہیں فرمایا جب تک اپنے فاقہ زدہ غلاموں کو بھی ساتھ شامل کر لیا، اور ابوطلحہؓ کے چند روٹیاں بھجوانے کا ایسا لحاظ کیا کہ ان کے گھر تشریف لے جا کر انہی روٹیوں سے نہ صرف تمام صحابہ کی مہمان نوازی کروائی بلکہ سب کو ابوطلحہؓ کیلئے دعاؤں کا موقع بھی بہم پہنچایا اور یوں صحابہ کے مابین اخوت مودت کی ایک خوشگوار فضا قائم فرمائی۔

ایثار

ابوطلحہؓ اور ان کے خاندان کو ایسی مہمان نوازی کی سعادت ان کے ایثار اور اہل خانہ کے خلوص کے باعث میسر آتی ہی رہتی تھی۔ چنانچہ ایک اور موقع پر نبی کریم ﷺ کے پاس ایک مہمان آیا۔ آپ نے سب سے پہلے تو اپنے گھر ازواج مطہرات کے ہاں پیغام بھجوایا کہ مہمان نوازی کا کچھ انتظام کریں۔ اتفاق سے اس تنگی وفاقہ کے زمانہ میں کسی گھر سے کچھ میسر نہ آیا۔ اس کے باوجود نبی کریمؐ نے اکرام ضیف کا بندوبست کرنے کیلئے صحابہ کو تحریک فرمائی کہ کون اس مہمان کو اپنے گھر لے جا کر تواضع کر سکتا ہے۔ حضرت ابوطلحہؓ نے بخوشی اس کی حامی بھر لی اور گھر جا کر اپنی اہلیہ سے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کا مہمان آیا ہے اس کی ضیافت کا اہتمام کریں۔ انہوں نے اپنی بے چارگی کا ذکر کیا کہ گھر میں تو صرف بچوں کیلئے معمولی سا کھانا ہے۔ لیکن ان ایثار پیشہ میاں بیوی نے یہ خوبصورت تدبیر کی کہ بچوں کو بھوکے سلا دیا جائے اور کھانا تیار کر کے مہمان کی خدمت میں پیش کیا جائے۔ چنانچہ ایسا

ہی ہوا اور عین کھانے کے وقت گھر کی مالکہ چراغ درست کرنے کے بہانے اٹھیں اور اسے گل کر دیا تاکہ رسول اللہ ﷺ کا مہمان پیٹ بھر کر کھانا کھالے اور اس طرح خود میزبان کھانے میں عملاً شریک نہ ہوئے مگر مہمان کے اعزاز و اکرام کی خاطر یہی کرتے رہے کہ گویا وہ کھانے میں شریک ہیں۔ خالی منہ ہلاتے ہوئے مچاکے لیتے رہے، رات فاقہ سے گزاری اور رسول اللہ ﷺ کے مہمان کی خاطر داری میں فرق نہ آنے دیا۔ صبح جب ابوطلحہؓ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپؐ نے فرمایا کہ رات ہمارے مہمان کے ساتھ جو سلوک تم لوگوں نے کیا خدا تعالیٰ بھی اس پر خوش ہو کر مسکرا رہا تھا اور تمہاری یہ ادائیں اسے بہت پسند آئیں۔ صحابہؓ رسولؐ کے ارشاد کا یہی وہ مضمون ہے جو قرآن شریف میں سورۃ الحشر آیت 10 میں بیان ہوا ہے یعنی خدا کے وہ مومن بندے اپنے نفسوں پر اپنے بھائیوں کو ترجیح دیتے ہیں خواہ خود تنگی سے کیوں نہ ہوں۔ (14)

صبرورضا

حضرت ابوطلحہؓ اور ان کی اہلیہ صبر و رضا کے بھی پیکر تھے۔ بعض ایسے عجیب نمونے میاں بیوی سے ظاہر ہوئے کہ عام حالات میں ان پر یقین کرنا ممکن نظر نہیں آتا مگر فی الحقیقت ایسے واقعات رونما ہوئے۔ ایک دفعہ حضرت ابوطلحہؓ کا بیٹا شدید بیمار تھا نہیں گھر سے باہر کسی کام سے جانا پڑا۔ دریں اثناء بچہ بقضائے الٰہی فوت ہو گیا۔ رات گئے واپس آکر ابوطلحہؓ نے بچے کا حال پوچھا آپ کی اہلیہ ام سلیمؓ نے کمال صبر و رضا کے ساتھ یہ ذو معنی جواب دیا کہ بچہ پرسکون ہے اور مجھے امید ہے کہ اسے مکمل آرام ہے۔ حضرت ابوطلحہؓ نے اس سے ظاہری صحت کا مفہوم مراد لیا اور میاں بیوی نے خلوت میں رات بسر کی۔ ابوطلحہؓ اگلی صبح جب نماز کیلئے مسجد نبوی جانے لگے ام سلیمؓ نے کہا کہ دراصل اللہ تعالیٰ نے اپنی امانت ہم سے واپس لے لی ہے اور بچہ کے پرسکون ہونے سے میری یہی مراد تھی ابوطلحہؓ اس پر بہت تلملائے اور نبی کریم ﷺ کی خدمت میں جا کر شکایتاً عرض کیا کہ ام سلیمؓ نے میرے ساتھ یہ معاملہ کیا ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تمہارے آج رات کے ملاپ میں برکت ڈالے گا، چنانچہ حضرت ام سلیمؓ کے صبر و رضا کی یہ ادا اللہ تعالیٰ کے ہاں ایسی مقبول ٹھہری اور ان کی اولاد میں ایسی برکت پڑی کہ دس بیٹے ہوئے اور سب کے سب قرآن کے حافظ تھے۔ (15)

نبی کریم ﷺ کو ابوطلحہؓ اور ان کی قوم سے جو محبت تھی اس کا اندازہ اس پیغام سے خوب ہوتا ہے جو حضورؐ نے بوقت وفات ابوطلحہؓ کو دیا کہ ''اپنی قوم کو میرا اسلام پہنچانا بلاشبہ وہ ایسے لوگ ہیں جو مجسم صبر و رضا ہیں گویا انہوں نے صبر کی لگامیں پہن رکھی ہیں۔ صبر جمیل کی اس سے اعلیٰ تصویر کشی اور کیا ہوسکتی ہے۔(16)

مالی قربانی

حضرت ابوطلحہؓ مدینہ کے مالدار رئیس تھے مالی قربانی کے میدان میں بھی آپ کسی سے پیچھے نہ تھے بلکہ قربانی کا اعلیٰ ذوق تھا۔ چنانچہ بعض ایسی تاریخی اور مثالی قربانیوں کی توفیق آپ نے پائی جو ہمیشہ یادرکھی جائیں گی۔

مسجد نبوی کے سامنے حضرت ابوطلحہؓ کو کھجوروں کا ایک قیمتی باغ تھا جو ''بیرحاء'' کے نام سے مشہور تھا نبی کریمؐ اس باغ میں تشریف لے جا کر گاہے بگاہے آرام فرماتے اور اس کے پھل اور تازہ پانی کے لطف اندوز ہوتے جب قرآن شریف کی یہ آیت اتری۔ لَنۡ تَنَالُوا الۡبِرَّ حَتّٰی تُنۡفِقُوۡا مِمَّا تُحِبُّوۡنَ ۬ؕ (آل عمران:93) کہ کامل نیکی یہ ہے کہ تم وہ چیز خرچ کرو جو تمہیں زیادہ دل پسند اور محبوب ہے۔ حضرت ابوطلحہؓ رسول کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ! اللہ تعالیٰ مالی قربانی کے بارہ میں یہ ہدایت دیتا ہے اور میرا سب سے قیمتی اور پیارا باغ ''بیرحاء'' ہے۔ آج سے میں یہ باغ اللہ کے نام پر صدقہ کرتا ہوں اور خدا سے اس کے اجر و ثواب کا امیدوار ہوں۔ آپ جیسے پسند فرمائیں اسے استعمال میں لائیں۔ رسول کریم ﷺ اس عظیم قربانی پر بہت خوش ہوئے اور ابوطلحہؓ سے فرمایا کہ واہ واہ! یہ تو بہت نفع بخش سودا ہے۔ پھر حضور ﷺ نے وہ باغ ابوطلحہؓ کے غریب رشتہ داروں میں تقسیم کروا دیا، فرمایا ہم نے یہ صدقہ قبول کیا۔ اب آپ اپنے مستحق رشتہ داروں میں تقسیم کر دیں۔(17)

اطاعت رسول ﷺ

حضرت ابوطلحہؓ نے اطاعت رسولؐ کے میدان میں بھی ایسے بے نظیر نمونے چھوڑے ہیں۔ جو تاریخ میں ہمیشہ سنہری حروف سے لکھے جائیں گے، ایسی ناقابل فراموش مثالیں سچے عشق کے

بغیر ممکن نہیں، چنانچہ شراب کی حرمت سے پہلے کا واقعہ ہے حضرت ابوطلحہؓ کے گھر میں ہم جلیسوں کی ایک محفل جمی ہوئی تھی۔ مہمانوں کی تواضع کیلئے حسب دستور شراب بھی پیش کی جا رہی تھی کہ دریں اثناء مدینہ کی گلیوں میں ایک منادی کرنے والا یہ اعلان کرتا سنائی دیا کہ اے لوگو! سنو شراب حرام کر دی گئی ہے۔ اس اعلان کا سننا تھا کہ ابوطلحہؓ نے اس نوجوان کو جو شراب کے جام تقسیم کر رہا تھا حکم دیا کہ شراب کے مٹکے توڑ دو اور ساری شراب بہا دو اور اس نوجوان نے بھی فوری تعمیل کی اور چند لمحوں میں مدینہ کے گلی کوچوں میں یہ شراب بہنے لگی اور کسی نے اعلان کرنے والے سے پلٹ کر کوئی سوال تک نہیں کیا اور بے چون و چرا اس اعلان کی تعمیل کر دی گئی۔ (18)

عقل محو حیرت ہے کہ جب شراب کے جام لنڈھائے جا رہے ہوں ایسے میں اطاعت کا یہ شاندار نمونہ کہ محض ایک منادی کرنے والے کے اعلان پر شراب کے مٹکے توڑ کر اسے بہا دیا جائے اور کسی قسم کی تصدیق و تحقیق کرنے کی بجائے تعمیل حکم کو اولیت دی جائے۔ اطاعت کی یہ ادائیں حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے تربیت یافتہ غلاموں میں ہی نظر آتی ہیں۔

غزوات میں شرکت

حضرت ابوطلحہؓ نبی کریم ﷺ کے ساتھ غزوات میں شریک ہو کر شجاعت اور ایثار و فدائیت کے مظاہرے کرتے رہے۔ غزوہ بدر میں بھی آپ شریک تھے خود بیان کرتے تھے کہ جنگ بدر میں اسلامی لشکر کفار مکہ کے بالمقابل صف آراء تھا اور مسلمانوں کو تازہ دم کرنے اور ان کے آرام اور تسکین کیلئے عارضی طور پر نیند کے غالب آنے کا جو نشان عطا کیا گیا اس کا سورہ انفال کی ابتدائی آیات میں ذکر ہے آپ اس الٰہی نشان کے بذات خود شاہد تھے۔

چنانچہ میدان بدر میں اونگھ آ جانے کے باعث آپ کے ہاتھ سے تلوار گر جاتی تھی آپ پھر پکڑتے اور وہ پھر گر تی تھی۔ (19)

حضرت ابوطلحہؓ زبردست جنگجو تھے بلند آواز رکھتے تھے اور میدان جنگ میں شیر کی طرح گرج کر دشمن پر حملہ آور ہوتے تھے۔ نبی کریم ﷺ فرمایا کرتے تھے کہ لشکر میں تنہا ابوطلحہؓ کی آواز ایک جماعت کی آواز پر بھی بھاری ہوتی ہے۔ (20)

غزوۂ احد میں فدائیت اور جانثاری

معرکہ احد میں بھی حضرت ابوطلحہؓ نے شجاعت و بہادری کے خوب جوہر دکھائے اور جان ہتھیلی پر رکھ رسول کریم ﷺ کی حفاظت کا حق ادا کر دکھایا۔

حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ احد کے دن جب کفار کے غیر متوقع حملہ سے مسلمانوں کی پسپائی ہوئی اور ایک وقت میں نبی کریم ﷺ چند صحابہ کے ساتھ میدان میں رہ گئے۔اس وقت ابوطلحہؓ نبی کریم ﷺ کے آگے ڈھال بن گئے۔کفار کے تیروں اور نیزوں کا واحد نشانہ رسول اللہ ﷺ تھے اور ابوطلحہؓ آپ کے آگے سینہ سپر تھے۔آپؓ زبردست تیرانداز تھے۔ بدر کے دن اس مرد میدان نے ایسی بلا کی تیراندازی کی کہ دو تین کمانیں توڑ ڈالیں۔ایک شخص کے پاس تیروں کا تھیلا ہوتا تھا اس کی ڈیوٹی تیراندازوں کو تیر مہیا کرنا تھی۔ نبی کریمؐ اسے فرماتے تھے کہ ابوطلحہؓ کے آگے تیر ڈال دو اور پھر جب ابوطلحہؓ نشانہ باندھ کر تیر چلاتے تو رسول اللہ ﷺ کی نظریں اس کا تعاقب کرتیں اور آپؐ سر اٹھا کر دیکھنا چاہتے کہ اس مجاہد کا تیر دشمن کی صفوں میں کہاں جا کے پڑا ہے۔ابوطلحہؓ کو اپنے سے زیادہ اپنے آقا کی جان عزیز تھی۔ وہ نہایت ادب اور محبت سے عرض کرتے میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں یوں سر اٹھا کے نہ دیکھا کیجئے۔کہیں دشمن کا کوئی تیر میرے آقا کو گزند نہ پہنچائے۔ اللہ کے رسول ﷺ! میں جو آپ کے آگے سینہ سپر ہوں۔ میرا سینہ آپ کی طرف پھینکے گئے ہر تیر کو کھانے کیلئے تیار ہے۔(21)

خوش نصیب ابوطلحہؓ انصار کے ساتھ میدان احد میں ہی ایک اور بزرگ جانثار صحابی (جو قریش سے مہاجرین میں سے تھے) حضرت طلحہؓ بن عبید اللہ کو بھی نبی کریم ﷺ کے آگے پیچھے لڑنے اور کمال فدائیت سے آپ کا دفاع کرنے کی سعادت عطا ہوئی۔ وہی طلحہؓ جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کے چہرہ کی حفاظت کے لئے اپنا ہاتھ بطور ڈھال تیروں کے آگے کر دیا تھا اور ہاتھ کی انگلیاں شل ہو کر وہ ٹنڈا ہو گیا تھا۔(22)

نام اور فدائیت میں مشابہت کے باعث بعض دفعہ ابوطلحہؓ (انصاری) اور طلحہؓ بن عبید اللہ (قریشی) میں امتیاز نہیں رہتا اور تشابہ پیدا ہو جاتا ہے اس لئے یہ فرق مدنظر رکھنا ضروری ہے۔

غزوہ خیبر

رسول اللہ ﷺ کا یہ جان نثار اور فدائی ابوطلحہؓ غزوہ خیبر میں بھی اپنے آقا کے ہم کاب تھا۔ اور رسول اللہ ﷺ کے قرب میں رہ کر خدمات کی سعادت پاتا رہا، حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ میں ابوطلحہؓ کی سواری پر ان کے پیچھے سوار تھا۔ جب ہم خیبر پہنچے تو ابوطلحہؓ کی سواری رسول اللہ ﷺ کی سواری کے اس قدر قریب تھی کہ میرے گھٹنے نبی کریم ﷺ کی رانوں کو چھو رہے تھے۔ (23)

غزوہ خیبر سے واپسی پر بھی ابوطلحہؓ رسول کریم ﷺ کی حفاظت کے خیال سے قدم بقدم آپ کے ساتھ رہے۔ ایک موقع پر جب نبی کریم ﷺ کی وہ اونٹنی ٹھوکر لگنے سے گری جس پر حضورؐ کے ساتھ ام المومنین حضرت صفیہؓ بھی سوار تھیں، حضور ﷺ کے ساتھ وہ بھی گر پڑیں۔ باوفا ابوطلحہؓ نے دیوانہ وار اپنے اونٹ سے چھلانگ لگا دی اور لپک کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا میرے آقا! میں آپ پر قربان آپ کو کوئی گزند تو نہیں پہنچی۔ کوئی چوٹ تو نہیں آئی۔ آپؐ نے فرمایا نہیں تم پہلے عورت یعنی حضرت صفیہؓ کی خبر گیری کرو۔ ابوطلحہؓ نے کمال حیاداری کے ساتھ پہلے اپنے چہرہ پر کپڑا ڈال کر پردہ کیا تب ام المومنینؓ کی طرف رخ کیا۔ اور پھر وہ کپڑا انہیں اوڑھا دیا اور حضرت صفیہؓ اطمینان سے اٹھ کر سنبھل گئیں۔ ابوطلحہؓ نے دریں اثناء حضور ﷺ کی اونٹنی کا پالان مضبوطی سے باندھا پھر حضور ﷺ کو اور حضرت صفیہؓ کو سوار کروا کے روانہ کیا۔ (24)

فتح مکہ اور حنین میں شرکت

فتح مکہ اور غزوہ حنین کے تاریخی معرکوں میں بھی حضرت ابوطلحہؓ شریک ہوئے۔ حنین کے موقع پر آپؓ کی زوجہ حضرت ام سلیمؓ اپنے پاس ایک خنجر لئے شریک سفر تھیں۔ حضرت ابوطلحہؓ نے برسبیل تذکرہ نبی کریم ﷺ سے اس کا ذکر کر دیا کہ یا رسول اللہ ﷺ ام سلیمؓ بھی کمر بند میں خنجر اڑسے پھرتی ہیں۔ حضور ﷺ نے ان سے پوچھ لیا کہ آپ اس خنجر کو کیا کریں گی؟ وہ بولیں اگر کوئی دشمن رسولؐ میرے قریب آیا تو اسے ٹھکانے لگائے بغیر نہ چھوڑوں گی۔ (25)

حنین کے موقع پر بھی ابوطلحہؓ نے شجاعت کے خوب جوہر دکھائے۔ نبی کریم ﷺ نے اعلان

فرمایا تھا کہ جو مجاہد کسی کافر کو قتل کرے گا اس کا اسلحہ اور سواری بطور مالِ غنیمت اسے ملیں گے۔ ابوطلحہؓ کے ہاتھوں اس روز بیس دشمنان اسلام ہلاک ہو کر کیفر کردار کو پہنچے۔(26)

ابوطلحہؓ کی ایک اور سعادت

رسول کریم ﷺ کی وفات کے بعد تدفین کیلئے جب یہ سوال پیدا ہوا کہ لحد بنائی جائے یا سیدھی قبر ہو تو حضرت عباسؓ نے یہ معاملہ منشاء الٰہی کے حوالے کرتے ہوئے دو آدمی بیک وقت دونوں قسم کی قبر بنانے والوں کی طرف دوڑا دیئے۔ ابوعبیدہؓ سیدھی قبر بناتے تھے جسے شق کہتے ہیں ان کی طرف جو قاصد گیا وہ اسے مل نہ سکے۔ ابوطلحہؓ لحد بناتے تھے۔ ان کی طرف بھیجا ہوا آدمی کامیاب واپس لوٹا اور ابوطلحہؓ کو ہمراہ لایا۔ چنانچہ نبی کریم ﷺ کی لحد بنانے کی سعادت بھی ابوطلحہؓ کے حصہ میں آئی۔(27) اور یوں عمر بھر خدمات رسول ﷺ بجالانے والے ابوطلحہؓ کو اس آخری خدمت کی بھی توفیق ملی۔

شوق جہاد

نبی کریم ﷺ کی وفات کے بعد بھی بڑھاپے کی عمر میں جذبہ وشوق جہاد سرد نہیں ہوا۔ چنانچہ خلافت ابوبکرؓ و عمرؓ میں بھی جہاد کی توفیق پاتے رہے بلکہ حضرت عثمانؓ کے زمانہ میں جب پہلا اسلامی بحری بیڑہ مہم پر روانہ ہونے لگا تو حضرت ابوطلحہؓ نے اس میں شرکت کی خواہش کی اور گھر والوں کو اس کیلئے اس طرح آمادہ کیا کہ قرآن شریف میں اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّ ثِقَالًا وَّ جَاهِدُوْا (التوبہ:41) کا حکم ہے یعنی جہاد کیلئے ہلکے اور بوجھل ہر حال میں نکلو اور جہاد کرو فرماتے تھے کہ اس آیت میں بوڑھوں اور جوانوں دونوں کیلئے حکم ہے کہ جہاد کیلئے نکلیں۔ بیٹوں نے کہا آپ کو تو رسول اللہ اور پھر ابوبکرؓ و عمرؓ کے زمانہ میں جہاد کی سعادت عطا ہوئی۔ اب ہم جو یہ فرض ادا کرنے کیلئے حاضر ہیں آپ آرام کریں، مگر انہوں نے اصرار کر کے اس بحری سفر پر جانے کی تیاری کر کے روانہ ہوئے۔ اسی سفر میں ان کی وفات ہوگئی۔ دوران سفر ساتویں دن ایک جزیرہ کے پاس بحری بیڑہ آ کر رکا تو وہاں انہیں دفن کیا گیا اس عرصہ میں آپ کی نعش بالکل محفوظ رہی اور اس میں کوئی خرابی پیدا نہیں ہوئی۔

حضرت ابوطلحہؓ کی وفات 34ھ میں ہوئی۔حضرت عثمانؓ نے نماز جنازہ پڑھائی۔(28)

روایت حدیث میں احتیاط

حضرت ابوطلحہؓ کو اگر چہ رسول کریم ﷺ کی صحبت و رفاقت میں ایک لمبا عرصہ گزارنے کی سعادت عطا ہوئی۔مگر اپنی تواضع اور انکساری نیز احادیث کے بیان میں احتیاط کے باعث آپ کی روایات بہت کم ہیں۔اور جو روایات ہیں وہ آپ کی گہری دینی بصیرت،عمدہ مذاق اور معتدل مزاج کو ظاہر کرتی ہیں،ایک اہم روایت دین اسلام کی طبعی سہولت اور نرمی سے متعلق رکھتی ہے۔جس میں قرآن شریف کی صحت کے ساتھ تلاوت میں شدت اور سختی اختیار کر کے اسے مشکل بنانے کی بجائے ایک بنیادی عمومی اصول مدنظر رکھنے کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔حضرت ابوطلحہؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے حضرت عمرؓ کے سامنے قرآن شریف کی قراءت میں کچھ تغیر کیا،حضرت عمرؓ نے کہا کہ میں نے تو نبی کریم ﷺ کے سامنے یہ تلاوت اس طرح کی تھی جو قدرے مختلف تھی۔ابوطلحہؓ کہتے ہیں اس کے بعد ہم رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اس شخص نے قراءت کی تو حضورؐ نے اس شخص کی حوصلہ افزائی کرتے ہوئے فرمایا کہ تم نے درست تلاوت کی ہے۔حضرت عمرؓ کو کچھ ناگواری ہوئی کیونکہ ان کے اعلیٰ معیار پر وہ قراءت پوری نہیں اترتی تھی۔تب آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا کہ اے عمرؓ! قرآن شریف کی ہر قراءت درست ہے۔بشرطیکہ یہ بنیادی بات مدنظر رہے کہ اسمیں معنوی تبدیلی نہ ہو اور معنے ایسے الٹ پلٹ نہ ہو جائیں کہ عذاب کی جگہ مغفرت و بخشش کا مضمون اور بخشش کی جگہ عذاب کا مضمون بنا دیا جائے۔(29)

دیگر روایات کا تعلق بھی اس عاشق رسولؐ کے نبی کریم ﷺ کے ساتھ اس قلبی لگاؤ اور محبت سے ہے جو ان کی طبیعت کا حصہ تھا۔بیان کرتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ بہت ہشاش بشاش تھے۔چہرے سے خوشی کے آثار ہویدا تھے،صحابہ نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسولؐ آج خاص بشاشت اور مسرت کے آثار نمایاں ہیں؟ فرمایا ہاں میرے رب کی طرف سے ایک آنے والے نے آ کر مجھے یہ خوشخبری سنائی ہے کہ ''آپؐ کی امت میں سے آپؐ پر اگر کوئی ایک دفعہ درود بھیجے گا تو اللہ تعالیٰ اس کی دس نیکیاں شمار کرے گا اور دس خطائیں معاف کرے گا اور اس کے دس درجے بلند کئے

جائیں گے اور مزید یہ کہ اسی طرح کی رحمتیں اور برکتیں اس کی طرف بھی لوٹائی جائیں گی۔‘‘(30)

اللہ تعالیٰ کی بے شمار رحمتیں اور برکتیں ہوں حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اور آپؐ کی آل پر اور آپؐ کے اس خاص رفیق حضرت ابوطلحہؓ پر اور خدا کرے کہ ان کے اخلاص و وفا کے نیک نمونے ہم ہمیشہ زندہ رکھنے والے ہوں۔ (آمین)

حوالہ جات

1- اصابہ جز3 ص28

2- نسائی کتاب النکاح

3- بخاری کتاب الوصایا

4- ابوداؤد کتاب الامارہ، بخاری کتاب النکاح

5- ابن سعد جلد3 ص507

6- بخاری کتاب الھبہ وکتاب الجہاد

7- ترمذی ابواب الصلوۃ

8- ابن سعد جلد3 ص506 والشمائل النبویہ للترمذی

9- بخاری کتاب التفسیر

10- بخاری کتاب الوضوء

11- ابن سعد جلد3 ص505

12- بخاری کتاب الاشربہ

13- بخاری کتاب الاطعمہ

14- بخاری کتاب المناقب

15- بخاری کتاب الادب

16- اسد الغابہ جلد2 ص232 بیروت

17- بخاری کتاب الزکوۃ وکتاب والوصایا

18- بخاری کتاب التفسیر سورۃ المائدہ

19- بخاری کتاب المغازی

20- اصابہ جز3 ذکر زید بن سہل

21- بخاری کتاب المناقب

22- ابن سعد جلد3 ص217

23- مسند احمد بن حنبل جلد4 ص102

24- بخاری کتاب الجہاد

25- مسند احمد جلد3 ص112

26- مسند احمد جلد3 ص114

27- مسند احمد جلد4 ص260

28- ابن سعد جلد3 ص507

29- مسند احمد جلد4 ص30

30- مسند احمد جلد4 ص29

حضرت ابودُجانہؓ انصاری

نام ونسب

نام سماک بن خرشہ تھا۔ بعض نے سماک بن اوس بن خرشہ لکھا ہے۔ بنوخزرج قبیلے سے تعلق تھا، والدہ حزمہ بنت ہرملہ تھیں۔ حضرت سعدؓ بن عُبادہ سردار قبیلہ خزرج کے چچا زاد بھائی تھے۔ ہجرت سے قبل اسلام قبول کرنے کی سعادت عطا ہوئی، نبی کریم ﷺ جب مدینہ تشریف لائے اور مسلمانوں میں باہم مؤاخات کا سلسلہ جاری فرمایا تو عتبہ بن غزوان کے ساتھ حضرت ابودُجانہؓ کی مواخات قائم کر کے دونوں کو بھائی بھائی بنادیا۔

بدراور احد میں شجاعت

حضرت ابودجانہؓ کو رسول اللہ ﷺ کی معیت میں تمام غزوات میں شامل ہونے کی سعادت ملی۔ غزوۂ بدر میں نہایت بہادری سے شرکت کی۔ شجاعت اور مردانگی میں آپ کا ایک خاص انداز تھا۔ سرخ رنگ کی پٹی سر پر باندھ لیتے۔ یہ خونی رنگ کا کفن اس بات کا اظہار ہوتا کہ جان ہتھیلی پر رکھ کر شہادت کے لئے تیار اور آمادہ ہوکر خدا تعالیٰ کی راہ میں آیا ہوں۔

غزوۂ اُحد میں بھی شرکت کی جب دوبارہ مسلمانوں پر کفار کا حملہ ہوا اور اس کی تاب نہ لاکر بعض مسلمانوں کو مجبوراً پیچھے ہٹنا پڑا تو آنحضرتؐ تنہا میدان میں رہ گئے۔ جو چند صحابہ آپؐ کے ساتھ ثابت قدم رہے ان میں حضرت ابودُجانہؓ بھی تھے۔ اُس موقع پر آنحضرتؐ نے موت پر صحابہ کی بیعت لی۔ ابودُجانہؓ بیعت کرنے والوں میں بھی شامل تھے۔(1)

احد میں دوبارہ جب گھمسان کا رن پڑا تو آنحضرت ﷺ کا خاص دفاع کرنے والے اور آپ کے آگے پیچھے اور دائیں اور بائیں لڑنے والے صحابہ میں طلحہ قریشیؓ اور ابوطلحہؓ انصاری کے علاوہ ایک حضرت مصعب بن عمیرؓ تھے۔ جنہوں نے اس راہ میں اپنی جان فدا کرنے کا حق ادا کر دکھایا۔ دوسرے صحابی حضرت ابودُجانہؓ تھے جو آنحضور ﷺ کا دفاع کرتے انتہائی زخمی ہوگئے۔ انہیں بہت زخم آئے مگر حضور ﷺ کی حفاظت سے پیچھے نہیں ہٹے۔(2)

رسول اللہ ﷺ کی تلوار

اُحد کے معرکہ کا وہ حیرت انگیز اور شاندار واقعہ آپ ہی سے متعلق ہے جب آنحضرت ﷺ نے اپنی تلوار فضا میں لہراتے ہوئے پوچھا تھا کہ کوئی ہے جو آج میری اس تلوار کا حق ادا کرے؟ کون تھا جسے اس اعزاز کی تمنّا نہ ہو۔ تمام صحابہ صدق دل سے یہ خواہش رکھتے تھے کہ اے کاش! حضورؐ کی یہ زائد تلوار جو آپ نے کسی تلوار کے دھنی کے لئے سنبھال رکھی ہے آج ہاتھ آ جائے اور وہ میدان وغا میں بہادری کے جوہر دکھا سکیں آنحضرت ﷺ نے دوبارہ فرمایا کون ہے جو یہ تلوار اس عہد کے ساتھ لے کہ اس کا حق ادا کرے گا۔ صحابہ خاموش سوچ ہی رہے ہونگے کہ اس تلوار کا کیا حق ہمیں ادا کرنا ہوگا؟ ابوُ جانہؓ وہ دبنگ اور متوکل انسان تھے کہ ایک عارفانہ شان کے ساتھ آگے بڑھے اور عرض کیا ''یارسولؐ اللہ میں یہ عہد کرتا ہوں کہ اس تلوار کا حق ادا کر کے دکھاؤں گا۔'' یہ تلوار مجھے عطا فرمائیے۔ آنحضرت ﷺ نے آپ کا عزم و حوصلہ دیکھ کر تلوار ان کے حوالہ کر دی۔ پھر ابودجانہؓ نے جرأت کر کے عرض کیا ''یارسولؐ اللہ اب یہ بھی تو فرما دیجئے کہ اس تلوار کا کیا حق مجھے ادا کرنا ہوگا؟'' آپؐ نے فرمایا'' یہ تلوار کسی مسلمان کا خون نہیں بہائے گی دوسرے کوئی دشمن کافر اس سے بچ کے نہ جائے'' اور پھر ابوُ جانہؓ نے واقعۃً تلوار کا یہ حق ادا کر کے دکھا دیا۔ وادی احد گواہ ہے کہ وہ تلوار کفار کی گردنوں اور کھوپڑیوں پر چلی اور خوب چلی اور انہیں تہ تیغ کر دکھایا۔(3)

ابوُ جانہ تلوار لہراتے اور یہ رجز گاتے ہوئے میدانِ اُحد میں نکلے۔

اَنَا الَّذِی عَاهَدَ نِی خَلِیلِی وَنَحنُ بِالسَّفحِ لَدَی النَّخِیلِ

اَنْ لَّااَقُوْمَ الدَّهْرَ فِیْ الکُیُوْلُ اَضْرِبْ بِسَیفِ اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ

یعنی آج میرے پیارے دوست اور میرے آقا حضرت محمدؐ نے مجھ سے ایک عہد لیا۔ ہاں! کھجوروں کے دامن میں، پہاڑوں کی اس گھاٹی میں یہ عہد آپؐ نے مجھ سے لیا کہ میں آپؐ کی اس تلوار کا حق ادا کر کے دکھاؤں اور خدا اور اس کے رسولؐ کی تلوار کے ساتھ دشمنوں کی گردنیں ماروں۔

حضرت ابودجانہؓ یہ تلوار لے کر اکڑتے ہوئے میدانِ جہاد میں نکلے اور صفوں میں جا کر کھڑے ہو گئے، آنحضرت ﷺ نے جب ابودجانہؓ کی یہ چال دیکھی تو فرمایا کہ'' عام حالات میں

بڑائی کا ایسا اظہار اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں لیکن آج میدان جنگ میں دشمن کے مقابل پر ابودُجانہؓ کے اکڑ کر چلنے کی یہ ادا خدا تعالیٰ کو بہت پسند آئی ہے۔''(4)

الغرض اُحد میں حضرت ابودُجانہؓ کے ہاتھ میں رسول اللہ ﷺ کی عطا فرمودہ اس تلوار نے خوب خوب جوہر دکھائے۔ ولیم میور جیسے مستشرق کو بھی لکھنا پڑا کہ''جب اپنی خود کے ساتھ سرخ رومال باندھے ابودجانہؓ ان پر حملہ کرتا تھا اور اس تلوار کے ساتھ جو اسے محمدؐ نے دی تھی، چاروں طرف گویا موت بکھیرتا جاتا تھا''(5)

اُحد سے واپسی پر حضرت علیؓ نے جب اپنی تلوار حضرتِ فاطمہؓ کے حوالے کی اور کہا کہ لو فاطمہؓ یہ میری تلوار سنبھالو اور دھو کر اسے رکھ دو کہ یہ تلوار کوئی ملامت والی تلوار نہیں، قابلِ ستائش شمشیر ہے جس کے ذریعہ آج میں نے بھی حتی المقدور میدانِ اُحد میں حق شجاعت ادا کرنے کی کوشش کی۔ آنحضرتؐ نے سن کر تائید کرتے ہوئے فرمایا ہاں اے علیؓ واقعۃً تم نے آج جنگ کا حق ادا کر دیا اور تمہاری تلوار نے بھی۔ مگر تمہارے ساتھ کچھ اور لوگوں نے بھی تو یہ حق ادا کیا ان میں حارث بن الصمّہ بھی ہے۔ ان میں ابودجانہؓ بھی شامل ہے جن کی تلواروں نے میدانِ اُحد میں کمال کر دکھایا۔(6)

شہادت

حضرت ابودُجانہؓ کی شہادت حضرت ابوبکرؓ کے زمانہ میں جنگ یمامہ میں ہوئی ہے۔ اس موقع پر بھی نہایت ہی مردانگی اور شجاعت اور بہادری کے جوہر دکھاتے ہوئے آپ نے جان قربان کی۔ اس جنگ میں مسیلمہ کذاب کے ساتھ جب مقابلہ ہوا تو وہ خود ایک باغ میں محصور تھا۔ درمیان میں ایک بہت بڑی دیوار حائل تھی۔ قلعہ کے دروازے بند تھے اور مسلمانوں کو کچھ سمجھ نہیں آتی تھی کہ وہ کس طرح سے اس باغ کے اندر داخل ہوں اور قلعہ کو کیسے فتح کیا جائے؟ اس موقع پر ابودُجانہؓ کو ایک تدبیر سوجھی۔ انہوں نے مسلمانوں سے کہا کہ مجھے میری تلوار سمیت اُٹھا کر اس باغ کے اندر پھینک دو، مسلمانوں نے ان کی اس خواہش کے مطابق انہیں دیوار کی دوسری طرف پھینک دیا، ابودجانہؓ دشمن کے اس دوسری طرف پہنچ تو گئے جہاں دوسرے مسلمان پہنچ نہیں پا رہے تھے لیکن دیوار سے پھینکے جانے کی وجہ سے ان کی ٹانگ کی ہڈی ٹوٹ گئی۔ اس زخم کے باوجود آپ قلعہ کے بڑے

دروازے پر کھڑے ہو گئے اور تلوار سے لڑتے اور جہاد کرتے رہے اور اس وقت تک پیچھے نہیں ہٹے۔ جب تک مسلمان اس دروازے سے باغ کے اندر احاطے میں داخل نہیں ہو گئے۔ انہوں نے جا کر مسیلمہ کذاب پر حملہ کیا۔ ایک اور صحابی بھی اس حملے میں شریک تھے لیکن مسیلمہ کذاب کو ہلاک کرنے والوں میں حضرت ابودجانہؓ بھی شامل تھے جن کی مدد سے مسیلمہ ہلاک ہوا۔ آپؓ نے بڑی بہادری اور جرأت سے جا کر مسیلمہ کذاب پر حملہ کیا اور اس راہ میں لڑتے ہوئے جنگ یمامہ میں شہید ہو کر جان دے دی۔(7)

حضرت ابودجانہؓ کی شہادت ثقہ روایت کے مطابق جنگ یمامہ میں 12ھ میں ہوئی اور یوں آپ نے آنحضرت ﷺ کی اس عطا فرمودہ تلوار (جس کے ذریعے حضورؐ نے آپ پر ایک عظیم الشان اعتماد کا اظہار کیا تھا) اس کا حق حضورؐ کی وفات کے بعد جنگ یمامہ میں بھی ادا کر کے دکھا دیا۔

صفائی قلب و باطن

حضرت ابودجانہؓ نہایت اعلیٰ اخلاق کے مالک تھے۔ ایک دفعہ بیمار ہوئے تو چہرہ چمک رہا تھا۔ کسی نے سبب پوچھا تو کہنے لگے کہ اپنے دو اعمال کی وجہ سے میرا دل خوش ہے۔ شاید اللہ تعالیٰ ان کو قبول کر لے۔ ایک تو یہ کہ میں کبھی کوئی لغو کلام نہیں کرتا نہ کسی کے بارہ میں کوئی غیبت نہ کوئی لغو بات نہ کوئی لایعنی کلمہ اپنی زبان پر لاتا ہوں۔ دوسرے یہ کہ اپنا دل مسلمان بھائیوں کے لئے ہمیشہ صاف رکھتا ہوں اور کبھی کسی مسلمان کے لئے میرے دل میں کوئی کینہ اور بغض پیدا نہیں ہوا۔(8) یہ وہ صاف اور پاک دل لوگ تھے جنہوں نے خدا تعالیٰ کی راہ میں اپنی جانیں نچھاور کر کے اپنی پاک باطنی پر مہر کر دی۔

حضرت ابودجانہؓ کی شادی اپنے ننہالی خاندان کی ایک خاتون آمنہ بنت عمرو سے ہوئی تھی۔ جس سے ایک بیٹے خالد کا ذکر ملتا ہے۔(9) ان کی اولاد مدینہ اور بغداد میں آباد ہوئی۔

اللہ تعالیٰ ہمیں ان کے نیک اور پاک نمونہ پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

حوالہ جات

1- ابن سعد جلد 3 ص 556

2- اصابہ جز 7 ص 57

3- ابن سعد جلد 3 ص 556، مسلم کتاب فضائل الصحابہ باب فضائل ابی دجانہ

4- اسد الغابہ جلد 2 ص 352

5- لائف آف محمد ص 251، 252 بحوالہ سیرت خاتم النبیینؐ

6- ابن سعد جلد 3 ص 557

7- اسد الغابہ جلد 2 ص 353

8- ابن سعد جلد 3 ص 557

9- ابن سعد جلد 3 ص 556

حضرت محمد بن مسلمہؓ

تعارف وقبول اسلام

دراز قد، دوہرا بدن، گندم گوں رنگ، یہ تھے حضرت محمد مسلمہ انصاریؓ جن کا تعلق اوس قبیلے سے تھا۔ آنحضرت ﷺ کی بعثت سے بائیس سال قبل پیدا ہوئے۔ ان کی خوش نصیبی کہ اس وقت نام محمد رکھا گیا، کنیت ابوعبدالرحمان معروف تھی۔

اسلام کے پہلے مبلغ حضرت مصعبؓ بن عمیر جب مدینہ تشریف لائے ہیں تو ابتداء میں ہی ان کی تبلیغی کوششوں کے نتیجہ میں حضرت سعد بن معاذؓ سے پہلے حضرت محمد بن مسلمہؓ مسلمان ہوئے۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے مواخات کا سلسلہ قائم فرمایا تو آپ کو حضرت ابوعبیدہؓ بن الجراح کا اسلامی بھائی بنایا گیا۔(1)

حضرت ابوعبیدہؓ بن الجراح وہ بلند پایہ صحابی ہیں جو عشرہ مبشرہ میں شمار ہوتے ہیں یعنی ان صحابہ میں جنہیں آنحضرت ﷺ نے اُنہیں ان کی زندگی میں جنت کی نوید سنائی تھی۔ ان کے ساتھ محمد بن مسلمہؓ کا اسلامی رشتہ اخوت بھی ایک اعزاز تھا۔ حضرت محمد بن مسلمہؓ کو نہ صرف خود صحابی ہونے کا شرف حاصل تھا بلکہ آپؓ کے پانچ بیٹوں جعفرؓ، عبداللہؓ، سعدؓ، عبدالرحمٰنؓ اور عمرؓ کو بھی آنحضرت ﷺ کی صحابیت کی سعادت نصیب ہوئی۔(2)

شہسوار رسول ﷺ

رسول کریم ﷺ محمد بن مسلمہؓ کی فدائیت، عزم راسخ، بہادری اور دلیری کی وجہ سے ان پر بہت اعتماد فرماتے تھے۔ چنانچہ آپؐ نے بڑی بڑی مہمات ان کے سپرد فرمائیں۔ جن کو سر کرتے ہوئے وہ نہایت کامیابی سے واپس لوٹے۔ چنانچہ ان خدمات کی وجہ سے انہیں 'فارسِ نبی اللہ' یعنی آنحضرتؐ کے شہسوار کے لقب سے یاد کیا جاتا تھا۔(3)

وہ دلیر اور نڈر ایسے تھے کہ تنہا یہ شہسوار رسول اللہ ﷺ کے دستے کا کام دیتے اور جس طرف بھجوائے جاتے کامیابی سے ہمکنار ہو کر واپس لوٹتے۔ غزوات رسولؐ میں اسی جذبہ ایثار وفدائیت

کے ساتھ شامل ہوتے۔ بدر میں حضورؐ کے ساتھ شریک تھے۔ اُس کے بعد جب یہود بنوقینقاع کی طرف سے بدعہدی ظاہر ہوئی اور مدینہ سے انکے اخراج کا معاملہ سامنے آیا، تو آنحضرت ﷺ نے یہ نہایت نازک ذمہ داری حضرت محمد بن مسلمہؓ کے سپرد فرمائی۔ اورانہوں نے بنوقینقاع کی جلاوطنی اوراس ضمن میں اموال کی وصولی کی تمام ذمہ داریاں احسن رنگ میں ادا کیں۔

اس کے بعد یہود بنونضیراور بنوقریظہ کے سرداروں کی بعض ریشہ دوانیوں، قتل کے منصوبوں اور دیگر سازشوں کو کچلنے کے لئے انہوں نے غیر معمولی اہم خدمات انجام دیں۔ یہودی سردار کعب بن الاشرف کی طرف سے جب عہد شکنی، بغاوت، تحریک جنگ، فتنہ پردازی، فحش گوئی اور سازش قتل کے الزامات پایۂ ثبوت کو پہنچ گئے تو نبی کریم ﷺ نے حاکم مدینہ کے طور پر کعب کوسزا دینے کا فیصلہ فرمایا جوسزائے موت سے کم نہ ہوسکتی تھی۔(4)

رسول کریم ﷺ نے ازراہ حکمت مدینہ کے مخصوص حالات کی وجہ سے کعب کے باضابطہ اعلان قتل سے احتراز کیا تاکہ مدینہ خانہ جنگی اورکشت وخون سے بچ جائے۔ یہ نازک اوراہم ذمہ داری خاموشی سے ادا کرنے کے لئے نبی کریم ﷺ نے حضرت محمد بن مسلمہؓ کومقرر فرمایا۔انہوں نے عرض کیا کہ اس مقصد کے حصول کے لئے انہیں کوئی عذر تراشنا پڑے گا تاکہ مجرم کو گھر سے نکال کر کیفرکردار تک پہنچایا جاسکے۔ نبی کریم ﷺ نے وسیع تر قومی وسیاسی مفاد کے پیش نظراس کی اجازت دی۔محمد بن مسلمہؓ نے ابونائلہ اور دوتین اصحاب کے ساتھ کعب کے مکان پر جاکر کچھ قرض کا مطالبہ کیا کہ نبی کریم ﷺ ہم سے صدقہ کا تقاضا کرتے ہیں۔اس نے کہا کہ ابھی تو تم اور بیزار ہوکر اسے ترک کروگے۔محمد بن مسلمہؓ نے کہا اب توان کی پیروی کی ہے تو دیکھنا ہے کہ کیا انجام ہوتا ہے مگر تم بتاؤ قرض دوگے یانہیں؟ اس نے اپنی طبعی شرارت سے بطور ضمانت عورتیں یا بیٹے رہن رکھنے کا مطالبہ کیا۔آخر طے پایا کہ ہتھیار رہن رکھے جائیں اورمحمد بن مسلمہؓ رات کا وعدہ کرکے واپس آ گئے۔ یوں انہیں کعب کے ڈیرے پر کھلے عام ہتھیار لے جانے کی اجازت مل گئی۔شام کو یہ پارٹی ہتھیار سے مسلح ہوکر وہاں پہنچی اور محمد بن مسلمہؓ اوران کے ساتھیوں نے کعب کا کام تمام کردیا اور رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں اس کی اطلاع کردی۔(5)

اگلے روز یہود کا وفد رسول کریم ﷺ کی خدمت میں کعب کے قتل کی شکایت لے کر آیا تو آپؐ نے کعب کی عہد شکنی، تحریک جنگ اور سازش قتل کے گھناؤنے جرائم گنوائے جس پر وہ خاموش ہو گئے۔(6)

الغرض محمد بن مسلمہؓ نے بغیر کسی نقصان کے نہایت حکمت اور دانش مندی کے ساتھ یہ تمام مہمات سر کیں۔ یہود بنو نضیر کی بدعہدیاں سامنے آئیں تو آنحضرت ﷺ نے پھر حضرت محمد بن مسلمہؓ کو مامور فرمایا اور انہوں نے آنحضور ﷺ کی طرف سے وہاں جا کر یہ اعلان کیا کہ اے یہود! عہد شکنی کے نتیجے میں اب تمہارے اخراج کا فیصلہ کیا گیا ہے۔ اور پھر اس اعلان کے بعد بنو نضیر کے اخراج کی تمام تر کاروائی حضرت محمد مسلمہؓ کی نگرانی میں مکمل ہوئی۔

غزوہ احزاب میں جب یہود بنو قریظہ نے غداری کی تو آنحضرت ﷺ نے اس موقع پر بھی بعض ذمہ داریاں محمد بن مسلمہؓ کے سپرد فرمائیں۔ چنانچہ بنو قریظہ کے قیدیوں کو جمع کر کے سنبھالنے کی نازک ذمہ داری انہوں نے نہایت احسن رنگ میں ادا کی۔

غزوات میں شرکت

اُحد کے غزوہ میں محمد بن مسلمہؓ آنحضرت ﷺ کے ساتھ شریک تھے اور کمال پامردی اور ثابت قدمی کے ساتھ انہوں نے حضورؐ کا ساتھ دیا جب مسلمانوں پر درہ سے اچانک دوبارہ حملہ ہوا اور بعض لوگوں کے پاؤں اُکھڑ گئے اور انہیں پیچھے ہٹنا پڑا۔ حضرت محمدؓ بن مسلمہ ان چند جانثاروں میں سے تھے جو ثابت قدم رہے۔ غزوۂ خندق میں بھی انہوں نے آنحضرت ﷺ کے ساتھ شرکت کی اور اپنے سپرد جو ذمہ داریاں تھیں وہ بجالائے۔ حدیبیہ کے موقع پر آنحضرت ﷺ چودہ سو صحابہ کے ساتھ مکّہ کی طرف روانہ ہوئے۔ ذوالحلیفہ سے آگے بڑھے تو ازراہِ احتیاط بطور پیشرو آپؐ نے سو سواروں کا ایک دستہ آگے بھیجا۔ ان کا امیر محمد بن مسلمہؓ کو مقرر فرمایا، انہوں نے آگے جا کر قریش سے ملاقات بھی کی اور اُن کو باخبر کیا کہ آنحضرتؐ اتنے صحابہ کے ساتھ عمرہ کے ارادہ سے تشریف لا رہے ہیں۔

الغرض حضرت محمد بن مسلمہؓ کو کبھی مجاہد اور کبھی امیر المجاہدین کے طور پر قریباً تمام غزوات میں

آنحضرت ﷺ کی معیت میں بھرپور شرکت کی سعادت ملی ہے۔سوائے غزوۂ تبوک کے جس میں آپ مدینہ کے امیر تھے۔بعض اور غزوات میں بھی مدینہ میں اپنے پیچھے آنحضرت ﷺ نے انہیں اپنا جانشین یا مقامی امیر مقرر فرمایا، چنانچہ غزوہ قرقرۃ الکدر میں بھی ان کے مدینہ میں امیر مقرر کیا جانے کا ذکر ملتا ہے۔مدینہ سے باہر بھی مختلف مہمات کا امیر مقرر کر کے آنحضور ﷺ نے ان کو روانہ فرمایا ان میں سے ایک سریۂ قرطاء ہے جو قبیلہ بنی بکر کی طرف آپ کی سرکردگی میں بھیجا گیا۔تیس سواروں کا ایک دستہ آپؓ کے ہمراہ تھا اور بعض ذمہ داریاں بھی آپؓ کے سپرد تھیں جو نہایت کامیابی سے ادا کر کے آپؓ واپس لوٹے۔دوسرا اہم موقع سریہ ذی القصہ کا تھا جس میں دس افراد کا امیر مقرر فرما کر آپؓ کو اس مہم پر روانہ کیا گیا یہ بہت اہم اور نازک مہم تھی جس میں اس دستہ نے بہت نقصان اُٹھایا اور حضرت محمدؓ بن مسلمہ کے علاوہ ان کے باقی تمام ساتھی شہید ہو گئے۔محمدؓ بن مسلمہ کو بھی سخت چوٹیں آئیں اور دشمن ان کے کپڑے وغیرہ اتار کر برہنہ حالت میں انہیں کہیں پھینک گئے بعد میں بعض مسلمان وہاں سے گذرے تو انہوں نے ان کو سنبھالا اور واپس مدینہ لے کر آئے۔

حضرت محمد بن مسلمہؓ فرمایا کرتے تھے کہ آنحضرت ﷺ کے جملہ غزوات کے بارہ میں جتنا چاہو مجھ سے پوچھو کیونکہ حضورؐ کا کوئی بھی ایسا غزوہ نہیں جس میں مجھے شامل ہونے کی سعادت عطا نہ ہوئی ہو سوائے غزوۂ تبوک کے جس میں حضورؐ نے مجھے اپنے بعد مدینہ میں قائمقام مقرر فرمایا تھا، اسی طرح فرمایا کرتے تھے کہ حضورؐ نے مختلف مواقع پر جتنی مہمات بھی بھیجیں ہیں۔ان میں کوئی بھی ایسی مہم نہیں جو مجھ پر مخفی رہی ہو۔یا تو میں اس مہم میں خود شامل تھا یا پھر جب بھی اس مہم کو بھیجا گیا تو اس کے بارہ میں پوری معلومات رکھتا تھا۔(7)

رسول کریم ﷺ کی پیشگوئی

حضرت محمد بن مسلمہؓ باوجود بڑی دلیری بے باکی اور نڈر ہونے کے، بہت امن پسند اور صُلح جو تھے اور یہ صفت دراصل آپؓ کو آنحضرت ﷺ کی کامل اطاعت کے نتیجہ میں عطا ہوئی تھی۔حضورؐ کو ان پر کامل اعتماد تھا۔آنحضرت ﷺ نے ایک موقع پر ان کو اپنی تلوار عطا کرتے ہوئے ایک پیشگوئی فرمائی تھی۔جو بڑی شان اور تفصیل کے ساتھ حضرت محمدؓ بن مسلمہ کے حق میں پوری ہوئی اور وہ اعتماد

جس کا اظہار حضورؐ نے اپنے اس پیارے صحابی کے متعلق ظاہر فرمایا تھا، اس کا حق انہوں نے پورا کر دکھایا۔ حضورؐ نے فرمایا تھا کہ ''جب تک مشرکین کے ساتھ تمہاری جنگ ہو۔ اس تلوار کے ساتھ اُن سے جنگ کرتے رہنا۔ جب وہ زمانہ آئے جب مسلمان باہم لڑنے لگیں اور ایک دوسرے پر تلوار اُٹھائیں تو یہ تلوار توڑ کر اپنے گھر میں بیٹھ رہنا یہاں تک کوئی خطا کار ہاتھ تم پر حملہ آور ہو یا تمہاری فیصلہ کُن موت آ جائے۔'' یہ پیشگوئی بعینہٖ اسی طرح پوری ہوئی۔

حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد حضرت محمدؓ بن مسلمہ نے حضورؐ کے اس ارشاد پر لفظاً لفظاً عمل دکھایا۔ اختلافات کے اس زمانہ میں انہوں نے اپنی تلوار واقعۃً توڑ کر نہایت زیرکی سے لکڑی کی ایک تلوار بنا کر میان میں لٹکا دی، کسی نے کہا لکڑی کی تلوار رکھنے سے فائدہ؟ کہنے لگے اس کی حکمت یہ ہے کہ رعب تو رہتا ہے کہ تلوار موجود ہے لیکن چونکہ آنحضورؐ کا حکم ہے اس لئے اب لوہے کی تلوار تو میں نہیں رکھوں گا۔ اور یہ لکڑی کی تلوار کسی کو گزند نہیں پہنچا سکتی۔ (8)

فتنہ سے کنارہ کشی

آنحضرت ﷺ کے اس ارشاد کی تعمیل میں حضرت محمد بن مسلمہؓ نے جس طرح فتنوں کے زمانے میں اپنے آپ کو بچایا ہے اس کا ذکر ایک صحابی حضرت حُذیفہؓ بن الیمان (جن کو فتنے کے بارہ میں بہت روایات یاد تھیں) بیان کیا کرتے تھے۔

چنانچہ حضرت حُذیفہؓ کہتے تھے کہ میں ایک شخص کو جانتا ہوں۔ جس پر فتنہ نے ذرّہ برابر بھی کوئی اثر نہیں کیا اور وہ فتنہ سے کچھ بھی متاثر نہیں ہوئے۔ کہتے ہیں کہ ہم نے پوچھا کہ وہ کون شخص ہے تو انہوں نے کہا وہ محمد بن مسلمہ انصاریؓ ہے جس کا فتنوں نے کچھ بھی نہیں بگاڑا رسول اللہ ﷺ نے ان کے بارہ میں فرمایا تھا کہ کوئی فتنہ ان کو نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔ دوسرے انہوں نے آنحضرت ﷺ کی فتنہ سے بچنے کی نصیحت پر خوب عمل کیا۔ چنانچہ ضبیعہ کہتے ہیں کہ حضرت حُذیفہؓ کی وفات کے بعد فتنوں کے دور میں سفر کرتے ہوئے ایک جگہ پر پہنچا تھا تو میں نے دیکھا کہ ویرانے میں ایک خیمہ لگا ہے، میں نے پوچھا یہ کس کا خیمہ ہے؟ مجھے بتایا گیا کہ یہ محمد بن مسلمہؓ صحابی رسول کا خیمہ ہے میں جب وہاں گیا تو ایک بوڑھے کو بیٹھے ہوئے دیکھا میں نے کہا اے بزرگ! اللہ تجھ پر رحم کرے، مجھے ایسے لگتا ہے کہ آپ

مسلمانوں کے بہت ہی معزز لوگوں میں سے ایک فرد ہو اور بزرگ آدمی ہو، مگر ویرانے میں کیوں ڈیرہ لگا رکھا ہے۔ اپنے وطن، گھر بار، ہمسایوں کو چھوڑا اور یوں ویرانے میں آکر بس گئے آخر اس کی کیا وجہ ہے؟ کہتے ہیں کہ محمدؓ بن مسلمہ نے جواب دیا کہ میں فتنے کے خوف اور شر سے بچنے کے لئے شہروں کی آبادی اور رونق چھوڑ کر ویرانوں میں آکر بس گیا ہوں اور جب تک فتنے ٹل نہیں جاتے، میرا یہی ارادہ ہے کہ میں ویرانوں میں یہ زندگی گزار دوں۔(9)

خلفائے راشدین کے دور میں خدمات

آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد حضرت عمرؓ کے زمانہ میں نمایاں خدمات حضرت محمدؓ بن مسلمہ کے حصہ میں آئیں۔ حضرت عمرؓ نے آپؓ کو صدقات کی وصولی پر مقرر فرمایا، جہینہ قبیلہ اور بعض اور قبائل سے صدقات وصول کرنے کی ذمہ داری وہ بجالاتے رہے، اسی طرح حضرت عمرؓ نے عُمّال کی نگرانی اور احتساب کا سلسلہ بھی شروع فرمایا۔ اس اہم اور نازک کام میں مدد کے لئے آپ نے جس شخصیت کو چُنا وہ حضرت محمدؓ بن مسلمہ تھے۔(10)

حضرت عمرؓ کے بارہ میں روایت ہے کہ جب وہ کوئی ایسی نازک مہم کسی کو سونپنا چاہتے، جس کے بارہ میں چاہتے کہ وہ کام اس طرح ہونا چاہیے جیسا کہ وہ چاہتے ہیں تو وہ نازک کام حضرت محمدؓ بن مسلمہ کے سپرد فرمایا کرتے تھے اور حضرت محمدؓ بن مسلمہ کمال اطاعت سے جیسے حکم ہوتا تھا، تعمیل کرتے تھے۔ اس وجہ سے حضرت عمرؓ نے بھی ان پر خوب اعتماد کیا۔ چنانچہ مختلف علاقوں کے عمّال اور امراء کے بارہ میں شکایتیں آتی تھیں۔ آپ بلا تردد ان کی تحقیق کے لئے حضرت محمدؓ بن مسلمہ کو روانہ فرماتے تھے اور حضرت محمدؓ بن مسلمہ کمال حکمت اور دانش مندی سے حضرت عمرؓ کی خدمت میں مکمل درست تحقیقات پیش کرتے تھے۔ دراصل اس زمانہ میں اموال غنیمت آرہے تھے اور حضرت عمرؓ یہ چاہتے تھے کہ مسلمان بہت جلد ان اموال میں اتنے منہمک نہ ہوں کہ محض دنیا دار ہو جائیں اُن روایات اور قدروں کو قائم رکھیں جو آنحضرت ﷺ اور آپ کے خلفاء راشدین نے قائم فرمائیں۔

حضرت سعدؓ بن ابی وقاص کوفہ کے امیر تھے اُن کے بارہ میں حضرت عمرؓ کو یہ شکایت پہنچی کہ انہوں نے محل تعمیر کروا دیا ہے اور اُس کے آگے گیٹ لگا کر دربان مقرر کر دیئے ہیں۔ ایک عام آدمی ان سے

ملاقات نہیں کرسکتا۔ آپؓ نے حضرت محمد بن مسلمہؓ کو روانہ کیا اور فرمایا کہ اپنی روایات کو ترک کر دینا، مناسب نہیں ہے اِس لئے آپؓ جا کر فوری طور پر اس دروازے، گیٹ کو آگ لگا دیں جو محل کے آگے تعمیر کیا گیا ہے۔ حضرت محمدؓ بن مسلمہ تو تعمیل کرنا جانتے تھے۔ انہوں نے کسی بات کی پرواہ کیئے بغیر امیرِ کوفہ کے محل کے گیٹ کو آگ لگا دی۔ امیر کوفہ حضرت سعدؓ بن ابی وقاص کو خبر ہوئی تو وہ آئے محمد ابن مسلمہؓ نے بتایا کہ مجھے تو خلیفۂ وقت نے یہ ارشاد فرمایا تھا۔ جس کی تعمیل واجب تھی اور حضرت سعدؓ نے بھی یہ بات بخوشی قبول کی۔ اس پہلو سے حضرت محمدؓ بن مسلمہ حضرت عمرؓ کے بھی دستِ راست رہے۔(11)

اور انہوں نے کمال اعتماد کرتے ہوئے بڑی بڑی ذمہ داریاں انہیں سونپی یہاں تک کہ جب یہ اطلاعیں آئیں کہ بعض علاقوں کے امراء نے بہت اموال جمع کر لیے ہیں تو حضرت عمرؓ نے اموال کی ایک حد مقرر فرما دی کہ اس حد تک ضرورت کے لئے رکھنے کی اجازت ہے اس سے زائد اموال نصف یا اس کے قریب واپس لے لئے جائیں۔ عمال سے اِن اموال کی واپسی کے لئے بھی حضرت محمدؓ بن مسلمہ کو مقرر کیا گیا۔ چنانچہ وہ نڈر اور بے باک ہو کر اُن تمام امراء کے پاس پہنچے جو حضرت عمرؓ کے زمانہ میں مقرر تھے۔ اُن سے آپؓ نے وہ نصف اموال وصول کیے جو بیت المال میں جمع کئے گئے۔(12)

حضرت عثمانؓ نے حضرت محمد بن مسلمہؓ کو پچاس سواروں پر امیر مقرر کر کے مصر سے آنے والے باغیوں سے گفتگو کیلئے بھیجا۔ ان میں سے ایک شخص قرآن ہاتھ میں لئے آگے بڑھا اور کہنے لگا یہ قرآن ہمیں حکم دیتا ہے کہ ہم تلوار سے فلاں فلاں کو ہلاک کریں۔ حضرت محمد بن مسلمہؓ نے اسے خاموش کروا دیا اور فرمایا تمہاری پیدائش سے بھی پہلے ہم ان قرآنی احکام کی تعمیل کر چکے ہیں۔(13)

شہادت

حضرت محمد بن مسلمہؓ کی اولاد دس بیٹے اور چھ بیٹیاں تھیں۔ آپ کی وفات حضورؐ کی پیشگوئی کے مطابق گھر میں بیٹھے ہوئے شہادت کی صورت میں ہوئی، ایک شامی جو صوبہ اُردن کا رہنے والا تھا، قتل کے ارادے سے گھر میں گھس کر حملہ آور ہوا، تلوار سے حملہ کر کے آپؓ کو شہید کر دیا۔ مخالفین آپ پر

یہ الزام لگاتے تھے کہ امیر معاویہ کے حق میں آپ نے تلوار کیوں نہیں اُٹھائی اوران کا ساتھ کیوں نہیں دیا۔ حضرت محمدؓ بن مسلمہ تو امن پسندی اور صُلح جوئی کی خاطر آنحضرت ﷺ کے ارشاد کی تعمیل میں لکڑی کی تلوار بنا کر اپنے گھر میں بیٹھ رہے تھے، آپؓ کی وفات ماہ صفر 46ھ میں ہوئی۔ عمر 77 برس تھی۔

اوصاف کریمہ

حضرت محمد بن مسلمہؓ کامل موحدّ ہونے کے باعث انتہائی شجاع تھے۔ ایثار وفدائیت، محبت رسولؐ، کمال اطاعت آپ کی خصوصیات ہیں جو آپؓ کی زندگی میں نمایاں جھلکتی نظر آتی ہیں۔ آپ کی روایات حدیث بہت ہی کم ہیں۔ حالانکہ آنحضرتؐ کے ساتھ تمام غزوات میں شامل ہوئے، نہایت نازک اوراہم مہمات آپ کے سپرد ہوئیں لیکن احتیاط کی خاطر روایات کثرت سے بیان کرنا پسند نہیں کرتے تھے۔ تاہم چند روایات سے ہی آپؓ کی سچائی وسیع النظری اورقول سدید کا خوب اندازہ ہوتا ہے۔ آپ کے متعلق ایک روایت حضرت سہلؓ بیان کرتے تھے کہ محمد بن مسلمہؓ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اگر کسی جگہ نکاح کے ارادہ سے پیغام دیا جائے تو اس سے پہلے عورت کو دیکھ لینے میں حرج نہیں۔ اب بظاہر یہ بات عام معاشرتی رواج یا دستور سے ہٹ کر ہی کیوں نہ ہو حضرت محمدؓ بن مسلمہ نے نہ صرف اسے بیان کیا بلکہ اس پرعمل کرنے میں بھی انہوں نے تامل نہیں کیا۔ دوسری روایت آپ کی حضرت ابوبکرؓ کے زمانہ سے متعلق ہے۔ اس سے یہ بھی اندازہ ہوتا ہے کہ معلومات کا ذخیرہ آپؓ کے پاس موجود تھا جس کا پوچھنے پر اظہار کرتے تھے۔

علمی مرتبہ

حضرت ابوبکرؓ کو یہ مسئلہ درپیش آیا کہ میراث میں دادی کا حصہ ہے کہ نہیں۔ انہوں نے فرمایا کہ مجھے اس بارہ میں حضورؐ کی سنت یا واضح ارشاد معلوم نہیں۔ اگر کسی اور صحابی کو علم ہو تو وہ مجھے بتادیں، حضرت مغیرہؓ بن شعبہ نے کہا کہ اس بارہ میں مجھے آنحضرت ﷺ کا ارشاد یاد ہے کہ آپؐ نے دادی کے لئے چھٹا حصہ مقرر فرمایا تھا۔ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا ’’اس بات کی تصدیق میں کوئی گواہی پیش

کرے۔'' تلاش کرنے پر حضرت محمد بن مسلمہؓ کے پاس سے یہ روایت مل گئی۔انہوں نے مغیرہؓ بن شعبہ کے حق میں گواہی دی کہ واقعی میری یادداشت کے مطابق بھی دادی کے لئے نبی کریمؐ نے چھٹا حصہ مقرر فرمایا ہے۔(14)

حضرت عمرؓ کے زمانہ میں حاملہ عورت کے چوٹ لگنے کے نتیجہ میں حمل ساقط ہونے کی دیت کے بارہ میں سوال اُٹھا تو حضرت مغیرہؓ بن شعبہ نے کہا کہ میں نے رسول اللہؐ سے سنا ہے اس کا بدلہ ایک غلام یا لونڈی ہے۔حضرت عمرؓ نے گواہی مانگی تو حضرت محمد بن مسلمہؓ نے گواہی دی کہ انہوں نے بھی حضورؐ سے اس بارہ میں یہی سنا ہے۔(15)

یہ تھے حضرت محمدؓ بن مسلمہ نہایت جلیل القدر، نڈر، بے باک، اطاعت کے پُتلے اور ایثار وفدائیت کا مجسمہ، اللہ تعالیٰ ہمیں ان کے پاکیزہ نقوش پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین

حوالہ جات

1۔ ابن سعد جلد 3 ص 443
2۔ الاصابہ جز 6 ص 63
3۔ ابن سعد جلد 3 ص 445
4۔ بخاری کتاب المغازی باب قتل کعب بن الاشرف وابوداؤد کتاب الخراج
5۔ بخاری کتاب المغازی باب قتل کعب بن اشرف
6۔ ابوداؤد کتاب الخراج وفتح الباری جلد 7 ص 262
7۔ ابن سعد جلد 3 ص 444
8- ابن سعد جلد 3 ص 445
9- ابن سعد جلد 3 ص 445
10- اصابہ جز 6 س 64
11- اصابہ جز 6 ص 64
12- اسد الغابہ جلد 4 ص 330
13- منتخب کنز العمال برحاشیہ مسند جلد 5 ص 266، ابن سعد جلد 3 ص 443
14- مسند احمد جلد 4 ص 225
15- بخاری کتاب الاعتصام بالکتاب السنہ باب فی اجتہاد القضا

حضرت ابوایوب انصاریؓ

نام ونسب

نام خالد بن زید۔ والدہ ہند بنت سعید تھیں نام کی نسبت کنیت ابوایوب زیادہ مشہور ہوئی۔ خزرج قبیلہ کے خاندان بنی نجار سے آپ کا تعلق تھا۔ یہ وہی خاندان ہے جسے رسول کریم ﷺ کے ننیہال ہونے کا شرف حاصل ہے۔ حضرت ابوایوبؓ اس خاندان کے رئیس تھے۔ آپ وہ خوش قسمت صحابیؓ ہیں، جنہیں عقبہ ثانیہ کے موقعہ پر حاضر ہوکر بیعت کرنے کی سعادت نصیب ہوئی۔ واپس مدینہ تشریف لائے تو تبلیغ اسلام کرتے رہے۔(1)

مدینہ میں ہجرت رسول ﷺ

نبوت کے تیرھویں سال رسول خدا ﷺ نے مکہ میں اپنی قوم کے ظلم وستم سے تنگ آکر باذن الٰہی یثرب کی طرف ہجرت فرمائی۔ اہل یثرب کو اطلاع ہوئی تو بے تابی سے رسول اللہ ﷺ کا انتظار کرنے لگے۔ ابوایوبؓ اوران کے ساتھی روزانہ مدینہ سے باہر حضورؐ کے استقبال کے لئے جاتے اور شام کو واپس آجاتے۔ آخران کی اُمیدیں برآئیں اور پیغمبر خدا صلح وسلامتی کے شہزادے یثرب کے قریب ایک بستی قبا میں تشریف فرما ہوئے اوراس کے بعد یثرب کا قصد فرمایا۔

اہل یثرب کے دل بلیوں اچھل رہے تھے۔ وہ خوشی سے پھولے نہ سماتے تھے کہ خدا کا رسولؐ بنفسِ نفیس ان میں تشریف لارہا تھا۔ رواج کے مطابق وہ ہتھیار بند اور مسلح ہوکر رسول اللہؐ کے استقبال کے لئے نکل کھڑے ہوئے تھے۔ بچوں نے جَاءَ رَسُولُ اللّٰهِ جَاءَ رَسُولُ اللّٰهِ کے نعرہ ہائے بلند سے یثرب کی دیواروں میں گونج پیدا کر دی تھی۔ مدینہ کی بچیاں جنہیں اسلام کی ''ناصرات'' کہنا چاہئے۔ آمد رسولؐ پر آمدنت مبارک کا تحفہ ترانوں اور نغموں کی صورت میں یوں پیش کررہی تھیں:

طَلَعَ الْبَدْرُ عَلَيْنَا مِنْ ثَنِيَّاتِ الوِدَاعِ
وَجَبَ الشُّكْرُ عَلَيْنَا مَا دَعَا لِلّٰهِ دَاعِ

کہ وداع گھاٹیوں سے آج ہم پر چودھویں کے چاند نے طلوع کیا ہے۔ اللہ کی طرف بلانے والے بلاوے پر ہمارے لئے شکر واجب ہے۔(2)

شرف میزبانی رسول ﷺ

یثرب کی سوئی ہوئی قسمت جاگ اٹھی تھی اب وہ مدینۃ الرسولؐ تھا۔ مدینہ کے ہر شخص کی خواہش تھی کہ خدا کا رسولؐ اس کے گھر مہمان ہو۔ وہ آگے بڑھ کر حضورؐ کی بلائیں لیتے اور عرض کرتے حضورؐ ان کے گھر کو برکت بخشیں۔ رسول خدا ﷺ نے جو یہ شوق میزبانی دیکھا تو کسی کی حوصلہ شکنی گوارا نہ ہوئی۔ فرمایا میری اونٹنی کو آزاد چھوڑ دو جہاں حکم ہوگا یہ ٹھہر جائے گی۔ خدا کی شان کہ یہ سعادت حضرت ابوایوب انصاریؓ کے حصہ میں آئی اور مشیت ایزدی سے ناقہ رسولؐ قصواء ان کے گھر کے پاس رک گئی۔ رسول خدا ﷺ نے پوچھا کس کا گھر زیادہ قریب ہے۔ ابوایوبؓ آگے بڑھے۔ عرض کی حضورؐ میرے گھر کو شرف میزبانی بخشیں۔ روایات میں آتا ہے انصار مدینہ کا شوق مہمان نوازی اب بھی کم نہ ہوا تھا۔ تب قرعہ اندازی کی گئی۔ پھر بھی خوش قسمت ابوایوب انصاریؓ کا نام نکلا۔ اور اس پر وہ جتنا فخر کریں کم ہے۔ بنو نجار کی لڑکیاں خوشی سے یہ گیت گانے لگیں۔

نَحنُ جَوَارٍ لِبَنِی نَجاَّرِ یَا حَبَّذَا مُحَمَّدًا مِن جَارِ

کہ ہم بنی نجار کی لڑکیاں ہیں اور ہم کیا خوش قسمت ہیں کہ محمد رسولؐ اللہ ہمارے محلّہ میں ٹھہرنے کیلئے تشریف لائے ہیں۔(3)

محبت رسول ﷺ

ابوایوبؓ مکان کے اوپر کے حصہ میں رہتے تھے۔ نچلی منزل حضور ﷺ کو پیش کردی۔ ایک رات اتفاق سے اوپر والی منزل میں پانی کا ایک بڑا برتن ٹوٹ گیا اور پانی بہہ پڑا۔ ابوایوبؓ کو فکر دامنگیر ہوئی۔ کہ مبادا چھت سے پانی ٹپک پڑے اور رسول خدا ﷺ کو نچلی منزل میں تکلیف ہو۔ آپ فرماتے ہیں میں اور میری بیوی نے اپنا لحاف پانی پر ڈال کر اسے خشک کر کے دم لیا۔ علی الصبح ابوایوبؓ خدمت اقدسؐ میں حاضر ہوئے اور رات کا واقعہ کہہ سنایا۔ عرض کی کہ حضورؐ اوپر والی منزل

میں قیام فرما ہو جائیں۔ ہم نیچے مقیم ہوں گے۔ رسول اللہ ﷺ نے منظور فرما لیا اور بالا خانے میں رہنے لگے۔(4)

رسول اللہ ﷺ سے ابوایوبؓ کی محبت کا یہ عالم تھا کہ چھ یا سات ماہ کا سارا عرصہ جو آنحضرتؐ ان کے ہاں فروکش رہے۔ آپ نے مہمانی کا حق خوب ادا کیا۔ اور سارا عرصہ رسول اللہ ﷺ کا کھانا باقاعدگی سے تیار کر کے بھجواتے رہے۔ حضرت ابوایوبؓ کی محبت رسولؐ کا اندازہ لگائیے کہ جب کھانا بچ کر آتا تو اس پر رسولؐ خدا کی انگلیوں کے نشانات دیکھتے اور وہاں سے کھانا تناول کرتے۔ ایک دفعہ رسولؐ اللہ نے کھانا تناول نہ فرمایا۔ ابوایوبؓ جو رسول خدا ﷺ کا بچا ہوا تبرک کھانے کے عادی تھے۔ دوبارہ حاضر ہوئے عرض کی حضورؐ بندہ تو آپ کے بچے ہوئے کھانے سے کھایا کرتا تھا۔ آج حضورؐ نے کھانا تناول نہیں فرمایا۔ حضورؐ نے فرمایا آج کھانے میں پیاز لہسن تھا اور میں اسے پسند نہیں کرتا۔ ابوایوبؓ نے عرض کی حضورؐ جسے آپ ناپسند فرماتے ہیں آئندہ سے میں بھی اسے ناپسند کرتا ہوں۔(5)

حضرت سعید بن المسیبؒ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت ابوایوبؓ نے حضور کی ریش مبارک سے کوئی چیز تنکا وغیرہ نکالا تو حضورؐ نے دعا کی۔ ''اے ابوایوبؓ! تجھے کبھی کوئی تکلیف نہ پہنچے۔''(6)

اللہ اللہ! رحمت رسولؐ کا بے کراں سمندر ہے ایک معمولی کام پر اتنی عظیم الشان دعا!!

انصار مدینہ کے اخلاص و محبت کا ایک عجیب نظارہ اس وقت نظر آتا ہے۔ جب رسول خدا ﷺ نے مؤاخات قائم فرمائی مختلف قبائل اور خاندان کے لوگوں کو بھائی بھائی بنا دیا۔ حضرت ابوایوب انصاریؓ کے اسلامی بھائی حضرت مصعب بن عمیرؓ قرار پائے۔ جو مدینہ میں اسلام کے پہلے مبلغ تھے۔ ناز و نعم میں پرورش پائی مگر دنیا و دولت پر لات مار کر اسلام میں آ کر فقر اختیار کر لیا تھا۔ حضرت ابوایوبؓ تمام غزوات میں شامل ہوئے۔ بدر سے لے کر آخری غزوہ تک کبھی پیچھے نہ رہے۔ غزوہ خیبر میں یہودی سردار حیی بن اخطب مارا گیا اور اس کی بیٹی صفیہ حضورؐ کے عقد میں آئیں۔ والد کے ساتھ ان کا خاوند بھی اسی جنگ میں ہلاک ہوا تھا۔ حضرت صفیہؓ کے رخصتانہ کی رات کا ذکر ہے حضورؐ صبح نماز

پڑھانے کے لئے اپنے خیمہ سے باہر آئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ ابوایوب انصاریؓ تلوار سونتے مستعد کھڑے ہیں۔ آپؐ نے پوچھا ابوایوبؓ! کیا بات ہے۔ عرض کی جان سے عزیز آقا! صفیہ کے عزیز اور رشتہ دار ہمارے ہاتھوں قتل ہوئے تھے، اس وجہ سے رسول اللہ ﷺ کی حفاظت کے خیال سے مرے دل میں کئی اندیشے اور وسوسے اٹھتے تھے۔ اس لئے میں آج ساری رات حضورؐ کے خیمہ کا پہرہ دیتا رہا ہوں۔ (7)

محسن عالم کے دل سے اس وقت اپنے اس عاشق صادق کے لئے ساری رات حفاظت کرنے کے عوض جو دعا نکلی وہ یہ تھی ''اے اللہ! ابوایوبؓ کو ہمیشہ اپنی حفاظت اور امان میں رکھنا جس طرح رات بھر یہ میری حفاظت پر مستعد رہے ہیں'' اور یہ دعا ایسی قبول ہوئی کہ ابوایوب نے طویل عمر پائی اور آپ کا مزار آج تک قائم و دائم اور مرجع خلائق ہے۔

خلفاء راشدین کے زمانہ میں بھی ابوایوبؓ جہاد میں شامل ہوتے رہے۔ حضرت علیؓ نے کوفہ کو دارالخلافہ بنایا تو حضرت ابوایوبؓ کو مدینہ میں امیر مقرر فرمایا اور پوچھا کہ مانگیں کیا مانگتے ہیں انہوں نے کہا میری ضرورت کے مطابق چار ہزار درہم وظیفہ اور آٹھ غلام کافی ہیں۔ حضرت علیؓ نے اس سے چار گنا وظیفہ بیس ہزار اور چالیس غلام عطا فرمائے۔ (8)

صحابہ کرامؓ بھی ابوایوبؓ کو عزت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ عم زاد رسول حضرت ابن عباسؓ حضرت علیؓ کی طرف سے بصرہ کے گورنر تھے۔ آپ ان کی ملاقات کے لئے تشریف لے گئے۔ ابن عباسؓ نے کہا میں چاہتا ہوں کہ جس طرح آپ نے رسولؐ اللہ کے لئے اپنا گھر خالی کر دیا تھا۔ اپنا گھر آپ کے لئے پیش کر دوں۔ یہ کہہ کر وہ اور ان کے گھر والے وہاں سے دوسرے مکان میں منتقل ہو گئے اور بھرا بھرایا مکان مع سامان ان کے حوالے کر دیا۔ (9)

جنگ قسطنطنیہ میں شرکت

حضرت امیر معاویہؓ کے زمانہ میں آپ جنگ روم میں شامل ہوئے۔ رسول اللہ ﷺ نے قسطنطنیہ کی فتح کی خبر دی تھی۔ یہ فدائی صحابی اس خوشخبری کو بچشم خود دیکھنے کے متمنی تھے۔ غرضیکہ پیرانہ سالی میں اس جہاد میں بھی شمولیت فرمائی۔ اس سفر میں آپؓ بیمار ہو گئے۔ اس وقت یزید فوجوں کی

کمان کررہا تھا وہ عیادت کے لئے حاضر خدمت ہوا اور عرض کی کہ کوئی خواہش؟ آپ نے فرمایا کہ تمام مسلمانوں کو میری طرف سے سلام کہنا۔ اور یہ پیغام دینا کہ جب میں مرجاؤں تو میرے جنازہ کو اٹھا کر دشمن کی سرزمین میں جہاں تک لے جاسکتے ہو لے جانا اور وہیں دفن کرنا۔ آپ نے اس آخری وقت میں ایک ایسی حدیث بھی سنائی جو ساری عمر کسی کو نہ سنائی تھی جو یہ ہے کہ ''جو شخص اس حالت میں مرے کہ اللہ کے ساتھ شریک نہ ٹھہراتا ہو وہ جنت میں داخل ہوگا۔''

آپ کی وفات ہوئی تو جنازہ اٹھایا گیا اور رات کے وقت دشمن کی سرزمین قسطنطنیہ میں جا کر وصیت کے مطابق دفن کر دیا گیا۔ اور دشمن کو تنبیہہ کر دی گئی کہ رسول اللہ ﷺ کے صحابی کا مزار ہے۔ اس کی ہتک کی جرأت نہ کرنا۔ (10)

ابن سعدؒ نے لکھا ہے کہ مجھے معلوم ہوا کہ اہل قسطنطنیہ مزار ایوبؓ پر عقیدت کی نظر سے حاضری دیتے ہیں اور قحط کے دنوں میں ان کے وسیلہ سے دعا کرتے ہیں تو بارش برستی ہے۔ (11) ابوایوب انصاریؓ کا مزار قسطنطنیہ استنبول (ترکی) میں آج بھی زیارت گاہ خاص و عام ہے۔ راقم الحروف نے بھی 1989ء میں سفر انگلستان سے واپسی پر استنبول میں قیام کے دوران آپؓ کے مزار پر دعا کی سعادت پائی ہے۔ فالحمدللہ

حوالہ جات

1- اصابہ جز1 ص89
2- زرقانی جلد1 ص359
3- بخاری کتاب الہجرت ومسلم وابن ہشام
4- استیعاب جلد2 ص10
5- اسدالغابہ جلد2 ص81
6- اصابہ جز1 ص90
7- سیرت الحلبیہ باب فتح خیبر جلد3 ص44
8- اسدالغابہ جلد2 ص81
9- اسدالغابہ جلد2 ص81
10- اسدالغابہ جلد2 ص80
11- اسدالغابہ جلد2 ص82

حضرت عبداللہؓ بن رواحہ

نام ونسب

حضرت عبداللہؓ بن رواحہ کا تعلق انصار کے قبیلہ بنوخزرج سے تھا۔ والدہ کبشہ بنت واقب تھیں۔ ابومحمد اور ابورواحہ کی کنیت سے مشہور تھے۔ معروف صحابی رسول نعمان بن بشیرؓ کے ماموں تھے۔ آپ کا شمار ایمان میں سبقت لے جانے والے ان ابتدائی صحابہ میں ہوتا ہے جنہیں اللہ تعالیٰ کے پاک کلام میں السَّابِقُوْنَ الاوَّلُوْنَ (یعنی سب سے پہلے آگے بڑھنے والے) کے خطاب سے نوازا گیا۔

بیعت میں سعادت

حضرت عبداللہؓ کو عقبہ ثانیہ کے موقع پر ستر صحابہ کے ساتھ بیعت کرنے کی سعادت نصیب ہوئی۔ آپ ان بارہ نقباء (سرداروں) میں بھی شامل تھے جنہیں رسول کریم ﷺ نے انصار کے مختلف قبیلوں کی نگرانی سپرد فرمائی تھی۔ بنوالحارث بن خزرج کے آپ نقیب مقرر ہوئے تھے۔ علم کتابت سے آشنا تھے اور آنحضرت ﷺ کیلئے آپ کتابت کی خدمت بھی بجالایا کرتے تھے۔ نبی کریم ﷺ جب مدینے تشریف لائے اور مؤاخات کا نظام قائم ہوا تو مقداد بن اسود کندی سے آپ کا اسلامی بھائی چارہ ہوا۔ (1)

غزوات میں شرکت

مدینہ پر کفار مکہ کے حملوں کا سلسلہ شروع ہوا تو مسلمانوں کو جوابی کاروائی کیلئے دفاعی مہمات منظم کرنا پڑیں حضرت عبداللہ بن رواحہؓ کو بھی ان میں شرکت کی توفیق ملی اور اپنی زندگی کے آخری غزوہ موتہ تک ان جملہ غزوات میں وہ شریک ہوتے رہے (2) غزوہ بدر میں بھی وہ شریک تھے بلکہ فتح بدر کے بعد آنحضرت ﷺ نے مدینہ کی نواحی بستیوں میں خوشخبری پہنچانے کیلئے جس شخص کا انتخاب کیا وہ حضرت عبداللہ بن رواحہؓ تھے جنہوں نے وہاں جا کر مسلمانوں کو فتح کی نوید سنائی۔

اگلے سال بدرالموعد کیلئے جب نبی کریم ﷺ تشریف لے گئے تو مدینہ میں اپنا جانشین اور امیر

حضرت عبداللہ بن رواحہؓ کومقرر فرمایا۔(3) حضرت عبداللہ بن رواحہؓ حضرت نبی کریم ﷺ سے بہت محبت رکھتے تھے۔حضورؐ کی صحبت اور مجالس سے بہت لگاؤ تھا۔

غزوۂ بدر سے بھی پہلے کا واقعہ ہے نبی کریم ﷺ اپنے ایک صحابی حضرت سعد بن عبادہؓ کی عیادت کیلئے تشریف لے جارہے تھے۔راستے میں مسلمانوں مشرکین اور یہود کی ایک مجلس جمی ہوئی تھی جن میں منافقوں کا سردار عبداللہ بن ابی بھی تھا۔حضرت عبداللہ بن رواؓحہ بھی اس مجلس میں موجود تھے۔حضورؐ کا وہاں سے گذر ہوا۔عبداللہ بن ابی کو یہ بات پسند نہ آئی کہ حضورؐ اس مجلس میں تشریف لائیں۔نبی کریمؐ جس سواری پر تشریف لائے تھے،اس سے کچھ گردسی اڑی تھی۔ابن اُبیؔ بڑی نفرت کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگا ہم پر گرد مت اڑاؤ۔پھر جب حضورؐ السلام علیکم کہہ کر وہاں کچھ دیر رکے اور قرآن شریف سنا کر اپنا پیغام پہنچانے لگےتو عبداللہؓ بن ابی کہنے لگا کہ ''اے شخص! جو کچھ تو کہتا ہے اگر اس سے اچھا اور کچھ بھی نہیں تو بھی آپ اپنے گھر میں بیٹھے رہو۔جو کوئی وہاں آجائے اس کو بے شک یہ پیغام پہنچاؤ اور قرآن سنا دیا کرو لیکن یہ ہماری بے تکلف مجالس ہیں ان میں آکر آپ ہمیں ایذاء نہ دیا کرو اور ہماری مجالس کا ماحول خراب نہ کیا کرو۔حضرت عبداللہ بن رواحہؓ جیسے غیرت ایمانی رکھنے والے فدائی وہاں موجود تھے۔''انہوں نے تمام موجود مسلمانوں کی ترجمانی کرتے ہوئے کہا یارسولؐ اللہ'' آپ ضرور ہماری مجالس میں تشریف لایا کیجئے ہم پسند کرتے ہیں کہ آپ ہمیں اپنی باتیں سنائیں اور ہمیں یہ بات انتہائی محبوب ہے کہ حضورؐ ہم سے مخاطب ہوں''یوں حضرت عبداللہ بن رواحہؓ نے اپنی غیرت ایمانی اور محبت کا اظہار نہایت بے باکی اور دلیری سے کر دکھایا۔(4)

ایک اور موقع پر آنحضرت ﷺ نے ایک مہم کیلئے کچھ اصحاب کو تیار کیا۔حضرت عبداللہؓ بن رواحہ بھی ان میں شامل تھے۔جمعہ کا دن تھا مہم میں شامل باقی لوگ تو روانہ ہو گئے۔جمعہ کی نماز میں حضورؐ نے دیکھا کہ عبداللہؓ بن رواحہ مسجد میں موجود ہیں۔نماز جمعہ کے بعد ان سے پوچھا کہ آپ نے تو آج صبح فلاں مہم پر روانہ ہونا تھا؟ انہوں نے عرض کی کہ یارسولؐ اللہ میری بے حد خواہش اور تمنا تھی کہ میں نماز جمعہ میں حضورؐ کے ساتھ شریک ہو کر حضور کا خطبہ سن لوں۔اب میں فوراً روانہ ہو جاؤں گا اور پیچھے سے جا کر اس دستہ سے جاملوں گا۔وہ لوگ جہاں پڑاؤ کریں گے،رات ان کے ساتھ ہی

قیام کروں گا۔ حضورؐ نے فرمایا کہ ''زمین میں جو کچھ ہے اگر وہ سب بھی تم خرچ کر ڈالو تو جو لوگ حسب ہدایت علی الصبح مہم پر روانہ ہو کر سبقت لے گئے وہ اجر اور ثواب تم ہرگز نہیں پا سکتے۔''(5)

گویا تمہارے لئے جمعہ کی خاطر پیچھے رہنے سے زیادہ مقدم تعمیل حکم کی خاطر جہاد کیلئے نکلنا تھا۔ حضرت عبداللہ بن رواحہؓ نے یہ نصیحت ہمیشہ کیلئے پلے باندھ لی اور اسے اپنی زندگی کا معمول بنالیا۔ چنانچہ اس کے بعد جب کسی غزوہ یا مہم کیلئے جانا ہوتا تھا تو حضرت عبداللہ بن رواحہؓ سب سے پہلے اس دستے میں شامل ہوتے اور سب سے آخر میں مدینہ واپس لوٹا کرتے تھے تاکہ آپ ان میں شرکت کے ثواب سے محروم نہ رہ جائیں۔(6) کئی غزوات میں حضرت عبداللہ بن رواؓحہ کو شرکت کی سعادت عطا ہوئی۔

بلند پایہ پاکیزہ شاعری

آپ ایک بہت بلند پایہ شاعر تھے۔ آنحضرت ﷺ کے دربار کے شعراء میں حضرت کعبؓ بن مالک اور حضرت حسانؓ بن ثابت کے علاوہ یہ تیسرے بلند پایہ شاعر تھے جن کی شاعری رزمیہ تھی۔ جنگوں کے موقع پر آپ کی اس شاعری کے جوہر خوب کھلتے تھے۔ آپ مجاہدین کو خوب جوش دلاتے تھے۔ چنانچہ غزوہ خندق کے موقع پر آپ کے یہ اشعار صحابہ کرام آپ کے ساتھ مل کر پڑھتے تھے۔

اَللّٰھُمَّ لَو لَااَنتَ مَاا ھْتَدَ ینَا وَلَا تَصَدَّ قْنَا وَلَاصَلَّیْنَا

اے اللہ اگر تو ہمیں ہدایت نہ دیتا تو ہم ہدایت نہ پاتے۔ نہ ہمیں صدقہ دینے کی توفیق ملتی نہ نمازیں پڑھنے کی توفیق عطا ہوتی۔

فَاَنْزِلَنْ سَکِینَۃً عَلَیْنَا وَثَبِّتِ الْاَقْدَامَ اِنْ لَاقَینَا

یعنی ''اے اللہ اس نازک ابتلاء کے دور میں ہم پر اپنی سکینت نازل کیجئیو اور دشمن کے ساتھ جب ہمارا مقابلہ ہو تو ہمیں ثابت قدمی عطا فرما۔'' کیسا عمدہ اور دعاؤں پر مشتمل پاکیزہ کلام ہے جو حضرت عبداللہ بن رواؓحہ کی رزمیہ شاعری میں ہمیں نظر آتا ہے، جس میں نہ صرف اللہ تعالیٰ کے احسانات اور اس کے تشکر کا خوبصورت رنگ غالب ہے بلکہ وجوہات جنگ تک بیان ہیں کہ

اِنَّ العِدَا قَدْ بَغَوا عَلَیْنَا اِن اَرَادُوا فِتْنَۃً اَبَینَا

یعنی یہ دشمن ہیں جنھوں نے ہم پر زیادتی کی ہے اور فتنہ وفساد کا ارادہ کیا ہے۔ جس کا ہم ڈٹ کر مقابلہ کریں گے اور عمدہ دفاع سے فتنہ کو کچل دیں گے۔(7)

اس کے بعد مختلف غزوات میں عبداللہ بن رواحہؓ شامل ہوتے رہے۔ 7 ہجری میں عمرہ القضاء ہوا۔ حدیبیہ کے مقام پر روکے جانے کی وجہ سے مسلمان عمرہ نہ کر سکے تھے۔ حسب معاہدہ اس سال انہوں نے اس کی توفیق پائی۔ آنحضرت ﷺ جب اپنے صحابہ کے ساتھ طواف کعبہ کیلئے تشریف لے گئے تو یہ موقع مسلمانوں کیلئے بڑا جذباتی تھا کہ سات سال تک خانہ کعبہ سے روکے جانے کے بعد آج وہ آزادی سے خدا کے گھر داخل ہورہے تھے اور خانہ کعبہ کا طواف کر کے دلی تمناؤں کو پورا کر رہے تھے اس موقع پر شاعر دربار نبویؐ حضرت عبداللہ بن رواؓحہ آنحضرت ﷺ کی اونٹنی کی مہار تھامے ہوئے آگے آگے تھے اور بڑے جوش اور جذبے کے ساتھ اپنی رزمیہ شاعری کے یہ شعر پڑھ رہے تھے۔

خَلُّو بَنِی الْکُفَّارِ عَنْ سَبِیْلِہٖ   خَلُّو فَاِنَّ الْخَیْرَمَعَ رَسُوْلِہٖ

یعنی اے کفار مکہ آج آنحضرت ﷺ کے راستے کو خالی کردو۔ ہاں آپ کے رستے سے ہٹ جاؤ کیونکہ تمام خیر و بھلائی خدا کے رسولؐ کے ساتھ ہے۔

قَدْ اَنْزَلَ الرَّحْمٰنُ فِي تَنْزِیلِہٖ   ضَرباًیُزِیلُ الهَامَ عَنْ مَقِیْلِہٖ

وَیُذْ هِلُ الْخَلِیلَ عَنْ خَلِیْلِہٖ

یعنی اے کفار یاد رکھو کہ رحمان خدا نے اپنے پاک کلام میں ہمیں یہ خبر دی ہے کہ ایسی جنگ سے تمہاری گردن زدنی اور ہلاکت تمھارے ساتھ پیش آنے والی ہے جس کے نتیجہ میں اس دن دوست دوستوں کو بھول جائیں گے۔

حضرت عبداللہ بن رواحہؓ بڑے جوش و جذبہ سے یہ اشعار پڑھ رہے تھے کہ حضرت عمرؓ نے ان کو روکا اور کہا کہ اے ابن رواحہ یہ اللہ کا حرم ہے اور رسول اللہ ﷺ کے سامنے آپ ایسے جوشیلے شعر پڑھ رہے ہو۔ آنحضرت ﷺ بھی یہ اشعار سن رہے تھے آپؐ نے فرمایا اے عمرؓ! عبداللہؓ کو یہ اشعار پڑھنے دو۔ خدا کی قسم! آج عبداللہؓ بن رواحہ کا یہ کلام ان کفار کے دلوں میں نشتر سے بھی زیادہ تیزی

سے چبھ رہا ہے اور تیروں سے بڑھ کر اس کا اثر ہے۔ پھر رسول کریم ﷺ نے انہیں ان اشعار کی بجائے اللہ تعالیٰ کی حمد اور شکر کا مضمون پڑھنے کی ہدایت کی اور فرمایا اے عبداللہؓ یہ کہو لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْـدَهٗ نَـصَرَ عَبْدَهٗ وَ أَعَزَّ جُنْدَهٗ و هَزَمَ الْاَحْزَابَ وَحْدَهٗ یعنی خدا کے سوا کوئی شریک نہیں وہ ایک ہے اس نے اپنے بندے کی نصرت فرمائی اور اپنے لشکروں کو عزت عطا کی اور ان کو غلبہ دیا اور تمام لشکروں کو تنہا اس خدا نے ہی پسپا کر دیا۔(8)

آنحضرت ﷺ کو حضرت عبداللہ بن رواحہؓ پر بہت اعتماد تھا۔ چنانچہ مختلف مہمات میں آپؐ انہیں روانہ فرماتے رہے۔ ایک بہت ہی اہم مہم خیبر کی تھی جہاں یہودیوں کے سردار ابو رافع کی وفات کے بعد اُسیر بن رزام یہودیوں کا رئیس بنا۔ اس نے تمام یہودیوں کو جمع کر کے اعلان کیا کہ مسلمانوں کے متعلق آج تک میرے پیش روؤں نے نرمی کی غلط پالیسی اختیار کی تھی۔ اب میں راست اقدام کر کے دکھاؤں گا اور ہمیں بہر حال مدینہ پر حملہ کرنا ہوگا۔ اس مقصد کیلئے اس نے ایک لشکر بھی تیار کیا آنحضرت ﷺ کو جب ان جارحانہ اقدامات کی اطلاع ملی تو آپ نے مصالحت کے لئے ایک خط اسیر بن رزام کی طرف بھجوایا اور حضرت عبداللہ بن رواحہؓ کو صلح کے سفیر کے طور پر اسیر بن رزام کے پاس تیس افراد کے قافلے کے ساتھ بھیجا۔

فتح خیبر کے بعد بھی اس علاقے میں حضرت عبداللہؓ بن رواحہ خدمات بجالاتے رہے چنانچہ اہل خیبر سے مصالحت کے وقت نصف پیداوار کا جو معاہدہ ہوا تھا کہ وہ اسے مسلمانوں کے حوالے کریں گے۔ آنحضرت ﷺ ہر سال اس پیداوار کا تخمینہ لگانے کیلئے حضرت عبداللہؓ بن رواحہ کو خیبر بھجوایا کرتے تھے اور وہ نہایت ہی محتاط تخمینے لگانے میں کامیاب ہوتے رہے۔(9)

حضرت عبداللہؓ بن رواحہ دربار رسولؐ کے وہ تربیت یافتہ شاعر تھے جن کے حق میں سورۃ شعراء کی آیات 225 تا 228 اتریں۔ جو ایمان لا کر اعمال صالحہ بجالانے والے شعراء کو عام شعراء سے ممتاز کر کے پیش کرتی ہیں۔ ان آیات کے پیش نظر حضرت عبداللہؓ بن رواحہ بجا طور پر کہا کرتے تھے۔ کہ خدا تعالیٰ کو یہ علم ہے کہ ہم جیسے شعراء بھی موجود ہیں اس لئے اللہ تعالیٰ نے ہمارا بھی ذکر کر دیا اور میں شعراء کے اسی گروہ میں سے ہوں۔

فی البدیہہ اشعار میں مدح رسول ﷺ

حضرت عبداللہ بن رواحہؓ اپنا ایک بہت ہی خوبصورت واقعہ بیان کرتے تھے کہ ایک دن میں مسجد نبوی کی طرف گیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ حضورؐ کی مجلس ایک کونے میں جمی ہے کچھ لوگ تیزی سے میری طرف آئے اور مجھے بلانے لگے اے عبداللہ بن رواحہؓ! اے عبداللہ بن رواحہؓ! میں سمجھ گیا کہ حضورؐ نے مجھے یاد فرمایا ہے۔ حاضر خدمت ہوا تو آپ نے مجھے اپنے سامنے بٹھالیا اور فرمانے لگے کہ اے عبداللہؓ یہ تو بتاؤ کہ جب تمھارا ارادہ شعر کہنے کا ہوتا ہے تو کیسے کہتے ہو؟ حضرت عبداللہؓ کہتے ہیں حضورؐ نے یہ بات اظہار پسندیدگی اور تعجب کے رنگ میں کہی۔ میں نے عرض کیا یا رسولؐ اللہ پہلے میں اس مضمون پر غور کرتا ہوں جس کے بارے میں کچھ کہنا ہو پھر شعر کہتا ہوں۔ آپؐ نے فرمایا اچھا آج ہمارے سامنے مشرکین کے بارے میں کچھ اشعار کہو۔ حضرت عبداللہ بن رواحہؓ کہتے ہیں کہ اس وقت میرے پاس کوئی چیز تیار نہیں تھی۔ فی البدیہہ شعر کہنے تھے کچھ دیر غور کے بعد میں نے اشعار کہے۔ پہلے شعر میں ہی ان مشرکین کی مذمّت تھی جن کا تعلق حضورؐ کے خاندان سے بھی تھا اس لئے یہ بڑا کڑا امتحان بھی تھا۔ مجھے محسوس ہوا جیسے حضورؐ کو وہ شعر ناگوار گزر رہا ہو۔ شعر یہ تھا۔

خَبِّرُوْنِي اَثْمَانَ الْعبَاءِ مَتیٰ   كُنْتُمْ بِطَارِيقَ اِذَا دَ اَنت لَكُمْ مُضَرُ

یعنی ’’اے مشرکین مکہ! مجھے بتاؤ تو سہی تمھاری حیثیت اور قیمت ہی کیا ہے؟ محض ان جُبّوں کی قیمت کے برابر جو تم نے پہن رکھے ہیں اور بس مجھے یہ تو بتاؤ کہ تم کب سے خانہ کعبہ کے متولی بن گئے؟ تم خود تو بے دین تھے اور مضر نے تم کو اپنے دین پر قائم کیا تھا۔‘‘ وہ کہتے ہیں کہ جب میں نے قریش کو محض قباؤں کی قیمت سے برابری کا طعنہ دیا تو حضورؐ کے چہرے پر کچھ ناگواری سی آئی لیکن اگلے ہی اشعار میں ابن رواحہؓ نے رسول اللہ ﷺ کے خاندان بنو ہاشم کی قرار واقعی تعریف کر کے انہیں کفار سے الگ کر لیا وہ شعر یہ تھے

يَا هَاشِمَ الْخَيْرِ اِنَّ اللّٰهَ فَضَّلَكُمْ   عَلَى الْبَرِيَّةِ فَضْلاً مَالَهٗ غِيَرُ

’’مگر اے بنو ہاشم تم وہ قبیلہ ہو جن کو اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوق پر ایک ایسی فضیلت عطا فرمائی ہے جسے کوئی تبدیل نہیں کر سکتا‘‘ اور پھر حضورؐ کو مخاطب کرتے ہوئے عرض کیا

اِنِّی تَفَرَّدْتُ فِیْکَ الْخَیْرَا عْرِفُہ‘ وَاللّٰہُ یَعْلَمُ اَنْ مَّاخَانَنِی الْبَصَرُ

یعنی اے محمد مصطفیٰ ﷺ! میں آپ کے اندر ایسی منفرد خیر و بھلائی پاتا ہوں جسے میں اپنی فراست سے پہچانتا ہوں اور اللہ جانتا ہے کہ میری آنکھ نے کوئی خیانت نہیں کی۔

آخر میں دعا دیتے ہوئے حضورؐ کی خدمت میں عرض کیا

فَثَبَّتَ اللّٰہُ مَا آتَاکَ مِنْ حَسَنٍ تَثْبِیْتَ مُوْسٰی وَنَصْرًا کَالَّذِیْ نُصِرُوا

کہ اے محمد مصطفیٰؐ! اللہ تعالیٰ نے خوبیاں آپ کو عطا فرمائیں ہیں وہی آپ کو وہ ثبات قدم عطا فرمائے جو حضرت موسیٰؑ کو بخشا گیا اور آپ کی اسی طرح تائید و نصرت بھی کرے۔

آنحضرت ﷺ نے یہ سنا تو بہت خوش ہوئے۔ چہرہ خوشی اور مسرت سے تمتمانے لگا۔ حضرت عبداللہؓ بن رواحہ کو دعا دیتے ہوئے آپ نے فرمایا کہ ”اللہ تعالیٰ تمہیں بھی ثابت قدمی عطا فرمائے“ یہ دعا حضرت عبداللہؓ بن رواحہ کے حق میں بڑی شان سے قبول ہوئی اور آپ کو شہادت کا مرتبہ عطا ہوا اور نہایت عالی شان ثبات قدم سے آپ غزوۂ موتہ میں شہید ہوئے۔(10)

علامہ مرزبانی نے معجم الشعراء میں لکھا ہے کہ حضرت عبداللہؓ بن رواحہ زمانہ جاہلیت کی شاعری میں بھی بہت قدر و منزلت رکھتے تھے اور زمانہ اسلام میں بھی انکو بہت بلند مقام اور مرتبہ حاصل تھا۔ بقول مرزبانی حضورؐ کی شان میں ایک شعر حضرت عبداللہؓ نے ایسا کہا ہے کہ اسے آپ کا بہترین شعر کہا جاسکتا ہے۔ وہ شعر آپ کی دلی کیفیت کو خوب بیان کرتا ہے جس میں حضرت عبداللہؓ نے آنحضرت ﷺ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا

لَوْ لَمْ تَکُنْ فِیْہِ اٰیَاتٌ مُبَیَّنَۃٌ کَانَتْ بَدِیْھَتُہ‘ تُنبِیْکَ بِالْخَبَرِ

کہ محمد مصطفیٰ ﷺ اگر سچائی اور صداقت کو ظاہر کرنے کے لئے وہ تمام کھلے کھلے اور روشن نشانات نہ بھی ہوتے جو آپ کے ساتھ تھے تو بھی محض آپ کا چہرہ ہی آپؐ کی صداقت کیلئے کافی تھا۔ جو خود آپ کی سچائی کا اعلان کررہا تھا۔(11)

آقا کی عیادت اور دعا

آنحضرت ﷺ کو بھی اپنے اس عاشق صادق اور غلام سے بہت محبت تھی۔ ایک دفعہ حضرت

عبداللہ بن رواحہؓ بیمار ہو گئے۔ اس بیماری میں غشی کے دورے آپ کو پڑنے لگے۔ نبی کریم ﷺ بنفس نفیس عیادت کیلئے ان کے گھر تشریف لے گئے۔ دیکھا کہ ان پر بے ہوشی طاری ہے۔ ان کی بہن عمرہ بھائی کا آخری وقت سمجھ کر بین کرنے لگی کہ اے میرے پہاڑ جیسے بھائی! اے میرے عظیم بھائی! آنحضرت ﷺ نے ایک طرف ان کو تسلی دلائی تو دوسری طرف حضرت عبداللہ بن رواؓحہ کیلئے خدا تعالیٰ کے حضور دعا کرتے ہوئے عرض کیا۔ اے میرے مولا اگر عبداللہ بن رواحہؓ کی اجل مقدر آ گئی ہے اور یہ تقدیر مبرم ہے تو پھر اسکا آخری وقت آسان کر دے اور اسے مزید تکلیف میں نہ ڈال اور اگر اس کا آخری وقت نہیں آیا تو پھر اے میرے مولیٰ میں دعا کرتا ہوں کہ اسے شفا عطا فرما دے۔ حضورؐ کی اس دعا کا عجب معجزانہ اثر ہوا اور حضرت عبداللہؓ بن رواحہ ہوش میں آ گئے۔ طبیعت سنبھل گئی اور حضورؐ کی خدمت میں عرض کرنے لگے کہ یا رسول اللہؐ! جب میری یہ بہن بین کر رہی تھی کہ "میرے پہاڑوں جیسے عظیم بھائی" تو فرشتے مجھ سے پوچھ رہے تھے کہ کیا تم واقعی ایسے تھے۔ بعد میں ان کی بہن نے غزوہ موتہ میں ان کی شہادت پر غیر معمولی صبر دکھایا اور کوئی واویلا یا بین نہیں کیا۔ (12)

قیادت موتہ اور عجز وانکسار

غزوہ موتہ جمادی الاولیٰ 09ھ ہجری میں ہوئی۔ واقعہ یوں ہوا کہ نبی کریمؐ نے بصرہ کے رئیس کے نام اپنے ایک صحابی کے ہاتھ اپنا خط بھجوایا تھا۔ راستے میں ایک غسانی نے رسول اللہ ﷺ کے اس سفیر کو قتل کر دیا۔ مزید برآں رومی سرحد پر مسلمانوں کے خلاف فوجوں کا اجتماع ہو رہا تھا نبی کریمؐ نے تین ہزار کا لشکر روانہ کیا اس کی قیادت حضرت زیدؓ بن حارثہ کے سپرد کی اور ارشاد فرمایا کہ اگر یہ شہید ہو گئے تو پھر حضرت جعفرؓ بن طیار امیر لشکر ہونگے اور اگر وہ بھی شہید ہو گئے تو عبداللہؓ بن رواحہ قیادت سنبھالیں گے۔ اس لشکر کی روانگی اور الوداع کا وقت آیا تو حضرت عبداللہؓ بن رواحہ رونے لگے لوگوں نے کہا کہ اے عبداللہؓ روتے کیوں ہو کہنے لگے کہ خدا کی قسم مجھے دنیا سے ہرگز کوئی محبت ہے نہ اس کا کوئی شوق لیکن میں نے اس آیت وَاِنۡ مِّنۡکُمۡ اِلَّا وَارِدُهَا ۚ كَانَ عَلٰى رَبِّكَ حَتۡمًا مَّقۡضِيًّا (مریم:72) کے بارہ میں آنحضرت ﷺ سے سنا ہے کہ ہر ایک شخص کو ایک دفعہ ضرور آگ کا سامنا کرنا ہے اور میں اس سے بہت ڈرتا ہوں ایسے وقت اللہ تعالیٰ مجھے استقامت عطا فرمائے اور کہیں میں

ڈگمگا کر ٹھوکر نہ کھا جاؤں۔ نہ معلوم ایسے کسی ابتلاء کے وقت میرے دل کی کیا کیفیت ہو۔ اس حوالے سے مجھے خوف آتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی استقامت بخشے اور شہادت کا موقعہ آئے تو استقامت کے ساتھ اس راہ سے گذر جاؤں تب ان کو صحابہ نے تسلی دلائی اور دعائیں کیں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو خیریت سے لے جائے اور خیریت سے واپس لائے انہوں نے کہا کہ میں یہ دعائیں نہیں چاہتا۔

شہادت کی تمنا

پھر حضرت عبداللہ بن رواحہؓ نے وہ اشعار کہے جن سے ان کی شہادت کی تمنا خوب ظاہر ہوتی تھی۔

لٰكِنَّنِیْ اَسْئَلُ الرَّحْمٰنَ مَغْفِرَةً　　وَضَرْبَةًذَاتَ فَرْعٍ یَقْذِفُ الزَّبَدَا

”لیکن میں تو رحمٰن خدا سے مغفرت کا طلب گار ہوں اور میں چاہتا ہوں کہ بیشک ایسے تیز وار مجھ پر ہوں جو جھاگ کی طرح اڑا کر رکھ دیں۔“

اَوْ طَعْنَةٍ بِیَدِ ی حَرَانِ مُجَهَّزَةٍ　　بِحِرْبَةٍ تَنْفُذُ الْاَحْشَا ءَ وَالْكَبِدَا

یا ایسے ہتھیار اور تیار کئے ہوئے تیر مجھ کو لگیں اور ایسے نیزے لگیں کہ جو آنتوں میں گھس کر جگر کے پار ہو جائیں۔ مجھے اس بات کی پرواہ نہیں ہے۔ ہاں بس یہ ہو کہ خدا تعالیٰ کی راہ میں میری شہادت قبول ہو جائے۔

حتّٰی یَقُوْلُوْا اِذَ مَرُّوا عَلیٰ جَدَثِیْ　　یَااَرْشَدَ اللّٰہُ مِنْ غازٍ وَقَد رَشَدا

اور جب لوگ میری قبر سے گذریں تو کہیں کہ خدا اس کا بھلا کرے یہ کیسا عظیم غازی تھا اور کیسی عظیم الشان شہادت اس کو عطا ہوئی۔ یہ وہ تمنائیں تھیں جو حضرت عبداللہؓ بن رواحہ کے دل میں شہادت کیلئے مچل رہی تھیں۔

موتہ پہنچ کر معلوم ہوا کہ غسانیوں نے مسلمانوں کے خلاف ھرقل شاہ روم سے مدد طلب کی اور اس نے دو لاکھ کا لشکر مسلمانوں کے مقابلے کیلئے بھجوایا ہے۔ اس موقع پر مسلمان امرائے لشکر نے باہم مشورہ کیا کہ حضورؐ کی خدمت میں پیغام بھیجنا چاہیئے کہ دشمن کی تعداد بہت زیادہ ہے اس لئے کمک بھجوائی جائے یا پھر جو حضورؐ کا ارشاد ہو اس پر عمل کیا جائے۔ اس موقع پر حضرت عبداللہ بن رواحہؓ نے

مسلمانوں کے بہت حوصلے بڑھائے۔اور انکی رزمیہ شاعری بھی خوب کام آئی۔ یہ تین ہزار کا لشکر دو لاکھ کے لشکر کے مقابلے کیلئے آگے بڑھا۔(13)

حضرت عبداللہ بن رواحہؓ کی تمنائے شہادت کا ذکر حضرت زیدؓ بن ارقم یوں کیا کرتے تھے کہ حضرت عبداللہ بن رواحہؓ مجھے اپنی اونٹنی کے پیچھے سوار کر کے غزوۂ موتہ میں ہمراہ لے گئے۔ زیدؓ بن ارقم کو حضرت عبداللہ بن رواحہؓ نے ایک یتیم بچے کے طور پر لیکر پالا اور ان کی تربیت کی تھی۔ کہتے ہیں کہ ایک رات میں نے حضرت عبداللہ بن رواؓحہ کو یہ شعر پڑھتے ہوئے سنا جس میں اپنے اہل خانہ کی یاد کے ساتھ یہ ذکر تھا کہ اب میں کبھی لوٹ کر واپس گھر نہیں جاؤں گا۔ بڑے مزے سے وہ یہ شعر گنگنا رہے تھے۔

اِذَا اَدُ نَیْتَنِی وَحَمَلتِ رَحْلِیْ مَسِیرَۃَ اَربَعِ بَعْدَ الحَسَا ءِ

فَشَانُکِ فَاَ نعِمِی وَخَلاکِ ذَمّ وَلاَ اَرْجِعُ اِلیٰ اَھْلِیْ وَرَائیْ

ان اشعار میں حضرت عبداللہؓ اپنی اہلیہ کو مخاطب کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ''جمعرات کی وہ شام جب تم نے میرے اونٹ کے پالان کو سفر جہاد کیلئے درست کیا تھا اور آخری دفعہ میرے قریب ہوئی تھی تیری وہ حالت کیا خوب اور مبارک تھی۔ تجھ میں کوئی عیب یا خرابی تو نہیں مگر اب میں اس میدان جنگ میں آچکا ہوں اور اس سے لوٹ کر میں تمھاری طرف کبھی واپس نہیں آؤنگا۔'' گویا اپنے اہل خانہ کو یہ انکا غائبانہ الوداع تھا۔ کمسن زیدؓ نے یہ سنا تو افسردہ ہو کر رو دیئے۔ حضرت عبداللہؓ نے انہیں ڈانٹا اور کہا کہ اے ناسمجھ! اگر اللہ تعالیٰ مجھے شہادت عطا فرمائے تو تیرا نقصان کیا ہے بلکہ تم تو میری سواری لے کر اکیلے آرام سے اس پر بیٹھ کر واپس لوٹو گے۔(14)

میدان جہاد میں حضرت عبداللہ بن رواحہؓ نے واقعی بہادری کے خوب جوہر دکھائے۔ حضرت نعمان بن بشیرؓ بیان کرتے تھے کہ حضرت جعفرؓ کی شہادت ہوئی تو حضرت عبداللہ بن رواؓحہ لشکر کے ایک جانب تھے لوگوں نے انکو بلایا۔ وہ اپنے آپ کو مخاطب کر کے یہ رجز یہ شعر پڑھتے ہوئے آگے بڑھے۔

یَانَفسُ اَلاَ تَقْتُلِیْ تَمُوتِی هٰذَاحَیَاضُ الْمَوْتِ قَد صَلَیْتِ

وَمَا تَمَنَّیْتِ فَقَدْ لَقِیْتِ اِنْ تَفْعَلِی فَعَلَّھُمَا ھُدِیْتِ

اے میرے نفس! کیا تم اس طرح لڑائی نہیں لڑو گے کہ جان دے دو۔ موت کے تالاب میں تم داخل ہو چکے ہو۔ جو خواہش (شہادت کی) تم نے کی تھی۔ اسے پورا کرنے کا وقت آچکا ہے۔ اب اگر جان کا نذرانہ پیش کر دو تو شاید نیک انجام پا جاؤ۔(15)

مصعبؓ بن شیبہ بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت زیدؓ اور حضرت جعفرؓ بھی شہید ہو گئے تو حضرت عبداللہؓ بن رواحہ میدان میں آگے تشریف لائے۔ جب انہیں نیزہ لگا تو خون کی ایک دھار جسم سے نکلی۔ آپ نے اپنے ہاتھ آگے بڑھائے اور ان میں خون لے کر اپنے منہ کے اوپر مل لیا پھر وہ دشمن اور مسلمانوں کی صفوں کے درمیان گر گئے مگر آخری سانسوں تک سردار لشکر کے طور پر مسلمانوں کا حوصلہ بڑھاتے رہے اور نہایت مؤثر جذباتی رنگ میں مسلمانوں کو انگیخت کرتے ہوئے اپنی مدد کیلئے بلاتے رہے کہ دیکھو اے مسلمانو! یہ تمھارے بھائی کا لاشہ دشمنوں کے سامنے پڑا ہوا ہے۔ آگے بڑھو اور دشمنوں کو اپنے اس بھائی کے راستے سے دور کر دو اور ہٹاؤ چنانچہ مسلمانوں نے اس موقع پر بڑے زور کے ساتھ کفار پر حملہ کیا اور پے در پے حملہ کرتے رہے یہاں تک کہ اس دوران حضرت عبداللہؓ کی شہادت ہوگئی۔(16) آنحضرتؐ کو اہل موتہ کی شہادت کا تمام حال کشف کے ذریعے سے بتایا گیا، آپؐ نے صحابہ سے سرداران موتہ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ پھر آخر عبداللہ بن رواؓحہ بھی شہید ہو گئے۔(17)

رسول کریم ﷺ نے اپنے ان تینوں امراء لشکر کے بارے میں بیان فرمایا کہ میں نے ان کو جنت میں سونے کے تختوں پر بیٹھے ہوئے دیکھا ہے۔(18)

زہد و عبادت

حضرت عبداللہ بن رواؓحہ کی زندگی نہایت عابدانہ اور زاہدانہ تھی نبی کریمؐ فرمایا کرتے تھے "**نِعْمَ الرَّجُلُ عَبْدُ اللّٰہ بُن رَوَاحہ**" کہ عبداللہ بن رواؓحہ بھی کیا خوب اور کتنا اچھا آدمی ہے(19)

شہادت کے بعد ان کی بیوہ کی شادی ہوئی تو اس شوہر نے کہا کہ عبداللہ بن رواحہؓ کی پاکیزہ سیرت کے بارے میں مجھے کچھ بتاؤ خاتون نے کیا ہی خوبصورت گواہی دی۔ کہنے لگیں حضرت عبد

اللہ بن رواؓحہ کبھی گھر سے باہر نہیں جاتے تھے جب تک کہ دو رکعت نفل نماز ادا نہ کرلیں اسی طرح جب گھر میں داخل ہوتے تھے آپ کا پہلا کام یہ ہوتا تھا کہ وضو کر کے دو رکعت نفل نماز ادا کیا کرتے (20)

حضرت عبداللہؓ کی دیگر عبادات کا بھی یہی حال تھا نفلی روزے رکھنے کا مجاہدہ بھی دوسروں سے بڑھ کر کرتے تھے حضرت ابو درداءؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ ہم آنحضرتؐ کے ساتھ رمضان کے مہینے میں ایک غزوہ کیلئے نکلے۔ گرمی اتنی شدید تھی کہ ہم اپنے سروں کو گرمی سے بچانے کیلئے ہاتھوں سے ڈھانپتے تھے اور کسی کو یہ ہمت نہیں تھی کہ وہ اس شدید گرمی میں روزہ رکھ سکے سوائے نبی کریمؐ اور حضرت عبداللہ بن رواحہؓ کے۔ اس سے آپ کی جفاکشی اور مجاہدے کا خوب اندازہ ہوتا ہے۔ (21)

اطاعت رسولؐ اور پاکیزہ صحبت

آنحضرت ﷺ کے ساتھ حضرت عبداللہ بن رواؓحہ کی محبت اور اطاعت کا اندازہ آپ اس واقعہ سے کر سکتے ہیں جو حضرت ابو لیلیٰؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ آنحضرت ﷺ خطبہ ارشاد فرما رہے تھے اس دوران آپؐ نے فرمایا لوگو بیٹھ جاؤ حضرت عبداللہ بن رواؓحہ مسجد سے باہر خطبہ سننے کیلئے حاضر ہو رہے تھے۔ وہ وہیں پر بیٹھ گئے آنحضرتؐ نے انہیں مخاطب کر کے فرمایا **زَادَکَ اللّٰہُ حِرصًا عَلٰی طَوَاعِیَةِ اللّٰہِ وَعَلٰی طَوَاعِیَةِ رَسُوْلِہٖ** کہ اے عبداللہؓ بن رواحہ اللہ اور رسول کی اطاعت کا تمہارا یہ جذبہ اللہ تعالیٰ اور بڑھائے۔ (22)

صحبت صالحین

آخر میں حضرت عبداللہ بن رواحہؓ کی ایک بہت ہی پیاری خوبی کا بیان ضروری ہے کہ آپ صالحین کی صحبت بہت پسند کرتے اور اس کی خواہش رکھتے تھے۔ بطور خاص نیک لوگوں کی مجالس منعقد کیا کرتے تھے۔ چنانچہ حضرت ابو درداءؓ بیان کرتے تھے کہ میں اس بات سے اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہتا ہوں کہ میرے اوپر کوئی ایک ایسا دن آئے جب میں حضرت عبداللہ بن رواؓحہ کو یاد نہ کروں۔ ہر روز میں ان کو یاد کرتا ہوں اور اس کی وجہ ان کی یہ خوبی ہے کہ حضرت عبداللہ بن رواحہؓ کی جب بھی

میرے سے ملاقات ہوئی اگر وہ پیچھے سے آرہے ہوتے تو اپنا ہاتھ میرے کندھوں پر رکھ دیتے اور سامنے سے آرہے ہوتے تو سینے پر ہاتھ رکھتے اور فرماتے کہ اے ابو درداءؓ! آؤ ذرا مل بیٹھیں اور ایمان تازہ کریں۔ کچھ ایمان کی باتیں کرلیں پھر میرے ساتھ بیٹھتے اور جب تک ہمیں موقع ملتا ہم اللہ تعالیٰ کو یاد کرتے۔ پھر فرماتے کہ اے ابو درداءؓ یہ ایمان کی مجالس ہیں۔

حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن رواؓحہ کو صحابہ کی صحبت اتنی پسند تھی کہ جب بھی کسی صحابی سے ملتے ان کو یہ تحریک کرتے کہ آؤ مل بیٹھیں اور کچھ گھڑی اپنے ایمان کو تازہ کریں۔ آنحضرتؐ نے ایک دفعہ حضرت عبداللہ بن رواحہؓ کی اس خصوصیت کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ''عبداللہ بن رواحہؓ ایک ایسا شخص ہے جو نیک مجالس کو بہت پسند کرتا ہے اور ایسی مجالس منعقد کرتا ہے جن کو فرشتے بھی پسند کرتے ہیں۔'' (23)

آج جب عبداللہ بن رواحہؓ شہادت کا بلند مرتبہ پا کر خدا تعالیٰ کے حضور حاضر ہیں ہم تصور کر سکتے ہیں کہ وہاں بھی نیک صحبتیں اور وہ پاک مجالس ان کو نصیب ہوتی ہونگی۔ اور بے اختیار دل سے وہی الفاظ نکلتے ہیں جو آنحضرت ﷺ حضرت عبداللہؓ کو فرمایا کرتے تھے۔

نِعْمَ الرَّجُلُ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ رَوَاحَةَ

عبداللہ بن رواؓحہ بھی کیا خوب انسان ہے۔ واقعی کتنے خوش قسمت تھے عبداللہ بن رواحہؓ کتنے سعادت مند تھے وہ۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان کے نیک اور پاک نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

حوالہ جات

1- اصابہ جز 3 صفحہ 66

2- اسد الغابہ جلد 5 صفحہ 157

3- ابن سعد جلد 3 صفحہ 526,525

4- مسلم کتاب الجہاد والسیر باب فی دعاء النبی

5- مسند احمد جلد 1 صفحہ 224

6- اصابہ جز 3 صفحہ 66

7- بخاری کتاب المغازی باب غزوہ خندق

8- اصابہ جز 4 صفحہ 67

9- ابوداؤد کتاب الزکوۃ باب متی یخرص التمر

10- ابن سعد جلد 3 صفحہ 528

11- اصابہ جز 4 صفحہ 67

12- اصابہ جز 4 صفحہ 66

13- اسد الغابہ جلد 3 صفحہ 158

14- اسد الغابہ جلد 3 صفحہ 158

15- اسد الغابہ جلد 3 صفحہ 158

16- اسد الغابہ جلد 3 صفحہ 159

17- مسند احمد جلد 1 صفحہ 205

18- اسد الغابہ جلد 3 صفحہ 159

19- اصابہ جز 4 صفحہ 66

20- اصابہ جز 4 صفحہ 66

21- صحیح مسلم کتاب الصیام باب التخیر فی الصوم والفطر

22- اصابہ جز 4 صفحہ 66

23- اصابہ جز 4 صفحہ 66

حضرت جابر بن عبداللہؓ

نام ونسب

حضرت جابر بن عبداللہؓ بن عمرو بن حرام وہ جواں سال صحابی ہیں جن کا تعلق قبیلہ خزرج سے تھا۔ والدہ نسیبہ بنت عقبہ بنوسلمہ میں سے تھیں۔ آپ وہ خوش نصیب انصاری ہیں جنہیں کم سنی میں اپنے والد کے ساتھ بیعت عقبہ ثانیہ میں شرکت کرنے اوراسی سال حج کے موقع پر مکہ میں اسلام قبول کرنے کی سعادت نصیب ہوئی۔ آپ کے دادا عمرو اپنے خاندان کے رئیس تھے۔ ان کے بعد جابرؓ کے والد عبداللہ نے ریاست سنبھال لی بیعت عقبہ کے موقع پر جابرؓ کے والد حضرت عبداللہ بنوحرامؓ کے نقیب مقرر ہوئے۔ بدر اور احد میں حضرت عبداللہؓ کو شریک ہونے کی سعادت نصیب ہوئی۔ گھر میں ان کی کم سن بیٹیاں تھیں جن کی نگہداشت کے لئے حضرت جابرؓ کو گھر میں رکنا پڑا اور وہ بدر، احد میں شریک نہ ہوسکے۔ (1)

والد کی شہادت

غزوہ احد میں جاتے ہوئے آپ کے والد نے یہ نصیحت کی کہ میں احد میں خدا تعالیٰ کی راہ میں شہید ہو جاؤں تو میرے بعد اپنی بہنوں کا خاص خیال رکھنا۔ ان کی نگہداشت کرنا (2) نیز وصیت کی کہ یہود سے جو قرض میں لے چکا ہوں وہ میرے کھجور کے باغات سے ادا کر دینا۔ حضرت عبداللہؓ اسی جذبہ شوق شہادت کے ساتھ غزوہ احد میں شریک ہوئے اور جام شہادت نوش کیا۔ وہ بہت بہادری اور بے جگری سے لڑے تھے جس کا دشمن نے بھی خوب انتقام لیا۔ چنانچہ حضرت عبداللہؓ کی شہادت کے بعد ان کی نعش کا مثلہ کیا گیا اور ناک، کان کاٹ دئے گئے۔ چہرے کا حلیہ بگاڑ دیا گیا۔ حضرت عبداللہؓ کی نعش پر جب ان کی بہنیں آئیں اور ان کے چہرے پر سے چادر اٹھائی تو بے اختیار آہ وزاری کرنے اور رونے لگیں، آنحضرت ﷺ نے ان کا یہ حال دیکھا تو ان کو دلاسا اور تسلی دلاتے ہوئے فرمایا **تَبْكِيْنَ اَوْ لَا تَبْكِيْنَ فَاِنَّ الْمَلَائِكَةَ تُظِلُّهُ** کہ تم روؤ یا نہ روؤ ملائکہ اس عظیم الشان شہید پر بدستور سایہ (رحمت) کئے رہے جب تک کہ اس کے جنازے کو اٹھایا نہیں گیا۔ (3)

حضرت عبداللہؓ کی اولاد میں حضرت جابرؓ کے علاوہ نو بیٹیاں تھیں جن کی نگہداشت حضرت جابرؓ کے ذمہ آئی۔بیٹیوں نے اپنے والد کی نعش اٹھانے کے لئے مدینہ سے اونٹ بھجوایا لیکن آنحضرت ﷺ نے حضرت جابرؓ سے یہ فرمایا کہ جہاں عبداللہؓ کے ساتھی دیگر شہدائے احد کی تدفین ہوگی وہیں عبداللہؓ دفن ہوں گے اور حضرت جابرؓ نے سر تسلیم خم کر دیا(4)

حضرت عبداللہؓ کی شہادت کے بعد یتیم بہنوں کے واحد کفیل جابرؓ تھے۔ چنانچہ حضرت عبداللہؓ کی اولاد کے ساتھ ہمیشہ آنحضرت ﷺ کا ایک عجیب محبت اور شفقت بھرا تعلق رہا۔ خاص طور پر جواں سال حضرت جابرؓ رسول اللہ ﷺ کی شفقتوں کے مورد ٹھہرے۔(5)

رسول اللہ ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے علم پا کر جابرؓ کو تسلی اور دلاسہ دیا۔جابرؓ کے چہرے پر آپؐ نے یاس اور فکر کے آثار دیکھے تو کتنی محبت سے فرمانے لگے جابرؓ کیا وجہ ہے مغموم نظر آتے ہو؟ عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! میرے والد احد میں شہید ہو گئے۔ پیچھے عیالداری اور قرض ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں تمہیں وہ خوشخبری سناؤں جو اللہ تعالیٰ نے تمہارے باپ کو عطا کی۔انہوں نے کہا ضرور اے اللہ کے رسولؐ! آپؐ نے فرمایا کہ ''اللہ تعالیٰ نے کبھی کسی سے بغیر حجاب کے کلام نہیں فرمایا مگر تمہارے باپ کو زندہ کر کے آمنے سامنے کلام کیا اور فرمایا ''اے میرے بندے مجھ سے جو چاہو خواہش کرو میں پوری کروں گا۔'' تمہارے باپ نے کہا کہ ''اے میرے رب مجھے زندہ کر کے واپس بھیج کہ تیری راہ میں پھر دوسری دفعہ شہید ہو جاؤں'' تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ''تمہاری یہ خواہش پوری نہیں ہوسکتی کیونکہ ہماری سنت کے خلاف ہے جو لوگ مر جائیں ان کے بارے میں فیصلہ گزر چکا ہے **اَنَّھُم لاَ یَرْجِعُونَ** وہ دنیا کی طرف واپس نہیں لوٹائے جاتے (6) یہ سن کر حضرت جابرؓ کو کس قدر سکینت اور طمانیت عطا ہوئی ہوگی اس کا اندازہ نہیں کیا جاسکتا۔ بلکہ ان کے پورے خاندان اور شہید کی یتیم اولاد کیلئے یہ بہت بڑی تسلی تھی۔

ادائیگی قرض میں رسول اللہ ﷺ کی کوشش اور دعا

اس کے بعد آنحضرت ﷺ کا حضرت جابرؓ کے ساتھ شفقتوں بھرے سلوک کا جو سلسلہ شروع ہوا وہ نہایت حیرت انگیز اور عجیب لطف و کرم کا ایک سلسلہ ہے۔پہلی بڑی پریشانی حضرت جابرؓ کے

پورے خاندان کے لئے یہودی ساہوکاروں کے قرض کا بوجھ تھا۔حضرت جابرؓ بیان کرتے تھے کہ غزوہ احد کے بعد کھجور کے باغات پر جو پہلا پھل آیا۔ میری خواہش تھی کہ خواہ باغ کا سارا پھل بھی دینا پڑے اور قرض کا بوجھ اتر جائے تو خوش نصیبی ہوگی۔ چنانچہ میں نے یہود کو یہ پیش کش بھی کر دی کہ باغ کا سارا پھل لے لو اور قرض سے دستبردار ہو جاؤ مگر یہودیوں کی نظریں تو باغ پر تھیں کہ وہ قرض کو سود در سود بڑھا کر کسی طرح باغ قبضہ میں کرلیں۔ چنانچہ حضرت جابرؓ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسولؐ اللہ! یہودی قرض خواہوں کا تقاضا ہے کہ میں ان کا سارا قرض انہیں ادا کروں۔آپؐ ان قرض خواہوں کے پاس میری سفارش کر دیں کہ وہ قسط وار کچھ اس سال اور کچھ اگلے سال مجھ سے یہ قرض لے لیں اور یوں یہ قرض ادا ہوتا چلا جائے۔ آنحضرت ﷺ نے ان قرض خواہوں کو بلا کر حضرت جابرؓ کی یہ سفارش کی کہ کچھ قرض اس سال لے لو کچھ اگلے سال لے لینا لیکن یہودی اس پر راضی نہ ہوئے۔ وہ سارا قرض یکمشت لینے پر مصر تھے، چنانچہ آنحضرتؐ نے جب یہ دیکھا کہ کوئی صورت کارگر نہیں ہو رہی تو آپؐ نے حضرت جابرؓ سے فرمایا اچھا میں خود تمہارے باغ میں آؤں گا۔حضورؐ کی منشاء یہ معلوم ہوتی تھی کہ حالات کا جائزہ لے کر دعا کریں گے۔ چنانچہ حضرت جابرؓ سے ہفتہ کا دن مقرر ہوا اور فرمایا کہ دن چڑھنے کے بعد میں خود تمہارے باغ میں آجاؤں گا۔مقررہ وقت پر آنحضرتؐ باغ میں تشریف لائے۔ حضرت جابرؓ کہتے ہیں کہ میں نے پہلے سے تیاری کر رکھی تھی۔خوب مزے لے لے کر وہ یہ واقعہ سنایا کرتے تھے کہ کس طرح آنحضرت ﷺ ان کے باغ میں تشریف لائے۔ آتے ہی آپؐ نے وضو کر کے دو نفل نماز ادا کی۔ اور دراصل یہی وہ مقصد تھا جس کے لئے حضورؐ تشریف لائے تھے آپؐ نے اپنے دونوں رفقا حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کو بھی اپنے اس پروگرام سے مطلع فرما دیا تھا کیونکہ آنحضرت ﷺ کی آمد سے کچھ دیر کے بعد حضرت ابوبکرؓ تشریف لے آئے تو انہوں نے بھی آتے ہی وضو کر کے دو رکعت نماز پڑھ کر دعائیں کیں۔ان کے بعد حضرت عمرؓ تشریف لائے اور انہوں نے بھی ویسا ہی کیا جو آنحضرت ﷺ اور حضرت ابوبکرؓ نے کیا تھا اور دو رکعت نماز پڑھ کر سایہ دار جگہ میں ستانے کے لئے بیٹھے تو تھوڑی دیر کے لئے حضورؐ کی آنکھ لگ گئی جابرؓ کہتے ہیں اس دوران میں نے ایک چھوٹا سا بکرا جو گھر پالا ہوا تھا ذبح کر کے آنحضرت ﷺ کے لئے کھانے

کا انتظام شروع کیا۔ مجھے اندازہ تھا کہ آنحضرتؐ اٹھتے ہی وضو کے لئے پانی طلب کریں گے۔ میری خواہش تھی کہ آنحضرت ﷺ کے اٹھنے سے قبل ہی جتنی جلدی ہو سکے کھانے کا انتظام مکمل کرلوں اور آپؐ کے بیدار ہوتے ہی آنحضرت ﷺ کی خدمت میں ماحضر پیش کردوں۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا حضورؐ اٹھے اور وضو کا پانی طلب کیا میں نے پانی وغیرہ پیش کیا پھر ساتھ ہی آنحضرت ﷺ کی خدمت میں کھانا پیش کر دیا تو کھانے میں گوشت دیکھ کر آنحضرت ﷺ فرمانے لگے اے جابر معلوم ہوتا ہے کہ تمہیں خوب علم ہے کہ ہمیں گوشت مرغوب خاطر ہے اور تم نے بڑی چاہت سے یہ گوشت تیار کر کے ہمارے لئے دعوت کا انتظام کیا ہے۔ حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ بھی آکر شریک طعام ہوئے۔ چشمے کا ٹھنڈا پانی بھی تھا۔ میٹھے میں تازہ اور خشک کھجور بھی پیش کی گئی۔ یہ خوان نعمت سجا تو آنحضرت ﷺ کا جذبہ شکر عجب انداز میں ظاہر ہوا آپ فرمانے لگے دیکھو یہی وہ نعمتیں ہیں جن کا سورۃ التکاثر کے آخر میں ذکر ہے کہ اس حساب کے دن تم سے ان نعمتوں کے بارے میں پوچھا جائے گا کہ تم نے کس حد تک شکر نعمت کا حق ادا کیا۔

حضرت جابرؓ بیان کرتے ہیں پھر آنحضرت ﷺ اٹھے اور کھانے کے بعد فرمانے لگے کہ اچھا اب باغ کو دیکھتے ہیں کہ کتنا پھل ہے باغ میں چلتے پھرتے ہوئے حضورؐ زیر لب دعا کرتے رہے۔ اس موقع پر یہودی قرض خواہ بھی آئے ہوئے تھے۔ حضورؐ کو دعا کرتے ہوئے دیکھ کر انہیں جابرؓ پر سخت غصہ آ رہا تھا۔ آنحضور ﷺ نے ان سے پھر فرمایا ''دیکھو میں نے تم سے پہلے بھی کہا اب پھر سفارش کرتا ہوں جابرؓ سے کچھ پھل اس سال لے لو کچھ اگلے سال لے لینا اور قرض میں مہلت دے دو۔'' انہوں نے کہا کہ ہم تو اس پر آمادہ اور تیار نہیں ہیں حضور ﷺ نے فرمایا کہ دیکھو یہ یتیموں کا مال ہے اور اسی وجہ سے میں سفارش بھی کر رہا ہوں۔ انہوں نے کہا کہ ہم تو اپنا پورا پورا قرض واپس لینا چاہتے ہیں۔ آنحضرت ﷺ نے حضرت جابرؓ سے فرمایا کہ ''اچھا تم ایسا کرو کہ جتنی اقسام کی کھجوریں یہاں ہیں وہ چنواؤ باغ کٹواؤ اور ہر قسم کی کھجور کے الگ الگ ڈھیر بنوا دو اور پھر ماپ کر ان یہودیوں کا قرض دینا ہے۔'' حضرت جابرؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنی بیوی کو اچھی طرح سمجھا دیا تھا کہ دیکھو آنحضرتؐ ہمارے ہاں تشریف لا رہے ہیں تم نے بالکل حضور ﷺ سے کوئی سوال نہیں کرنا۔

میں نے طبعی حجاب کی وجہ سے بیوی کو اس سے روکا تھا۔لیکن وہ باز نہیں آئی جب حضور ﷺ باغ میں چہل قدمی فرمانے کے بعد واپس جانے لگے اور دیکھا کہ نماز کا وقت ہو گیا ہے تو آپؐ نے حضرت ابو بکرؓ سے فرمایا کہ ابو بکرؓ نماز کا وقت ہو گیا ہے چلو واپس چلیں۔ دریں اثنا میری بیوی نے جھونپڑی سے تھوڑا سا سر باہر نکال کر عرض کیا یا رسول اللہؐ میرے لئے اور میرے شوہر کے لئے دعا تو کر جائیں حضور ﷺ دعا تو پہلے سے ہی کر رہے تھے اس وقت خاص طور پر آپ نے ان کے لئے دعا کی ''اے اللہ! ان پر اپنی رحمتیں اور برکتیں بھیج۔ اس پر بھی اور اس کے شوہر پر بھی۔ اور پھر مجھ سے تاکیداً فرمایا کہ تم نے یہ پھل کٹوا کر یہودیوں کو باقاعدہ ماپ کر قرض واپس کرنا ہے۔ کہتے ہیں کہ میں اس کام میں لگ گیا۔ پھل میں ایسی برکت پڑی اور اللہ تعالیٰ کا ایسا فضل ہوا کہ ان یہودیوں کا سارا قرض نہ صرف اس پھل سے ادا ہو گیا بلکہ قرض کے تیس وسق یعنی قریباً 67 من کھجور دینے کے بعد قریباً 38 من کے قریب باقی بھی بچ رہی اور یہ خاص حضور ﷺ کی دعاؤں کی برکت تھی ورنہ باغ کو دیکھنے کے بعد بھی یہی اندازہ ہوتا تھا کہ یہ پورے کا پورا بھی پھل قرض کے لئے کفایت نہ کر سکے گا۔

دوسری روایت میں مزید تفصیل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضورؐ کی دعاؤں سے ایسی برکت رکھ دی کہ حضور ﷺ جس ڈھیر پر بیٹھ کر خود ماپ کر یہود کو قرض دے رہے تھے ایسے لگتا تھا کہ اس ڈھیر سے ایک کھجور بھی کم نہیں ہوئی ہے بلکہ وہ جوں کا توں ہے۔قرض کی مکمل ادائیگی کے بعد جب میں دوڑتا ہوا آنحضرت ﷺ کی خدمت میں مسجد نبوی میں حاضر ہوا اور یہ ذکر چھڑا کہ سارا قرض ادا ہو گیا ہے اور کھجوریں بچ بھی رہی ہیں۔ حضور ﷺ بہت خوش تھے آپؐ نے فرمایا اچھا! حضرت عمرؓ کو بلاؤ حضرت ابو بکرؓ کو بھی اطلاع ہوئی اور وہ بھی تشریف لے آئے۔ حضورؐ نے حضرت عمرؓ سے فرمایا کہ اے عمرؓ جابرؓ سے ذرا پوچھو تو سہی کہ اس کے قرض کا کیا بنا؟ حضرت عمرؓ کا ایمان بھی کیسا کامل اور توکّل کیسا عجیب تھا عرض کیا یا رسول اللہؐ! میں جابرؓ سے کیوں پوچھوں آپؐ جب باغ میں چلے تھے اور زیر لب دعائیں کر رہے تھے مجھے تو اسی وقت یقین ہو گیا تھا کہ جابرؓ کے حق میں ضرور کوئی معجزہ رونما ہو گا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا پوچھو تو سہی کہ یہ کہتے کیا ہیں کیا واقعہ ہوا۔ انہوں نے پھر کہا مجھے کامل ایمان اور یقین ہے کہ وہی معجزہ ہوا ہو گا جو حضور ﷺ کی برکت سے ہونا ہی تھا۔ جب تیسری مرتبہ رسول پاک ﷺ نے

فرمایا پوچھو تو سہی! حضرت جابرؓ بیان کرتے ہیں کہ حضورﷺ جب تیسری دفعہ صحابہ سے کوئی بات فرماتے تھے تو وہ سر تسلیم خم کر دیتے تھے حضرت عمرؓ نے کہا جابرؓ بتاؤ تو سہی کہ ہوا کیا؟ تب حضرت جابرؓ نے پورا قصہ کہہ سنایا۔ حضرت ابوبکرؓ بھی اللہ تعالیٰ کا شکر بجالائے۔ حضرت عمرؓ نے بھی کہا دیکھو رسول پاکﷺ کی دعاؤں کے بعد اس خاص توجہ کے نتیجہ میں کیسا نشان ظاہر ہوا۔(7)

الغرض حضرت جابرؓ اور ان کا خاندان آنحضرتﷺ کی محبتوں اور شفقتوں کا مورد ٹھہرا۔ حضرت جابرؓ بیان کرتے ہیں کہ میرا آنحضرتﷺ کے ساتھ ایک ایسا تعلق پیدا ہو گیا تھا کہ پھر میری زندگی میں کوئی ایسا غزوہ نہیں آیا کہ میں اس میں آپؐ سے پیچھے رہ گیا ہوں اور میں آپؐ کا ایسا گرویدہ ہوا کہ کوئی غزوہ مجھ سے خطا نہیں گیا چنانچہ حضورؐ نے انیس غزوات میں شرکت فرمائی ان میں سے سترہ میں مجھے شرکت کی توفیق ملی سوائے پہلے بدر اور احد کے غزوات کے۔ حضرت جابرؓ ان غزوات میں شرکت کے اپنے احوال بھی بیان کرتے تھے جو احادیث کی کتب میں بڑی تفصیل کے ساتھ موجود ہیں اور عشق و محبت کے عجیب واقعات ہیں۔

جنگ خندق میں فاقہ اور جابرؓ کی دعوت رسولﷺ

غزوہ خندق کے حوالے سے بھی حضرت جابرؓ یہ قصہ بہت محبت بھرے انداز میں بیان کرتے تھے کہ حضورؐ کے ساتھ ہم خندق کھود رہے تھے۔ قحط اور فاقہ کا زمانہ تھا۔ بھوک کی تکلیف کم کرنے کے لئے صحابہ نے پیٹ پر پتھر باندھے ہوئے تھے۔ خندق کی کھدائی میں ایک سخت چٹان آ گئی اور حضورؐ خود کدال لے کر وہ سخت پتھر توڑنے کے لئے آگے بڑھے۔ پیٹ سے کپڑا اٹھا تو ہم نے دیکھا کہ حضورؐ نے شدت فاقہ سے بچنے کیلئے پیٹ پر دو پتھر باندھے ہوئے تھے اور ہم نے تین دن سے کچھ نہ کھایا تھا۔ عاشق رسول حضرت جابرؓ سے رسول اللہﷺ کی یہ حالت دیکھی نہ گئی۔ فوراً اپنے گھر گئے اور اپنی بیوی سے جا کر کہا کہ میں نے اپنے آقا و مولا حضرت محمدﷺ کی فاقہ کی ایسی حالت دیکھی ہے جو خدا کی قسم نا قابل برداشت ہے پس تمہارے پاس جو بھی میسر ہے اس سے کھانے کا کچھ بندوبست کرو۔ اس نے کہا میرے پاس جو ہیں اور گھر میں ایک چھوٹا سا پالتو بکرا ہے۔ میں نے وہ بکرا ذبح کیا اور اس نے جَو پیس لئے۔ گوشت ہنڈیا میں ڈال کر پکنے کے لئے رکھ دیا گیا اور آٹا گوندھنے کے بعد

سنور نے لگا۔ خود حضرت جابرؓ آنحضرت ﷺ کو بلانے کے لئے آپ کی خدمت میں حاضر ہو گئے اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! میں نے آپ کے لئے تھوڑا سا کھانے کا انتظام کیا ہے۔ حضرت جابرؓ کو اندازہ تھا کہ مدینہ میں فاقہ کا عالم ہے اور کھانا کم ہے۔ حضورؐ کے ساتھ اگر دو تین افراد آ جائیں تو کوئی حرج نہیں۔ حضورؐ نے فرمایا کہ کھانا کتنا ہے میں نے ذکر کر دیا اور کہا حضورؐ بس آپ کے لئے کھانے کا انتظام کیا ہے۔ آپؐ نے وہاں موجود سب لوگوں سے فرمایا اے اہل خندق! جابرؓ نے ہمارے لئے دعوت کا انتظام کیا ہے چلو چلیں۔ لشکر کے سارے لوگ جو ایک ہزار کے قریب تھے کھانے کے لئے چل پڑے۔ جابرؓ کہتے ہیں کہ میں حیران و پریشان اور سخت نادم تھا کہ ایک ہزار کا لشکر اور چھوٹا سا بکروٹا۔ بنے گا کیا؟ کہتے ہیں کہ میں نے گھر جا کر اطلاع کی تو بیوی سخت ناراض ہوئی اور کہا کہ حضورؐ نے تم سے کھانے کا پوچھ لیا تھا کہ کتنا ہے انہوں نے بتایا کہ حضورؐ کا فرمان ہے کہ ''روٹی تنور سے شروع نہ کرنا نہ ہی ہنڈیا کو چولہے سے اتارنا اور ہمارے آنے کا انتظار کرنا'' جابرؓ نے بیوی کو بتایا کہ حضورؐ پورے لشکر کے ساتھ تشریف لے آئے ہیں حضورؐ نے صحابہ سے فرمایا آرام سے داخل ہو۔ ادھر روٹی بننی شروع ہوگئی تو حضورؐ خود ہاتھ سے روٹی توڑ کر اوپر گوشت رکھ کر صحابہ کو دیتے پھر ہنڈیا ڈھانک دیتے۔ ہنڈیا مسلسل ابل رہی تھی اور آٹے سے مسلسل روٹی پک رہی تھی۔

سب اصحاب نے کھانا کھایا بلکہ بعد میں کھانا بچ بھی رہا اور آنحضور ﷺ نے جابرؓ کی اہلیہ سے فرمایا کہ یہ برکت والا کھانا ہے۔ مدینہ میں لوگوں کو بہت فاقہ پہنچا ہے، بھوک سے اُن کا بُرا حال ہے، اس لئے باقی کھانا مدینہ کے لوگوں میں تقسیم کر دو تا کہ ان کی بھوک دور ہو۔ (8)

حضورؐ کے زیر تربیت رہ کر حضرت جابرؓ آپؐ کے قریبی با اعتماد ساتھی بن گئے۔ غزوۂ بنو مصطلق کے موقع پر جب لشکر روانہ ہونے لگا تو آنحضرت ﷺ اونٹ پر سوار تھے مگر حضرت جابرؓ کو کسی کام کے لئے بھیجا ہوا تھا۔ آپ ان کا انتظار فرماتے رہے اور لشکر روانہ نہیں ہوا جب تک حضرت جابرؓ کا وہ خصوصی مہم سر کر کے واپس آ نہیں گئے۔

غزوۂ ذات الرقاع میں بھی حضرت جابرؓ شریک تھے۔ اس سفر میں مسلمانوں کو صلوٰۃ الخوف پڑھنے کی بھی نوبت آئی۔ چنانچہ حضرت جابرؓ نمازِ خوف پڑھنے کے طریقے بھی بیان کیا کرتے تھے۔

حضورؐ سے اونٹ کا سودا اور قبولیت دعا

اس سفر سے واپسی کے موقع پر حضورؐ کی محبت اور شفقت کا ایک اور بہت ہی عجیب واقعہ حضرت جابرؓ کے ساتھ گزرا جسے حضرت جابرؓ ایک خاص محبت بھرے انداز سے یوں بیان کیا کرتے تھے کہ ''غزوہ ذات الرقاع سے واپسی پر میرا سواری کا اُونٹ جو پانی ڈھونے والا تھا اَڑ گیا اور دیگر سواریوں کا ساتھ دینے سے رک گیا ایسا اَڑیل ہوا کہ اپنی جگہ سے ہلتا نہیں تھا۔ حضرت جابرؓ کہتے کہ میں دل ہی دل میں سخت اظہار افسوس اور ندامت کر رہا تھا اور میرے منہ سے یہ فقرہ نکل گیا کہ وائے افسوس! ایسی سواری ملی ہے کہ میں لشکر میں سب سے پیچھے رہ گیا ہوں اور نہیں معلوم کہ اب یہ اونٹ چلتا بھی ہے کہ نہیں چلتا اور میرا کیا بنے گا، لوگوں سے پیچھے رہ جاؤں گا۔ آنحضرت ﷺ جو پیچھے تشریف لا رہے تھے، آپ نے جابرؓ کے افسوس بھرے کلمات سن لیے اور محبت سے فرمایا جابرؓ کیا بات ہے؟ کیا اظہار افسوس کر رہے تھے، جابرؓ کہتے ہیں کہ میں نے تو اپنی ایک خاص کیفیت میں وہ فقرے کہے تھے، جو مجھے لفظاً یاد بھی نہ رہے تھے۔ میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ! میرے اونٹ کا یہ حال ہے اور اس کی وجہ سے پریشان ہو کر میں اظہار افسوس کر رہا تھا۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اچھا! اُونٹ کو روک کر بٹھاؤ اور درخت سے اس کیلئے ایک چھڑی بناؤ۔ پھر حضورؐ نے وہ چھڑی ہاتھ میں لی، جابرؓ کو اُونٹ پر سوار کروا کے فرمایا کہ اب اس کی مُہار کو مضبوطی سے تھام لو، جابرؓ بڑی مضبوطی سے اس پر جم کر بیٹھ گئے اور آنحضرت ﷺ نے پیچھے سے اُونٹ کو چھڑی سے ہانکنا شروع کیا، پہلے تو اُونٹ نے اَڑی کی اور اپنی جگہ پر یوں زور سے کودا کہ جابرؓ بیان کرتے ہیں کہ اگر میں اُونٹ کے ساتھ چمٹ نہ گیا ہوتا تو لازماً اس سے نیچے گر پڑتا لیکن اس کے بعد تو اُونٹ کے اندر ایسی تیزی آئی اور وہ ایسا دوڑا کہ سب سے آگے وہ بھاگتا تھا جبکہ باقی سواریاں پیچھے رہنے لگیں اور یہ حضورؐ کی توجہ اور دعا کا کمال تھا۔''

اب آنحضرت ﷺ نے جابرؓ کے ساتھ ایک اور دل لگی کی۔ آپؐ اپنے اس خادم کے ساتھ محبت و پیار کا اظہار بھی کرنا چاہتے تھے۔ اُسے کچھ انعام و اکرام سے بھی نوازنا چاہتے تھے۔ مگر جانتے تھے کہ جابرؓ رئیس کا بیٹا اور بڑا غیور ہے یوں کچھ قبول کرنا اور لینا اس کی عزت نفس کے خلاف اور اس پر بوجھ ہوگا۔ جابرؓ نے اس موقع پر یہ ذکر بھی کیا یا رسول اللہؐ میری نئی نئی شادی ہوئی ہے اجازت ہو تو میں قافلے

سے آگے بڑھ کر پہلے مدینہ پہنچ جاؤں حضورؐ پہلے تو شفقت بھری باتیں کرنے لگے پھر فرمایا کہو شادی کہاں کی ہے۔ کنواری سے کی ہے یا بیوہ سے؟ حضرت جابرؓ نے بتایا کہ بیوہ سے شادی کی ہے آپؐ نے انہیں چھیڑتے ہوئے فرمایا ہاں تمہیں کنواری عورتوں سے کیا غرض؟ پھر فرمایا میاں! تم اس نوعمری میں کنواری لڑکی سے شادی کرتے ایک دوسرے سے ہنس کھیل بیٹھتے۔ بیوہ سے کیوں شادی کر لی؟ حضرت جابرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہؐ! میرے گھر میں نو بہنیں بھی تھیں جن کی کفالت میرے سپرد ہے میں نے سوچا اگر ان جیسی ایک اور ناتجربہ کار لڑکی بیاہ کر لے آؤں گا تو اور مشکل میں نہ پڑ جاؤں اس لئے ایک تجربہ کار عورت کو لے آیا ہوں جو اُن کا خیال رکھے گی کنگھی پٹی کرے گی اور میرا گھر بھی سنبھالے گی۔ حضورؐ نے فرمایا ''اچھا اللہ تعالیٰ اس میں برکت ڈالے'' اب آنحضورﷺ نے غیور حضرت جابرؓ کی مدد کسی تحفہ کی صورت میں کرنا چاہی۔ پیار و محبت بھری باتیں کرتے ہوئے فرمایا جابر اچھا بتاؤ یہ اونٹ جو اڑیل سا ہے، چلتا بھی نہیں مجھے بیچتے ہو۔ جابرؓ کہتے ہیں جب وہ اونٹ رک گیا تھا تو میں نے اس سے تنگ آ کر یہاں تک سوچا تھا کہ اس اونٹ کو یہیں چھوڑے جاتا ہوں پھر جب وہ کچھ چلنے لگا تو میں نے کہا کہ چلو اب تو اس کو لے کر جانا ہی ہوگا۔ اب حضورؐ نے فروخت کرنے کا پوچھا تو میں نے کہا یا رسول اللہؐ میں اس کو بیچ ہی دیتا ہوں فرمایا ''کتنے میں بیچو گے؟'' پھر خود ہی دل لگی کرتے ہوئے فرمانے لگے ایک درہم میں بیچتے ہو؟ حضرت جابرؓ نے کہا کہ حضور صرف ایک درہم؟ (اس زمانے میں اونٹ مہنگے ہوتے تھے اور درہم ایک روپیہ ہی تھا) جابرؓ نے کہا نہیں ایک درہم تو کچھ بھی نہ ہوا۔ آپؐ نے فرمایا ''یہ اونٹ چلتا تو تھا نہیں ایک درہم ہی کافی ہے'' پھر فرمایا ''چلو دو درہم ہی لے لو۔'' ''اچھا تین درہم لے لو۔'' یوں اپنے اس صحابی سے محبت پیار بھرے انداز میں دل لگی کرتے کرتے کہا اچھا تم ہی بتاؤ کیا لو گے؟ تو جابرؓ نے کہا کہ میں تو کم از کم اس کا ایک اوقیہ یعنی چالیس درہم لوں گا فرمانے لگے لو ''ایک اوقیہ! اس اونٹ کی قیمت ایک اوقیہ؟'' یہ بھی کوئی اونٹ ہے چلتا تھا نہیں۔ ہے بھی پانی ڈھونے والا جانور! اور قیمت پوچھو تو ایک اوقیہ! پھر فرمانے لگے اچھا اب تم نے مانگا ہے تو ایک اوقیہ ہی سہی۔ میں یہ قیمت دے دوں گا۔ حضرت جابرؓ کہتے ہیں کہ میں بہت خوش ہوا۔ اونٹ سے اتر آیا اور اس کی مہار حضورؐ کو تھما دی کہ لیجئے اب یہ آپ کا ہوا۔ آپؐ نے فرمایا! نہیں نہیں تم اس پر سوار ہو کر مدینہ تک جا

سکتے ہو بے شک وہاں پہنچ کر یہ میرے حوالے کر دینا۔

حضرت جابرؓ کہتے ہیں کہ صرار مقام پر میں نے حضورؐ سے لشکر سے قبل مدینہ چلے جانے کی اجازت چاہی تو فرمایا کہ رات تک انتظار کرلو تا کہ عورتیں گھروں میں تیاری کرلیں۔ نیز آپؐ نے جابرؓ کو اولاد کے حصول کی سعی کے لئے کمال حکمت سے توجہ دلائی۔ جابرؓ کہتے ہیں کہ میں مدینہ پہنچا تو اپنے ماموں کو بتایا کہ میرا اونٹ اڑیل ہو گیا تھا لہٰذا اسے بیچ دیا۔ چونکہ وہ گھر کا پانی ڈھونے والا اونٹ تھا اسلئے ماموں بھی ناراض ہوئے۔ مدینہ پہنچ کر میں نے کہا کہ اچھا اب یہ اونٹ بھی حضورؐ کے حوالے کرنا ہے میں مسجد نبوی گیا۔ جب جابرؓ وہ اونٹ لے کر مسجد نبوی پہنچے تو آپؐ نے فرمایا ''اے جابرؓ تم نے سفر سے آ کر دو رکعت نفل پڑھے ہیں یہ حضورؐ کی سنت تھی۔ جابرؓ کو بھی اس کی نصیحت کی۔ چنانچہ انہوں نے دو رکعتیں ادا کیں۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے اپنے خزانچی بلالؓ کو بلا کر فرمایا ایک اوقیہ کی رقم میں نے جابرؓ کو دینی ہے وہ اسے ادا کر دو۔ اور ایک اوقیہ سے زائد اس کو وزن کر دینا اور خود حضورؐ اونٹ کے ارد گرد چکر لگانے لگے اسے دیکھ کر فرماتے ''واہ بھئی واہ! کیا عمدہ اونٹ ہم نے جابرؓ سے خریدا ہے۔ خوب! عمدہ اونٹ ہے۔ بہت ہی اچھا بھئی! کیا خوب اونٹ ہے جو ہم نے صرف ایک اوقیہ میں جابرؓ سے خرید لیا۔''

جابرؓ کہتے ہیں کہ میں بلالؓ کے ساتھ گیا انہوں نے مجھے نہ صرف ایک اوقیہ دیا بلکہ حضورؐ کے ارشاد کے مطابق ایک قیراط زائد بھی دے دیا۔ میں نے دل میں سوچا کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے جو زائد قیراط دیا ہے اس کو کبھی خرچ نہیں کروں گا۔ اسے میں بچا کے رکھتا رہا اور ایک زمانے تک اس کو سنبھال کے اس کی بہت برکتیں بھی حاصل کیں۔ بعد میں واقعہ حرّہ 64ھ میں مدینہ پر حملہ کے دوران وہ قیراط کہیں ضائع ہو گیا۔ گویا جابرؓ نے قریباً نصف صدی سے زائد عرصہ وہ قیراط سنبھال کے رکھا۔ جب میں نے حضورؐ کے پاس آ کر عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ اب یہ آپ کا اونٹ ہے اور رقم میں نے بلالؓ سے وصول پالی ہے۔ یہ کہہ کر میں جانے لگا تو آنحضورؐ نے مجھے آواز دیکر واپس بلایا ''ادھر آؤ'' مجھے ڈر لگا کہ کہیں یہ اب اپنا سودا واپس تو نہیں کرنے لگے۔ آپؐ نے مجھے بلا کر کہا کہ جابرؓ! میں ایسا ہرگز نہیں ہوں کہ تمہارے اونٹ پر قبضہ کرلوں۔ جاؤ اپنا اونٹ بھی لے جاؤ اور قیمت بھی لے جاؤ۔ یہ دونوں چیزیں تمہاری ہوئیں ہماری طرف سے تحفہ! اور اس غزوہ میں باقی لوگوں کے ساتھ جابرؓ کا مال غنیمت میں

جو حصہ بنتا تھا وہ انہیں الگ عطا فرمایا۔ کہتے ہیں کہ میں حضورؐ کی شفقتوں پر حیران اور خوشی سے پھولے نہ سماتا تھا۔ راستہ میں مجھے ایک یہودی ملا۔ میں نے اس یہودی کو خوشی میں یہ سارا قصہ کہہ سنایا کہ میرے ساتھ خوب ہوئی۔ آنحضورﷺ کو اونٹ بیچا تھا آپؐ نے پیسے بھی واپس کر دیے اور اونٹ بھی۔ وہ یہودی مجھے تعجب اور حیرت سے کہتا تھا کہ اچھا واقعی یہ اونٹ تم سے خریدا تھا پھر اونٹ بھی تمہارے حوالے کر دیا ہے اور قیمت بھی واپس کر دی۔(9)

حضرت جابرؓ بیان کرتے تھے کہ یہی شفقتیں عمر بھر میں نے آنحضرتﷺ سے دیکھی ہیں۔ اسی اونٹ کے واقعہ والی رات آنحضورﷺ نے پچیس مرتبہ میرے لیے استغفار کیا اور اللہ سے بخشش چاہی(10)

حضرت جابرؓ نے 94 سال لمبی عمر پائی۔ خلافت راشدہ کا زمانہ بلکہ بعد میں ان امراء کا زمانہ بھی دیکھا جس کے بارے میں حضورؐ نے فرمایا تھا کہ ''ظالم اور جابر حاکم ہوں گے۔'' بلکہ حکومتی جبر وتشدد کا کچھ سامنا بھی آپ کو کرنا پڑا لیکن نہایت صبر اور استقامت کے ساتھ وہ زمانہ بھی گزار دیا۔

ان کی مہمان نواز بیوی (جن کا ذکر ہو چکا ہے۔) سہیلہ بنت مسعودؓ تھیں۔ ان سے کوئی اولاد نہیں ہوئی۔ دوسری اہلیہ ام حارث حضرت محمد بن مسلمہؓ انصاری قبیلہ اوس کے معزز رئیس کی بیٹی تھیں۔ ان سے اولاد عطا ہوئی۔ حضرت جابرؓ نے آنحضرتﷺ سے کثرت سے احادیث سنیں بلکہ جوانی کا زمانہ زیادہ تر آپؐ کی شفقتوں اور محبتوں کے زیر سایہ سفر وحضر میں گزارا۔ چنانچہ حضرت جابرؓ کی روایات کی تعداد پانچ سو سے بھی زائد ہے۔ آنحضرتﷺ کی احادیث سننے کا اور علم حاصل کرنے کا شوق بھی خوب تھا۔

چنانچہ آپؐ نے ملک شام اور مصر کے بعض طویل سفر محض حصول علم کی خاطر کیے اور وہاں جا کر احادیث سن کر پھر آگے بیان کیں۔ مسجد نبوی میں آپ کا حلقہ درس تھا جس میں لوگ آپ سے علم حدیث حاصل کرتے۔(11) آنحضرتﷺ کے احسانوں اور شفقتوں کا یہ عالم تھا کہ جابرؓ ایک دفعہ بیمار ہوئے آنحضورﷺ ان کی بیمار پرسی کے لئے تشریف لے گئے۔ جابرؓ نے عرض کیا یا رسولؐ اللہ میری اولاد کوئی نہیں صرف بہنیں ہیں۔ میں کلالہ کی حالت میں مر رہا ہوں اور وصیت کرنا چاہتا ہوں

کہ میری بہنوں کو یہ دو تہائی مال مل جائے۔ معلوم ہوتا ہے آنحضرتؐ نے اللہ تعالیٰ کے حضور دعا کے بعد اطلاع پا کر فرمایا جابرؓ! میں اللہ تعالیٰ سے امید رکھتا ہوں کہ اس بیماری میں تمہاری موت نہیں ہو گی۔ لیکن یوں تم اپنی بہنوں کے لئے اگر وصیت کرنا چاہتے ہو تو کر سکتے ہو۔ اور پھر جابرؓ نے وہ وصیت کر دی۔

عطائے رسول ﷺ

حضرت جابرؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک موقعہ پر حضورؐ نے مجھے مال دینے کا وعدہ فرمایا کہ اے جابر بحرین کی طرف سے بہت مال آئے گا اور پھر میں تمہیں اس طرح دوں گا اور حضورؐ نے اپنے دونوں ہاتھ بھر بھر کر اشارہ کیا کہ اس طرح دوں گا۔ اور تین دفعہ آنحضرت ﷺ نے ایسا کیا۔ آپؐ کی زندگی میں تو بحرین کا مال نہیں آیا حضرت ابو بکرؓ کی خلافت میں بحرین فتح ہوا اور اموال آئے تو حضرت ابو بکرؓ نے منادی کرا دی کہ اگر آنحضرت ﷺ کا کسی سے کوئی وعدہ تھا کہ آپؐ انہیں کچھ عطا فرمائیں گے تو وہ آئے اور آج مجھ سے اپنا وعدہ پورا کر لے۔ حضرت جابرؓ حضرت ابو بکرؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور عرض کیا کہ آنحضور ﷺ نے مجھ سے یہ وعدہ فرمایا تھا۔ حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا کہ جتنا مال حضورؐ نے فرمایا تھا اتنا اپنے دونوں ہاتھ بھر بھر کر لے لو۔ حضرت جابرؓ کہتے ہیں کہ میں نے پہلے دونوں ہاتھ بھر کر مال اٹھایا پھر دوسری دفعہ پھر تیسری دفعہ ہاتھ بھر کر لے لئے۔ بعد میں اسے شمار کیا تو یہ ڈیڑھ ہزار درہم کے قریب مال تھا۔ یہ آنحضرت ﷺ کے حضرت جابرؓ کے ساتھ احسانات کا وہ سلسلہ ہے جو حضورؐ کی وفات کے بعد آپ کے خلفاء کے ذریعے بھی جاری رہا۔

روایات حدیث

جابرؓ کی ایک اور روایت قراءت کے متعلق ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم آنحضرت ﷺ سے قرآن سیکھتے تھے۔ اس میں اعرابی بھی تھے اور فصیح و بلیغ عربی بولنے والے بھی آنحضور ﷺ ہم سب سے قرآن سنتے تھے اور ہمیشہ ہمیں سہولت اختیار کرنے کی تعلیم دیا کرتے اگر اعرابی اپنے لہجے میں پڑھ رہے ہوتے تو آپ اپنے خاص انداز میں فرماتے کہ ٹھیک ہے یوں پڑھو آپ قرآن پڑھنے

والوں کی حوصلہ افزائی کرتے اور فرماتے کہ اس طریق سے پڑھنا درست ہے۔ یہ گویا قرآن شریف پڑھنے کی ترغیب اور سہولت کی تعلیم تھی۔

حضرت جابرؓ وتر پڑھنے کے وقت سے متعلق ایک اہم روایت بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ ابوبکرؓ سے آنحضرت ﷺ نے پوچھا کہ آپ وتر رات کے پہلے حصے میں پڑھ لیتے ہو یا آخری حصہ میں حضرت ابوبکرؓ نے بتایا کہ میں تو پہلے حصہ میں پڑھ لیتا ہوں۔ حضرت عمرؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ میں تو آخری حصہ میں پڑھتا ہوں اس پر فرمایا کہ ابوبکرؓ پختہ بات کے عادی ہیں اور حضرت عمرؓ توکّل کرنے والے ہیں۔ یوں دونوں اصحاب کا طریق اپنے اپنے رنگ میں آنحضور ﷺ نے سراہا ہے۔

حضرت جابرؓ کی ایک روایت میں ادائیگی قرض کی تلقین کا ذکر ہے۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک موقع پر ایک صحابی پر دو دینار کا قرض تھا۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا میں تو اس کی نماز جنازہ نہیں پڑھاؤں گا۔ ایک صحابی نے عرض کیا یا رسول اللہؐ میں وہ دینار اپنے ذمہ لیتا ہوں تب آنحضرت ﷺ نے وہ جنازہ پڑھایا۔ بعد میں اگلے دن اس صحابی سے پوچھا کہ وہ جو دو دینار اپنے ذمہ لئے تھے وہ قرض ادا بھی کر دیا کہ نہیں؟ اس سے ادائیگی قرض کی اہمیت کا اندازہ ہوتا ہے۔

حضرت جابرؓ نے دین میں جبر واکراہ کی نفی کے بارے میں بھی ایک بہت عمدہ روایت بیان کی ہے کہ آنحضرت ﷺ فرماتے تھے کہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ جن لوگوں کے ساتھ ہماری جنگ شروع ہو چکی ہے ان سے یہ جنگ اس وقت ختم ہو جائے گی جب وہ کلمہ پڑھ کر لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہہ دیں گے گویا کلمہ پڑھ لینا ہماری تلواروں کو روک دے گا۔ یہ فیصلہ ہمارا کام نہیں کہ وہ کلمہ دل سے پڑھ رہے ہیں یا محض زبان سے بلکہ فرمایا کہ کلمہ پڑھنے کے نتیجے میں ان کے یہ حقوق قائم ہو جائیں گے اور وہ اپنے خون اور اموال ہم سے بچا لیں گے اور پھر ان کا حساب اللہ کے ذمے ہے۔ اللہ کے ساتھ ان کا معاملہ ہے کہ صدق دل سے کلمہ پڑھا ہے یا پھر حضور ﷺ قرآن شریف کی یہ آیت پڑھا کرتے تھے اِنَّمَآ اَنْتَ مُذَكِّرٌ ۝ لَسْتَ عَلَيْهِمْ بِمُصَيْطِرٍ (الغاشیہ:22) کہ مجھے اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہی تعلیم ہے "ہم نے تو نصیحت کرتے چلے جانا ہے، اپنا پیغام پہنچاتے چلے جانا ہے۔ آگے وہ لوگ نصیحت پکڑتے ہیں یا نہیں۔ ہمیں ان پر نگران یا داروغہ بنا کر نہیں بھیجا گیا کہ ان کے دلوں کو چیر

کر دیکھیں کہ آیا انہوں نے دل سے کلمہ پڑھا ہے یا نہیں، بلکہ ان کا یہ کلمہ قبول کر کے تمام اسلامی حقوق ادا کرنے ہیں اور اگر ان سے حالتِ جنگ میں ہوں تو اپنی تلواریں روک کر اُن سے لڑائی ختم کر دینی ہے، کجا یہ کہ کسی کلمہ گو کے ساتھ لڑائی یا جنگ کا سلسلہ شروع کیا جائے۔(12)

حضرت جابرؓ کی دیگر کثیر روایات میں رسول کریمؐ کے ساتھ سفر وحضر کے متعدد واقعات وحالات ہیں۔ آداب معاشرت، بیع وشراء کے آداب اور حضورؐ کی بے تکلف مجالس کے تذکرے! جابرؓ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ حضورؐ نے ایک سفر میں فرمایا کہ کالی کالی پیلوں توڑ کر لاؤ یہ بڑی میٹھی ہوتی ہیں، کہتے ہیں میں نے حضورؐ سے کہا آپؐ کو بھی کیسے یہ پتہ ہے تو حضورؐ نے فرمایا کہ ہاں میں نے بھی جنگل میں بکریاں چرائی ہیں۔ہم نے پوچھا یا رسول اللہؐ آپؐ نے کب بکریاں چرائی تھیں؟ آپؐ نے فرمایا کہ نبی بھی تو چرواہے ہی ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے ہر نبی سے یہ کام کروایا ہے۔گویا جن سے دنیا کی اور لوگوں کی نگرانی کا کام لینا ہوتا ہے اُن سے تجربہ کے طور پر اللہ تعالیٰ یہ کام بھی لے لیتا ہے۔

قیام خلافت کے بارہ میں یہ روایت بھی حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا ''میرے معاً بعد خلفاء ہونگے خلفاء کے بعد امراء اور ان کے بعد بادشاہ اور ان کے بعد جابر اور ظالم حکمران۔ان کے بعد میرے اہل بیت سے ایک شخص ہوگا جو زمین کو عدل سے بھر دے گا۔

آخری عمر میں حضرت جابرؓ نابینا ہو گئے تھے۔94 سال کی عمر میں آپؓ کی وفات ہوئی۔آپؓ مدینہ میں فوت ہونے والے آخری صحابی تھے۔(13) آپ کی زندگی کا خلاصہ دو لفظوں میں عشقِ رسول اور اتباع سنت ہے۔اللہ تعالیٰ ہمیں اس پاکیزہ اسوۃ پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین

حوالہ جات

1- اسد الغابہ جلد 1 ص 256 تا 257

2- ابن سعد جلد 3 ص 563

3- مسلم کتاب الفضائل باب من فضائل عبداللہ بن حرام

4- الطبقات الکبریٰ ابن سعد جلد 3 ص 562

5- ترمذی کتاب المناقب باب مناقب جابر

6- ترمذی کتاب التفسیر سورۃ آل عمران

7- بخاری کتاب البیوع وکتاب الاستقراض

8- بخاری کتاب المغازی باب غزوۃ الخندق

9- بخاری، کتاب البیوع، کتاب الوکالہ، کتاب الاستقراض، کتاب المظالم کتاب الھصبہ، کتاب المغازی، کتاب النکاح، کتاب الطلاق

10- ترمذی کتاب المناقب باب مناقب جابرؓ

11- الاصابہ جز 1 ص 223

12- ترمذی کتاب التفسیر باب من سورۃ الغاشیہ

13- الاصابہ جز 1 ص 223، استیعاب جلد 1 ص 293

حضرت براء بن عازب انصاریؓ

تعارف

حضرت براءؓ بن عازب انصار مدینہ کے قبیلہ اوس کی شاخ بنوسلمہ میں سے تھے۔کنیت ابوعمارہ تھی بعض نے ابوعمرو بھی کنیت بتائی۔ براء کے والد عازبؓ کو بھی صحابیت کا شرف حاصل تھا۔

حضرت براءؓ ہجرت مدینہ کے وقت کم سن بچے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ غزوہ احد میں بوجہ کم سنی شرکت نہ کر سکے۔خود بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کو اور مجھے کم سنی کے باعث بدر میں شرکت کی اجازت نہ ملی تھی اور ہمیں واپس کر دیا گیا۔ پھر احد یا خندق میں اجازت مل گئی تو اس میں شریک ہوئے۔(1)

غزوات میں شرکت

حضرت براءؓ کا بیان ہے کہ رسول کریم ﷺ کے ساتھ چودہ یا پندرہ غزوات میں شرکت کی توفیق ملی۔حضرت براءؓ نے غزوات کے علاوہ رسول اللہ ﷺ کے سفروں میں بھی فیض صحبت سے حصہ پایا۔ وہ بجا طور فخر سے اپنی اس سعادت کا ذکر کرتے تھے کہ مجھے رسول کریم ﷺ کے ساتھ اٹھارہ سفروں میں شریک ہونے کا موقع ملا۔(2)

حضرت براءؓ نے صلح حدیبیہ اور بیعت رضوان میں بھی شرکت کی سعادت پائی۔وہ سفر حدیبیہ کا یہ تاریخی واقعہ بھی بیان کیا کرتے تھے کہ میدان حدیبیہ میں رسول اللہ ﷺ کا پڑاؤ تھا۔مسلمانوں کے پاس پانی ختم ہو گیا۔ نبی کریم ﷺ نے ایک تیر دیکر انہیں حدیبیہ کے خشک کنوئیں کی طرف بھجوایا کہ اس میں ڈال دیں۔ پھر رسول اللہ ﷺ کی دعا کی برکت سے اس تیر کو کنوئیں میں ڈالنے سے پانی جوش مار کر نکلنے لگا۔بعض دوسری روایات میں تیر لے کر کنوئیں میں اترنے والے کا نام ابن جندب بھی بیان ہوا ہے۔

حضرت براءؓ بن عازب کو حضرت عمرؓ کے زمانہ میں مختلف مہمات میں کامیاب شرکت کی توفیق ملی۔24ھ میں فتح رَے کی سعادت عطا ہوئی۔(3)

ایرانیوں کے ساتھ جنگ تستر میں حضرت براءؓ کو شریک ہونے کا موقع ملا۔حضرت علیؓ کے ساتھ جنگ جمل صفین اور نہروان میں شریک ہو کر خوارج کے خلاف قتال کیا۔(4)

خشیت اور انکسار

حضرت براءؓ آنحضرت ﷺ کے فیض صحبت سے تربیت یافتہ تھے۔بعد کے زمانہ میں ایک دفعہ حضرت مسیّبؓ ان سے ملے اور کہا مبارک ہو۔آپؓ نے رسول کریم ﷺ کی صحبت ورفاقت پائی پھر حدیبیہ کے تاریخی موقع پر بیعت رضوان کی توفیق ملی۔حضرت براءؓ نے سن کر جواب دیا اے میرے بھتیجے! تمہیں کیا پتہ اس کے بعد ہم نے کتنی نئی باتیں پیدا کر لی ہیں۔(5)

حضرت براءؓ اپنے والد، حضرت ابوبکرؓ وعمرؓ اور دیگر بزرگ صحابہ کے واسطے سے احادیث روایت کرتے تھے اور کسی اظہار فخر کی بجائے نہایت عاجزی سے کہا کرتے کہ ''جتنی احادیث ہم تمہارے پاس بیان کرتے ہیں یہ سب ہم نے خود رسول اللہ ﷺ سے نہیں سنیں ہم تو اونٹوں وغیرہ کے چرانے میں مصروف رہتے تھے۔یہ احادیث ہم نے بزرگ صحابہ سے سنیں اور بیان کرتے ہیں۔(6)

غیرت و عشق رسول ﷺ

حضرت براءؓ بن عازب رسول اللہ ﷺ کے عاشق صادق تھے اور آپؐ کیلئے سچی غیرت رکھتے تھے رسول اللہ ﷺ کی مدینہ تشریف آوری کا ذکر کرتے ہوئے بتاتے تھے کہ اس روز مدینہ کے لوگ اتنے خوش تھے کہ اس سے پہلے کبھی اتنے خوش نہ ہوئے تھے۔بچے بھی کہتے پھرتے تھے رسول اللہ ﷺ آگئے۔رسول اللہ ﷺ آگئے۔(7)

نبی کریم ﷺ کا حلیہ کمال محبت میں ڈوب کر بیان کرتے اور کہتے ''رسول اللہ ﷺ کا درمیانہ قد تھا۔سینہ چوڑا، سیاہ بال کانوں کی لو تک تھے۔ایک دفعہ آپؐ نے سرخ پوشاک زیب تن فرمائی تو اتنے حسین لگے کہ کبھی میں نے رسولؐ اللہ سے خوبصورت کوئی شخص نہیں دیکھا۔''(8)

ذوق بہت لطیف تھا ایک دفعہ کسی نے حضرت براءؓ سے پوچھا کہ ''کیا رسول اللہ ﷺ کا چہرہ تلوار کی دھار کی طرح چمکدار تھا۔کہنے لگے نہیں بلکہ چاند کی طرح روشن تھا۔''(9)

ایک دفعہ کسی نے پوچھا ''اے براءؓ کیا غزوہ حنین میں تم لوگ رسول اللہ ﷺ کو چھوڑ کر بھاگ گئے تھے۔'' انہوں نے بڑی غیرت سے جواب دیا ''مگر رسول اللہؐ کے قدم پسپا نہیں ہوئے۔ ہوازن کے تیراندازوں کے اچانک حملہ اور تیروں کی بوچھاڑ سے ہم پیچھے ہٹے مگر رسول اللہؐ سفید خچر پر سوار یہ نعرہ لگاتے آگے بڑھتے رہے کہ میں نبی ہوں یہ جھوٹ نہیں اور میں عبدالمطلب کا بیٹا ہوں۔''(10)

حضرت براءؓ کو قرآن سے بھی بہت محبت تھی اور رسول کریم ﷺ کی یہ حدیث سنایا کرتے تھے کہ آپؐ نے فرمایا کہ ''قرآن کو اپنی آوازوں سے زینت دو اور سنوار کر پڑھو۔''(11)

حسن تلاوت کا عمدہ ذوق پایا تھا۔ بیان کرتے تھے کہ میں نے عشاء کی نماز میں نبی کریم ﷺ کو سورۃ التین پڑھتے سنا، اور رسول کریم ﷺ کی تلاوت سے بہتر کوئی آواز میں نے نہیں سنی۔(12)

حضرت براءؓ اللہ، رسول اور قرآن سے محبت کے ساتھ حقوق العباد کا بھی خیال رکھتے تھے۔ بیان کرتے تھے کہ رسول کریم ﷺ نے ہمیں سات باتوں کا حکم دیا تھا۔

عیادت مریض، جنازے کے ساتھ جانا، چھینک کا جواب دینا، سلام کا جواب دینا، کسی کی قسم پوری کرنا، دعوت قبول کرنا، مظلوم کی امداد کرنا

اس طرح سات باتوں کی ممانعت کا بھی ذکر کرتے تھے جسمیں سونا چاندی اور ریشم کی پانچ اقسام شامل ہیں۔

حضرت براءؓ نے دینی مسائل خوب سمجھ کر بیان کئے، مثلاً قربانی کے بارہ میں بتاتے تھے کہ رسول کریم ﷺ نے چار قسم کے جانوروں کی قربانی کو جائز نہیں فرمایا۔ جس کی آنکھ ضائع ہو چکی ہو، جو لنگڑی ہو، واضح بیمار ہو، لاغر دبلی پتلی جس کی ہڈی میں گودا نہ ہو۔(13)

آخری عمر میں کوفہ میں گھر بنایا اور یہیں آباد ہوئے حضرت مصعبؓ بن عمیر کی امارت کے زمانہ میں کوفہ میں ہی 72ھ میں وفات پائی۔(14)

حوالہ جات

1- اسد الغابہ جلد 1 ص 172، اصابہ جز 1 ص 147
2- اصابہ جز 1 ص 172
3- اسد الغابہ جلد 1 ص 171، 172
4- اصابہ جز 1 ص 147، استیعاب جلد 1 ص 240
5- بخاری کتاب المغازی باب غزوۃ الحدیبیہ
6- مسند احمد جلد 4 ص 283
7- مسند احمد جلد 4 ص 284
8- مسند احمد جلد 4 ص 281، 390
9- مسند احمد جلد 4 ص 281
10- مسند احمد جلد 4 ص 284
11- مسند احمد جلد 4 ص 283
12- مسند احمد جلد 4 ص 302
13- ابن حبّان جلد 2 ص 81
14- اصابہ جز 1 ص 147

حضرت براء بن مالک انصاریؓ

خاندانی تعارف

حضرت براءؓ کے والد مالک بن نضرؓ تھے جو حضرت ام سلیمؓ کے شوہر اور حضرت انس بن نضرؓ شہید احد کے بھائی تھے۔ جو اپنی بیوی ام سلیمؓ کے قبول اسلام پر ناراض ہو کر شام چلے گئے۔ براءؓ کی والدہ بعض روایات کے مطابق تو ام سلیمؓ ہی تھیں۔ اس لحاظ سے وہ انس بن مالک کے سگے بھائی تھے بعض دیگر روایات کے مطابق براءؓ انسؓ کے والد کی طرف سے بھائی تھے اور ان کی والدہ سحماء تھیں۔(1)

انس بن نضر شہید احد کے یہ بھتیجے، خوش آواز تھے۔ وہ رسول اللہ ﷺ کے مردوں کے قافلہ کے حدی خواں ہوتے تھے، عورتوں کے حدی خواں انجشہ تھے۔(2)

شجاعت

حضرت براءؓ نے احد، خندق وغیرہ میں تمام غزوات میں شرکت کی۔ صرف بدر میں شامل نہ ہو سکے تھے۔ نہایت بہادر، شجاع اور نڈر تھے۔ حضرت عمرؓ فرماتے تھے کہ براءؓ کو مسلمانوں کے کسی لشکر کی قیادت نہ دینا کیونکہ یہ دشمن پر ہلاکت بن کر ٹوٹ پڑتے ہیں۔(3)

ایران کے ساتھ جنگ خصوصاً فتح تستر میں یہ بات بڑی شان سے پوری ہوئی۔ مسیلمہ کذاب کے ساتھ ہونے والی جنگ یمامہ میں بھی ان کی بہادری کے زبردست کارنامے مشہور ہوئے۔

حضرت ابوبکرؓ کے زمانہ میں مسیلمہ کذاب کا خروج ہوا۔ وہ بنو حنیفہ کے چالیس ہزار مسلح لوگوں کے ساتھ مسلمانوں کے مقابل آیا۔ مسیلمہ نے محض دعویٰ نبوت ہی نہیں کیا تھا بلکہ نئی شریعت ایجاد کر کے حرام کو حلال کیا، بعض نمازیں معاف کر کے زکوۃ سے انکار اور اسلام سے بغاوت کا اعلان کر کے امن و امان کا مسئلہ پیدا کر رہا تھا۔ اس بناء پر حضرت ابوبکرؓ نے اس بغاوت کی سرکوبی ضروری سمجھی۔

حضرت ابوبکرؓ نے حضرت خالدؓ بن ولید کی سربراہی میں لشکر بھیجا اس میں حضرت براءؓ بھی تھے۔ جنہوں نے حضرت خالدؓ کے دست راست بن کر خدمات انجام دیں۔

ایک موقع پر حضرت خالدؓ بن ولید نے براءؓ کی بہادری کی حوصلہ افزائی کرتے ہوئے ان سے کہا کہ آپ لوگوں کو مقابلہ کیلئے تیار کریں چنانچہ وہ گھوڑے پر سوار ہوئے اور اس طرح خطاب کیا۔

یَااَھْلَ الْمَدِیْنَۃِ لَا مَدِیْنَۃَ لَکُمُ الْیَوْمَ ۔اے مدینہ والو! آج مدینہ کا خیال چھوڑ دو بس یہ یاد رکھو کہ اللہ ایک ہے اور اس کی خاطر جان قربان کرنے کے عوض جنت تمہاری منتظر ہے۔

اس پر جوش تقریر کے بعد صحابہ نے مل کر ایسا حملہ کیا کہ اہل یمامہ پسپا ہونے لگے اور پھر ایک قلعہ نما باغ میں محصور ہو گئے۔ حضرت براءؓ نے اپنے دستہ سے کہا کہ ''مجھے اٹھا کر قلعے کے اندر پھینکو میں تن تنہا اندر جا کر دشمن سے جنگ کروں گا اور قلعہ کا دروازہ کھلوا کے دم لوں گا۔'' اور پھر براءؓ کو اٹھا کر باغ کی دیوار پر چڑھایا گیا۔ وہ چھلانگ لگا کر اندر اترے اور واقعی موت بن کر دشمن پر جھپٹے۔ انہوں نے قلعہ کا دروازہ کھولنے کیلئے سر دھڑ کی بازی لگا دی۔ اس دوران انہیں نیزوں، تیروں اور تلواروں کے اسّی سے زیادہ زخم آئے کہ سب دشمنوں کا نشانہ براءؓ کی ذات تھی۔ مگر بالآخر بہادر براءؓ نے قلعہ کا دروازہ کھلوا کے چھوڑا۔

اس دوران براءؓ کا مقابلہ یمامہ کے سردار محکم سے ہوا جو بہت بہادر سورما شمار ہوتا تھا۔ حضرت براءؓ خود بیان کرتے تھے کہ ''وہ ایک بھاری بھرکم پہلوان تھا، جسے حمار الیمامہ یعنی یمامہ کا گدھا بھی کہتے تھے۔ اس کے ہاتھ میں سفید تلوار تھی۔ میں نے اس کی ٹانگوں پر حملہ کیا۔ مگر میرا وار خطا گیا البتہ اس صدمہ سے وہ اپنا توازن برقرار نہ رکھ سکا اور گدی کے بل گرا۔ میں نے اپنی تلوار میان میں ڈال لی اس کی تلوار لے کر پے در پے اس پر وار کئے یہاں تک کہ اسے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا۔'' اس دوران براءؓ خود بھی زخمی ہو گئے۔ انہیں تلواروں اور نیزوں کے اسّی سے زیادہ زخم آئے۔ حضرت خالدؓ بن ولید نے یہاں ایک مہینہ پڑاؤ کیا یہاں تک کہ براءؓ کے زخم اچھے ہو گئے۔(4)

بہادرانہ کارنامے

حضرت انسؓ حضرت براءؓ کی بہادری کا یہ واقعہ بیان کرتے ہیں کہ ''عراق میں دشمن کے قلعوں میں سے کسی کا محاصرہ تھا۔ دشمن نے محاصرین کو خوفزدہ کر کے بھگانے کی ایک عجیب ترکیب ڈھونڈھ نکالی۔ انہوں نے لوہے کی زنجیروں کے ساتھ کنڈیاں اور نوچنے والی ہکیں لگا کر ان کو آگ میں دھکا

کر مسلمانوں کے لشکر پر پھینک کر ان کا کوئی نہ کوئی آدمی اچک لیتے۔ایک ایسے ہی حملہ میں لوہے کی کنڈیاں حضرت انسؓ بن مالک کے کپڑوں میں پھنس گئیں۔دشمن نے کھینچ کر انہیں زمین سے اٹھالیا قریب تھا کہ وہ انہیں دیوار سے پرے کھینچ لیتے۔کسی نے براءؓ کو اطلاع کی کہ اپنے بھائی کی خبر لو۔وہ دوڑے آئے۔دیوار سے لٹک کر اس گرم زنجیر کو پکڑ لیا جو سخت گرم تھی اور کھینچے جانے کی وجہ سے ان کے ہاتھ زخمی کر رہی تھی حتیٰ کہ ان کے ہاتھوں کے جلنے سے دھواں اٹھنے لگا۔مگر براءؓ نے اسے نہیں چھوڑا یہاں تک کہ اس زنجیر کو کاٹ کر دم لیا۔پھر جو دیکھا تو ہاتھوں کی ہڈیاں نکل آئیں تھیں اور سارا گوشت جل کر اڑ گیا تھا۔مگر اللہ تعالیٰ نے آپ کے بھائی خادم رسولؐ حضرت انسؓ کو آپ کے ذریعہ دشمن سے نجات دی۔(5)

حضرت براءؓ کی غیر معمولی شجاعت اور دلیری کا اندازہ انکے آخری عمر کے اس واقعہ سے خوب ہوتا ہے۔جو ان کے بھائی حضرت انسؓ کا بیان کردہ ہے۔ان کا سچا جذبہ شہادت بھی اس سے خوب ظاہر ہوتا ہے۔وہ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ میں ان کے ہاں ملاقات کیلئے گیا تو وہ پشت کے بل لیٹے کچھ شعر گنگنا رہے تھے۔(غالباً ان میں خواہشِ شہادت اور اس سے محرومی کا ذکر ہوگا جیسا کہ اگلی گفتگو سے ظاہر ہے) حضرت انسؓ نے میدان جہاد کے کارناموں کی یاد تازہ کرواتے ہوئے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس خواہش سے بڑھ کر عطا کیا ہے جس پر آپ کو مطمئن ہونا چاہیے۔انہوں نے کہا آپ کا کیا خیال ہے کہ مجھے بستر پر موت آئے گی۔خدا کی قسم ایسا ہرگز نہ ہوگا اللہ تعالیٰ مجھے شہادت سے ہرگز محروم نہیں رکھے گا اور جہاں تک بہادری کا سوال ہے میں تن تنہا میدان جہاد میں دعوت مبارزت دے کر ایک سو مد مقابل ہلاک کر چکا ہوں اور دوسروں کے ساتھ ملکر میدان جہاد میں جو مارے وہ اس کے علاوہ ہیں۔گویا میں موت سے نہیں ڈرتا اور ایک روز میری شہادت کی آرزو ضرور بر آئے گی۔(6)

شوق شہادت

کتنے سچے تھے حضرت براءؓ اپنی آرزوئے شہادت میں بلاشبہ وہ انہیں میں سے تھے جن کے بارہ میں قرآن شریف میں یہ تعریفی ذکر ہے۔فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَّنْ

يَّنْتَظِرُ ۔(الاحزاب:24) کہ ان میں سے کچھ تو اپنی خواہش پوری کر چکے ہیں اور کچھ ہیں جو انتظار کررہے ہیں۔ براءؓ نے شہادت کیلئے ایک زمانہ انتظار کیا۔ یہاں تک کہ حضرت عمرؓ کے زمانہ میں ایران سے جنگ شروع ہوئی۔

اس کے علاوہ ان کی بہادری کے کئی واقعات ہیں۔10ھ میں ایرانی حاکم مکعبر فارسی جو کسریٰ کا والی تھا قلعہ بند ہوگیا۔حضرت علاءؓحضرمی حاکم بحرین نے حضرت ابوبکرؓ کے زمانہ میں کوشش کی مگر اسے فتح نہ کرسکے پھر حضرت عمرؓ کے زمانہ میں فتح کیا۔مکعبر مارا گیا۔وہ لوگوں کے ہاتھ کاٹا کرتا تھا اسی وجہ سے مکعبر نام پڑا۔حضرت براءؓ بن مالک وہ بہادر صحابی تھے جنہوں نے جنگ میں اس کو ہلاک کیا۔(7)

اس دور کا مشہور معرکہ قلعہ تستر کی فتح ہے جس میں حضرت براءؓ نے ایرانیوں کے بہت بڑے جرنیل سے مقابلہ کرکے ہلاک کیا اور اس کے اسلحہ پر قبضہ کرلیا۔بالآخر ایرانیوں کو اس معرکہ میں شکست اٹھانی پڑی۔

مغربی ایران میں تستر خوزستان کا شہر تھا حضرت عمرؓ کی طرف سے اس طرف حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ مقابلہ کیلئے بھجوائے گئے۔کیونکہ یہاں ایرانی فوج بڑی تیاری کے ساتھ جمع ہوچکی تھی۔ان کے لشکر کے میمنہ پر براءؓ بن مالک اور میسرہ پر مجزءہؓ تھے۔گھوڑسوار دستے پر انسؓ۔اہل تستر سے بڑی شدید جنگ ہوئی۔حضرت انسؓ نے اس موقع پر کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ بعض دفعہ ایک پراگندہ باتوں والا آدمی قسم کھاتا ہے اور اللہ اسے پورا کر دیتا ہے اور میرے رب! میں تجھے قسم کھا کر عرض کرتا ہوں یا تو ان لوگوں کو ہمارے زیر کر دے اور پھر مجھے موت دے کر اپنے نبیؐ سے ملا دے۔(8) یہ کہہ کر انہوں نے حملہ کیا اور بہت بڑے ایرانی جرنیل کو مار گرایا۔اہل بصرہ وکوفہ نے مل کر حملہ کیا یہاں تک کہ تستر کے دروازے پر پہنچے۔ جہاں براءؓ بن مالک نے تلوار زنی کے جوہر دکھائے۔یہاں تک کہ ھرمزُ ان کے ہاتھوں شہید ہوئے۔(9)

حضرت براءؓ کی شہادت 20یا23ھ میں حضرت عمرؓ کی خلافت میں ہوئی۔تستر میں ہی حضرت براءؓ کی قبر ہے۔(10)

حوالہ جات

1- اسد الغابہ جلد 1 ص 37
2- اصابہ جز 1 ص 147، مسند احمد جلد 3 ص 254
3- اسد الغابہ جلد 1 ص 171
4- استیعاب جلد 1 ص 239، اصابہ جز 1 ص 148، اسد الغابہ جلد 1 ص 171
5- طبرانی بحوالہ مجمع الزوائد ص 325,324
6- طبرانی بحوالہ مجمع الزوائد جلد 9 ص 324، اصابہ جز 1 ص 148
7- معجم البلدان زیر لفظ بحرین
8- ترمذی کتاب جلد 4 ص 400
9- مجمع البلدان زیر تستر
10- اصابہ جز 1 ص 148

حضرت طلحہ بن براء انصاریؓ

بیعت اور عشق رسولؐ

حضرت طلحہؓ بن براء انصاری بنی عمرو بن عوف کے حلیف تھے۔ نبی کریم ﷺ ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائے تو یہ نوعمر لڑکے تھے، رسول اللہ ﷺ کو پہلی مرتبہ دیکھتے اور ملتے ہی حضورؐ کی گہری محبت ان کے دل میں گھر کر گئی جس کے نتیجہ میں وہ دیوانہ وار آپؐ کے قریب ہو کر چمٹ جاتے اور آپؐ کی قدم بوسی کرتے۔ نبی کریم ﷺ ایک نوجوان لڑکے میں اچانک یہ تبدیلی پا کر حیران ہوئے اور مسکرائے بھی۔ اس نے عرض کیا یا رسولؐ اللہ! آپ مجھے جو چاہیں حکم دیں میں کبھی آپ کی نافرمانی نہیں کروں گا پھر عرض کیا کہ ''اپنا ہاتھ بڑھائیں اور میری بیعت قبول کریں۔'' آپؐ نے ازراہ امتحان فرمایا کہ ''خواہ میں والدین سے قطع تعلق کا حکم دوں تو بھی مانو گے'' یہ سوچ میں پڑ گئے۔ کہتے ہیں کہ حضرت طلحہؓ اپنی والدہ سے بہت محبت اور احسان کا سلوک کرنے والے تھے۔ دوسری بار پھر بیعت کیلئے عرض کیا تو یہی جواب ملا۔ تیسری مرتبہ عرض کیا تو آپؐ نے پوچھا پھر کس چیز کی بیعت کرتے ہو؟ انہوں نے کہا دین اسلام قبول کرنے اور آپؐ کی اطاعت کرنے کی بیعت! آپؐ نے فرمایا ''اچھا جاؤ اور اپنے باپ کو قتل کر کے آؤ۔'' اب طلحہ اٹھے اور تعمیل ارشاد کیلئے چل پڑے۔ رسول کریم ﷺ نے واپس بلوایا اور فرمایا ''مجھے قطع رحمی کرنے اور رشتوں کے کاٹنے کیلئے نہیں بھیجا گیا۔ میں نے چاہا تھا کہ تمہاری آزمائش کروں کہ بیعت میں شک وشبہ کی کوئی کسر تو باقی نہیں۔''

ابن شاہین نے طلحہؓ بن براء کے قبول اسلام کا قصہ براءؓ بن مالک کی طرف منسوب کیا ہے۔ (ممکن ہے براءؓ بن مالک نام کے دوسرے صحابی بھی ہوں) (1)

شفقت رسولؐ

پھر نبی کریم ﷺ کو بھی اپنے اس اطاعت شعار صحابی سے ایک عجیب محبت والفت ہوگئی۔ کچھ عرصہ بعد جب طلحہؓ بیمار ہوگئے تو سخت سردی کے ایام اور بارش کا موسم تھا۔ نبی کریم ﷺ اس کے باوجود طلحہؓ کے گھر ان کی بیمار پرسی کیلئے تشریف لے گئے۔ آپؐ نے انہیں مدہوشی کی حالت میں پایا اور

فرمایا ''جب انہیں ہوش آجائے تو مجھے بلوالینا۔''

دوسری روایت میں ہے کہ حضورؐ نے فرمایا ''مجھے لگتا ہے کہ طلحہؓ موت کے اس حملہ سے جانبر نہ ہوسکیں گے اگر وفات ہو جائے تو مجھے اطلاع کر دینا اور جلدی دفن کرنا کیونکہ مسلمان کی میت کو گھر میں روک رکھنا اچھا نہیں۔''(2)

حضرت طلحہؓ آدھی رات کے قریب ہوش میں آئے تو اپنے آقا کا خیال آیا اور پوچھا کیا رسول اللہ ﷺ میری عیادت کیلئے تشریف لائے تھے۔ اہل خانہ نے حضورؐ کی آمد کا ذکر کیا اور ہوش میں آنے پر انہیں بلوالینے کی بات بتائی۔ وہ کہنے لگے اب آدھی رات کے وقت حضورؐ کو نہ بلاؤ۔ مجھے رات کے وقت بلوانے میں آپ کے بارہ میں ایک تو یہود کی طرف سے بھی خطرہ ہے دوسرے یہ خدشہ ہے کہ کوئی سانپ بچھو اندھیری رات میں نقصان نہ پہنچائے۔ پھر کہا

''اگر آج رات میری موت واقع ہو جائے تو رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں میرا اسلام عرض کرنا اور میرے لئے اللہ تعالیٰ سے بخشش طلب کرنے کی درخواست کر دینا۔'' ادھر رسول کریم ﷺ کو بھی اپنے اس غلام صادق کی فکر تھی۔

دعائے رسولؐ اور انجام بخیر

فجر کی نماز کے بعد آنحضرت ﷺ نے لوگوں سے طلحہؓ کا حال پوچھا تو پتہ چلا کہ وفات پا گئے ہیں آپ نے فوراً دعا کی۔ **اَللّٰھُمَّ اَلْقِهُ یَضْحَکُ اِلَیْکَ وَ اَنْتَ تَضْحَکُ اِلَیْهِ**۔ کہ اے اللہ اس سے اس حال میں ملاقات کرنا کہ تو اس سے خوش ہو اور وہ تجھ سے خوش ہو۔

دوسری روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مجھے اس کی موت کی اطلاع کرنا تا کہ میں خود جنازہ میں شامل ہوں اور تدفین جلدی کرنا۔ رات جلد تدفین کے باعث حضورؐ کو اطلاع نہ ہوسکی اور نبی کریم ﷺ بنی سالم بن عوف نہ پہنچ سکے۔ خود حضرت طلحہؓ کی بھی یہی وصیت تھی کہ مجھے جلد دفن کر دینا اور میرے رب کے پاس مجھے پہنچا دینا۔

پھر صبح کے بعد نبی کریم ﷺ حضرت طلحہؓ کی قبر پر تشریف لے گئے۔ صحابہ نے صف بنائی۔ آپؐ نے طلحہؓ کی نماز جنازہ پڑھائی اور ان کی خواہش کے مطابق دعائے مغفرت کی۔ بلاشبہ حضورؐ کی طلحہؓ کے

حق میں یہ دعا کہ اے اللہ تو انہیں خوش کر اور راضی ہو اس مناسبت سے تھی کہ حضورؐ خود ان سے راضی تھے۔(3)

حوالہ جات

1- اصابہ جز 1 ص 149

2- ابوداؤد کتاب الجنائز

3- طبرانی بحوالہ مجمع الزوائد جلد 9 ص 365، اصابہ جز 2 ص 288,289

اسد الغابہ جلد 3 ص 56,57

حضرت انس بن مالکؓ

نام ونسب

حضرت انسؓ انصار کے ایک معزز قبیلہ بنونجار کے چشم و چراغ تھے۔ سلسلہ نسب خاندان نبوت تک پہنچتا ہے۔ والدہ ام سلیمؓ بنت ملحان رسولؐ خدا کی رشتہ میں خالہ تھیں۔ آپ دس سال قبل ہجرت یثرب میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد اپنی بیوی کے قبول اسلام سے ناراض ہو کر شام چلے گئے اور وہیں وفات پائی۔ ادھر حضرت ام سلیمؓ نے حضرت ابوطلحہؓ سے اسلام قبول کرنے کی شرط پر شادی کر لی (یہی ابوطلحہؓ احد کے تیر انداز ہیں)۔ حضرت انسؓ کا نام ان کے چچا انس بن نضرؓ کے نام پر رکھا گیا تھا۔ وہی انس بن نضرؓ ہیں جو میدانِ احد میں بے جگری سے لڑتے ہوئے شہید ہوئے۔ اسّی سے اوپر زخم کھائے۔ ان کی لاش کا مثلہ کیا گیا تھا پہچانی نہ جاتی تھی۔ بہن نے انگلی کی نشانی سے پہچانا تھا۔

خدمت رسولؐ

سرورِ کائناتؐ جب یثرب تشریف لائے تو کم سن انسؓ رسول خدا ﷺ کو خوش آمدید و مرحبا کہنے والے خوش قسمت بچوں میں پیش پیش تھے اور پر جوش ہو کر مسرت و شادمانی کے عالم میں ”جاء رسول اللہ“ کا نعرہ بلند کر رہے تھے۔ گویا ساری کائنات سمٹ کر ان کے گھر آ گئی ہو۔ اور پھر اس وقت تو حضرت انسؓ خوشی سے پھولے نہ سماتے تھے جب آپ کی والدہ ام سلیمؓ نے آپ کو خدمت نبویؐ میں پیش کیا اور عرض کی تھی۔ ”ھٰذَا اَنَس غُلاَم یَخدُمُکَ“

حضورؐ! یہ بچہ انس آپ کی خدمت کرے گا اور انس خادم رسول ﷺ کے مبارک لقب سے یاد کئے جانے لگے۔ وہ اس پر فخر کیا کرتے تھے اور کیوں نہ کرتے۔ درِ نبویؐ کی گدائی سے بڑھ کر فخر کا کیا مقام ہوگا۔ (1)

آپ نے خدمت رسولؐ کا حق ادا کر دیا۔ فجر سے قبل خدمتِ اقدس میں حاضر ہوتے۔ حضورؐ کے لئے وضو کے پانی کا انتظام کرتے۔ دوپہر کو گھر آتے پھر خدمت نبویؐ میں حاضر ہو جاتے۔ رسول اللہ ﷺ کے گھروں میں آتے جاتے اور کے تمام ضروری امور سرانجام دیتے۔ ایک دفعہ نبی

کریم ﷺ نے آپ کو کسی ضروری کام کے لئے بھیجا اور فرمایا کہ کسی سے ذکر نہیں کرنا۔ والدہ نے پوچھا تو کہا کہ حضورؐ نے منع فرمایا ہے ۔سبحان اللہ! ماں بھی کیسی عظیم تھیں فرمانے لگیں بیٹا! آنحضور ﷺ نے جو ارشاد فرمایا ہے اس پر پورا عمل کرنا اور یہ راز کسی پر نہ کھولنا۔

حضرت انسؓ نے اس خادمانہ تعلق کو صرف وفات رسولؐ ہی جدا کر سکی۔ آپ نے اس تعلق کی بدولت دینی و دنیاوی برکات حاصل کیں۔ رسول خدا ﷺ نے ان کے حق میں دعا کی تھی

"اَللّٰهُمَّ اَكْثِرْ مَالَهٗ وَ وَلَدَهٗ وَبَارِكْ لَهٗ فِمَا اَعطَيْتَهٗ وَاَدْخِلْهُ فِي الْجَنَّةِ"

کہ "اے خدا انسؓ کے مال و اولاد میں برکت دے اور جو کچھ تو اسے عطا کرے اس میں بھی برکت دے اور اسے جنت میں داخل کر!"

خدا کے پیارے نبی ﷺ کے منہ سے نکلی بات نوشتہ تقدیر بن گئی۔ انسؓ کا باغ سال میں دو بار پھل دیا کرتا تھا۔ آپ انصار میں سب سے زیادہ مالدار تھے اور اولاد کی تعداد آپ کی حیات بابرکات میں سو سے تجاوز کر گئی تھی۔ فرمایا کرتے تھے "دو باتیں تو آنکھوں سے پوری ہوتی دیکھ لیں۔ تیسری بات یعنی جنت کا امیدوار ہوں"۔(2)

دیگر دینی خدمات

حضرت انسؓ رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں آپ کے خادم خاص کی حیثیت سے تمام غزوات میں شامل ہوئے اور آپؐ کی وفات کے بعد خلفاء راشدین سے کامل اطاعت اور خدمت کا تعلق استوار رکھا۔ حضرت ابوبکرؓ نے انہیں بحرین میں صدقات کا افسر مقرر کیا۔ حضرت عمرؓ نے اپنے زمانہ میں علمِ دین سکھانے کیلئے آپ کو متعین فرمایا۔ علاوہ ازیں خلفاء کے عہد میں ہونے والے تمام معرکوں میں بھی حضرت انسؓ شریک ہوئے۔ "جنگ تستر" میں آپ پیدل فوج کے افسر اعلیٰ تھے۔ فتح کے بعد آپ ہی سالار اعظم ہرمزان کو بارگاہ خلافت میں اسلامی سپہ سالار حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کے ارشاد پر لے گئے تھے۔ بعد میں بصرہ میں مستقل سکونت ہوگئی۔ فتنہ وفساد کے ایام میں آپ نے اپنا دامن آلودہ نہ ہونے دیا۔ ایک دفعہ بدبخت حجاج نے آپ سے بدسلوکی کی۔ لوگوں میں ذلیل کرنے کی غرض سے گردن پر مہر لگوادی اور مزید سزا کی دھمکی دی۔ حضرت انسؓ نے اطلاعاً اموی خلیفہ

عبدالملک کو خط لکھا۔عبدالملک نے حجاج کو سخت تنبیہ کی اور حضرت انسؓ سے معافی مانگنے کا حکم دیا۔ حجاج معافی کا خواستگار ہوا تو آپ نے اس کے کہنے پر ایک پروانہ خوشنودی خلیفہ کے نام دے دیا۔(3)

عشق رسولؐ

حضرت انسؓ کو آنحضرتؐ سے غایت درجہ عشق اور محبت تھی۔آپ کے پاس رسول اللہ ﷺ کا ایک موئے مبارک تھا۔وفات کے وقت فرمایا میری زبان کے نیچے رکھ دینا اور اسی طرح آپ دفن ہوئے۔رسولِ خدا ﷺ کی ایک چھڑی بھی آپ کے پاس تھی۔آپ کی وصیت کے مطابق وہ بھی آپ کے پہلو میں دفن کی گئی۔سبحان اللہ!محبوب کی جو شے بھی میسر تھی اس سے بوقت وفات بھی جدائی گوارانہ کی تو رسول اللہ ﷺ کی جدائی ان پر کیسی شاق گزری ہوگی۔وفات رسولؐ کے بعد دیوانہ و بے خود ہو جاتے کہ اگر حسان کی پتلی نہ رہی تھی تو انسؓ کا نور نظر بھی تو جاتا رہا تھا۔اس حد درجہ محبت کا نتیجہ تھا کہ اکثر خواب میں ''خادم رسول'' اپنے آقا سے ملاقات کیا کرتا۔آقاؐ کی باتیں سناتے تو الفاظ میں نقشہ کھینچ کر رکھ دیتے۔(4)

رسول کریم ﷺ کا حلیہ مبارک بیان کرتے تو ایک ایک خدوخال پر روشنی ڈالتے۔آپ کا بیان کانوں میں امرت گھول دیتا۔ایک دفعہ محبوب کی باتیں کرتے کرتے بے اختیار ہو کر کہہ اٹھے کہ ''قیامت کے روز رسول اللہ ﷺ کا سامنا ہوگا تو عرض کروں گا کہ غلام حاضر ہے''۔

جب مجلس میں ذکر رسول ﷺ کرتے آقاؐ کے لئے بے چین ہو جاتے تو گھر جا کر تبرکات نبویؐ نکالتے اور یوں دل بہلاتے۔یہی جذبہ عشق رسول ﷺ آپ نے اپنے شاگردوں میں بھر دیا تھا اور اسی حبّ رسول کا نتیجہ تھا کہ آپ اتباع سنت کا خاص اہتمام فرماتے۔حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ ''میں نے (انس) ابن سلیم سے بڑھ کر کسی کو آنحضرت ﷺ سے مشابہ نماز پڑھتے نہیں دیکھا''۔

حضرت انسؓ اپنی دس سالہ خدمت رسول ﷺ کا خلاصہ یوں بیان کرتے تھے کہ ''رسول اللہ ﷺ نے دس سال کے طویل عرصہ میں مجھے کبھی جھڑکا تک نہیں۔کبھی کسی غلطی یا تساہل پر

زجر وتوبیخ نہیں فرمائی‘‘۔

والدین کی طرح لاڈ اور پیار کی خاطر حضورؐ انسؓ کو ’’بیٹا‘‘ اور ’’انیس‘‘ کہہ کر پکارتے۔کبھی ازراہ مذاق ’’یَاذَالاُذُنَینِ‘‘ یعنی دو کانوں والا کہہ کر یاد فرماتے۔

حمزہ ایک مٹر کی قسم کی سبزی کا نام ہے جسے آپؓ چنا کرتے تھے۔حضورؐ اسی وجہ سے ازراہ شفقت ومحبت آپ کو ابوحمزہ کہا کرتے تھے اور پھر آپ اسی کنیت سے مشہور ہوگئے۔(5)

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ ’’آنحضرت ﷺ ازواج مطہراتؓ کے علاوہ صرف آپ (انسؓ) کی والدہ کے گھر جایا کرتے تھے۔کبھی کبھی وہاں دوپہر کو آرام بھی فرماتے۔کھانا تناول فرماتے‘‘۔

حضرت ام سلیمؓ خصوصاً اہم مواقع پر آنحضرت ﷺ کے خانگی امور سرانجام دیا کرتیں۔ حضرت زینبؓ کے دعوت ولیمہ کا اہتمام آپؓ نے ہی کیا تھا۔

قبولیت دعا

حضرت انسؓ مستجاب الدعوات بزرگ تھے۔جعفر راوی ہیں کہ ایک دفعہ گرمی کے موسم میں حضرت انسؓ کی زمینوں کا منشی (کاردار) حاضر ہوا اور عرض کی کہ زمین خشک پڑگئی ہے۔آپ کھڑے ہوئے۔وضو کیا۔باہر نکل کر دو رکعت نوافل ادا کئے اور دعا کی۔دیکھتے ہی دیکھتے آسمان پر بادل گھر آئے۔خوب بارش ہوئی۔پل بھر میں جل تھل ہوگیا۔جب بارش تھمی تو حضرت انسؓ نے ایک آدمی بھیجا کہ زمین میں جا کر دیکھو بادل کتنا برسا ہے۔دیکھا تو آپ کی زمین کے آگے بارش نہ تھی۔(الّاماشاء الله)(6)

علمی خدمات

حضرت انسؓ سے کثرت کے ساتھ احادیث مروی ہیں۔سیرین، حمید الطّویل، ثابت البنانی، قتادہ، حسن بصری، زہری اور دوسرے بے شمار تابعین آپ سے روایت کرتے ہیں۔آپ کی کل روایات کا شمار ہزاروں تک پہنچتا ہے۔بخاری میں حضرت انسؓ سے اسّی احادیث مروی ہیں۔

صحیح مسلم میں ستر اور متفق علیہ روایات کی تعداد یکصد اٹھائیس ہے۔آپ نے خود رسول خدا ﷺ کے علاوہ خلفائے راشدین، حضرت فاطمہؓ، حضرت ابی بن کعبؓ، حضرت عبدالرحمان بن عوفؓ، حضرت ابن مسعودؓ، حضرت ابوذرؓ، حضرت ابوطلحہؓ، حضرت عبداللہ بن رواحہؓ، حضرت معاذ رضوان اللہ علیھم اجمعین وغیرہم سے اکتساب علم کیا۔شاگردوں میں حسن بصری، سعید ابن جبیر، یحیٰ بن سعید انصاری وغیرہ معروف ہیں۔

حضرت انسؓ روایت حدیث میں صاحب اصول صحابہ میں سے تھے جو روایت میں بہت احتیاط برتتے۔حدیث بیان کرتے وقت خوف کی حالت طاری ہو جاتی اور از راہ احتیاط یہ الفاظ استعمال فرماتے کہ:۔ ''قَالَ اَو کَمَا قَالَ رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہ عَلَیہِ وَسَلَّمَ''

یعنی اس طرح یا جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

علم حدیث کے علاوہ علم فقہ میں بھی آپ کو ایک خاص مقام حاصل تھا۔فقہاء کے تین طبقوں میں سے آپ دوسرے طبقہ میں شمار ہوتے۔

حق گوئی و بے باکی اور تلقین عمل آپ کے نمایاں اوصاف تھے۔آپ عموماً خوشبو استعمال کرتے۔ بلا کے تیرانداز تھے۔اپنے بچوں سے تیراندازی کا مقابلہ کرتے اور اکثر ان سے سبقت لے جاتے۔بصرہ میں سب سے آخری صحابی آپ ہی تھے۔اسلام کے سراج منیر سے براہ راست فیض حاصل کرنے والا یہ آخری کوکب درّی بھی 110 سال تک ایک عالم کو ضیاء بخشنے کے بعد سماء اسلام میں غروب ہو گیا۔اسی موقع پر مورق نے کہا تھا'' آج نصف عالم جا تا رہا۔''

بصرہ سے تقریباً چھ میل کے فاصلہ پر''طُف'' مقام میں آپ نے وفات پائی اور وہیں دفن ہوئے۔قطن بن مدرک الکلابی نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی اور خادم رسول اپنے آقاؐ کے حضور حاضر ہو گیا۔(7)

حوالہ جات

1- اصابہ جز 1 ص 71،74
2- ترمذی کتاب المناقب باب انسؓ بن مالک
3- اسد الغابہ جلد 1 ص 128
4- اصابہ جز 1 ص 72
5- ترمذی کتاب مناقب باب انسؓ بن مالک
6- اصابہ جز 1 ص 72
7- اسد الغابہ جلد 1 ص 128،129

حضرت سلمان فارسیؓ

نام ونسب

رسول اللہ ﷺ کے آزاد کردہ غلام حضرت سلمان فارسیؓ ملک ایران کے شہر رامہر مزیا اصفہان کے باشندے تھے۔ وہ آب الملک کی نسل سے تھے۔ نسب نامہ یہ ہے، مابہ بن بوذ خشان بن مورسلان بن بہبوذان بن فیروز بن سھرک۔

اسلام سے پہلے ایران کے مجوسی اور آگ پرست مذہب سے تعلق تھا، نیک فطرت اور طبیعت کی ازلی سعادت انہیں تلاش حق کے طویل سفر کے بعد بالآخر رسول اللہ ﷺ کے قدموں میں لے آئی۔ اس دوران انہوں نے کئی ملکوں کی خاک چھانی، کئی راہبوں اور نصرانی رہنماؤں کی صحبت میں رہے۔ بعض یہودی مالکوں کے پاس غلام رہ کر قیام کیا۔ آخر مدینہ پہنچ کر تحقیق حق کے بعد اسلام قبول کرنے کی توفیق پائی۔

ان سے جب نسب کے بارہ میں پوچھا جاتا تو کیا خوبصورت جواب دیتے کہ ''میں اسلام کا بیٹا سلمان ہوں۔'' اور اس میں کیا شک ہے کہ وہ خدا اور اس کے دین کی خاطر اپنے وطن اور آباؤ اجداد کو چھوڑ کر ہمیشہ کیلئے اسلام کے کامل فرمانبردار بن گئے تھے۔ تبھی تو رسول کریم ﷺ نے فرمایا'' **سَلْمَانُ مِنَّا اَھلَ الْبیتِ** کہ سلمان ہمارے اہل بیت سے ہے۔'' کتنا خوش قسمت تھا سلمانؓ جس نے عجمی ہوکر رسولؐ عربی سے اطاعت ووفا کا ایسا ناطہ جوڑا کہ آپ کے روحانی اہل بیت میں شامل ہو گیا۔ تبھی تو اصحاب رسولؐ انہیں ''سلمان الخیر'' کے لقب سے یاد کرتے تھے گویا ان کا وجود خیر و بھلائی کا مجسمہ تھا۔ (1)

سورۃ جمعہ کے نزول کے موقع پر جب رسول کریم ﷺ سے سوال ہوا کہ **وَآخَرِینَ مِنْھُمْ** (الجمعہ:4) سے دوسرا کونسا گروہ مراد ہے جس میں رسول اللہ ﷺ نے دوبارہ مبعوث ہوکر تعلیم وتزکیہ فرمائیں گے۔ آپؐ نے اسی اسلام کے بیٹے حضرت سلمانؓ کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر فرمایا تھا ''**لَوْ کَانَ الاِیْمَانُ عِنْدَ الثُّرَیَّا لَنَا لَہٗ رَجُلٌ اَوْ قَالَ رِجَالٌ مِنْ ھٰؤُلاءِ** (2) کہ اگر ایمان ثریا ستارے کی بلندی پر بھی اٹھ گیا تو سلمانؓ کی قوم سے ایک مرد یا کچھ لوگ اسے واپس زمین پر اتار لائیں گے۔''

حضرت سلمانؓ کی زندگی کی کہانی جہاں ایک مذہبی آدمی کیلئے سبق آموز اور ایمان افروز ہے وہاں ایک عام انسان کیلئے بھی نہایت دلچسپ ہے۔ان کی آپ بیتی خود انہی کی زبانی مختلف ومتفرق روایات کو جمع کرنے سے جو روپ دھارتی ہے۔وہ کچھ یوں ہے۔

آپ بیتی

''میں (سلمان) اصبہان کی بستی جیّ کا رہنے والا ایک ایرانی ہوں۔میرے والد علاقہ کے زمیندار تھے، میں ان کی پیاری اولاد تھا۔وہ مجھے دنیا کی ہر چیز سے زیادہ چاہتے تھے۔اسی وجہ سے گھر سے باہر ایک قدم نہ رکھنے دیتے۔لڑکیوں کی طرح گھر میں رکھ کر میری پرورش کی۔ میں نے فارسی زبان سیکھی اور مجوسی مذہب کے متعلق بڑی محنت سے کافی معلومات حاصل کیں۔یہاں تک کہ آتش کدہ کا مستقل خادم بن گیا جس کا کام اس کی آگ کو ہمہ وقت روشن رکھنا اور کسی لحظہ بھی بجھنے نہ دینا تھا۔

میرے باپ کی بہت بڑی جاگیر تھی۔ایک روز وہ اپنی عمارت کی تعمیر کے کام میں مصروف تھے۔مجھے کہا کہ آج میں اس عمارت کی مصروفیت کے باعث زمینوں پر نہیں جاسکتا۔تم جا کر کام دیکھ آؤ مگر زیادہ دیر نہ کرنا کہ مجھے جاگیر سے زیادہ تمہاری فکر ہوجائے۔وہاں جو کام وہ کروانا چاہتے تھے اس کے متعلق مجھے ہدایات دیں۔میں گھر سے زمینوں پر جانے کے ارادے سے نکلا، راستہ میں عیسائیوں کے گرجا کے پاس سے گزرا تو ان کی آوازیں سنیں وہ دعا ومناجات کررہے تھے۔چونکہ والد نے مجھے گھر میں ایک طرح سے قید ہی کررکھا تھا اس لئے مجھے باہر کے لوگوں کے معاملات کا زیادہ علم نہیں تھا، آواز سن کر اندر گیا کہ دیکھوں وہ کیا کررہے ہیں۔ان کی عبادت کا طریق مجھے اچھا لگا۔میرا میلان ادھر ہوگیا، اور ان کے بارے میں میری دلچسپی بڑھ گئی۔میں نے دل میں کہا خدا کی قسم! یہ مذہب ہمارے آتش پرست دین سے کہیں بہتر ہے۔واللہ! میں ان سے جدا نہ ہوسکا۔یہاں تک کہ سورج غروب ہوگیا۔نہ تو میں زمینوں میں جاسکا اور نہ ہی گھر واپس لوٹا۔ادھر میرے والد کو میرے دیر تک گھر نہ پہنچنے سے پریشانی لاحق ہوئی اور انہوں نے میری تلاش میں لوگوں کو بھیجا۔

دین کا شوق

نصرانی مذہب مجھے پسند آیا میں نے مسیحیوں سے پوچھا کہ اس دین کا مرکز کہاں ہے،

انہوں نے کہا ملک شام میں۔

ادھر میرے والد تمام کاموں سے بیزار مسلسل میری تلاش میں تھے۔ میرے واپس آجانے پر انہوں نے مجھے کہا بیٹے تم کہاں چلے گئے تھے؟ میں نے تمہیں جلد لوٹنے کی تاکید نہیں کی تھی؟ میں نے کہا پیارے ابا! میں ایک گرجے کے پاس سے گزرا جس میں کچھ لوگ عبادت کر رہے تھے۔ اسے دیکھ کر مجھے ان کا مذہب بہت پسند آیا۔ میں شام تک وہیں رکا رہا۔ مجھے لگتا ہے کہ ان کا دین ہمارے دین سے کہیں بہتر ہے۔ میرے والد بولے بیٹے! اس دین میں کوئی خیر و بھلائی نہیں۔ تمھارا اپنا دین اور تمھارے آباؤ اجداد کا دین اس سے کہیں بہتر ہے۔ میں نے کہا خدا کی قسم! ہرگز نہیں، وہ دین ہمارے دین سے بہرحال بہتر ہے۔ تب ابا نے مجھے بہت ڈرایا۔ میرے پاؤں میں زنجیریں ڈال دیں۔ مجھے گھر میں قید کر دیا۔

سفر شام

قید کے دوران نصرانیوں نے مجھ سے رابطہ کیا میں نے انہیں پیغام بھجوایا کہ جب تمہارے پاس شام سے عیسائی تاجروں کا کوئی قافلہ آئے تو مجھے اس کی اطلاع کرنا۔ میں نے انہیں بتادیا تھا کہ میں ان کا مذہب درست سمجھتا ہوں اور ان سے درخواست کی کہ مجھے ملک شام جانے والے کسی شخص کا پتہ دیں۔ اس کے بعد ان کے پاس شام کے عیسائی تاجروں کا ایک وفد آیا تو انہوں نے مجھے اس کی اطلاع کی۔ میں نے کہا جب یہ قافلہ اپنے تجارتی کام ختم کر کے واپس اپنے ملک جانے لگے تو مجھے دوبارہ اطلاع کرنا۔ واپسی کے وقت انہوں نے پھر مجھے اطلاع کی۔ میں نے اپنے پاؤں سے زنجیریں اتار پھینکیں اور ان کے ساتھ شریک سفر ہو کر ملک شام جا پہنچا۔

دوسری روایت میں ملک شام تک پہنچنے کی بعض اور تفصیلات حضرت سلمانؓ کی زبانی اس طرح ہیں کہ ہمارا تعلق مجوسی مذہب سے تھا۔ میری بستی کے لوگ سیاہ و سفید گھوڑے کی پوجا کرتے تھے جس کی کچھ حقیقت نہ تھی۔ اہل جزیرہ کا ایک عیسائی جب ہمارے علاقہ سے گزرتا تو ہمارا مہمان ٹھہرتا تھا۔ اس سے راہ و رسم تھی۔ رفتہ رفتہ اس نے ہمارے علاقہ میں اپنا گرجا بھی بنالیا۔ میں اس زمانہ میں فارسی لکھنا پڑھنا سیکھ رہا تھا۔ ایک اور لڑکا بھی میرے ساتھ پڑھتا تھا ایک دن وہ روتا ہوا آیا اور یہ بتایا

کہ اس کے والد نے اسے اس گرجا میں جانے کی وجہ سے مارا ہے۔ اس نے کہا کہ تم بھی کبھی گرجے آؤ تو بہت خوبصورت باتیں سنو گے۔ چنانچہ اس کے ساتھ مجھے بھی گرجا جانے کا موقع ملا۔ دراصل جب سے میں نے ہوش سنبھالی میرے دل میں اللہ تعالیٰ نے جستجو پیدا کر دی کہ آسمانوں اور زمین کو کس نے پیدا کیا ہے؟ اس راہب سے ہم نے آسمانوں اور زمین کی پیدائش اور جنت وجہنم اور بہترین مذاہب کے بارے میں پوچھا اس نے کہا کیا تم اپنا دین چھوڑ و گے؟ میں نے کہا ہاں اگر وہ افضل دین ہو اور آسمان وزمین کے خالق کا پتہ دے۔ الغرض اس نے ہمیں بہت عمدہ جواب دئے۔ میں اس کے پاس زیادہ آنے جانے لگا، میرے ساتھی طالب علموں کو پتہ چلا تو وہ بھی ساتھ آنے لگے۔ ہماری بستی والوں نے یہ دیکھا تو انہوں نے نصرانی سے کہا کہ اگرچہ تم اچھے ہمسائے ہو مگر ہمیں اپنے بچوں کے بارہ میں خوف ہے کہ تم انہیں دین کے بارہ میں فتنہ میں نہ ڈال دو اس لئے یہاں سے کوچ کرو۔ جاتے ہوئے راہب نے اس لڑکے کو بھی ساتھ لے جانا چاہا مگر اس نے والدین کی وجہ سے مجبوری ظاہر کی۔ ہم نے رامہرمز پہاڑ سے پیدل سفر شروع کیا راستہ میں اللہ پر توکل کرتے اور درختوں کے پھل کھاتے ہوئے گزارا کیا اور جزیرہ پہنچے پھر نصیبین آئے میرے ساتھی راہب نے کہا کہ یہاں کچھ عبادت گزار لوگ آباد ہیں جن سے ملاقات کرنا چاہتا ہوں ہم اتوار کے دن ان کے پاس گئے تو ملاقات ہوئی۔ وہ ہمارے ساتھی کو دیکھ کر بہت خوشی سے ملے اور لمبا عرصہ غیر حاضر رہنے کا پوچھا اس نے بتایا کہ ایران میں بعض بھائیوں سے ملنے گیا تھا۔

راہبوں کے ساتھ

وہاں سے چلنے لگے تو میں نے کہا مجھے انہیں لوگوں کے پاس چھوڑ دیں انہوں نے کہا آپ ان جیسی طاقت نہیں رکھتے۔ یہ تو اتوار سے اگلے اتوار تک ہفتہ کا روزہ رکھتے ہیں اور پوری رات جاگتے ہیں۔ ان میں ایک نوجوان کسی بادشاہ کا بیٹا بھی تھا جو حکومت و دولت چھوڑ کر رہبانیت اختیار کر چکا تھا۔ اب میں ان کے ساتھ رہنے لگا۔ شام ہوئی تو شاہی خاندان کے اس نوجوان نے کہا یہ نوعمر لڑکا ہلاک ہو جائے گا، مناسب ہے کہ تم میں سے کوئی شخص اسے اپنے زیر تربیت رکھ لے۔ سب نے کہا کہ تم ہی اسے اپنے ساتھ رکھ لو۔ تب انہوں نے مجھے کہا اے سلمان! یہ روٹی ہے اور یہ سالن۔ جب

سورج غروب ہو تو کھانا کھالینا اور جب اٹھو تو روزہ رکھ لینا اور جب جتنا جی چاہے نماز پڑھ لینا اور تھک جاؤ تو آرام کرنا پھر وہ اپنی عبادت میں ایسا مصروف ہوا کہ اس کے سوا اس نے میرے سے کوئی بات نہ کی نہ میری طرف دیکھا یہاں تک ایک ہفتہ گزر گیا کوئی مجھ سے کلام نہ کرتا تھا۔ ساتویں دن اتوار کو جب وہ اکٹھے ہو کر افطار کرتے تو ملاقات پر دعا سلام ہوتی پھر پورا ہفتہ چپ کا روزہ۔ میں تنہائی کے غم کا شکار وہاں سے بھاگنے کے منصوبے بنانے لگا پھر خیال آیا کہ دو تین دن اگلے اتوار تک صبر کرلوں۔ وہ لوگ مجھے ساتھ لے گئے اور گوشت روٹی سے خوب تواضع کی۔ پھر ہفتہ بھر کیلئے شہزادہ عبادت میں مصروف ہو گیا۔

اس کے بعد ایک دن اس نے مجھے کہا اے سلمان! میں ذرا آرام کرنے لگا ہوں۔ جب سایہ فلاں جگہ پہنچے تو مجھے جگا دینا میں نے اس کی تھکان کی وجہ سے ترس کھا کر نہ جگایا۔ وہ گھبرا کر اٹھا اور ناراض ہوا کہ میں نے کیوں اسے نہ جگایا میں نے کہا آپ کے آرام کی خاطر ایسا کیا۔ انہوں نے کہا اے سلمان تیرا بھلا ہو یاد رکھو! آج روئے زمین پر سب سے بہترین مذہب نصرانی ہے۔ میں نے کہا کیا آئندہ اس سے بہتر کوئی دین ہوگا؟ یہ ایک ایسا جملہ تھا جو میری زبان بے ساختہ سے نکل گیا۔ اس نے کہا ہاں قریب ہے کہ ایک نبی مبعوث ہو۔ اگر اسے پاؤ تو اس کی پیروی کرنا۔ میں نے کہا اگر وہ نصرانی دین چھوڑنے کیلئے کہے تو بھی؟ اس نے کہا ہاں وہ نبی ہوگا۔ سوائے حق کے کچھ نہ کہے گا۔ خدا کی قسم اگر میں اس کا زمانہ پاؤں اور وہ مجھے آگ میں کودنے کا حکم دے تو میں ایسا کر گزروں۔

پھر وہ بیت المقدس سے نکلا تو ہم ایک ایسے شخص کے پاس سے گزرے جو ٹانگوں سے معذور تھا۔ اس نے اسے کہا تم معبد کے اندر گئے تو بھی مجھے کچھ نہ دیا۔ اب جاتے ہوئے ہی کچھ دے جاؤ۔ وہ اس کی طرف متوجہ ہوا مگر اسکے ساتھ نظریں ملائے بغیر کہا کہ مجھے اپنا ہاتھ دو۔ اس نے ہاتھ دیا تو اس نے کہا کہ اللہ کے نام سے کھڑے ہو جاؤ وہ معذور صحیح سالم کھڑا ہو گیا اور اپنے گھر چل پڑا۔ میں تعجب سے اسے دیکھتا رہا اور ادھر میرا شہزادہ تیزی سے قدم اٹھاتا ہوا غائب ہو گیا۔

نصرانی اسقف کا حال

میں نے اہل شام سے پوچھا کہ اس دین کا سب سے بہترین شخص اور بڑا عالم کون ہے؟ انہوں

نے کہا اُسقُف یعنی پادریوں کا سردار۔ میں اس کے پاس چلا گیا اور اسے کہا کہ مجھے اس دین سے محبت پیدا ہوگئی ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ گرجا میں رہ کر آپ کی خدمت کروں۔ آپ سے علم سیکھوں اور عبادت کروں۔ اس نے کہا ٹھیک ہے تم آ جاؤ۔ میں گرجا آ گیا۔ مگر وہ شخص بہت برا انسان نکلا۔ وہ لوگوں کو صدقہ و خیرات کی تحریک کرتا تھا اور جب جرأت ملتی تو وہ اپنے لئے جمع کر کے رکھ دیتا اور غریبوں اور مسکینوں کو نہ دیتا۔ یہاں تک کہ اس کے پاس سونے اور چاندی سے بھرے ہوئے سات گھڑے جمع ہو گئے۔ اس کے کاموں کی وجہ سے میرے دل میں اس کیلئے سخت نفرت پیدا ہوگئی۔ جب وہ فوت ہوا تو مسیحی اسے دفن کرنے کیلئے آئے۔ میں نے انہیں اس کی ساری کرتوتیں کھول کر بتا دیں۔ پہلے تو انہوں نے مجھے ڈانٹا اور کہا کہ تمہارے پاس اس کا کیا ثبوت ہے؟ میں نے کہا میں تمہیں اس کا مال اور خزانہ دکھا سکتا ہوں۔ انہوں نے کہا اچھا ہمیں دکھاؤ۔ جب میں نے انہیں وہ جگہ بتائی تو واقعی وہاں سے سونے اور چاندی سے بھرے سات گھڑے نکلے جنہیں دیکھ کر انہوں نے کہا۔ خدا کی قسم ہم اسے ہرگز دفن نہیں کریں گے۔ پھر انہوں نے اسے سولی پر چڑھایا اور پتھروں سے سنگسار کر دیا۔

پھر اس کی جگہ وہ ایک اور شخص کو لے آئے جو دین کا بڑا عالم و فاضل تھا اور اخروی زندگی میں رغبت رکھنے والا عابد و زاہد اور بے حد نیک انسان تھا۔ میں نے کوئی پانچ نمازیں پڑھنے والا اس سے افضل نہیں دیکھا۔ نہ ہی دن رات میں کوئی اس سے زیادہ نیکی پر مداومت اختیار کرنے والا پایا۔ مجھے اس سے ایسی محبت ہوگئی کہ اس سے پہلے کسی سے نہیں ہوئی تھی۔ میں ایک عرصہ اس کے پاس ٹھہرا۔ جب اس کی موت کا وقت آیا تو میں نے کہا کہ اے نیک بزرگ! آپ کیلئے تو اللہ کا حکم آ گیا ہے۔ اب مجھے کس کے سپرد کرتے ہیں اور کیا حکم دیتے ہیں۔ انہوں نے کہا میرے بیٹے خدا کی قسم مجھے کسی شخص کا پتہ نہیں جو آج اس دین اور اس کی سچی تعلیم پر قائم ہو جس پر میں قائم ہوں۔ نیک لوگ مر گئے اور بعد والوں نے دین کو بدل دیا اور اس کی بہت ساری باتیں ترک کر دیں۔ ہاں البتہ موصل میں فلاں شخص موجود ہے وہ میرے مسلک پر ہے تم اس کے پاس چلے جانا۔ ان کی وفات تک میں ان کے ساتھ انہی کے مسلک پر رہا۔

صحبت صالحین کے لئے سفر موصل و نصیبین

وفات کے بعد میں نے موصل آ کر اس دوسرے بزرگ سے ملاقات کی اور اسے اپنا سارا حال سنا کر بتایا کہ فلاں بزرگ نے مجھے آپ سے ملاقات کی وصیت کی تھی اور بتایا تھا کہ آپ ان کے نیک مسلک پر ہیں۔انہوں نے کہا کہ ٹھیک ہے آپ میرے پاس رہو۔ میں نے انہیں بھی بہترین انسان پایا وہ دن کو روزہ رکھتا اور رات کو عبادت کرتا تھا اور واقعی اپنے ساتھی کے مسلک پر قائم تھا۔

تین سال یہاں گزارے اور سرکہ تیل اور کچھ دانوں پر گزر اوقات ہوتی رہی پھر ان کو بھی خدا کے حضور سے بلاوا آ گیا تو میں نے عرض کیا کہ فلاں بزرگ نے مجھے آپ کے پاس بھجوایا تھا۔اب آپ مجھے کیا وصیت کرتے ہیں۔انہوں نے کہا خدا کی قسم! مجھے اہل مشرق میں کسی ایسے شخص کا علم نہیں جو ہمارے مسلک پر ہو سوائے نصیبین میں ایک شخص کے اور وہ فلاں بزرگ ہے۔تم اسے جا کر ملو اسے میرا سلام کہنا۔چنانچہ ان کی وفات کے بعد میں نصیبین کے بزرگ کے پاس چلا گیا اور اسے اپنے حالات سے آگاہ کر کے بتایا کہ فلاں بزرگ نے مجھے آپ سے ملاقات کیلئے فرمایا تھا۔انہوں نے بھی مجھے اپنے پاس ٹھہرایا۔انہیں بھی میں نے پہلے دونوں بزرگوں جیسا ہی پایا۔ میں نے اس بہترین شخص کے ساتھ زندگی کے تین سال اور گزارے۔بالآخر اسے بھی موت نے آن لیا۔

عموریہ کا سفر اور نبی موعود کی علامتیں

بوقت وفات ان سے بھی میں نے وہی سوال کیا کہ مجھے کیا وصیت کرتے ہیں۔انہوں نے کہا کہ خدا کی قسم! ہمیں معلوم نہیں کہ اب کوئی شخص روئے زمین پر ہمارے مسلک پر ایسا باقی رہ گیا ہے جس کے پاس تم جاؤ۔ہاں عموریہ میں ایک شخص ایسا ہے جو ہمارے جیسا ہے۔اگر تم پسند کرو تو وہاں چلے جاؤ۔

ان کی وفات کے بعد میں عموریہ کے بزرگ کے پاس گیا۔انہیں اپنے حالات سے مطلع کیا۔انہوں نے کہا کہ میرے پاس ٹھہر جاؤ میں نے اسے بھی اپنے ساتھیوں کے مسلک اور نیک اخلاق پر پایا۔اس دوران میں نے محنت کر کے مال بھی کمایا اور کچھ گائیں بکریاں جمع کر لیں۔پھر انکی وفات کا وقت آیا تو ان سے پوچھا کہ اب آپ مجھے کوئی وصیت کریں۔انہوں نے کہا خدا کی قسم! مجھے روئے

زمین پر کسی شخص کا علم نہیں جس کے بارے میں تمہیں نصیحت کروں کہ وہاں چلے جاؤ۔ البتہ ایک نبی کی بعثت کا زمانہ آ چکا ہے۔ جس کی بشارت حضرت عیسیٰؑ نے دی تھی۔ وہ دین ابراہیمی کے ساتھ مبعوث ہوگا۔ سرزمین عرب سے نکلے گا۔ دو پتھریلے میدانوں کے درمیان ایک کھجوروں والی سرزمین کی طرف ہجرت کرے گا۔ اس کی کچھ علامتیں بڑی واضح ہونگی۔ وہ تحفہ لے لے گا مگر صدقہ نہیں کھائے گا۔ اس کے دونوں کاندھوں کے درمیان مہر نبوت ہوگی۔ اگر تم اس ملک میں جا سکو تو ضرور جاؤ۔ پھر وہ فوت ہو گئے اور میں ایک زمانہ تک عموریہ میں ہی ٹھہرا رہا۔

یہود مدینہ کی غلامی

پھر کرنا خدا کا کیا ہوا کہ قبیلہ کلب کے کچھ تاجروں کا ہمارے شہر سے گزر ہوا۔ میں نے ان سے کہا کہ میں اپنی گائیں اور بکریاں تمہیں دیتا ہوں۔ تم مجھے عرب کی سرزمین میں پہنچا دو۔ انہوں نے کہا ٹھیک ہے۔ چنانچہ میں نے وہ جانوران کو دئے۔ انہوں نے مجھے اپنے ساتھ سوار کروالیا اور مجھے وادی القریٰ میں لے آئے۔ یہاں آ کر انہوں نے مجھ سے زیادتی کرتے ہوئے غلام بنا کر ایک یہودی کے ہاتھ فروخت کر دیا۔ میں اس کے پاس رہا۔ وہاں کھجور کے باغات دیکھ کر میں امید کرتا تھا کہ شاید یہی وہ شہر ہو جس کے بارے میں اس بزرگ نے مجھے بتایا تھا۔ مگر میرا دل مطمئن نہ تھا۔ میرے وہاں قیام کے دوران اس کا چچازاد بھائی مدینہ سے مکہ آیا۔ جو بنوقریظہ قبیلہ سے تھا۔ وہ مجھے خرید کر مدینہ لے آیا۔ خدا کی قسم! مدینہ کو دیکھتے ہی مجھے یقین ہو گیا کہ یہ وہی شہر ہے جس کی نشانیاں عموریہ کے بزرگ نے بتائی تھیں۔ میں مدینہ ٹھہر گیا۔ اللہ تعالیٰ نے مکہ میں اپنا رسول مبعوث فرمایا تھا۔ میں غلامی کے کام کاج میں ایسا مصروف ہوا کہ اس کی خبر تک نہ ہوئی۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے مدینہ ہجرت فرمائی۔ خدا کی قسم! میں کھجور کے درخت پر چڑھا ہوا اپنے مالک کا کام کر رہا تھا۔ میرا مالک نیچے بیٹھا ہوا تھا۔ اس کا چچازاد بھائی اسکے پاس آیا اور کہا ''اللہ بنی قیلہ کو قتل کرے۔ خدا کی قسم! وہ اب قباء میں ایک ایسے شخص کے ساتھ اکٹھے ہو رہے ہیں جو مکہ سے ان کے پاس آیا ہے اور کہتے ہیں کہ وہ نبی ہے۔''

سلمانؓ کہتے ہیں یہ سنتے ہی میں چونک اٹھا۔ میری توجہ اپنے کام سے ہٹ گئی اور مجھے لگا کہ میں

درخت سے اپنے مالک کے اوپر گر پڑوں گا۔ پھر میں کھجور کے درخت سے اترا اور ان کے چچا زاد سے بار بار پوچھنے لگا کہ تم کیا بات کر رہے تھے؟ اس پر میرا مالک سخت ناراض ہو۔اور اُ مجھے زوردار طمانچہ رسید کر کے کہا تمہیں اس سے کیا غرض؟ میں نے کہا کچھ نہیں میں تو صرف ان کی بات کی وضاحت چاہتا تھا۔

ایک اور روایت میں مدینہ پہنچنے کی مزید تفصیل حضرت سلمانؓ کی زبانی یوں ہے۔ دریں اثناء مدینہ کی طرف ایک تجارتی قافلہ آیا، انہوں نے بتایا کہ نسل ابراہیم سے ایک دعویدار پیدا ہوا ہے جس کی قوم اس سے برسر پیکار ہے۔ وہ مدینہ آیا ہے، ہمیں اندیشہ تھا کہ کہیں ہماری تجارت اس سے متاثر نہ ہو جائے مگر وہ اب مدینہ کا مالک ہو چکا ہے۔ میں نے کہا اس کی قوم کے لوگ اسے کیا کہتے ہیں۔ انہوں نے کہا وہ اسے ساحر اور مجنون کہتے ہیں۔ میں نے دل میں کہا کہ یہی تو اس کی نشانی ہے۔ پھر میں نے قافلہ کے سردار سے بات کی کہ مجھے بھی اپنے ساتھ مدینہ لے جاؤ۔ اس نے کہا کیا معاوضہ دو گے؟ میں نے کہا میرے پاس دینے کو تو کچھ نہیں بس مجھے اپنا غلام بنا لو۔ دوسری روایت میں ہے کہ انہوں نے قافلہ والوں سے کہا کہ مجھے اپنے ساتھ سوار کروالو۔ مجھے بس روٹی کا ایک ٹکڑا دے دیا کرنا اور اپنے شہر جا کر چاہو تو غلام رکھ لینا اور چاہو تو بیچ دینا۔ جب ان کے شہر پہنچے تو اس شخص نے مجھے کھجور کے باغ میں پانی دینے پر لگا دیا۔ جیسے اونٹ پانی کھینچتا ہے اس طرح پانی کھینچ کھینچ کر میری پشت اور سینہ میں نشان پڑے۔

یہاں کوئی میری زبان نہیں سمجھتا تھا ایک دن ایک ایرانی بڑھیا پانی لینے آئی جو میری زبان جانتی تھی۔ اس سے میری بات ہوئی، میں نے اس سے کہا کہ مجھے اس دعویدار شخص کے بارہ میں کچھ بتاؤ وہ کہاں ہے؟ اس نے بتایا کہ وہ صبح کی نماز کے بعد فلاں جگہ سے گزریں گے تو تم ان سے مل سکو گے چنانچہ اگلے روز کھجوریں لے کر حاضر خدمت ہوئے۔ دوسری روایت میں ہے کہ میں نے اپنے مالکوں کے گھرانے میں نبی کریم ﷺ کا ذکر سنا۔ اس کے گھر میں باعزت گزارہ ہو رہا تھا۔ میں نے گھر کی مالکہ سے کہا کہ مجھے ایک دن کی رخصت دو۔ وہ مان گئی تو میں نے جا کر اس دن لکڑیاں کاٹیں اور ان کو بیچ کر کھانا تیار کیا اور وہ کھانا لے کر نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ یہ

صدقہ ہے۔ جو حضورؐ نے نہیں کھایا اور صحابہ کو دے دیا۔

حصولِ مراد

ایک اور روایت میں حضرت سلمانؓ نے یہ تفصیل بھی بیان کی ہے کہ اسی زمانے میں میں نے کھجور کی شاخوں سے چٹائی بننے کا کام سیکھا۔ میں ایک درہم سے چٹائی کا سامان خرید کر دو درہم میں چٹائی تیار کر کے بیچتا تھا اور ایک درہم خود استعمال میں لاتا تھا۔ مجھے پسند تھا کہ اپنے ہاتھ سے روزی کما کر کھاؤں۔ اسی دوران پتہ چلا کہ مکہ میں نبی ﷺ کا ظہور ہو چکا ہے پھر وہ ہجرت کر کے مدینہ آئے میں نے سوچا کہ موعود علامتوں اور نشانیوں سے متعلق ان کی آزمائش کروں۔ چنانچہ بازار سے اونٹ کا گوشت ایک درہم میں خریدا اور اس سے ثرید تیار کر کے حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور بتایا کہ یہ صدقہ ہے آپ نے نہیں کھایا۔ اس وقت تک میری پاس کچھ کھجوریں بھی جمع ہو چکی تھیں۔ شام ہوئی تو وہ کھجوریں اور رقم لے کر میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں قباء میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ مجھے پتہ چلا ہے کہ آپ ایک نیک انسان ہیں اور آپ کے ساتھ غریب اور صاحب حاجت لوگ ہیں۔ میرے پاس صدقہ کی کچھ رقم جمع تھی۔ میرے خیال میں آپ لوگوں سے زیادہ اس کا مستحق اور کوئی نہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنے صحابہ سے فرمایا کہ تم کھاؤ اور خود اپنا ہاتھ روکے رکھا اور کچھ نہیں کھایا۔ میں نے دل میں سوچا کہ لو ایک علامت تو پوری ہوگئی۔ پھر میں واپس چلا گیا اور کچھ او رکھجوریں جمع کیں اور رسول کریم ﷺ بھی قباء سے مدینہ منتقل ہو گئے۔ پھر میں آپؐ کے پاس آیا اور عرض کیا کہ میں نے دیکھا ہے۔ کہ آپ صدقہ نہیں کھاتے اور اب میں آپ کے اکرام کی خاطر تحفہ لے کر آیا ہوں۔ رسول کریمؐ نے اس میں سے کھایا اور صحابہ نے بھی ساتھ کھایا۔ میں نے دل میں کہا دو نشانیاں پوری ہوگئیں۔

پھر میں بقیع الغرقد میں رسول کریم ﷺ کے پاس آیا۔ آپؐ اپنے صحابہ کے ایک جنازہ کے ساتھ جا رہے تھے۔ آپؐ نے دو چادریں زیب تن فرمائی تھیں اور صحابہ کے درمیان تشریف فرما تھے۔ میں گھوم کر آپ کی پشت کی طرف آ کر دیکھنے لگا کہ وہ مہر نبوت نظر آ جائے جس کی نشانی بزرگ موصوف نے مجھے بتائی تھی۔ جب رسول کریم ﷺ نے مجھے گھومتے دیکھا تو آپ کو پتہ چل گیا کہ

میں کسی بیان کردہ نشانی کی توثیق کرنا چاہتا ہوں۔ آپؐ نے اپنی پشت سے چادر اٹھادی اور میں نے مہر نبوت دیکھ کر آپ کو پہچان لیا۔ پھر کیا تھا میں تو آپؐ سے چمٹ گیا۔ آپؐ کو چومنے لگا اور ساتھ روتا جاتا تھا۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اب سامنے بیٹھ جاؤ میں بیٹھ گیا اور اپنا سارا قصہ آپ کو کہہ سنایا۔ رسول اللہ ﷺ کو میری کہانی بہت پسند آئی اور آپ کو خواہش ہوئی کہ سارے صحابہ بھی یہ دلچسپ واقعہ سنیں۔

رسول خداؐ سلمانؓ کی آزادی میں کوشاں

غلامی کے باعث میں رسولؐ اللہ کے ساتھ غزوہ بدر اور احد میں شامل نہ ہوسکا۔ رسول اللہ ﷺ نے مجھے ارشاد فرمایا کہ اپنے مالک سے مکاتبت کرلو یعنی اپنی آزادی کیلئے قیمت مقرر کرواکے اس کی ادائیگی شروع کرو۔ میں نے اپنے مالک سے معاہدہ کیا کہ میں اسے تین سو کھجور کے پھلدار پودے کاشت کرکے دوں گا اور چالیس اوقیہ سونا نقد ادا کردوں گا۔ رسول کریم ﷺ نے اپنے صحابہ سے فرمایا اپنے ساتھی کی مدد کرو۔ چنانچہ سب صحابہ نے کھجور کے درخت مہیا کرنے میں میری مدد کی۔ کسی نے تیس درخت کسی نے بیس درخت کسی نے پندرہ اور کسی نے دس۔ الغرض ہر شخص نے اپنی استطاعت کے مطابق مدد کی اور تین سو کھجور کے پودے اکٹھے ہوگئے۔ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ اے سلمان! اب جاکر یہ پودے گاڑنے کیلئے گڑھے کھودنے شروع کرو۔ جب اس سے فارغ ہوجاؤ تو میرے پاس آنا۔ میں نے گڑھے کھود کر حضورؐ کو اطلاع کی تو آپؐ میرے ساتھ تشریف لے گئے۔ ہم کھجور کا ایک پودا اٹھا کر حضورؐ کے قریب کرتے تھے اور حضورؐ اپنے دست مبارک سے اسے گاڑتے تھے۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں سلمانؓ کی جان ہے ان پودوں میں سے ایک بھی ضائع نہیں ہوا۔ اب حسب معاہدہ درخت لگانے کا کام تو مکمل ہوا چالیس اوقیہ کی ادائیگی باقی تھی۔

رسول اللہ ﷺ کی غلامی اور آپؐ کی شفقت

ایک اور روایت میں حضرت سلمانؓ بیان کرتے ہیں کہ میرے مسلمان ہونے کے بعد رسول اللہ ﷺ نے مجھے یہود سے خرید لیا۔ نقد درہم کے ساتھ قیمت میں یہ شرط طے پائی کہ میں تین سو کھجوروں کا ایک باغ یہودیوں کو لگا کردوں۔ جب وہ باغ پھل دینے لگے گا تو میں آزاد ہوں گا۔ نبی

کریم ﷺ نے اپنے ہاتھ سے تمام درخت لگائے سوائے ایک درخت کے جو حضرت عمرؓ نے لگایا۔ حضورؐ نے کھجور کی جڑوں میں پانی ڈالنے کا طریق بھی مجھے سمجھایا۔ اگلے سال تمام درختوں نے پھل دیا سوائے اس ایک درخت کے۔ حضورؐ نے پوچھا یہ کس نے لگایا تھا۔ تو پتہ چلا کہ حضرت عمرؓ نے۔ حضورؐ نے اسے اکھیڑ کر پھر لگایا تو اگلے سال وہ بھی پھل لے آیا۔

رسول کریم ﷺ کے پاس کسی غزوہ سے مرغی کے انڈے کے برابر سونا آیا۔ آپؐ نے پوچھا سلمان فارسی کس حال میں ہے؟ جس نے آزادی کیلئے معاہدہ کیا تھا۔ مجھے بلایا گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے سلمان! یہ سونا لو اور اپنے اوپر جو قرض باقی ہے ادا کر دو۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میرے ذمہ قرض کے مقابل پر اس کی کیا حیثیت ہے۔ یہ تو بہت کم ہے۔ آپؐ نے وہ سونا ہاتھ میں لے کر زبان سے اس پر کچھ تبرک عطا کیا اور فرمایا اب یہ لے لو اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ تمہاری ادائیگی کے سامان فرما دے گا۔ چنانچہ وہ سونا لے کر میں نے اس کا وزن کیا اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں سلمان کی جان ہے وہ پورا چالیس اوقیہ نکلا۔ میں نے اپنا سارا قرض ادا کر دیا اور آزاد ہو گیا۔ اس کے بعد پہلا غزوہ جس میں میں حضور کے ساتھ شریک ہوا وہ غزوہ خندق تھا پھر اس کے بعد تو کسی بھی غزوہ میں کبھی آپؐ سے پیچھے نہیں رہا۔ (3)

حضرت سلمانؓ بیان کرتے ہیں کہ جب میں نے رسول کریم ﷺ کو اس شخص کے بارے میں بتایا جس نے مجھے حضورؐ کی نشانیاں بتائی تھیں تو میں نے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ کیا وہ شخص جنت میں داخل ہوگا اسی نے مجھے آپ کے نبی ہونے کے بارے میں رہنمائی کی تھی۔ آپؐ نے فرمایا کہ جنت میں اسلام قبول کرنے والا شخص ہی داخل ہوگا۔

غزوہ خندق میں حضرت سلمانؓ کی بھرپور شرکت

غزوہ احد سے واپسی پر ابوسفیان نے آئندہ سال پھر بدر میں جنگ کا اعلان کیا۔ یہود مدینہ اور غطفان کے ساتھ مل کر عرب کے تمام قبائل سے لشکر اکٹھے کر کے مدینہ پر چڑھائی کر دی۔ جب وہ مکہ سے چلے تو رسول کریم ﷺ نے صحابہ سے مشورہ کیا۔ حضرت سلمان فارسیؓ اس وقت غلامی سے آزاد ہو کر پہلی دفعہ کسی جنگ میں شامل ہو رہے تھے۔ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! ایران میں

جب ہمیں محصور ہو جانے کا خطرہ ہو تو ہم اپنے گرد خندق کھود کر دفاع کرتے ہیں۔(4)

پیش آمدہ حالات میں مسلمانوں کو یہ رائے بہت پسند آئی۔ رسول کریم ﷺ نے خندق کی کھدائی کیلئے خود نشان لگائے۔ ہر دس افراد کے لئے چالیس ہاتھ جگہ کھدائی کیلئے مقرر فرمائی۔ حضرت سلمانؓ کافی مضبوط اور صحت مند تھے۔ مہاجرین نے کہا کہ سلمانؓ ہمارے ساتھ خندق کی کھدائی میں شامل ہوں۔ انصار نے کہا ہم سے زیادہ ان پر کسی کا حق نہیں اور یہ ہم میں سے ہیں۔ رسول کریم ﷺ نے فرمایا۔ سَلْمَانُ مِنَّا اَھلَ البَیْتِ۔ کہ سلمان ہم اہل بیت میں سے ہیں۔(5)

ایک عرب شاعر نے حضرت سلمانؓ کی یہ فضیلت یوں بیان کی ہے۔

لَقَد رَقٰی سَلمَانُ بَعدَرَقِّہٖ　مَنزِلَۃً شَامِخَۃَ البُنیَانِ

وَ کَیفَ لاَ وَ المُصطَفٰی قَد عَدَّہٗ　مَن اَھلِ بَیتِہِ العَظِیمِ الشَّانِ

یعنی حضرت سلمانؓ اپنی غلامی سے آزاد ہو کر ایک نہایت بلند مقام اور مرتبہ پر فائز ہوئے اور ایسا کیوں نہ ہوتا جب کہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے انہیں اپنے عظیم الشان اہل بیت میں شمار فرمایا۔(6)

خندق کی کھدائی کے دوران نشان کا ظہور

حضرت سلمانؓ اور بعض اور صحابہ نے خندق کی کھدائی کے دوران ایک ایمان افروز نشان کے ظہور کا بھی ذکر کیا ہے۔ حضرت سلمانؓ کہتے ہیں کہ میں نے خندق کے ایک حصہ میں کدال سے ضرب لگائی تو سخت چٹان سامنے آئی۔ رسول اللہ ﷺ میرے قریب ہی تھے۔ آپؐ نے کدال میرے ہاتھ سے لے لی اور اپنی چادر ایک طرف رکھ کر چٹان پر ضرب لگائی اور ایک شعلہ نکلا۔ آپ نے یہ آیت تلاوت کی۔ وَ تَمَّتْ کَلِمَتُ رَبِّکَ صِدْقًا وَّ عَدْلًا ؕ لَا مُبَدِّلَ لِکَلِمٰتِہٖ ۚ وَھُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ۔(الانعام 116) کہ تیرے رب کی بات سچائی اور عدل کے ساتھ پوری ہوئی۔ اس کی باتوں کو کوئی تبدیل کرنے والا نہیں اور وہ بہت سننے والا اور جاننے والا ہے۔

اس ضرب سے پتھر کا ایک تہائی حصہ ٹوٹ گیا۔ حضرت سلمانؓ کھڑے دیکھ رہے تھے۔ پھر آپؐ نے دوسری ضرب لگائی اور پھر وہی آیت پڑھی۔ دوبارہ ایک شعلہ پتھر سے نکلا اور پتھر کا ایک تہائی مزید شکستہ ہو گیا۔ پھر آپ نے تیسری ضرب لگائی اور وہی آیت پڑھی۔ ایک شعلہ بلند ہوا اور

باقی پتھر بھی شکستہ ہو گیا۔ حضرت سلمانؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ آپ ؐ کی ہر ضرب پر میں نے دیکھا کہ ایک شعلہ بلند ہوا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے سلمانؓ! کیا تم نے بھی دیکھا تھا؟ حضرت سلمانؓ نے عرض کیا اے اللہ کے رسول ؐ! اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے میں نے یہ نظارہ دیکھا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب میں نے پہلی ضرب لگائی تو مجھے لئے کسریٰ شاہ ایران کے کئی شہروں کا نظارہ کروایا گیا یہاں تک کہ میں نے ان کو اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ موجود صحابہ نے عرض کیا یا رسول ؐ اللہ آپ دعا کریں اللہ تعالیٰ ہماری زندگیوں میں یہ فتوحات عطا کرے اور ان مما لک کے اموال غنیمت ہمارے حصہ میں آئیں۔ آپ ؐ نے یہ دعا کی۔ پھر میں نے دوسری ضرب لگائی تو قیصر شاہ روم کے شہروں کا نظاہ مجھے کروایا گیا اور میں نے ان کو اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ صحابہ نے پھر عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ آپ دعا کریں اللہ تعالیٰ ہمارے ذریعہ یہ فتوحات عطا فرمائے۔ رسول اللہ ﷺ نے پھر دعا کی۔ پھر میں نے تیسری بار ضرب لگائی تو میرے سامنے ملک حبشہ کے شہر اور ارد گرد کی بستیاں دکھائی گئیں۔ میں نے ان کو اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ دوسری روایت میں یہ بھی ذکر ہے کہ ہر ضرب کے ساتھ رسول اللہ ﷺ نے بھی نعرہ تکبیر بلند کیا اور صحابہ نے بھی آپ ؐ کے ساتھ نعرے لگائے۔ (7)

چنانچہ بعد کے زمانے میں حضرت سلمانؓ نے یہ پیشگوئیاں اپنی آنکھوں سے پوری ہوتی دیکھیں ایرانی فتوحات کے زمانہ میں آپ نے اسلامی لشکر کے امیر کے طور پر خدمات انجام دیتے ہوئے کامیابی حاصل کی۔

ابوالبختری بیان کرتے ہیں کہ مسلمانوں کے ایک لشکر کے امیر حضرت سلمانؓ فارسی تھے۔ انہوں نے ایک ایرانی قلعہ کا محاصرہ کیا ہوا تھا۔ لوگوں نے کہا آپ ان پر حملہ کیوں نہیں کرتے۔ آپؓ نے فرمایا کہ انہیں میرے پاس بلاؤ تا کہ میں انہیں اس طرح دعوت دوں جس طرح رسول اللہ ﷺ پہلے دعوت اسلام دیا کرتے تھے۔

حضرت سلمانؓ نے انہیں نہایت خوش اسلوبی سے دعوت دیتے ہوئے کہا کہ دیکھو میں تم میں سے ایک فارسی شخص ہوں اور تم دیکھ رہے ہو کہ عرب میری اطاعت کرتے ہیں اگر تم مسلمان ہو جاتے

ہوتو تمہارے حق ہمارے اوپر اور ہمارے حق تمہارے اوپر ہونگے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ اپنے دین پر قائم رہتے ہوئے جزیہ ادا کرو۔ حضرت سلمانؓ نے فارسی زبان میں بھی ان سے خطاب کیا اور کہا یہ آخری صورت قابل تعریف نہیں کہ ہم تم سے جنگ کریں۔ پھر بھی جب انہوں نے کوئی بات نہ مانی تو تین دن تک مسلسل یہی دعوت دیتے رہے بالآخر مجبوراً حملہ کرنا پڑا اور اس محل اور قلعہ کو ختم کرلیا۔(8)

عدل و اعتدال

حضرت سلمانؓ فارسی کے قبول اسلام کے بعد رسول کریم ﷺ نے ان کی موٴاخات حضرت ابودرداءؓ سے قائم فرمائی۔ جب انکے گھر گئے تو دیکھا کہ ان کی بیوی نے برا حال بنا رکھا ہے۔ سبب پوچھا تو کہنے لگیں تمہارے بھائی کی دنیا سے بے رغبتی نے اس حال پر پہنچایا ہے۔ وہ دن کو روزہ رکھتے ہیں اور رات بھر عبادت کرتے ہیں۔ حضرت سلمانؓ نے اپنے اس دینی بھائی کو اعتدال پر لانے کی تجویز کی۔ ابودرداءؓ نے جب اپنے اس مہمان بھائی کو کھانا پیش کیا تو حضرت سلمانؓ نے انہیں بھی ساتھ شامل ہونے کو کہا۔ انہوں نے بتایا کہ وہ نفلی روزے سے ہیں۔ حضرت سلمانؓ نے کہا کہ میں بھی کھانا نہ کھاؤں گا جب تک آپ افطار نہ کریں۔ بے شک آپ ایک دن روزہ رکھیں اور ایک دن افطار کرلیں۔

حضرت ابودرداءؓ عبادت کیلئے کھڑے ہونے لگے تو حضرت سلمانؓ بھی اٹھ کھڑے ہوئے اور کہا آپ رات کا ایک حصہ سوئیں اور پھر نماز پڑیں۔ حضرت سلمانؓ نے رسول کریم ﷺ سے جا کر عرض کیا تو حضورؐ نے فرمایا سلمانؓ ٹھیک کہتے ہیں۔ تمہارے نفس کا بھی تم پر حق ہے، بیوی کا بھی تم پر حق ہے۔ دوست اور مہمان کا بھی تم پر حق ہے پس ہر حق دار کو اس کا حق دو۔

دوسری روایت میں ہے کہ حضورؐ نے فرمایا سلمانؓ تم سے زیادہ سمجھدار اور دین کی گہرائی سے واقف ہے۔(9)

علم و فضل

حضرت سلمانؓ نے اپنے تحقیقی سفروں اور علماء کی صحبت میں توریت کا بھی مطالعہ کیا تھا۔ وہ

بیان کرتے تھے کہ میں نے توریت میں پڑھا تھا کہ کھانے کے بعد وضو یعنی ہاتھ منہ دھونا کھانے کے موجب برکت ہے۔ میں نے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں اس کا ذکر کیا کہ میں نے تورات میں اس طرح پڑھا ہے تو آپؐ نے فرمایا کہ دراصل کھانے سے پہلے اور بعد میں دونوں دفعہ وضوء یعنی ہاتھ منہ دھونا موجب برکت ہے۔(10)

ایک دفعہ کسی غیر مسلم نے حضرت سلمانؓ کو طعنہ دیا کہ ہم دیکھتے ہیں کہ تمہارے نبی تمہیں پیشاب پاخانے کے آداب سکھاتے ہیں۔ حضرت سلمانؓ نے کمال حاضر جوابی سے اسی بات کو فضیلت کے طور پر اس رنگ میں پیش کیا اور فرمایا کہ ہاں وہ ہمیں یہ ادب سکھاتے ہیں کہ ہم دائیں ہاتھ سے استنجاء نہ کریں اور قبلہ رخ ہو کر پاخانہ نہ کریں اور صفائی کیلئے گوبر یا ہڈی کا استعمال نہ کریں۔ اور کم از کم تین ڈھیلے استعمال کریں۔(11)

حضرت سلمانؓ فارسی نے رسول اللہ ﷺ کی صحبت میں رہ کر بہت کچھ سیکھا اور یاد رکھا۔ ابوعثمانؓ کہتے ہیں میں حضرت سلمانؓ کے ساتھ تھا۔ انہوں نے ایک درخت سے خشک ٹہنی توڑی اور اسے جھاڑا تو اس کے پتے گر گئے۔ اور کہنے لگے تم مجھ سے پوچھو گے نہیں کہ میں نے ایسا کیوں کیا؟ پوچھا تو کہنے لگے رسول کریم ﷺ نے ایک دفعہ میرے لئے ایسا ہی کیا پھر فرمایا کہ مسلمان بندہ جب اچھی طرح وضو کر کے پانچ نمازیں ادا کرتا ہے تو اس کے گناہ اس خشک پتوں کی طرح جھڑ جاتے ہیں پھر یہ آیت پڑھی وَاَقِمِ الصَّلٰوۃَ طَرَفَیِ النَّھَارِ وَ زُلَفًا مِّنَ الَّیْلِ ؕ اِنَّ الْحَسَنٰتِ یُذْھِبْنَ السَّیِّاٰتِ ؕ ۔(ھود:)(12)

یعنی دن کے اطراف اور رات کے اوقات میں نماز قائم کر و یقیناً نیکیاں بدیوں کو مٹا دیتی ہیں۔

سلمانؓ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا ''تمہیں پتہ ہے جمعہ کا دن کیا ہے؟'' میں نے عرض کیا کہ اللہ اور اس کا رسولؐ بہتر جانتے ہیں فرمایا کہ ''یہ وہ دن ہے جس میں اللہ نے تمہارے باپ آدم کو پیدا کیا۔ جو شخص اس دن پاک صاف ہو کر جمعہ پڑھنے جائے اور امام کے نماز پڑھنے تک کسی سے کلام نہ کرے تو یہ اس کے سابقہ گناہوں کا کفارہ ہو جاتا ہے۔''(13)

حضرت سلمانؓ عملی زندگی میں سنت رسولؐ کی خوب پابندی کرتے تھے۔ ایک دفعہ ایک مہمان

آیا تو آپ نے جو گھر میں تھا پیش کرنے کی ہدایت کی اور فرمایا کہ ''اگر رسول کریم ﷺ نے ہمیں تکلف سے منع نہ فرمایا ہوتا تو ہم آپ کے لئے ضرور تکلف سے اہتمام کرتے۔'' (14)

حلال وحرام کے بارہ میں ایک دفعہ آپ نے یہ واضح اور اصولی ارشاد رسولؐ بیان فرمایا کہ رسول کریم ﷺ سے گھی یا پنیر وغیرہ کے بارہ میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا کہ حلال وہ ہے جسے اللہ نے اپنی کتاب میں حلال قرار دیا ہے اور حرام وہ جسے اللہ نے اپنی کتاب میں حرام کر دیا۔ جس چیز کے بارہ میں اللہ تعالیٰ نے خاموشی اختیار کی وہ اس میں شمار ہوگی جس سے اس نے درگذر اور عفو فرمایا ہے۔ (15)

حضرت سلمانؓ نے اچھا حافظہ پایا تھا۔ رمضان کے فضائل کے بارہ میں آپ رسول اللہ ﷺ کی ایک نہایت مفصل اور جامع تقریر کا ذکر کیا کرتے تھے جو حضورؐ نے شعبان کے آخری دن فرمائی تھی۔ (16)

حضرت سلمانؓ سے اصحاب رسولؐ حضرت انسؓ، حضرت کعبؓ بن عجرہ، حضرت عبداللہؓ بن عباس اور حضرت ابوسعیدؓ کے علاوہ کئی تابعین بھی روایت حدیث کرتے ہیں۔

اللہ اور رسولؐ سے محبت

رسول کریم ﷺ نے فرمایا میرے صحابہ میں سے چار ایسے ہیں جن سے اللہ تعالیٰ خاص محبت کا تعلق رکھتا ہے وہ سلمانؓ، مقدادؓ، ابوذرؓ اور عمارؓ بن یاسر ہیں۔ رسول کریمؐ نے حضرت سلمانؓ سے فرمایا کہ آپ مجھ سے کبھی بغض نہ رکھنا ورنہ اپنے دین سے دور ہو جاؤ گے۔ میں نے عرض کیا یا رسولؐ اللہ میں آپ سے کیسے بغض یا عداوت رکھ سکتا ہوں حالانکہ اللہ نے مجھے آپؐ کے ذریعہ ہدایت عطا فرمائی۔ آپؐ نے فرمایا اگر تم عربوں سے بغض و عداوت رکھو گے تو سمجھو کہ مجھ سے عداوت ہے۔ (17)

زہد وخشیت

حضرت عائشہؓ بیان فرماتی ہیں کہ رسول کریم ﷺ رات کو حضرت سلمانؓ سے مجلس فرماتے تھے اور بعض دفعہ تو لگتا تھا کہ رسول اللہ ﷺ کا یہ وقت بس انہیں کا ہو کر رہ گیا ہے۔ (18)

حضرت سلمانؓ نہایت محنتی انسان تھے اور اپنے ہاتھ کی کمائی سے رزق حاصل کرنا پسند کرتے

تھے۔آپ کھجور کی شاخوں سے چٹائیاں بن کر روزی کماتے تھے۔ پانچ ہزار درہم کی رقم وظیفہ یا گزارہ کے طور پر حاصل ہوتی تھی وہ سب غرباء اور مساکین میں خرچ کر دیتے تھے۔(19)

بوقت وفات آپ کا ترکہ چند درہم کے سوا کچھ نہ تھا۔آپ کی بیماری میں حضرت سعدؓ عیادت کیلئے آئے تو یہ رونے لگے۔انہوں نے کہا کہ آپ صحابی رسولؐ ہیں روتے کیوں ہیں؟ کہنے لگے میں دنیا کے شوق یا آخرت کی ناپسندیدگی کی وجہ سے نہیں روتا۔مگر رسول کریم ﷺ سے جو عہد بیعت باندھا تھا۔ڈرتا ہوں کہ اسمیں کوئی زیادتی نہ کر لی ہو۔آپؐ نے فرمایا تھا ایک شخص کیلئے ایک سوار کی زادراہ کے برابر کافی ہے۔(20)

آخری زمانہ میں حضرت سلمانؓ عراق آکر آباد ہو گئے جب کہ آپ کے دینی بھائی ابودرداءؓ شام میں تھے۔دونوں میں خط و کتابت رہی۔حضرت ابودرداءؓ نے انہیں لکھا تھا کہ ہمارے جدا ہونے کے بعد اللہ تعالیٰ نے مجھے مال بھی عطا کیا اور اولاد بھی دی۔میں ارض مقدسہ میں مقیم ہوں۔حضرت سلمانؓ نے جواباً تحریر کیا کہ جہاں تک آپ نے مال کا ذکر کیا ہے تو یاد رکھیں کہ خیر و برکت کثرت مال سے حاصل نہیں ہوتی بلکہ بھلائی اس میں ہے کہ تمہارا حلم زیادہ ہو اور تمہارا علم تمہیں فائدہ دے۔جہاں تک آپ نے ارض مقدس میں آباد ہونے کا لکھا ہے تو محض کوئی زمین کسی کو کوئی فائدہ نہیں دیتی۔پس اپنی رائے اور سمجھ کے مطابق اعمال کرتے جاؤ اور اپنے آپ کو ہمیشہ مُردوں میں سے سمجھو۔

ایک دفعہ مدائن کے گورنر حضرت حذیفہؓ نے آپ سے کہا کہ ہم آپ کیلئے کوئی گھر کیوں نہ تعمیر کر دیں۔ کہنے لگے کیوں؟ تم مجھے بادشاہ بنانا چاہتے ہو کہ مدائن میں آپ کے محل جیسا میرا محل ہو۔انہوں نے کہا نہیں بالکل سادہ سا اور چھوٹا سا گھر۔ کہنے لگے ہاں یہ میرے دل کی بات کہی ہے۔(21)

حضرت عمرؓ نے حضرت حذیفہؓ بن یمان کے بعد حضرت سلمانؓ فارسی کو مدائن کا گورنر مقرر فرمایا۔(22)

شادی واولاد

حضرت سلمانؓ نے کندہ قبیلہ میں شادی کی تھی۔ بیوی کا نام بقیرہ تھا۔ایک روایت کے مطابق

آپ کی اولاد تین بیٹیاں تھیں۔ اور جب کہ ایک گروہ کی رائے ہے کہ ایک بیٹا اور دو بیٹیاں تھیں۔ بیٹے کا نام کثیر تھا۔ اصبہان میں تھا۔ بیٹیاں مصر میں تھیں۔(23)

35ھ میں حضرت عثمانؓ کی خلافت کے زمانہ میں وفات ہوئی۔ روایات کے مطابق وفات سے قبل حضرت عبداللہؓ بن مسعود سے ملاقات ثابت ہے جس سے ظاہر ہے کہ ان کی وفات حضرت عبداللہؓ بن مسعود سے پہلے ہوئی۔

آپ کی عمر کے بارہ میں محیّر العقول اور مبالغہ آمیز روایات مشہور ہیں کہ آپ کی عمر ساڑھے تین سو برس ہوئی اور آپ نے حضرت عیسیٰؑ سے بھی ملاقات کی۔ علامہ ذہبی لکھتے ہیں کہ میں نے حضرت سلمانؓ کی عمر کے بارہ میں تحقیق کی تو پتہ چلا کہ اکثر روایات میں اڑھائی سو سال عمر بیان ہے۔ اور اس سے زائد کے بارہ میں اختلاف ہے لیکن مزید تحقیق پر ثابت ہوا کہ ان کی عمر اسی سال ہوئی۔(24)

وفات

حضرت بقیرہؓ زوجہ حضرت سلمانؓ فارسی روایت کرتی ہیں کہ بوقت وفات حضرت سلمانؓ اپنے چوبارے میں تھے جس کے چار دروازے تھے۔ مجھے کہنے لگے بقیرہ! یہ دروازے کھول دو، میں آج کچھ پیش رو فرشتوں کو آتے دیکھتا ہوں۔ نا معلوم وہ کس دروازے سے آجائیں۔ پھر انہوں نے مشک منگوایا اور کہا اسے پانی سے ملا کر ایک برتن میں رکھو پھر اسے میرے بستر کے گرد چھڑک دو پھر نیچے اتر جانا اور کچھ دیر بعد آکر مجھے بستر پر دیکھ جانا۔ میں نے واپس جا کر دیکھا تو ان کی روح قفس عنصری سے پرواز کر چکی تھی۔(25)

حضرت سلمانؓ نے مدائن میں وفات پائی ان کا مزار مدائن میں ہے اس بستی کو سلمان پاک کہتے ہیں یہ طاق کسریٰ سے ایک میل کے فاصلہ پر ہے۔ حضرت حذیفہؓ کی قبر بھی حضرت سلمانؓ فارسی کے پہلو میں ہے۔(26)

حوالہ جات

1- اسد الغابہ جلد 2 ص 328، اصابہ جز 3 ص 113

2- بخاری کتاب التفسیر سورۃ الجمعہ

3- مسند احمد جلد 5 ص 444.439 و اسد الغابہ جلد 2 ص 328 تا 330
مجمع الزوائد جلد 9 ص 336 تا 342

4- تاریخ طبری جلد 2 ص 566

5- مستدرک جلد 3 ص 598، دلائل البیھقی جلد 3 ص 399، ابن ہشام جلد 3 ص 240

6- سیرۃ الحلبیہ باب غزوہ الخندق

7- نسائی کتاب الجہاد باب غزوہ الترک، مجمع الزوائد جلد 6 ص 131، ابن ہشام جلد 3 ص 234

8- مسند احمد جلد 5 ص 440، ترمذی 1548

9- اصابہ جز 4 ص 113

10- مسند احمد جلد 5 ص 441

11- مسند احمد جلد 4 ص 437

12- مسند احمد جلد 5 ص 437

13- اسد الغابہ جلد 2 ص 331

14- مسند احمد جلد 5 ص 441

15- ابن ماجہ 3367 ترمذی 1726

16- مشکوۃ المصابیح کتاب الصوم

17- مسند احمد جلد 5 ص 440

18- اسد الغابہ جلد 2 ص 331

19- اصابہ جز 3 ص 114

20- ابن ماجہ 4104، مسند احمد جلد 5 ص 438

21- اسد الغابہ جلد 2 ص 331

22- حیات القلوب جلد 2 ص 780، المسعوی جلد 2 ص 314

23- سیر اعلام النبلاء جلد 1 ص 403، اصابہ جز 3 ص 13 و اسد الغابہ جلد 3 ص 333

24- اصابہ جز 3 ص 113

25- سیر اعلام النبلاء جلد 1 ص 403

حضرت جریرؓ بن عبداللہ البجلی

حضرت جریرؓ بن عبداللہ کا تعلق یمن کے قبیلہ بجیلہ سے تھا۔ بجیلہ بنت سعد اس قبیلہ کی ایک بہادر خاتون تھیں جن سے یہ قبیلہ منسوب ہوا۔(1) حضرت جریرؓ کی کنیت ابوعمرو یا ابوعبداللہ مشہور تھی۔

قبول اسلام

حضرت جریرؓ کے قبول اسلام میں اختلاف ہے۔طبرانی کی ایک روایت حضرت جریرؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ جب مبعوث ہوئے تو میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔آپؐ نے فرمایا کیسے آئے ہو؟ میں نے عرض کیا کہ اسلام قبول کرنے حاضر ہوا ہوں۔آپ نے اپنی چادر میری طرف پھینکی اور فرمایا جب کسی قوم کا سردار آئے تو اس کی عزت کرو۔ابتدائی زمانہ میں قبول اسلام کی یہ روایت کمزور ہے۔

علامہ ابن حجر کے نزدیک یہ روایت قبول کرنے کی ایک صورت یہ ہوسکتی ہے کہ مجازاً جریر کی روایت کا یہ مطلب لیا جائے کہ جب انہیں رسولؐ اللہ کی بعثت کا علم ہوا انہوں نے حاضر ہو کر اسلام قبول کرلیا۔گویا انہیں تاخیر سے یہ پتہ چلا۔

احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ حضرت جریرؓ حجۃ الوداع میں لوگوں کو خاموش کرانے پر مامور تھے۔حضورؐ نے اس موقع پر جو خاص نصیحت فرمائی کہ میرے بعد آپس میں جنگ و جدل نہ کرنا ایک دوسرے کی گردنیں نہ کاٹنا۔جو حضرت جریرؓ کو خوب یاد تھی۔

واقدی نے حضرت جریرؓ کا قبول اسلام رمضان 10ھ بیان کیا ہے۔مگر یہ محل نظر ہے کیونکہ بعض اور قرائن سے حضرت جریرؓ کا زمانہ اسلام اس سے پہلے معلوم ہوتا ہے۔طبرانی کے مطابق حضرت جریرؓ کا اپنا بیان ہے کہ رسولؐ اللہ نے ہمیں فرمایا کہ تمہارا بھائی نجاشی فوت ہوگیا ہے۔اس کے جنازے کیلئے کھڑے ہو جاؤ اور نجاشی کی وفات کا زمانہ فتح خیبر 7ھ کے بعد کا ہے۔(2)

جریرؓ کا اعزاز و اکرام

حضرت عبداللہؓ بن حمزہ بیان کرتے ہیں کہ ایک روز میں رسول کریم ﷺ کے ساتھ صحابہ کی

مجلس میں تھا جن میں اکثر اہل یمن تھے کہ اچانک رسول اللہ ﷺ نے کشفی نظارہ سے (اللہ تعالیٰ سے علم پاکر) یہ اطلاع دی کہ تمہارے پاس یمن کا بہترین شخص آنے والا ہے۔ یمن کے ہر قبیلہ کے لوگ اس امید و بیم میں انتظار کرنے لگے کہ شاید وہ آنے والا ان کے قبیلہ سے ہو۔ پھر ناگہاں دیکھا تو حضرت عبداللہؓ بن جریر گھاٹی سے گویا چاند بن کر طلوع ہوئے، وہ آئے اور رسول کریم ﷺ اور آپ کے صحابہ کی خدمت میں سلام عرض کیا۔ سب نے سلام کا جواب دیا، نبی کریم ﷺ نے اپنی چادر ان کیلئے بچھا دی اور فرمایا ''جریر! آئیں اس چادر پر تشریف رکھیں'' آپؐ خود بھی ان کے ساتھ اس چادر پر کچھ دیر تشریف فرما ہوئے۔ جب آپؐ جانے کیلئے اٹھے تو صحابہ رسولؐ نے عرض کیا یا رسولؐ اللہ! آج ہم نے آپ سے جریرؓ کیلئے اکرام کا ایسا عجیب منظر دیکھا جو اس سے پہلے کسی اور کیلئے نہیں دیکھا، آپؐ نے فرمایا ''یہ اپنی قوم کے سردار ہیں اس لئے ان کا عزت و احترام واجب ہے۔''(3)

خود حضرت جریرؓ بیان کرتے تھے کہ ''جب میں مدینہ کے قریب پہنچا تو میں نے اپنی سواری کو بٹھایا پھر اپنا تھیلا کھول کر اپنی پوشاک نکال کر زیب تن کی اور رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہونے کیلئے تیار ہوا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ حضورؐ خطبہ ارشاد فرما رہے ہیں۔ لوگوں نے آنکھوں آنکھوں میں مجھے کچھ اشارے کئے۔ میں نے اپنے قریب بیٹھے ساتھی سے پوچھا ''اے اللہ کے بندے کیا خدا کے رسولؐ نے میرا ذکر کیا ہے'' اس نے کہا آپ کا بہت عمدہ ذکر کیا ہے۔ دراصل دوران خطبہ ہی نبی کریم ﷺ کو میری آمد کا نظارہ کرایا گیا تھا۔ آپؐ نے میری آمد کی پیشگی اطلاع دیتے ہوئے صحابہ سے فرمایا کہ ''اس کے چہرے پر سرداری یا شاہی نشان ہے۔'' میں نے اللہ کی طرف سے اس انعام پر اس کی خوب حمد کی۔(4)

حضرت براءؓ بن عازب کی روایت ہے کہ جب حضرت جریرؓ حضور ﷺ کی اطلاع کے مطابق آ گئے تو انہوں نے حضورؐ کا ہاتھ پکڑ لیا اور آپؐ کو سلام کر کے بیعت کی سعادت پائی اور ہجرت کر کے مدینہ کے ہو رہے۔

شفقت رسولؐ

حضور ﷺ نے ان کی آمد پر پوچھا کہ تم کون ہو انہوں نے بتایا جریر بن عبداللہ البجلی۔ رسول کریم ﷺ نے انہیں اپنے پہلو میں جگہ دی۔ از راہ شفقت و برکت ان کے سر، چہرے، سینے اور

پیٹ پر ہاتھ پھیرا، حضرت جریرؓ کو اچانک نہ جانے کیا خیال آیا کہ کہیں حضورؐ کا ہاتھ زیر ازار نہ چلا جائے وہ از راہ حیاء و شرم فوراً آگے جھک کر کبڑے سے ہو گئے۔ رسول کریم ﷺ ان کی اس بے ساختہ حرکت پر بہت محظوظ ہوئے۔(5)

رسول کریم ﷺ تو ان کے اور ان کی اولاد کیلئے برکت کی دعا کر رہے تھے۔ یہ دعا اللہ تعالیٰ کے شکر کے اظہار کے طور پر بھی تھی جس نے پیشگی اس نیک فطرت کے آنے کی خبر اپنے رسولؐ کو عطا فرمادی۔ اور اس بات کے پورا ہونے پر خوشی کا اظہار بھی!!

معلوم ہوتا ہے کہ حضرت جریرؓ کا اللہ تعالیٰ سے علم پا کر استقبال اور ان کا شرم و حیاء سے کبڑے ہو جانے کا دلچسپ نظارہ ہر دفعہ انہیں دیکھ کر رسول اللہ ﷺ کو یاد آ جاتا رہا اور آپؐ اس سے محظوظ ہوتے رہے۔ چنانچہ حضرت جریرؓ بیان کرتے ہیں کہ ''جب سے میں نے اسلام قبول کیا رسول اللہؐ نے کبھی مجھے ملاقات سے نہیں روکا اور کبھی ایسا نہیں ہوا کہ آپؐ کی نظر مجھ پر پڑی ہو اور آپ مسکرائے نہ ہوں۔'' بہر حال ہر دفعہ انہیں دیکھ کر مسکرانا یقیناً معنی خیز تھا۔

حضرت جریرؓ کہتے ہیں کہ بیعت کے وقت میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ مجھے بیعت کی وہ شرائط بتادیں جن پر مجھے قائم رہنا ہے۔ آپؐ نے فرمایا کہ ''تم اللہ کی عبادت کرو گے فرض نماز ادا کرو گے، زکوۃ دو گے، مسلمانوں کی خیر خواہی کرو گے، اور (دشمن) کافروں سے بیزاری ظاہر کرو گے۔''(6) حضرت جریرؓ نے آخر وقت تک اس عہد بیعت کو خوب نبھایا۔

حضرت جریرؓ بہت خوبصورت اور خوش شکل انسان تھے۔ قد چھ فٹ سے بھی لمبا تھا پاؤں پورا ایک فٹ تھا۔ حضرت عمرؓ نے انہیں کسی کھیل کے میدان یا فوجی پریڈ میں مختصر لباس میں دیکھا تو چاک چوبند متناسب جسم اور متوازن اعضاء دیکھ کر کہنے لگے ''میں نے ایسا خوبصورت جسم والا حسین و جمیل شخص پہلے نہیں دیکھا البتہ حضرت یوسفؑ کے ایسے حسن کا ذکر ضرور سن رکھا ہے۔'' چنانچہ حضرت عمرؓ حضرت جریرؓ کو اس امت کا یوسفؑ کہا کرتے تھے۔(7)

دعائے رسولؐ اور خدمات جریرؓ

نبی کریم ﷺ نے حضرت جریرؓ کے سپرد وقتاً فوقتاً اہم ذمہ داریاں کیں۔ مشرکین نے فتح مکہ

کے بعد خانہ کعبہ کے مقابل پر پہلے سے بنائے گئے دیگر معبدوں کو بت پرستی کے اڈے اور اسلام کے خلاف سازشوں کے گڑھ بنانا چاہا۔ ان میں ایک اڈہ کعبہ یمانیہ تھا۔ جوذی الخلصہ میں خثعم قبیلہ نے بنا رکھا تھا۔ نبی کریم ﷺ نے حضرت جریرؓ سے فرمایا کہ کیا تم مجھے ذوالخلصہ سے نجات نہیں دلاؤ گے؟ حضرت جریرؓ ڈیڑھ صد گھوڑ سواروں کا ایک دستہ لے کر روانہ ہوئے۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں گھوڑے پر جم کر نہ بیٹھ سکتا تھا۔ رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا تو آپ نے میرے سینہ پر ہاتھ مارا یہاں تک کہ میں نے آپ کی انگلیوں کے آثار اپنے سینہ میں دیکھے۔ آپ نے فرمایا **اَللّٰھُمَّ ثَبِّتْہُ وَ اجْعَلْہُ ھَادِیاً مَّھْدِیاً**۔ اے اللہ اسے گھوڑے پر جما دے اور اسے ہدایت دینے والا اور ہدایت یافتہ بنا دے۔ رسول اللہ ﷺ کی یہ دعا خوب قبول ہوئی۔ (8)

حضرت جریرؓ نے دعا کی بدولت کماحقہ یہ خدمت انجام دی۔ وہیں سے اپنا نمائندہ حضور کی خدمت میں بھجوایا کہ حسب ارشاد کام مکمل ہو گیا ہے۔

رسول اللہ ﷺ کی وفات کے وقت حضرت جریرؓ کو یمن میں ایک یہودی عالم نے خبر دی کہ تمہارے نبیؐ آج وفات پا گئے ہیں۔ بعد میں اس کی تصدیق ہوئی کہ سوموار کے روز ہی رسول کریم ﷺ فوت ہوئے تھے۔ (9)

حضرت عمرؓ کے زمانہ میں عراق، قادسیہ اور تستر کی جنگوں میں حضرت جریرؓ نے بہت کارنامے انجام دئے۔ جب عراق کی جنگوں میں بعض جگہ مسلمانوں کو نقصان پہنچا تو انہوں نے مدینہ سے کمک منگوائی۔ انہی دنوں حضرت عمرؓ کے پاس حضرت جریرؓ کے قبیلہ بجیلہ کا وفد آیا تھا۔ انہوں نے حضرت جریرؓ کو اس قبیلہ کا امیر لشکر مقرر کر کے انہیں بطور کمک بھجوایا۔ گویا یہ بجیلہ بٹالین یا رجمنٹ بن گئی جس نے ان جنگوں میں بہادرانہ کارنامے سرانجام دئے۔ فتح قادسیہ میں حضرت جریرؓ کا بڑا حصہ تھا۔ (10)

اخلاق فاضلہ

عہد بیعت کا خیال آخر دم تک تھا جسے خوب نبھایا۔ بہت باریکی سے اس کا خیال رکھتے۔ کہتے تھے۔ ''میں نے رسول اللہ ﷺ کی بیعت سننے اور اطاعت کرنے پر کی تھی اور اس بات پر کہ ہر مسلمان کی خیر خواہی کروں گا۔ جب کسی سے سودا خریدتے اور وہ اس چیز کی قیمت کی نسبت زیادہ پسند

ہوتی تو عام لوگوں کے اسلوب سے ہٹ کر ہمدردی و خیر خواہی اور وفاء بیعت کے تقاضا سے کہتے۔'' تمہیں پتہ ہونا چاہیے کہ جو ہم نے تم سے خریدا ہے وہ ہمیں اس سے زیادہ اچھا لگتا ہے جو ہم نے تمہیں اسکے عوض دیا ہے۔یعنی دھوکے میں سودا نہیں ہوا'' یہ تقویٰ کی باریک راہوں پر چلنے کا انداز تھا۔(11)

حضرت جریرؓ کوفہ میں قیام پذیر تھے۔کوفہ کے امیر حضرت مغیرہؓ بن شعبہ فوت ہوگئے حضرت جریرؓ نے بظاہر بےنظمی اور انتشار کے اس ہنگامی موقع پر مسلمانوں کو متحد رکھنے اور اہل کوفہ سے کمال ہمدردی کرتے ہوئے ایک خطبہ دیا۔اس میں کہا'' تمہارا امیر فوت ہوگیا ہے نئے امیر کے آنے تک امن سے انتظار کرو۔لوگو! اپنے امیر کیلئے مغفرت طلب کرو۔وہ بھی تم سے عفو سے کام لیتا تھا۔جب میں نے رسول کریم ﷺ کی بیعت خیر خواہی کی شرط پر کی تھی ۔اس مسجد کے رب کی قسم میں تمہارا خیر خواہ ہو کر یہ کہہ رہا ہوں۔''(12)

حضرت جریرؓ کی سیرت کے نمایاں وصف نرمی ،انکسار اور تواضع تھے۔وہ بیان کرتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو نرمی سے محروم ہے وہ خیر سے محروم ہے۔

حضرت انسؓ کہتے ہیں جریرؓ مجھ سے عمر میں بڑے تھے مگر سفر میں میری خدمت کرتے اور کہتے آپ انصار مدینہ میں سے ہیں اور رسول اللہ ﷺ کے خادم رہ چکے ہیں۔(13)

حضرت جریرؓ قبول اسلام کے بعد ہمیشہ تقویٰ کی باریک راہوں پر قدم مارنے کی سعی کرتے تھے۔ایک دفعہ رسول کریم ﷺ سے پوچھا کہ اچانک نامحرم عورت پر نظر پڑ جائے تو انسان کیا کرے تو حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ نظر پھیر لیا کریں۔(14)

حضرت جریرؓ اپنا آنکھوں دیکھا ایک اور عجیب نظارہ میں بیان کرتے ہیں کہ قبول اسلام کے بعد انہوں نے دیکھا کہ کسی غریب قوم کے فاقہ سے بدحال لوگوں کا ایک وفد آیا۔رسول اللہ ﷺ کا رنگ ان کی فاقہ کی حالت دیکھ کر متغیر ہو گیا۔پھر حضورؐ نے خطبہ دیا جس میں سورۃ نساء کی پہلی اور سورۃ حشر کی آیت (19) وَلۡتَنۡظُرۡ نَفۡسٌ مَّا قَدَّمَتۡ لِغَدٍ پڑھی اور مالی امداد کی تحریک کرتے ہوئے فرمایا کہ جس کی جو توفیق ہو درہم ، کپڑے، گندم، کھجور حتیٰ کہ نصف کھجور کی بھی توفیق ہو تو دو۔

ایک انصاری کچھ کھجوریں لے آئے پھر دوسرا کچھ اور لے آیا۔ یہاں تک کہ غلے کھانے اور

کپڑوں کا ڈھیر جمع ہو گیا۔ اسے دیکھ کر رسول اللہ ﷺ کا چہرہ دمک اٹھا۔ فرمایا ''جس نے نیک سنت قائم کی اسے اس کا اجر اور اس پر عمل کرنے والوں کو اجر ضرور ملے گا۔'' (15)

حضرت جریرؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ مدینہ سے سفر پر نکلے سامنے سے ایک سوار آتا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے صحابہ سے فرمایا تمہاری طرف آنے کا ارادہ رکھتا ہے۔ پھر اس سے پوچھا کہاں سے آرہے ہو۔ اس نے کہا اپنے کنبہ سے۔ کہاں جانا ہے بولا رسول اللہ ﷺ کے پاس آپؐ نے فرمایا۔ تم ان کے پاس پہنچ گئے اس نے ایمان کے بارہ میں پوچھ کر ارکان ایمان کو تسلیم کیا اور اسلام قبول کر لیا۔ رسول کریم ﷺ اسے دوران سفر اسلام کی تعلیم دے رہے تھے، اس دوران اس کے اونٹ کا پاؤں چوہے کے بل میں پڑا اور وہ غیر متوازن ہو کر اچانک گرا۔ جس پر وہ گردن کے بل گرا اور وہیں اس کی موت واقع ہو گئی۔ رسول کریم ﷺ نے فرمایا اسے میرے پاس لاؤ۔ حضرت عمارؓ، حضرت حذیفہؓ لے آئے اور عرض کیا کہ فوت ہو گیا ہے۔ رسول کریم ﷺ نے فرمایا میں نے دو فرشتوں کو اس کے منہ میں جنت کے پھل دیتے دیکھا اور میں سمجھ گیا کہ جب اسکی وفات ہوئی تو اسے بھوک لگی تھی۔

اس نے بے شک اس عرصہ میں بظاہر کم عمل کرنے کی توفیق پائی مگر قبول اسلام اور اخلاص میں بہت زیادہ اجر پانے والا بن گیا۔ (16)

پھر یہ فرمایا ان لوگوں میں سے ہے جن کے بارہ میں اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ یَلْبِسُوْٓا اِیْمَانَھُمْ بِظُلْمٍ (انعام:83) یعنی وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے اپنے ایمان کے ساتھ ظلم کو نہیں ملایا۔ یہی لوگ ہیں جن کے لئے امن ہے اور وہی ہدایت پانے والے ہیں۔ حضور اس کے دفن کرنے میں خود شریک ہوئے۔

جریرؓ اہل بیت سے ہے

حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت جریرؓ کے بارہ میں اپنے تعلق کا اظہار ان محبت بھرے الفاظ میں فرمایا تھا۔

جَرِیرٌ مِنَّا اَھلَ البَیتِ۔ جریر تو اس طرح ہمارا اہل بیت ہے۔ جس طرح پیٹ کے ساتھ

پشت جڑی ہوئی ہے۔رسول کریم ﷺ نے یہ الفاظ اپنے روحانی رشتہ کے اظہار کیلئے یا تو حضرت سلمانؓ فارسی کیلئے استعمال فرمائے جو رسولؐ اللہ پر نہایت اخلاص سے ایمان لائے اور کمال اطاعت اور وفا سے اس پر قائم رہے۔یہی محاورہ امت میں آنے والے امام مہدی کیلئے بھی استعمال کیا کہ وہ ہمارے اہل بیت سے ہوگا اور حضرت جریرؓ کو بھی ان کی خالص محبت واطاعت کی وجہ سے اہل بیت میں سے قرار دیا۔(17)

حضرت جریرؓ ایک دفعہ حضرت عمرؓ کی مجلس میں تھے۔شرکاء مجلس میں سے کسی سے بدبو اٹھی تو حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ میں اس بدبو پیدا کرنے والے شخص کو یہ حکم دیتا ہوں کہ وہ اٹھے اور جا کر وضو کرے۔حضرت جریرؓ نے عرض کی امیر المومنین! آپ ہم سب کو یہ ارشاد فرمائیں کہ ہم وضو کر کے آئیں۔حضرت عمرؓ نے فرمایا ہاں سب وضوء کر کے آئیں۔پھر حضرت جریرؓ سے فرمایا آپ جاہلیت میں بھی سردار تھے اور اسلام میں بھی سردار ہو۔حضرت جریرؓ کا ایک پر حکمت قول معروف ہے کہ گونگا بن جانا چرب زبانی ودھوکہ دہی سے بہتر ہے اور گونگا ہونا گالی گلوچ کرنے سے بہتر ہے۔(18)

رسول کریم ﷺ نے حضرت جریرؓ کو یمن میں بعض قبائل پر نگران مقرر کر کے بھجوایا تھا۔حضرت عمرؓ کے زمانہ میں وہ حضرت سعدؓ بن ابی وقاص کے پاس کوفہ آئے۔حضرت عمرؓ نے پوچھا آپ نے حضرت سعدؓ کو ان کی امارت میں کیسا پایا؟ حضرت جریرؓ نے کیا خوبصورت اور فصیح و بلیغ آنکھوں دیکھا حال بیان کیا انہوں نے کہا ''میں نے انہیں قدرومنزلت میں سب سے زیادہ باعزت اور معذرت میں سب سے عمدہ پایا۔وہ اپنے عوام کیلئے ایک شفیق ماں کی طرح ہیں جو انہیں وحدت کی لڑی میں پروئے رکھتے ہیں اس پر مستزاد ان کے وجود کی برکت ہے، انہیں کلید فتح وظفر نصیب ہے۔اور وہ مقابلہ میں بہت مضبوط اور غالب ہیں۔اور لوگوں کو قریش میں سے سب سے زیادہ عزیز ہیں۔''

حضرت عمرؓ نے فرمایا اب عوام کا حال سنائیں۔اس پر حضرت جریرؓ نے کہا اس کی مثال ترکش کے ملے جلے تیروں کی سی ہے جن میں کچھ سیدھے پر والے ہیں اور کچھ ٹیڑھے نشانہ لگنے والے اور سعد بن ابی وقاصؓ ایک ماہر ذہین نشانہ باز کی طرح ان کے ٹیڑھے پن کو درست کرتا ہے باقی اے عمرؓ! دلوں کے بھید تو اللہ ہی جانتا ہے۔

حضرت عمرؓ نے پوچھا لوگوں کے اسلام اور دین کی کیا حالت ہے۔ انہوں نے کہا وہ اپنے وقت پر نمازیں ادا کرتے ہیں اور اپنے حاکموں کی اطاعت کرتے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے خدا کا شکر ادا کیا اور فرمایا الحمدللہ جب نماز ہوتی ہے اور زکوۃ ادا کی جاتی ہے اور جب تک اطاعت ہے تب تک جماعت ہے۔

حضرت علیؓ کو آپ پر کامل اعتماد تھا۔ انہوں نے حضرت جریرؓ کو حضرت معاویہؓ کی طرف اپنا سفیر صلح بنا کر روانہ کیا تھا۔ حضرت معاویہؓ نے انہیں پہلے تو کافی دیر روک رکھا۔ پھر ان کے ساتھ ایک چمڑے کا ٹکڑا بطور نشانی محض ایک مہر لگا کر بغیر کسی تحریر کے بھجوایا۔ اور ساتھ اپنا ایک نمائندہ بھجوایا جو حضرت جریرؓ سے ان کی گفتگو کا احوال خود بیان کرے۔(19)

حضرت جریرؓ کی وفات 51 سے 54ھ کے درمیان ہوئی۔ آخری عمر میں کوفہ میں اور قرقیساء میں بھی سکونت فرمائی۔

حوالہ جات

1- مسند احمد جلد 4 ص 358، اسد الغابہ جلد 1 ص 379

2- الاصابہ جز 1 ص 242

3- طبرانی بحوالہ مجمع الزوائد جلد 9 ص 372

4- احمد وطبرانی بحوالہ مجمع الزوائد جلد 9 ص 372

5- طبرانی بحوالہ مجمع الزوائد جلد 9 ص 372

6- مسند احمد جلد 4 ص 357

7- بخاری کتاب المغازی

8- مسند احمد جلد 4 ص 364

9- اصابہ جز 1 ص 242,243 اسد الغابہ جلد 1 ص 279

10- استیعاب جلد 1 ص 309

11- مسند جلد 4 س 364

12- مسند احمد جلد 4 ص 364
13- مسند احمد جلد 4 ص 366
14- مسند جلد 4 ص 359
15- مسند احمد جلد 4 ص 359
16- اصابہ جز 1 ص 243
17- اصابہ جز 1 ص 242-243
18- استیعاب جلد 1 ص 309، 310
19- استیعاب جلد 1 ص 310

حضرت عبداللہؓ ذوالبجادین

تعارف وقبول اسلام

عبداللہ بن عبدنہم ذوالبجادین کا اصل نام عبدالعزیٰ تھا۔قبیلہ مزینہ سے تعلق رکھتے تھے۔ حضرت عبداللہؓ بن مغفل کے چچا تھے۔بچپن میں یتیم ہوگئے۔ چچا نے نازونعم اور محبت شفقت سے پرورش کی۔

جب عبداللہ تک اسلام کا پیغام پہنچا تو انہوں نے اسے قبول کرلیا۔چچا کو پتہ چلا تو اس نے عبداللہؓ کی والدہ کے ایماء پر دھمکی دی کہ اگر تم دین محمدؐ کی پیروی کروگے تو جو کچھ میں نے تمہیں دیا ہے سب واپس لے لوں گا۔عبداللہؓ نے کمال استقامت سے جواب دیا کہ اب تو میں مسلمان ہو چکا ہوں۔ان حالات میں انہوں نے ترک وطن کرکے رسولؐ اللہ کی طرف ہجرت کرنے کا ارادہ کرلیا۔

رسول کریم ﷺ نے انہیں اس مشرکانہ نام عبدالعزیٰ کی بجائے عبداللہ کا بابرکت نام اور ذوالبجادین کا لقب عطا فرمایا اور لقب کے پس منظر میں حضرت عبداللہؓ کے قبول اسلام اور قربانی کی دردناک داستان آئندہ آنے والی نسلوں کیلئے محفوظ کردی۔

عبداللہؓ نے جب اسلام قبول کیا تو ان کی قوم کے لوگوں نے ان کے کپڑے تک اتار لئے۔والدہ رہ نہ سکی اور ایک موٹی چادر اپنے بیٹے کو اوڑھادی۔عبداللہؓ سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر اپنا اسلام بچا کر اسی چادر میں گھر سے بھاگ نکلے۔ارادہ رسول کریم ﷺ کی خدمت میں آنے کا تھا۔جب مدینہ کے قریب میں اس چادر کے دوٹکڑے کرکے نصف کا تہ بند بنایا اور دوسری نصف اوپر اوڑھ لی۔ مدینہ پہنچے۔صبح کی نماز کے بعد رسول کریم ﷺ کی نظر پڑی تو آپ نے نووارد اجنبی پاکر پوچھا کہ آپ کون ہو؟ کہا عبدالعزیٰ فرمایا نہیں تم آج سے عبداللہؓ ذوالبجادین ہو یعنی دو چادروں کے ٹکڑوں والے۔بس تم میرے در پر دھونی مار کے بیٹھ رہو اور یہ وفا شعار رسول اللہ ﷺ کے در کا مجاور ہوگیا۔ دن رات بآواز بلند قرآن پڑھنے کا شغل رہتا یا تسبیح وتحمید اور تکبیر میں وقت گزرتا۔(1)

حسن تلاوت

حضرت ابن الادرعؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نبی کریم ﷺ کی حفاظت کی ڈیوٹی پر مامور تھا۔ایک رات حضورؐ کسی کام سے باہر نکلے تو مجھے ڈیوٹی پر موجود پا کر میرا ہاتھ پکڑا۔ہم چل پڑے اور ایک ایسے شخص کے پاس سے گزرے جو نماز میں بآواز بلند قرآن پڑھ رہا تھا۔ نبی کریم ﷺ نے تلاوت کا لہجہ سن کر فرمایا یہ کوئی ریاکار معلوم ہوتا ہے۔ابن الادرعؓ نے عرض کیا یہ شخص تو نماز میں بآواز بلند قرآن پڑھ رہا ہے۔فرمایا تم یہ چیز زبردستی اور طاقت سے حاصل نہیں کر سکتے۔پھر ایک اور رات ایسا ہوا کہ میں حفاظت کی ڈیوٹی دے رہا تھا۔رسول کریم ﷺ کسی کام سے باہر تشریف لائے اور ہم ایک اور شخص کے پاس سے گزرے جو نماز میں بلند آواز قرآن کی تلاوت کر رہا تھا۔تب میں نے عرض کیا یہ بھی کہیں کوئی ریاکار نہ ہو۔ نبی کریم ﷺ نے اس کی آواز سن کر فرمایا نہیں نہیں۔ یہ تو عاجز اور جھکنے والا بندہ معلوم ہوتا ہے میں نے جا کر دیکھا تو عبداللہ ذوالبجادین تھے۔(2)

دوسری روایت میں ہے کہ حضرت عمرؓ نے ان کی بلند آواز تلاوت سن کر پوچھا یا رسولؐ اللہ یہ ریاکار تو نہیں ہے فرمایا رہنے دو۔وہ یقیناً دردمند دل والا انسان ہے۔

حضرت عقبہؓ بن عامر کہتے ہیں کہ رسول کریمؐ نے ایک شخص کے بارہ میں جسے ذوالبجادین کہتے تھے فرمایا کہ ''یہ بڑا دردمند دل رکھنے والا ہے وجہ یہ تھی کہ وہ قرآن شریف کی تلاوت بڑی کثرت سے کرتا تھا اور بآواز بلند دعا بھی کرتا تھا۔'' (3)

دعائے رسولؐ اور انجام بخیر

حضرت عبداللہؓ بن مسعود بیان کرتے ہیں کہ غزوہ تبوک کا واقعہ ہے۔ میں آدھی رات کو بیدار ہوا تو لشکر کے ایک حصہ میں آگ کے شعلہ کی روشنی دیکھی۔ وہاں پہنچا تو عبداللہؓ ذوالبجادین وفات پا چکے ہیں اور رسول اللہ ﷺ اور ابوبکرؓ، عمرؓ وہاں موجود ہیں۔(4)

حضرت عبداللہؓ بن مسعود بیان کرتے تھے کہ اب بھی مجھے وہ نظارہ خوب یاد ہے جب غزوہ تبوک میں ذوالبجادین کی قبر میں اترے ہوئے تھے۔حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ انہیں قبر میں اتار

رہے تھے۔ رسول کریم ﷺ نے فرمایا۔ اپنے بھائی کو میرے قریب کرو۔ آپؐ نے قبلہ رخ سے انہیں لیا اور لحد میں خود اپنے ہاتھوں سے اتارا۔ پھر رسول اللہ ﷺ قبر سے باہر تشریف لائے اور صحابہ نے قبر تیار کی۔ جب فارغ ہوئے تو رسول کریمؐ نے قبلہ کی طرف منہ کر کے ہاتھ اٹھائے اور دعا کی اَلّٰلهُمَّ اِنِّی اَمسَیتُ عَنهُ راضِیاً فَارضِ عَنهُ۔ اے اللہ میں اس سے راضی تھا تو بھی اس سے راضی ہو جانا۔(5)

حضرت عبداللہؓ بن مسعود کہا کرتے تھے کہ میں نے ذوالبجادین سے پندرہ سال قبل اسلام قبول کیا تھا۔ اس وقت میری دلی تمنا ہوئی کہ اے کاش! آج ذوالبجادین کی جگہ میں اس قبر میں دفن ہوتا اور رسول اللہ ﷺ کی اس دعا کا وارث ٹھہرتا۔(6)

خوش نصیب تھے عبداللہؓ جو انجام بخیر کے ساتھ اس حالت میں دنیا سے رخصت ہوئے کہ رسول خدا ﷺ کی دعائے خاص کے وارث ہوئے۔ آپ سے حضرت عمروؓ بن عوف مزنی صحابی رسول بعض احادیث کے راوی ہیں۔

حوالہ جات

1- اسد الغابہ جلد 3 ص 122,123، استیعاب جلد 3 ص 125
2- احمد بحوالہ مجمع الزوائد جلد 9 ص 369
3- احمد بحوالہ مجمع الزوائد جلد 9 ص 369
4- اصابہ جز 4 ص 98
5- مجمع الزوائد جلد 9 ص 369
6- اسد الغابہ جلد 3 ص 123

حضرت زاہرؓ بن حرام

نام وتعارف

حضرت زاہرؓ بن حرام کا تعلق بنو اشجع قبیلہ سے تھا۔ انہیں نبی کریمؐ کے ساتھ غزوہ بدر میں شرکت کی توفیق ملی۔

حضرت انسؓ اور حضرت سالمؓ بیان کرتے تھے کہ زاہر بن حرام صحابی رسولؐ صحراء کے رہنے والے تھے۔ وہ رسول کریم ﷺ کیلئے صحراء سے تحفے لیکر آیا کرتے تھے۔ جب وہ واپس گاؤں جانے لگتے تو نبی کریم ﷺ انہیں تحائف عطا فرما کر رخصت کرتے اور فرماتے زاہر ہمارا دیہاتی اور ہم اس کے شہری ہیں۔ ہر چند کہ زاہرؓ ایک بالکل سادہ اور ادنیٰ سی شکل کا آدمی تھا۔ رسول کریم ﷺ اس کی سادگی اور اخلاص کی وجہ سے اس سے بہت محبت کرتے تھے۔

محبت رسولؐ کے مورد

ایک روز زاہرؓ اپنا سامان فروخت کرنے گاؤں سے شہر آئے اور رسول اللہ ﷺ کے پاس آنے کی بجائے سیدھا گاؤں بازار سودا بیچنے چلے گئے۔ رسول کریم ﷺ کا ادھر سے گزر ہوا تو دیکھا کہ وہ منڈی میں اپنا سودا بیچ رہے ہیں۔ آپؐ نے اپنی محبت کے اظہار کیلئے پہلے تو زاہرؓ کو کندھوں کے پیچھے سے پکڑ کر جپھی ڈال لی پھر ان کی آنکھوں پر ہاتھ رکھ لئے۔ ان کا منہ دوسری طرف تھا۔ حضور ﷺ کو دیکھ نہیں سکے۔ اپنے دھیان میں ہی کہنے لگے، کون ہو مجھے چھوڑ دو! پھر جو گردن گھمائی تو دیکھا کہ رسول خدا ﷺ ہیں پہلے تو فرط محبت میں آپؐ کا ہاتھ چوما۔ پھر اپنے لاڈ اور پیار کا اظہار کرتے ہوئے خوشی سے اپنی پشت حضورؐ کے سینہ سے ملنے لگے۔ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کوئی ہے جو اس غلام کو خریدے؟ وہ کہنے لگے یا رسولؐ اللہ! پھر تو آپ مجھے بہت کم قیمت پائیں گے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا نہیں نہیں تم کم قیمت نہیں۔ اللہ کے ہاں تمہاری بڑی قدر ہے۔

دوسری روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ”اللہ کے نزدیک تم بہت منافع پانے والے ہو۔“ نیز یہ بھی روایت ہے کہ آپؐ نے فرمایا ”ہر شہری کا کوئی دیہاتی (رابطہ) ہوتا ہے اور آل

محمد ﷺ کا دیہاتی زاہر بن حرام ہے۔'' زاہرؓ بعد میں کوفہ منتقل ہو گئے تھے۔(☆)

حوالہ جات

☆ مسند احمد جلد 3 ص 161۔ مجمع الزوائد جلد 9 ص 368
اصابہ جز 3 ص 2
اسد الغابہ جلد 2 ص 192 ، جلد 3 ص 112
استیعاب جلد 2 ص 88

انڈیکس مضامین سیرت صحابہؓ

آیات قرآنی

احادیث

اسماء

فہرست مقامات سیرت صحابہؓ

غزوات

کتابیات

1-القرآن الحکیم

المعجم المفہرس الالفاظ للقرآن الکریم	محمد فؤاد عبدالباقی ۔ دار المعرفۃ بیروت

2- کتب حدیث

جامع صحیح بخاری	امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل البخاری متوفی (۲۵۴ھ)
صحیح مسلم	امام ابوالحسین مسلم بن الحجاج القشیر ی م (۲۶۱ھ)
سنن الترمذی	ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ الترمذی (۲۷۹ھ)
سنن ابوداؤد	ابوداؤد سلیمان ابن اشعث (۲۷۵ھ)
سنن النسائی	احمد بن شعیب النسائی (۳۰۳ھ)
سنن ابن ماجہ	امام ابوعبداللہ بن یزید بن ماجہ (۲۷۳ھ)
مؤطا امام مالک	امام مالک بن انس متوفی (۱۷۹ھ)
مسند احمد بن حنبل	امام احمد بن حنبل م (۲۴۱ھ) المکتبہ السلامی دار الفکر بیروت
التاج الجامع الاصول فی احادیث الرسول	الشیخ منصور علی ناصف دار احیاء التراث بیروت
سنن دارمی	ابومحمد عبداللہ بن عبدالرحمان الدارمی (م 255)
المعجم الکبیر	للحافظ ابی القاسم سلیمان بن احمد الطبرانی (م 360) مطبوعہ مصر
المعجم الصغیر	للحافظ ابی القاسم سلیمان بن احمد الطبرانی دار الفکر بیروت
مستدرک علی الصحیحین	امام ابوعبداللہ حاکم نیشاپوری دار الکتاب العلمیہ بیروت

مجمع الزوائد ومنبع الفوائد	حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الھیثمی (م807ھ) دار الکتاب العلمیہ بیروت
سنن الکبریٰ	حافظ ابوبکر احمد بن حسین البیھقی (م۴۵۸ھ) مطبعۃ مجلس دائرۃ المعارف مصر
الترغیب والترھیب من الحدیث الشریف	امام حافظ عبد العظیم بن عبد القوی المنذری (م656ھ) دار الکتب العلمیہ بیروت
عمدۃ القاری شرح بخاری	علامہ بدر الدین عینی (م۸۵۵ھ) ادارۃ الطباعۃ المنیریۃ بمصر
فتح الباری شرح بخاری	علامہ احمد علی ابن حجر عسقلانی (م۸۵۴ھ) دار النشر الکتب الاسلامیۃ شارع شیش محل۔ لاہور
تاریخ الصغیر	امام بخاری المکتبۃ الاثریۃ۔ سانگلہ ہل جامع اہل حدیث باغ والی ضلع شیخوپورہ
الجامع الصغیر فی احادیث البشیر والنذیر	علامہ جلال الدین سیوطی (م۹۱۱ھ) طبع بمطبعۃ المیمنیۃ بمصر
کنز العمال فی سنن الاقوال والاعمال	علی بن حسام الدین ھندی (م۹۷۵ھ) مکتبۃ التراث الاسلامی حلب
منتخب کنز العمال	برحاشیہ مسند احمد بن حنبل مطبوعہ بیروت
مسند الشافعی	ابی عبد اللہ محمد بن ادریس شافی دار الکتب بیروت
حلیۃ الاولیاء	ابونعیم الاصفہانی ترجمہ مولانا محمد اصغر دار الاشاعت اردو بازار جناح روڈ کراچی
صفۃ الصفوۃ (جلد اول وثانی)	مصنف عبد الرحمٰن ابن الجوزی دار الفکر بیروت لبنان 1991
مشکوٰۃ المصابیح	محمد بن عبد اللہ الخطیب التبریزی (م۷۴۳ھ)
موسوعۃ اطراف الحدیث النبوی شریف	ابوھاجر محمد السعید بن بسونی (1989) دار الکتب العلمیۃ بیروت
المعجم المفھرس للحدیث	الدکتور ای ونسک (م1936) مکتبۃ بریل فی مدینۃ

3- کتب سیرت وتاریخ

السیرۃ النبویہ لابن ھشام	مطبع مصطفیٰ البابی الحلبی مصر (مطبوعہ 1936م ۲۱۳ھ)
الروض الانف شرح سیرت ابن ہشام	ابوعبد الرحمٰن السھیلی دار الفرقۃ للطباع والنشر بیروت لبنان (م۵۸۱ھ)
الطبقات الکبریٰ	محمد بن سعد دار احیاء التراث العربی بیروت

شرح العلامہ الزرقانی علی المواھب اللد نیہ	للقسطلانی (م۹۴۳ھ) دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان
زاد المعاد فی ھدی خیر العباد	الامام عبداللہ محمد بن ابی بکر مؤستہ الرسالہ
السیر ۃ الحلبیۃ من انسان العیون فی سیرۃ الامین والمامون۔السیر ۃ المحمد یہ	علامہ علی بن برھان الدین الحلبی الشافعی (م 1044ھ) دار المعرفۃ بیروت
سیرۃ حلبیہ (اُردو)	ازعلامہ علی ابن برہان الدین حلبی مترجم مولانا محمد اسلم قاسمی فاضل دیو بند۔اُردو بازار۔ایم اے جناح روڈ۔کراچی
دلائل النبو ہ ومعرفۃ احوال اصحاب الشریفہ	ابوبکر احمد بن الحسین البیھقی داراحیاء التراث العربی بیروت
الوفا باحوال المصطفٰے	تالیف ابوالفرج عبدالرحمٰن بن علی بن محمد الجوزی (م 597ھ) دار الکتب العلمیہ بیروت
الجامع فی السیر ۃ النبو یہ	سمیرۃ الزاید المطبعۃ العلمیہ
وفاء الوفاء باخبار دار المصطفٰے	نور الدین علی بن احمد السمہو وی (م ۹۱۱ھ) داراحیاء التراث العربی بیروت
موسوعہ نضر ۃ النعیم فی مکارم اخلاق الرسول الکریم	دار الکتاب العربی صالح بن عبداللہ عبدالرحمٰن بن محمد دار الوسیلہ وحمامہ جدہ سعودیہ
اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ	علامہ ابن الاثیر داراحیاء التراث العربی بیروت (م ۶۳۰ھ)
الاصابہ فی تمییز الصحابہ	امام حافظ شھاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی (م ۸۶۳ھ) داراحیاء التراث العربی بیروت
الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب	ابوعمر یوسف بن عبداللہ متوفی 463ھ دار الکتب العلمیہ بیروت
الاکمال فی اسماء الرجال	ولی الدین ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ الخطیب مترجم مولانا اشتیاق احمد، مولانا معراج الحق، نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی
تاریخ الصحابہ	حافظ ابوحاتم محمد بن حبان 354ھ دار الکتب العلمیہ بیروت
الکامل فی ضعفاء الرجال	حافظ ابی احمد عبداللہ بن عدی الجرجانی (م ۳۶۵ھ) دار الکتب العلمیۃ بیروت
سیر اعلام النبلاء	شمس الدین 748ھ ـــــ
تاریخ مدینۃ دمشق	ابن عساکر دار المسیر ت بیروت 1979
فضائل الصحابہ	احمد بن حنبل مؤستہ الرسالہ مکہ مکرمہ

حیاۃ الصحابہ	علامہ محمد یوسف کاندھلوی کتب خانہ فیض لاہور
سیر الصحابہ	علامہ معین الدین ندوی ادارہ اسلامیات انارکلی لاہور
الفاروق	شبلی نعمانی مکتبہ عالیہ لاہور
مناقب عمرؓ	ابن الجوزی (ابی الفرج عبدالرحمان بن علی بن محمد) بیروت لبنان
عمر فاروق اعظم	محمد حسین ھیکل مترجم حبیب اشعر مکتبہ جدید لاہور
بین یدی عمرؓ	از خالد مطبوعہ مصر
کرامات اولیاء	ھبۃ اللہ اللا سکائی دار طیبہ ریاض طبع اول
المستطر ف	شہاب الدین محمد بن احمد الفتح شرکیۃ مکتبہ ومطبوعہ مصر 1942
عفو لسیدی عثمانؓ	مصطفیٰ ثابت الشرکۃ العالیہ ملنشر والتوزیع تورنتو کینڈا 1999
ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء	شاہ ولی اللہ محدث دہلوی مترجم اردو مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور
نہج البلاغہ	جعفر حسین مفتی امامیہ کتب خانہ مغل حویلی اندرون موچی دروازہ
سیر الصحابہ	ندوۃ المنصفین ادارہ اسلامیات لاہور
تاریخ الرسل والملوک	ابو جعفر محمد ابن جریر الطبری (م ۳۱۰ھ) مکتبۃ خیاط بیروت
الکامل فی التاریخ	علی بن ابی الکرم ابن الاثیر دار صادر بیروت مطبوعہ (1965ء)
الکامل فی التاریخ اردو مترجم	سید معین الحق مترجم حافظ رشید احمد نیو کراچی سوسائٹی نمبر 5
البدایہ والنہایہ	الامام عماد الدین ابوالفداء اسماعیل بن عمر بن کثیر (م ۷۷۴ھ) مکتبۃ المعارف بیروت ومکتبۃ النصر الریاض
تاریخ ابن خلدون	علامہ ابن خلدون
تاریخ یعقوبی	یعقوبی احمد بن ابی یعقوب دار صاء بیروت
کتاب الخراج	القاضی ابو یوسف۔ بیروت مطبعۃ المنیر یۃ مصر
تاریخ الخمیس فی احوال انفس النفیس	شیخ حسین بن محمد الدیار البکری (م ۱۵۸۲ء) مؤسسہ شعبان بیروت
تاریخ الخلفاء	جلال الدین سیوطی (م ۹۱۱ھ) نور محمد اصح المطابع کارخانہ تجارت کتب آرام باغ کراچی

تاریخ البغداد	حافظ ابی بکر احمد بن علی الخطیب البغدادی
معجم البلدان	یاقوت الحموی ۔ بیروت دار صادر بیروت (م ۶۲۶ھ)
فتوح البلدان (اُردو) نفیس اکیڈمی کراچی	ابوالحسن احمد بن یحیی بن جابر البغدادی بالبلاذری مطبعۃ م ۲۷۹ھ
کتاب المغازی (فتوح العرب) اُردو ترجمہ شروع الحرب	از محمد بن عمر بن واقدی متوفی (207ھ) مترجم ممتاز بیگ ذی شان

4- متفرق اُردو کتب

سر الخلافہ	حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام بانی جماعت احمدیہ
آئینہ کمالات اسلام	حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام بانی جماعت احمدیہ
ملفوظات	حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام بانی جماعت احمدیہ
سیرۃ خاتم النبیین (اُردو)	مرزا بشیر احمد صاحب ایم۔اے
سیرۃ النبیؐ (اُردو)	از علامہ شبلی نعمانی دارالاشاعت اُردو بازار کراچی
رحمۃ العالمین (اردو)	محمد سلیمان منصور پوری
سوانح عمری حضرت محمد صاحب (اُردو)	شردہ پرکاش دیوجی پرچارک براحمودھرم پبلشر نرائن دت سہگل اینڈ سنز بک سیلر اندرون لوہاری گیٹ لاہور۔ پنجاب آرٹ پریس۔ لاہور
نقوش رسولؐ نمبر جلد دہم شمارہ نمبر 130	محمد طفیل۔ادارہ فروغ اُردو۔لاہور
محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے غیر مسلم مدّاح اور ثناخواں	عنصری صابری، محمد احسن تہامی۔ دارالتذکیر
پیغمبر اسلام غیر مسلموں کی نظر میں	مؤلف محمد یحییٰ پیام پبلشرز لاہور